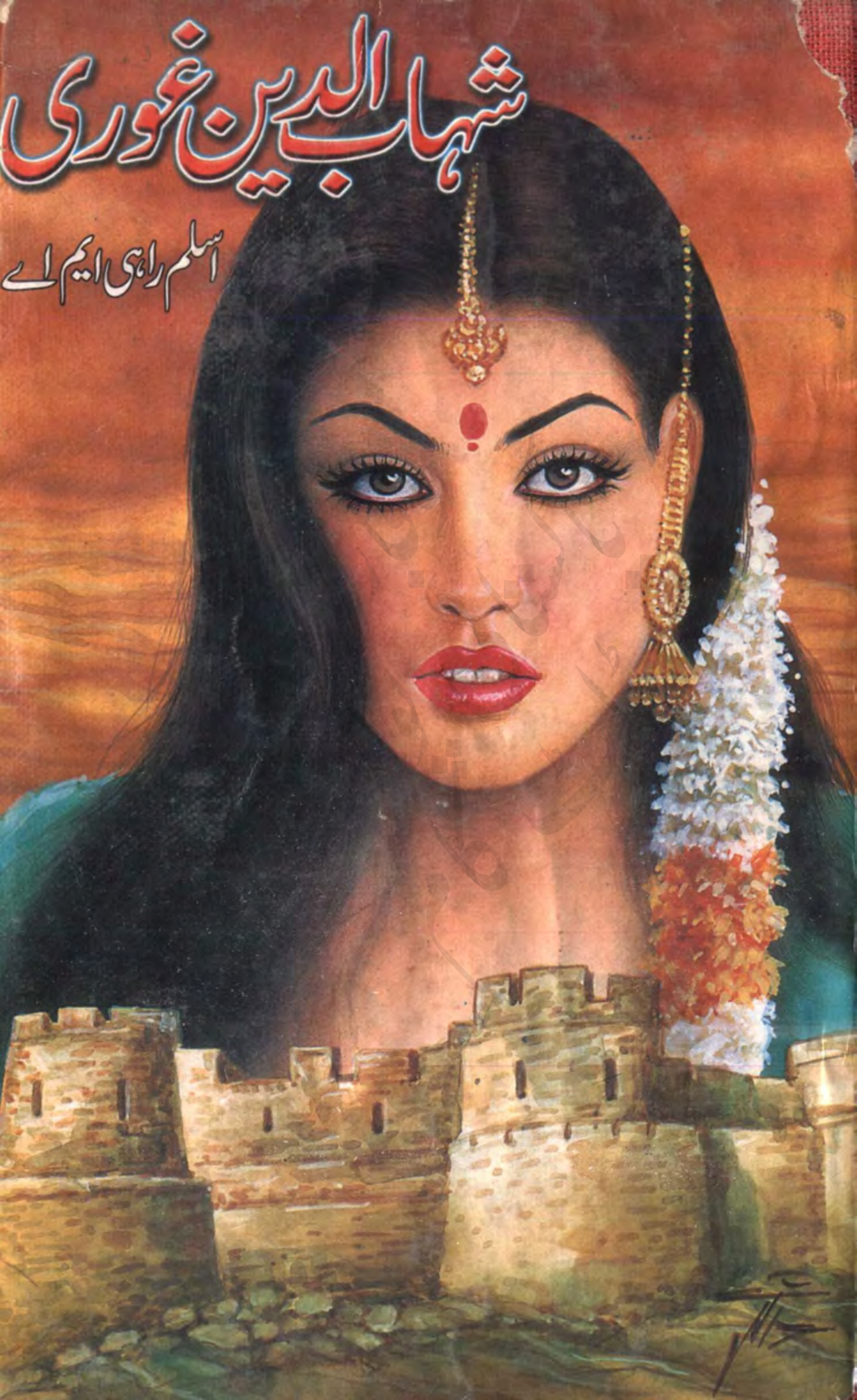
شہاب الدین غوری
اسلم راہی ایم اے

پیش لفظ

سلطان شہاب الدین غوری صحیح معنوں میں ہندوستان کی اسلامی سلطنت کا بانی شمار کیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سپہ سالار کی حیثیت سے وہ سلطان محمود غزنوی کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا لیکن اس میں بعض ایسی خوبیاں بھی تھیں جو سلطان محمود میں بھی نہیں تھیں اور ان ہی خوبیوں کی بدولت اس نے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی بنیادیں مضبوط اور مستحکم کر دیں۔

شہاب الدین غوری بڑا مستقل مزاج بردبار اور دور اندیش حکمران تھا اور شکست کھا کر بھی ہمت نہ ہارنے والا تھا۔ سلطان محمود غزنوی نے کبھی کسی معرے میں شکست نہیں کھائی جب کہ سلطان شہاب الدین کو دو مرتبہ شکست کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس نے ان شکستوں سے دل برداشتہ ہونے کے بجائے زیادہ طاقت اور قوت کے ساتھ حملے شروع کیے جس کی بناء پر اس کی فتوحات زیادہ مستقل اور پائیدار ثابت ہوئیں۔ اس نے جو علاقے فتح کیے وہاں مستقل طور پر مسلمانوں کی حکومت بھی قائم کرتا چلا گیا تھا۔

سلطان شہاب الدین غوری دھن کا بڑا پکا تھا اور جب کوئی ارادہ کر لیتا تو اسے پورا کر کے چھوڑتا تھا۔ وہ ناکامیوں سے گھبراتا نہ تھا۔ اس نے بڑے لائق اور بڑے ہونہار غلام جمع کر رکھے تھے جو ملکی انتظام اور سپہ گری کی خداداد قابلیت رکھتے تھے۔ ان غلاموں کو وہ بڑا عزیز رکھتا تھا اور وہ بھی ہمیشہ سلطان شہاب الدین کے لئے جانثاری پر آمادہ رہتے تھے۔

چنانچہ ان غلاموں نے کئی علاقے فتح کیے اور سلطان شہاب الدین غوری کی حکومت میں شامل کیے اور اسے ایک مستقل سلطنت بنا دیا۔

سلطان شہاب الدین کو خدا نے کوئی فرزند عطا نہ کیا تھا ایک مرتبہ اس کے کسی ساتھی نے کہا۔

"اگر اللہ آپ کو فرزند عطا فرماتا تو آپ کے بعد آپ کے تخت و تاج کا وارث

ہوتا۔"

یہ جملہ سن کر سلطان شہاب الدین غوری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے غلام، میرے بیٹے ہیں۔ یہی میرے بعد میری سلطنت کے وارث ہوں گے۔"

اس نے جو کہا تھا وہی صحیح نکلا۔ اس کے غلام ہی اس کے وارث ثابت ہوئے اور اس کے بعد اس کی سلطنت ان غلاموں ہی میں تقسیم ہوئی جن کی اس نے شہزادوں کی طرح تربیت کی تھی۔

سلطان شہاب الدین غوری شروع ہی سے نئے نئے علاقے فتح کرنے اور اپنے خاندان کی حکومت کو دور دور تک پھیلانے کا بڑا شوق رکھتا تھا۔ اس کام کے لئے جن جن خوبیوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ ساری سلطان شہاب الدین غوری میں موجود تھیں۔ وہ لشکروں کی تنظیم اور ترتیب کے علاوہ لشکر کی رہنمائی کرنے اور اسے جنگ کے دوران دشمن سے لڑانے اور فتح مند رہنے کا ڈھنگ بھی جانتا تھا۔

شروع شروع میں اس کی حکومت غزنوی کے علاقے میں تھی۔ اس کا بڑا بھائی غیاث الدین غوریوں کا سلطان تھا جب کہ شہاب الدین غوری اپنے بھائی کے نائب کی حیثیت سے غزنی کے علاقے کا حاکم تھا۔

چھوٹے سے علاقے پر قناعت کر کے بیٹھ جانا شہاب الدین غوری کو مناسب معلوم نہ ہوا۔ اس نے شروع ہی سے ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم کرنے کا خواب دیکھا تھا۔ چنانچہ اس نے غزنی کی فتح کے بعد ملتان پر قبضہ کرلیا اور پھر اس نے فتوحات کا جو سلسلہ شروع کیا تو ہندوستان کے اندر وہ ایک مضبوط اور مستحکم حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوا۔ اس طرح سلطان شہاب الدین غوری کو ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت قائم کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

دو گھوڑ سوار اس شاہراہ پر سفر کر رہے تھے جو بھیرہ بنوں اور غزنی سے ہوتی ہوئی غور کی طرف چلی گئی تھی اپنے گھوڑوں پر بیٹھے دونوں سوار تھکے ہارے لگتے تھے جس کا مطلب تھا وہ کوئی لمبا سفر کر کے آئے ہیں، غزنی اور غور کے درمیان ایک چوراہے پر آ کر وہ رک گئے تھے یہ چوراہا دریائے ارگنداب کے قریب تھا، انہوں نے دیکھا، اس چوراہے سے مختلف سمتوں کو کئی شاہراہیں نکلتی تھیں اور وہاں وہ رک کر ادھر ادھر دیکھنے لگے تھے شاید اجنبی تھے اس شاہراہ کا تعین نہ کر پا رہے تھے جو ان کی منزل کی طرف جاتی تھی۔

چوراہے سے پانچ شاہراہیں مختلف سمتوں کی طرف جاتی تھی۔ ایک سیدھی آگے دریا ارگنداب کو عبور کرنے کے بعد غور اور پھر وہاں سے دریائے ہلمند کو عبور کرتے ہوئے سبزوار اور ہرات کی طرف چلی گئی تھی، دوسری شاہراہ نیچے جنوب کی طرف قندھار سے ہوتی ہوئی سیستان کی طرف جاتی تھی اور یہ شاہراہ زیادہ تر دریائے ارگنداب کے کنارے کنارے ہی جنوب کی طرف جا رہی تھی۔ تیسری شاہراہ شمال مغرب کے رخ پر کوہ بابا کی طرف جاتے ہوئے اور وہاں سے کوہ بابا کے بائیں پہلو سے خم کھاتی ہوئی سیدھی آگے بلخ اور ترمذ کی طرف چلی گئی تھی۔

چوتھی شاہراہ شمال مشرق کا رخ کر رہی تھی اور وہ کوہ سفید میں سے ہوتی ہوئی جلال آباد کا رخ کرتے ہوئے کوہ ہندوکش کی طرف چلی گئی تھی۔ پانچویں شاہراہ وہاں سے غزنی و بنوں اور واپس بھیرہ کی طرف جا رہی تھی۔

دونوں سوار اس چوراہے پر رک گئے کچھ دیر تک ادھر اُدھر دیکھتے رہے پھر ایک اپنے ساتھی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"علی مردان! میرے بھائی، خوب پھنسے، سورج غروب ہونے بھی لگا ہے اور ہم یہ تعین نہیں کر پا رہے کہ ہم کس شاہراہ کو اختیار کریں کہ اپنی منزل تک پہنچ جائیں۔"

وہ شخص جب خاموش ہوا تو جسے اس نے مخاطب کیا تھا اور اس کا نام اس نے علی

مردان لیا تھا، وہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"غازی بیگ! تمہارا کہنا درست ہے اس چوراہے سے کافی شاہراہیں نکلتی ہیں جنہوں نے ہمیں ایک الجھن میں ڈال دیا ہے۔"

اچانک علی مردان چونک پڑا اور اپنے ساتھی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"غازی بیگ! کام ہو گیا......"

غازی بیگ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

"کیا کام ہو گیا میرے بھائی؟"

جواب میں علی مردان نے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے ایک سمت اشارہ کیا، غازی بیگ نے جب اس طرف دیکھا جس طرف علی مردان نے اشارہ کیا تھا تو اس کے چہرے پر تبسم بکھر گیا، اس لیے کہ اس طرف سے ایک چرواہا اپنے ریوڑ کو ہانکتا ہوا اسی چوراہے کی طرف آرہا تھا۔

اس چرواہے کو دیکھتے ہوئے دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر کھڑے ہوئے، ریوڑ کو ہانکتا ہوا چرواہا قریب آیا ان دونوں کو اس طرح کھڑے دیکھ کر چند ثانیوں تک انہیں بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر ان کے قریب آیا اور بڑی لجاجت، نرمی اور بڑی اپنائیت میں دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"صاحبو! اگر میں غلطی پر نہیں تو تم دونوں ان سرزمینوں میں اجنبی لگتے ہو، اس چوراہے پر شاید تم دونوں اس لیے رک گئے ہو کہ یہ تعین نہیں کر پا رہے کہ کونسی شاہراہ تمہاری منزل کی طرف جا رہی ہے۔"

چرواہا جب خاموش ہوا تب علی مردان اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"عزیز بھائی! تیرا اندازہ درست ہے، ہم اجنبی ہیں پہلی بار ان علاقوں کی طرف آئے ہیں، اس لیے اس چوراہے پر کھڑے ہو کر یہ تعین نہیں کر پا رہے، ہمیں کدھر کا رخ کرنا چاہیے۔"

اس پر چرواہا مسکرایا، کہنے لگا۔ "کہاں جانا چاہتے ہو؟"

علی مردان نے غور سے اس کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔

"ہماری منزل کا کوئی تعین نہیں ہم غوریوں کے بادشاہ غیاث الدین کے بھائی شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں، اس کے سامنے ایک شکایت، ایک نالش پیش کرنا چاہتے ہیں یوں جانو جہاں شہاب الدین مل جائے، وہیں ہماری منزل

ہے۔"

علی مردان کے ان الفاظ پر چرواہے کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا، چرواہا عمر کے لحاظ سے چالیس کے لگ بھگ ہو گا، تھوڑی دیر تک دونوں کو بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر انتہائی ہمدردی اور محبت میں کہنے لگا۔

"عزیز بھائیو! ہم کوہستانی لوگ صاحب ثروت تو نہیں ہوتے لیکن ہماری زندگی کی سب سے بڑی خوبی اور سرمایہ مہمان نوازی ہوتی ہے اگر تم دنوں لمبا سفر کر کے آئے ہو اور شہاب الدین غوری سے ملنا چاہتے ہو تو پھر میں تمہیں پیش کش کرتا ہوں کہ شب بسری میرے ہاں کرو، صبح سویرے اپنی منزل کی طرف نکل جانا، میں تمہاری راہنمائی کروں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد رکا پھر وہ دوبارہ ان دونوں کو بڑی ہمدردی میں مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"جہاں تک شہاب الدین غوری کا تعلق ہے تو وہ تکین آباد میں قیام رکھتا ہے اور ان دنوں وہیں قیام کیے ہوئے ہے تکین آباد یہاں سے کافی دور ہے۔ دیکھو، مغرب کی طرف سورج غروب ہونے والا ہے تم دونوں اجنبی ہو ان شاہراؤں اور راستوں سے واقف نہیں ہو میرے ساتھ چلو، یہ بائیں جانب قریب ہی میری بستی ہے بالکل دریا کے کنارے، وہاں قیام کرو خود بھی ستا لو گے، تم دونوں کے گھوڑے بھی تھکے ہارے ہیں۔ رات بسر کرنے کے بعد تم اور تمہارے یہ دونوں گھوڑے تازہ دم ہو جائیں گے ساتھ ہی میں تمہیں بتا دوں گا کہ تم کس سمت سے سفر کرتے ہوئے تکین آباد پہنچ سکتے ہو۔"

چرواہا جب خاموش ہوا تب اس بار اسے غازی بیگ مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بھائی! جو پیش کش تم کر رہے ہو، یہ ہے تو بڑی پرکشش...... میرے عزیز بھائی! پہلے یہ تو بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟"

چرواہا پھر دھیرے دھیرے مسکرایا، کہنے لگا۔

"ناموں میں کیا رکھا ہے، تم مجھے چرواہا ہی کہہ کر مخاطب کر سکتے ہو ویسے میرا نام فضائل خان ہے۔ بھائی! تکلف نہ کرنا، میرے ساتھ چلو تمہیں آرام اور قیام کی ضرورت ہے جو روکھا سوکھا میں اپنے گھر میں کھاؤں گا تمہیں بھی پیش کر دوں گا اور مجھے اس بات پر فخر ہو گا کہ میں نے لمبی مسافت والے دو مسافروں کو اپنے ہاں ٹھہرا کر ان کی میزبانی کا شرف حاصل کیا۔ انکار نہ کرنا، تم دونوں کی خدمت کر کے جو ثواب مجھے ملے گا، میں

جانوں گا کہ وہ میرے اعمال میں ایک صدقہ جاریہ ہوگا۔"

چرواہے فضائل خان کے ان الفاظ پر علی مردان اور غازی بیگ دونوں ہنس دیئے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر علی مردان کہنے لگا۔

"بھائی! ہم تمہارے ساتھ جانے کے لیے تیار ہیں، ہم تمہاری پیش کش کو ایک نعمت سمجھتے ہوئے ٹھکرائیں گے نہیں۔"

اس پر فضائل خان خوش ہو گیا تھا، کہنے لگا۔"اگر ایسا ہے تو آؤ، بسم اللہ کریں۔"

اسکے ساتھ ہی علی مردان اور غازی بیگ دونوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑی اور ریوڑ کے پیچھے پیچھے فضائل خان کے ساتھ ہو لیے تھے۔

انہیں کچھ زیادہ دور نہ جانا پڑا تھا کہ انہیں اپنے سامنے ایک بستی کے آثار دکھائی دینے لگے تھے جب وہ بستی کے قریب گئے تب انہوں نے دیکھا، بستی سے باہر کچی مٹی کا ایک احاطہ بنا ہوا تھا وہاں آکر فضائل خان کا بھیڑ بکریوں پر مشتمل وہ ریوڑ آپ سے آپ رک گیا تھا، مٹی کے اس احاطہ کے ایک طرف لکڑی کا دروازہ تھا فضائل خان نے آگے بڑھ کر وہ دروازہ کھول دیا، ریوڑ کے جانور اندر داخل ہونا شروع ہو گئے تھے۔

احاطہ کے اندر سرکنڈوں کے چھپر بنے ہوئے تھے، ریوڑ کے جانور آپ سے آپ ان کے نیچے جا کر بیٹھنے لگے تھے علی مردان اور غازی بیگ بھی فضائل خان کے ساتھ احاطہ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے دیکھا، احاطہ کا دایاں حصہ تو زیادہ تر چھپر نما تھا جن کے نیچے ریو کے جانور چلے گئے تھے، بائیں جانب کچھ کمرے بنے ہوئے تھے اور ان کمروں سے آگے چھپر نما ایک اصطبل تھا، اس کے نیچے ایک گھوڑا بھی بندھا ہوا تھا۔

علی مردان اور غازی بیگ جب احاطہ میں داخل ہو گئے تب فضائل خان نے احاطہ کا دروازہ بند کر دیا پہلے علی مردان اور غازی بیگ کو لے کر چھپر نما اصطبل کی طرف گیا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے عزیزو! دونوں اپنے گھوڑوں سے اپنے بستر، ضرورت کا سامان اور زینیں اتار دو۔ یہ سامنے جو گھوڑا بندھا ہے، میرا ہے۔ کبھی کبھار میں نے کہیں جانا ہو تو اسے سواری کے لیے استعمال کرتا ہوں لہٰذا اپنے گھوڑوں کو اس کے قریب باندھ دو، اندر وہ دائیں جانب جو بورے رکھے ہوئے ہیں، ان میں گھوڑوں کی خوراک ہے۔ ان میں دانہ ملا بھس ہے، وہاں سے بھس نکال کر اپنے گھوڑوں کو ڈال دو، گھوڑوں کے قریب ہی پانی سے بھری ناند ہے وہاں سے تم دونوں کے گھوڑے پانی پی سکتے ہیں۔"

فضائل خان کے کہنے پر علی مردان اور غازی بیگ تیزی سے حرکت میں آئے دونوں نے گھوڑوں کی زینوں سے بندھا ہوا اپنا سامان اتار لیا اور سامان کو ایک طرف رکھ دیا پہلے گھوڑوں کو پانی پلایا پھر جو گھوڑا پہلے وہاں بندھا ہوا تھا، اس سے ہٹ کر دونوں نے اپنے گھوڑوں کو باندھ دیا اور گھوڑوں کے آگے جو دانہ ملا ہوا چارہ ڈال دیا تھا۔ اس کے بعد فضائل خان کے کہنے پر اپنا سامان اٹھا کر وہ ساتھ والے کمرے کے ایک کونے میں رکھوا دیا۔ علی مردان اور غازی بیگ نے دیکھا، وہ کمرہ جس میں وہ داخل ہوئے تھے خاصہ بڑا تھا۔ کمرے کی چھت لکڑی کے تختوں کی تھی اور پورا چھت جو مخروطی شکل کی تھا، وہ لکڑی کے چار موٹے موٹے ستونوں پر کھڑا تھا۔ کمرے کی دیواریں سرکنڈوں کی موٹی بنت سے بنی ہوئی تھی اور ان سرکنڈوں کو اندر باہر سے مٹی میں پوتہ ملا کر انہیں خوبصورت بنا دیا گیا تھا۔ علی مردان اور غازی بیگ نے جب اپنا سامان وہاں رکھ دیا تب ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے فضائل خان کہنے لگا۔"تم دونوں گرم علاقے کے رہنے والے ہو، ایسے کمرے تم نے اپنی سرزمینوں میں نہیں دیکھے ہوں گے۔ اس کی مخروطی شکل اس لیے ہے کہ تا کہ برف باری کے دور میں جب یہاں زوروں کی برف پڑتی ہے تو چھت پر ٹکنے کی بجائے پگھل کر نیچے چلی جاتی ہے پھر اس نے کمرے کے وسط میں ایک تنور کی طرف اشارہ کیا اور کہنے لگا۔

"یہ تنور جو تم دیکھ رہے ہو، برف باری کے دور میں اس میں لکڑیاں ڈال کر اسے گرم کر دیا جاتا ہے، لکڑیاں جب جل جاتی ہیں تو اس کو اوپر سے ڈھانپ دیا جاتا ہے اور اس طرح پوری رات یہ کمرہ گرم رہتا ہے۔"

پھر علی مردان اور غازی بیگ کے دیکھتے ہی دیکھتے فضائل خان دوسرے کمرے کی طرف گیا، کچھ بستر وہ اٹھا لایا۔ پہلے کچی مٹی کے بنے فرش پر اس نے چٹائیاں ڈالیں ان پر اس نے تین بستر لگا دیئے تھے پھر انہیں مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

"یہ میرا باڑہ ہے مستقل رہائش نہیں، اس سے متصل ہی میری رہائش گاہ ہے، میری بیوی اور بچے اپنے ننھیال گئے ہوئے ہیں اس لیے ان دنوں میں اکیلا ہوں بیوی بچے یہاں ہوں تب بھی میں رات اپنے اسی باڑے میں ہی بسر کرتا ہوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد فضائل خان رکا پھر اس کمرے کے اندر دیوار میں جو دروازہ تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"یہ طہارت خانہ ہے ہر وقت یہاں وافر مقدار میں پانی ملے گا میں نے بستر لگا

دیے ہیں تم دونوں بھائی بیٹھو، میں تھوڑی دیر تک حاضر ہوتا ہوں۔"

علی مراد، فضائل خان کی اس گفتگو کے جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ فضائل خان مڑا اور وہاں سے نکل گیا تھا۔

علی مرادن اور غازی بیگ کافی دیر تک وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے طہارت خانے میں وضو کرنے کے بعد مغرب کی نماز بھی انہوں نے وہاں ادا کی اس کے بعد فضائل خان لوٹا۔ وہ کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"مجھے افسوس ہے کہ لوٹنے میں مجھے دیر ہوگئی ایک تو مغرب کی نماز پڑھنے مسجد چلا گیا تھا دوسرے کھانا تیار کروانے میں بھی کچھ دیر لگ گئی۔"

اس کے ساتھ ہی کھانے کے برتن اس نے ان دونوں کے سامنے لگانے شروع کر دیئے تھے جب وہ برتن رکھ چکا تب بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے علی مردان نے پوچھ لیا۔

"ہمارے مہربان میزبان! آپ کے بیوی بچے تو یہاں ہیں نہیں، کھانا آپ کہاں سے لے آئے ہیں؟"

جواب میں فضائل خان مسکرایا، کہنے لگا۔

"اس بستی کے سارے لوگ بھائی بہنوں کی طرح رہتے ہیں اور پھر یہ بستی کے رہائشی زیادہ تر میرے قبیلے والے ہیں جس کو بھی اشارہ کروں، کھانا تیار کر کے دے دیتا ہے۔ دیکھو، آؤ پہلے مل کر کھانا کھائیں اس کے بعد باتیں ہوں گی۔"

تینوں نے پہلے کھانا کھایا اس کے بعد فضائل خان نے برتن سمیٹ کر ایک طرف رکھ دیئے تھے وہیں تینوں نے مل کر عشاء کی نماز ادا کی پھر بستروں میں بیٹھ گئے اس کے بعد فضائل خان ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے دونوں عزیز بھائیو! ہم کھانے اور نماز سے فارغ ہو چکے ہیں اب میں تم دونوں سے تفصیل کے ساتھ جاننا چاہوں گا تم شہاب الدین غوری کے پاس کیا نالش لے کر جا رہے ہو...... کیا تمہیں کسی سے اذیت پہنچی ہے؟ اگر ایسا معاملہ ہے تو یہ نالش، یہ شکایت تم نے ملتان کے مقامی حاکم سے کیوں نہیں کی...... کیا وہاں کا حاکم منصف مزاج نہیں کہ تم اتنا لمبا سفر طے کر کے شہاب الدین غوری کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے

ہو۔"

فضائل خان جب رکا تب غازی بیگ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"محترم فضائل خان! بات ایسی نہیں ہے۔ دراصل ملتان پر اس وقت قرامطیوں کی حکومت ہے وہ مسلمانوں پر بے انتہا مظالم کرتے ہیں اس کے علاوہ ملتان کے لوگوں کو تنگ کرنے کے لیے انہوں نے نہر والا کے ہندو راجہ بھیم دیو کے ساتھ تعلقات استوار کر رکھے ہیں اور مسلمانوں پر مظالم کرنے کے لیے اکثر و بیشتر یہ قرامطی نہر والا کے راجہ بھیم دیو کا بھی تعاون حاصل کرتے رہتے ہیں۔

ملتان کے قریب ہی اُچ نام کا ایک شہر ہے۔ بڑا قدیم اور تاریخی شہر ہے وہاں ہندوؤں کا ایک بہت بڑا مندر ہے اس مندر میں ان کا ایک سالانہ میلہ لگتا ہے اس میں نہر والا کا راجہ بھیم دیو اپنے اہل خانہ کے ساتھ جاتا ہے وہاں عجیب سی خلاف اسلام رسومات ہوتی ہیں جن میں یہ قرامطی بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور پھر پچھلے سال سے وہاں ایک نئے کام کی ابتدا ہوئی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جب غازی بیگ رکا تب بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے فضائل خان نے پوچھ لیا۔

"میرے عزیز بھائی! کیسا نیا کام ہوا؟"

غازی بیگ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائی! نہر والا کا راجہ بھیم دیو ہر سال اُچ میلہ کے موقع پر وہاں اپنے اہل خانہ کے ساتھ آتا ہے پچھلے سال یوں ہوا کہ اپنے ساتھ وہ اپنی راج کماری اور راج کمار کو بھی لے کر آیا۔ راج کمار بڑا ہے اس کی عمر پندرہ سولہ برس کی ہوگی۔ راج کماری چھوٹی ہے بارہ سال کے لگ بھگ ہوگی وہاں بھیم دیو کی راج کماری نے نشانہ بازی کا بہترین مظاہرہ کیا لوگوں کے دیکھتے ہی دیکھتے راج کماری نے اپنے کانوں سے سونے کی ایک چھوٹی سی بالی اتاری اس بالی کو اس نے ایک لکڑی کی بلی کے ساتھ لٹکا دیا پھر کئی گز پیچھے ہٹ گئی اور تیر چلایا اس نے جو تیر چلایا، وہ اس قدر ٹھیک نشانے پر بیٹھا کہ تیر کی نوک عین بالی کے بیچ میں آ کر پیوست ہوئی تھی میں نے ایسا عمدہ بے خطا نشانہ آج تک نہیں دیکھا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد غازی بیگ رکا پھر اپنا سلسلہ کلام آگے بڑھاتے ہوئے وہ

کہہ رہا تھا۔

"اس راجکماری کا نام کمار دیوی ہے کمسن ہونے کے باوجود ایسا بے خطا نشانہ شاید ہی کسی کے پاس ہو اور پھر سب سے بڑی بات کہ ایسی حسین، ایسی پرکشش ہے کہ میں اپنی زندگی میں اس جیسی حسین لڑکی بھی نہ دیکھی ہوگی۔ اب پچھلے سال جواُچ میں میلہ لگا اور بھیم دیو کی راجکماری کمار دیوی نے اپنے کانوں سے بالی اتار کر بالی کے اندر تیر کو پیوست کیا اس موقع پر اس کے باپ راجہ بھیم دیو نے اعلان کیا کہ جو کوئی بھی میری بیٹی یعنی راج کماری کمار دیوی جیسا نشانہ لگائے گا، اپنے تیر کو راجکماری کی بالی میں پیوست کر کے دکھائے گا، راجکماری کمار دیوی کو اس سے منسوب کر دیا جائے گا اور جب کمار دیوی جوان ہو جائے گی تو اس سے بیاہ دیا جائے گا۔ یہ اعلان اس نے پچھلی بار میلے کے دوران کیا، میلے کے دوران بہت سے نوجوانوں اور لڑکوں نے قسمت آزمائی کی پر کوئی بھی نشانہ اپنے ہدف کا نہ لے سکا، نشانہ بازی سے صرف سولہ برس سے کم عمر کے لڑکوں کو حصہ لینے کی اجازت تھی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد غازی بیگ رکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"ہم دونوں شہاب الدین غوری کا رخ اس لیے کر رہے ہیں کہ وہ ملتان اور گرد و نواح کے مسلمانوں کو ان قرامطیوں کے ظلم وستم سے نجات دلائے، ہم نے یہ بھی سن رکھا ہے کہ شہاب الدین غوری ہندوستان پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کے لیے وہ کسی مناسب موقع کی تلاش میں ہے۔

ہم چاہتے ہیں شہاب الدین غوری پہلے ملتان پر حملہ آور ہو اور ملتان کے لوگوں کو قرامطیوں کے مظالم اور ان کے ساتھ راجہ بھیم دیو کے تعلقات سے نجات دلائے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد غازی بیگ جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک سوچتے ہوئے فضائل خان مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

"کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم دونوں میں سے کوئی مجھے ان قرامطیوں سے متعلق تفصیل بتائے کہ میں جانوں یہ لوگ کون ہیں مسلمان ہیں یا غیر مسلم؟ اور پھر مسلمانوں پر یہ کیوں مظالم ڈھاتے ہیں؟ اگر وہ مسلمان ہیں تو اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ تعلقات ختم کر کے غیروں کے ساتھ تعلقات کو کیوں استوار کرتے ہیں اور مسلمانوں پر مظالم کا باعث بنتے ہیں؟"

فضائل خان کے اس سوال کے جواب میں اس بار علی مردان کہنے لگا۔

"عزیز بھائی! میں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں سنو، یہ ایک فرقہ ہے اسے باطنی فرقہ بھی کہتے ہیں اس کا بانی ایک شخص حمدان قرمط تھا یہ حمدان رے شہر کا ایک دیہاتی باشندہ تھا جب اسے یہ احساس ہوا کہ مسلمانوں کی مملکت ایرانیوں کے ہاتھوں تباہ ہونے کے قریب ہے اس لیے کہ مسلمانوں میں ان دنوں افراتفری پھیلی ہوئی تھی اس افراتفری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے ایک تحریک چلا کر اسے کامیاب کرنے کا فیصلہ کیا۔

(میرے بھائی! ایسا ہوا کہ 890ء میں اس حمدان نے کوفہ شہر کے قریب ایک دارالہجر بنایا اور اس دارالہجر کو اپنی تحریک کا مرکز قرار دیا۔ پھر اس نے اپنے عزائم کو ایسے لوگوں کے دلوں میں ڈالنا شروع کیا جو جاہل اور کم پڑھے تھے وہ اس کی تحریک سے متاثر ہوئے۔

اصولاً یہ ایک خفیہ تحریک تھی اپنے کچھ انقلابی رجحانات کی بدولت جلد ہی اسلام کی سیاست کا ایک عنصر بن گئی۔

یہ حمدان اپنے مخالفین کو خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں قتل کرنا جائز سمجھتا تھا، ایک بار بصرہ میں جستی جنگ کے نام سے انہوں نے کافی خون ریزی کا مظاہرہ کیا۔

آہستہ آہستہ یہ تحریک قوت پکڑ گئی اور 899ء میں خلیج فارس کے مغربی کنارے پر یہ ایک خودمختار مملکت قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا وہاں انہوں نے العصاء شہر کو اپنا دارالحکومت قرار دیا یہ نوزائدہ حکومت جلد ہی حکومت بغداد کے لیے خطرہ بن گئی وہاں انہوں نے ایک شخص ابوسعید الحسن جنادی کو اپنا پہلا حکمران مقرر کیا۔

ان لوگوں نے زیریں عراق میں بڑی تباہی مچائی بہت سے علاقوں کو پامال کیا حاجیوں کے راستے منقطع کر دیتے تھے حمدان کے بعد ان ہی قرامطیوں میں ایک شخص ابوسعد حسن ہوا اس وقت چونکہ مسلمانوں میں افراتفری تھی خلافت عباسیہ کمزور ہو چکی تھی لہٰذا مسلمانوں کو اس افراتفری اور کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس ابوسعید حسن نے یہ دعویٰ کر دیا کہ وہ مہدیٔ موعود ہے اس کے اس اعلان پر قرامطی اور زیادہ طاقت وقوت پکڑنے لگے جاہل اور ان پڑھ لوگ جوق در جوق ان کی تحریک میں شامل ہونا شروع ہو گئے عباسیوں کے ایک لشکر سے اس ابوسعید کا ٹکراؤ ہوا یہ بصرہ پر قبضہ کرنا چاہتا تھا اس نے بے شمار لشکریوں کو گھیر کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔

یہ ابوسعید حشر ونشر اور قیامت وحساب کتاب کو نہیں مانتا تھا، یہ شخص انتہاء درجہ کا سفاک تھا اس نے بے شمار مسلمانوں کو قتل کرا دیا، بہت سی مسجدیں منہدم کیں اور عازمین

حج کو لوٹ لینا یہ اپنا محبوب مشغلہ خیال کرتا تھا۔

اس کے دو بیٹے تھے ایک ابوسعید، دوسرا ابو طاہر مرنے سے پہلے ابوسعید حسن نے اپنے بڑے بیٹے ابوسعید کو اپنا جانشین بنایا۔

سعید حسن نے چونکہ مسلمانوں پر بڑے مظالم کیے تھے لہٰذا ایک زندہ دل نوجوان نے سعید کو قتل کر دیا اس کے بعد اس کے بیٹے ابوسعید نے قرامطیوں کا سربراہ بننا چاہا لیکن چھوٹے بھائی ابوطاہر نے بڑے بھائی کو مغلوب کر کے خود قرامطیوں کا حاکم ہونے کا اعلان کر دیا اس ابوطاہر نے بڑی قوت پکڑی اس نے بحرین کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کر لی۔ اپنی حکومت قائم کرتے ہی ابوطاہر نے اپنے آپ کو خدا کا اوتار ہونے کا دعویٰ ظاہر کر دیا وہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی روح میرے جسم میں حلول کر گئی ہے۔

یہ شخص اسلام اور اہل ایمان کے لیے منگولوں سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوا اور اپنے قرمطی اور باطنی پیشواؤں سے بڑھ کر اس نے مسلمانوں کا استحصال کیا اور ان پر مظالم کیے ان دنوں چونکہ خلافت بغداد کمزور ہو چکی تھی لہٰذا ابوطاہر قوت پکڑتا گیا کوئی اس کے خلاف جوابی کارروائی نہ کر سکا اس نے بصرہ پر حملہ کیا اور وہاں کافی تباہی مچائی 312ھ میں حاجیوں کے ایک قافلے پر بھی حملہ آور ہوا اور اسے لوٹ لیا کوفہ پر حملہ آور ہوا اور کوفہ کو بھی اس نے فتح کر لیا اس کے بعد انبار فتح کرنے کے بعد اس پر قبضہ کر لیا ان تمام معرکوں میں اس نے کثیر تعداد میں مسلمانوں کو قتل کیا اور ہزاروں کو قید کیا، قید میں آنے والوں کو بھی اس نے بعد میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس قدر طاقت اور قوت پکڑنے کے بعد ابوطاہر نے حجر شہر کو اپنا دارالحکومت بنانے کا اعلان کیا اور وہاں ایک نہایت عالی شان عمارت بنائی اس عمارت کا نام اس نے دارالحجرہ رکھا۔

اب اس کے ذہن پر ایک اور خبط سوار ہوا اس نے ارادہ کیا کہ لوگ خانہ کعبہ کے حج کو کیوں جاتے ہیں اور وہاں کیوں طواف کرتے ہیں وہ چاہتا تھا کہ اس نے جو دارالحجرہ بنایا ہے، لوگ اسی کا طواف کریں اور اسی کا حج کریں۔

اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایک لشکر کے ساتھ اس نے حجاز کا رخ کیا وہ چاہتا تھا کہ خانہ کعبہ سے حجر اسود اٹھا کر اپنے دارالحجرہ میں نصب کرے تا کہ لوگ وہاں حج کے لیے آیا کریں چنانچہ یہ وہاں پہنچا سب سے بڑا فعل جو اس نے کیا وہ یہ تھا کہ مسجد

رام میں داخل ہوا وہاں بیٹھ کر سب سے پہلے اس نے شراب پی، شراب میں مست ہو کر و حاجی اس وقت طواف میں مصروف تھے، انہیں قتل کیا ان کا مال و اسباب لوٹ لیا وہ جو شکری اپنے ساتھ لے کر گیا تھا وہ مکہ شہر کے لوگوں پر حملہ آور ہوئے ان کا سارا سامان وٹا اور کافی قتل و غارت گری کی اس نے منگولوں سے بھی بڑھ کر وہاں مظالم کیے۔

وہاں ان لوگوں نے حرم شریف کے اندر ایک ہزار سات سو طواف کرنے والوں کو شہید کر دیا چاہ زم زم اور مکہ شہر کے کئی دوسرے کنوئیں انسانوں کی لاشوں سے بھر دیئے س کے بعد ابوطاہر نے خانہ کعبہ کا دروازہ اکھیڑ دیا اور وہاں جو لوگ جمع تھے انہی بلند آواز یں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

" اَنا بِاللّٰہ وَبِاللّٰہ اَنَا یخلُقَ الحَق و یفنیھم اَنا "

یعنی "میں ہی اللہ ہوں اور اللہ میں ہی ہو سکتا ہوں میں نے مخلوق کو پیدا کیا اور میں نے ہی انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔"

ابوطاہر نے حجر اسود کو وہاں سے اٹھا لیا اور اسے لے کر دارالحجرہ میں جا کر نصب کر دیا حجر اسود لگ بھگ 22 سال تک ابوطاہر کے قبضے میں رہا ابوطاہر چونکہ وقفہ وقفہ سے حملہ آور ہو کر حاجیوں کو لوٹ لیا کرتا تھا لہٰذا اس کی ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کی وجہ سے لگ بھگ 10 سال تک خانہ کعبہ کا حج بدامنی کی وجہ سے مفقود رہا۔

آخر بڑی مشکل سے حجر اسود واپس لیا گیا اور خانہ کعبہ میں نصب کیا گیا آخر یہی ابوطاہر چیچک کے مرض میں بری طرح مبتلا ہو کر انتہائی ذلت اور رسوائی کی موت مارا گیا۔

اس کے بعد قرامطیوں کے نائب آتے رہے اپنی تحریک کو پھیلاتے رہے سلطان محمود غزنوی کے دور میں بھی ملتان پر قرامطیوں کی حکومت تھی ان کی وہاں بڑی گرفت تھی لیکن ان پر حملہ آور ہو کر سلطان محمود غزنوی نے انہیں خوب تباہ و برباد کیا ان کا قتل عام کیا لیکن اس کے بعد یہ پھر قوت پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد علی مراد رکا پھر اپنے سلسلہ گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"ان لوگوں کے عقائد بھی عجیب و غریب ہیں یہ لوگ قرآن مقدس اور احادیث کے ظاہری الفاظ کے باطنی معنوں پر زیادہ زور دیتے ہیں یعنی لفظی معنوں کو رد کرتے ہیں اور باطنی معنوں پر عمل کرتے ہیں اور انہی پر زور دیتے ہیں۔

اس کی مثال میں یہ دیتا ہوں کہ قرآن مقدس میں خداوند قدوس نے آسمان اور زمین کے لیے جو ارض و سما اور الارض کے الفاظ استعمال کیے تو ان کے باطنی معنی یہ لیتے ہیں کہ سما سے مراد ان کے امام کی ہے اور ارض سے مراد ان کے پیروکار کی ہے۔

ان قرامطیوں اور باطنیوں کے چار بنیادی تصورات ہیں۔

(پہلا باطن، دوسرا تحویل، تیسرا خاص و عام، چوتھا تقیہ۔)

ان کے خیال کے مطابق قرآن مقدس کے ہر متن کے کچھ باطنی معنی ہوتے ہیں جو ظاہری معنوں سے مختلف ہوتے ہیں ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ انسانوں کی دو قسمیں ہیں یعنی دو طبقے ہیں ایک خاص جو باطن کو جاننے والے ہیں دوسرے عام جو باطن کو نہیں جانتے ان کے نزدیک باطن محض اس لئے باطن نہیں کہ وہ ظاہر نہیں ہے بلکہ اس لیے باطن ہے کہ وہ بھید ہے اور اسکا علم وحی ظاہری کی پیروی کرنے والوں کو نہیں ملتا۔ یہ لوگ شریعت کی پیروی کو کوئی حیثیت نہیں دیتے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد علی مراد جب خاموش ہو گیا تب فضائل خان تھوڑی دیر تک خاموش رہا اس کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار تھے کہنے لگا۔

''اگر یہ لوگ حضور ﷺ کی شریعت کو اہمیت نہیں دیتے تو کاہے کے مسلمان ہوئے۔ میرا اپنا عقیدہ ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کی شریعت کو نہیں مانتا اور ان ﷺ کی سیرت کی پیروی نہیں کرتا تو اسے تو مسلمان کہنا ہی نہیں چاہیے اس لیے کہ ہمارے لیے خداوند قدوس کے بعد حضور ﷺ کی ذات سب سے محترم، سب سے افضل، سب سے زیادہ قابل احترام ہے اگر کسی نے حضور ﷺ کی پیروی نہیں کرنی، آپ ﷺ کے راستے کو نہیں اپنایا تو وہ کیسا مسلمان ہوا۔''

فضائل خان جب خاموش ہوا تب اس بار غازی بیگ نے اسے مخاطب کیا۔

''فضائل خان! میرے بھائی علی مراد نے آپ کو قرامطیوں اور باطنیوں کی تفصیل بتا دی ہے کیا آپ کے لیے ایسا ممکن نہیں کہ آپ ہمیں غوریوں سے متعلق کوئی تفصیل بتائیں، آپ جس وقت ہمارے لئے کھانا لینے کے لیے گئے تھے، آپ کی اجازت کے بغیر ہم نے آپ کا ساتھ والا کمرہ بھی دیکھا ایسا کرنے کے لیے میں پہلے ہی معذرت کر لیتا ہوں وہاں بہت سی کتب پڑی ہوئی ہیں ان میں بڑی کارآمد اور نایاب کتابیں بھی ہم نے دیکھی ہیں......''

یہاں تک کہتے ہوئے غازی بیگ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ فضائل خان کہنے لگا۔

''اگر تم لوگ اس کمرے میں گئے تھے تو اس میں معذرت طلب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میرے بھائیو! میں کوئی ان پڑھ شخص نہیں ہوں، پڑھا لکھا ہوں۔ معاملات کو سمجھتا ہوں۔ ساتھ والا کمرہ یوں جانو میرا دارالمطالعہ ہے۔ میرے بچے بھی یہیں آکر مطالعہ کرتے ہیں میرے دو بیٹے ہیں ایک بیٹی ہے۔ میری بیوی بھی اکثر و بیشتر یہیں آکر دینی کتابیں پڑھتی ہے۔''

فضائل خان جب خاموش ہوا تب غازی بیگ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''اگر آپ کے لیے ممکن ہو تو آپ ہمیں غوریوں اور شہاب الدین غوری سے متعلق کوئی تفصیل بتائیں تاکہ جب ہم شہاب الدین غوری کی خدمت میں حاضر ہوں تو ہمارے ذہن میں ان کے خاندان کا پورا تاریخی پس منظر بھی ہو۔''

جواب میں فضائل خان دھیرے دھیرے مسکرایا پھر کہنے لگا۔

''فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں غوریوں سے متعلق تمہیں تفصیل سے بتاتا ہوں۔''

اس کے بعد فضائل خان نے گلا صاف کیا پھر وہ علی مراد اور غازی بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''جہاں تک غوریوں کا تعلق ہے یہ ضحاک کی اولاد میں سے ہیں ضحاک بنیادی طور پر عرب تھا اس کا باپ یمن کا بادشاہ تھا اسے ضحاک اس لئے کہتے تھے کہ اس کے پاس دس ہزار اصیل گھوڑے تھے۔''

(گو مشہور مؤرخ پروفیسر براؤن اس کی تردید کرتا ہے کہ ضحاک عرب تھا لیکن فردوسی اور ایرانی مؤرخ ثعالبی کے علاوہ مشہور عرب شاعر ابونواس بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ ضحاک عرب تھا اس لیے کہ ابونواس نے اپنے ایک قصیدے میں اس بات کی تصدیق کی ہے کہ ضحاک عرب تھا اس لحاظ سے غوریوں کو عرب کہا جا سکتا ہے۔)

یہاں تک کہنے کے بعد فضائل خان رکا پھر وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''بہر حال غوری ضحاک بادشاہ کی نسل سے ہیں اور یہ یمن یا عرب سے نکل کر ایران پر قابض ہو گیا تھا ایران پر اس نے کئی سال حکومت کی۔ جب فریدون نے ضحاک پر غلبہ حاصل کیا اور ضحاک اور اس کے خاندان کو قتل کر کے یہ خود ایران کا بادشاہ بن گیا تھا تو ضحاک کی اولاد میں سے کچھ جو قتل ہونے سے بچ گئے، وہ جلاوطن ہو گئے لیکن دو بھائی

جن کے نام سوری اور سام تھے، وہ ایران کے نئے بادشاہ فریدوں کے دربار میں ملازمت کے سلسلے میں منسلک ہو گئے۔ کچھ دن تک تو یہ دونوں بھائی فریدوں کے دربار سے منسلک رہے اپنے فرائض منصبی بہترین انداز میں ادا کرتے رہے بعد میں انہیں اس بات کا خدشہ رہنے لگا کہ نیا بادشاہ فریدوں بہر حال ان کا دشمن ہے ان کے جد امجد ضحاک کو اس نے قتل کیا ہے لہٰذا وہ کسی بھی وقت ان کے خلاف ہو سکتا ہے ان وسوسات کے تحت دونوں بھائی سوری اور سام اپنے خاندان اور اپنے ہمدردوں کی ایک جماعت کے ساتھ نہاوند کی طرف بھاگ گئے۔

وہاں پہنچ کر اپنے حالات کو بہتر بنانا شروع کیا سوری تو اپنے قبیلے کا سردار بنا اور سام کو اس نے اپنا ایک لشکر تیار کرنے کا حکم دیا اور اس لشکر کا اسے سپہ سالار بنا دیا۔ دونوں بھائیوں میں باہمی خلوص اور محبت بہت زیادہ تھی اس کے علاوہ سوری کی بیٹی کا نکاح سام کے بیٹے سے ہوا تھا جس کا نام شجاع تھا۔

کہتے ہیں کچھ عرصہ بعد سام کا انتقال ہو گیا اور شجاع اپنے چچا کے زیر سایہ پرسکون زندگی بسر کرنے لگا لیکن یہ آرام کا زمانہ کچھ زیادہ عرصہ نہ تھا اس لیے کہ شجاع کے دشمنوں نے آخر کار شکایات کر کے سوری کو شجاع سے متنفر کر دیا اور سوری اس نتیجہ پر پہنچا کہ شجاع سے اپنی بیٹی کو علیحدہ کر کے اسے کہیں جلا وطن کر دینا چاہیے۔

دوسری طرف سوری کی بیٹی کو جب ان حالات کا علم ہوا تب اس نے اپنے خاوند یعنی شجاع کو پورے حالات سے آگاہ کر دیا اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے دونوں میاں بیوی نے مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ انہیں سوری کے ہاں سے بھاگ جانا چاہیے اور کسی محفوظ جگہ جا کر قیام کرنا چاہیے۔

ایک رات شجاع نے اپنی بیوی کے ساتھ شاہی اصطبل سے دس اعلیٰ درجے کے گھوڑے اور اونٹوں کی چند قطاریں حاصل کیں اور اپنے بیوی بچوں کو ان پر سوار کروا کر اور جو کچھ مال و دولت ہاتھ لگا جلدی جلدی لے کر اس علاقے کی طرف بھاگ گیا جسے غورستان کہتے تھے۔

غورستان کے ایک محفوظ اور مستحکم مقام پر پہنچ کر اس نے قیام کیا اس مقام کی مضبوطی اور استحکام سے شجاع اس قدر مطمئن ہوا کہ عالم مسرت میں اس کے منہ سے بے اختیار یہ کلمہ نکل گیا۔

”زومندلیش“ (یعنی اب اس شے سے مت ڈرو) اس بنا پر اس جگہ کا نام ہی

زومندلیش پڑ گیا۔ شجاع نے اس مقام پر چند قلعے تعمیر کیے اور کچھ ہی عرصہ بعد اس قدر قوت حاصل کر لی کہ ایران کے ساتھ اس نے جنگوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔

آخر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ایرانیوں کے ہاتھوں شجاع کو شکستیں ہوئیں شکستوں کے نتیجہ میں شجاع نے ایران کے بادشاہ فریدوں کی اطاعت قبول کر لی اس اطاعت کا شجاع کو یہ فائدہ ہوا کہ بیرونی طور پر وہ محفوظ ہو گیا لہٰذا وہ اندرونی طور پر اپنے علاقے کو مضبوط اور مستحکم کرنے میں لگ گیا۔

دن بدن یہ طاقت و قوت پکڑتا گیا یہ اپنے اخلاق و عادات کا بھی اچھا تھا جب اس کی طاقت اور حسن سلوک کا چرچا ہوا، ضحاک کی اولاد میں سے وہ لوگ جو فریدون کے حملوں کی وجہ سے ادھر ادھر بکھر چکے تھے جلا وطن ہو چکے تھے وہ بھی شجاع کے پاس آ کر جمع ہونا شروع ہو گئے، اس طرح شجاع کی طاقت و قوت میں اضافہ ہوا آخر انہی تیاریوں میں ایک روز شجاع مر گیا۔

شجاع کے دور تک ان لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا یہاں تک کہ شجاع کے بعد اس کے جانشین یکے بعد دیگرے آتے رہے اپنے قبیلے کی سرداری وراثتاً کرتے رہے یہاں تک کہ ایک شخص شعب ان کا سردار بنا اس وقت اس قبیلے نے اسلام قبول کر لیا۔ کہتے یہ زمانہ حضرت علی ؓ کی خلافت کا تھا اور اس عہد میں غوریوں کا سردار شعب بن حریف اپنے قبیلے کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت علی ؓ نے شعب اور اس کے قبیلے کی فرمانبرداری سے خوش ہو کر شعب کو غوریوں کی حکومت کا فرمان اپنے دست مبارک سے لکھ کر عطا فرمایا تھا۔ ان غوریوں میں شعب پہلا شخص تھا جو مشرف بہ اسلام ہوا اس لئے یہ سارا قبیلہ ہی شنعبی کے نام سے مشہور ہو گیا۔

ہارون رشید کے دور میں غوری حکمران یحییٰ بن نہاتان تھا اس یحییٰ کا ایک پوتا سوری بن محمد تھا اس سوری کا بھی ایک بیٹا تھا جس کا نام محمد بن سوری تھا یہ سلطان محمود غزنوی کا ہم عصر تھا۔

یہ سلطان محمود غزنوی کی اطاعت نہیں کرتا تھا اس پر محمود غزنوی نے اس کے خلاف لشکر کشی کی اور اسے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا۔ اسے قید کرنے کے بعد سلطان محمود غزنوی نے غور کی حکومت محمد بن سوری کے بیٹے ابو علی کو دے دی۔ ابو علی اگرچہ سلطان محمود غزنوی کا مطیع اور باج گزار تھا لیکن اہل غور اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بھتیجے عباس نے زبردستی اس سے حکومت چھین لی۔

عباس بھی بہت ظالم اور شکی حکمران تھا اس کے ظلم اور برے اعمال کی سزا قدرت نے یہ دی کہ سات برس تک غورستان میں پانی کا ایک قطرہ نہ برسا اور خشک سالی کی وجہ سے ہزارہا انسان بھوکے پیاسے مر گئے اور اس پر اس عباس نے یہ حماقت کی کہ غزنویوں کے خلاف اس نے بغاوت و سرکشی کی جس کے نتیجے میں غزنوی اس پر حملہ آور ہوئے جو غزنوی بادشاہ اس پر حملہ آور ہوا وہ ابراہیم غزنوی تھا۔ ابراہیم غزنوی نے عباس کو گرفتار کر لیا اور اس کی گرفتاری کے بعد ابراہیم غزنوی نے غور کی حکومت عباس کے بیٹے محمد بن عباس کے سپرد کی اسی محمد بن عباس کا ایک بیٹا قطب الدین حسن تھا جو ہندوستان میں غوری حکمرانوں کا جد امجد تھا۔

قطب الدین نے اپنے عہد حکومت میں اپنے کسی دشمن پر حملہ کیا اور اس کے قلعے کو گھیر لیا لیکن اس کی بدقسمتی کہ محاصرے کے دوران دشمن کے کسی لشکری کا تیر اس کی آنکھ میں آ کر لگا اور وہ دم توڑ گیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ غوری کمزور پڑ گئے اور غورستان کے سارے قلعوں پر غزنویوں کا قبضہ ہو گیا۔

اس ہنگامہ کے دوران ہی کہتے ہیں کہ قطب الدین کا ایک بیٹا نام جس کا سام تھا وہ اپنی جان بچانے کے لیے ہندوستان کی طرف بھاگ گیا۔ ایک عرصہ وہ ہندوستان میں رہا آخر وطن کی یاد آئی تو اپنے اہل خانہ بیوی بچوں کو لے کر واپسی کا سفر اختیار کیا۔

ایک کشتی میں دریا پار کر رہے تھے کہ ہوا لحہ بہ لحہ تیز ہو گئی دریا میں تلاطم آ گیا جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ پانی کی لہروں کے تھپیڑوں اور تیز ہوا کی وجہ سے جن کشتیوں میں وہ سفر کر رہے تھے وہ ٹوٹ پھوٹ کر غرق ہو گئیں سام اور اس کے سارے اہل خانہ پانی کی موجوں کا لقمہ بن کر ختم ہو گئے لیکن سام کا ایک بیٹا جس کا نام عزالدین حسن تھا ایک ٹوٹی ہوئی کشتی کے سہارے تیرتا ہوا دریا پار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

دریا پار کرنے کے بعد چونکہ وہ بھوکا پیاسا تھا ایک طرف چل دیا قریب ہی ایک شہر کے آثار نظر آئے یہ اجنبی مسافر تھا یہ شہر کی طرف روانہ ہوا، کوئی جان پہچان نہ تھی مصیبت کا مارا فاقہ کشی کا بھی شکار تھا چلنے کی سکت نہ تھی بڑی مشکل سے سورج ڈھلنے کے وقت شہر میں پہنچا اور مسافروں کی طرح ایک دوکان میں پڑ کر سو رہا۔

رات کو جب شہر کے چوکیداروں نے اسے دیکھا تو چور سمجھ کر اسے پکڑ لیا اور شہر کے کوتوال کے حوالے کیا۔ کوتوال نے بغیر کسی قسم کی تحقیق کے اسے قید میں بھجوا دیا جہاں اس عزالدین بے چارے کو مفت میں سات سال گزارنے پڑے۔

سات سال زندان میں گزارنے کے بعد اس عزالدین کے پھر اچھے دن آئے اور وہ اس طرح کہ شہر کا حاکم ایک انتہائی مہلک بیماری میں مبتلا تھا جب اسے بیماری سے شفا ہوئی تو اس نے زندان کے سارے قیدیوں کو آزاد کر دیا اس طرح عزالدین کو بھی آزادی ملی۔

قید خانے سے رہا ہونے کے بعد عزالدین غزنی کی طرف روانہ ہوا مزید بدقسمتی کہ راستے میں ڈاکوؤں کا ایک گروہ ملا انہوں نے جب دیکھا کہ عزالدین بڑا بلند و بالا اور خوب طاقتور ہے تو ڈاکوؤں کے اس گروہ نے اسے زبردستی اپنے گروہ میں شامل کر لیا۔

ڈاکوؤں اور عزالدین کی بدقسمتی کہ غزنویوں کے سلطان ابراہیم غزنوی ڈاکوؤں کے اس گروہ کی تلاش میں تھا کیونکہ وہ ان کی آئے دن کی ڈاکا زنی سے بڑا تنگ تھا جس رات عزالدین کو ڈاکوؤں نے اپنے گروہ میں شامل کیا اسی رات ابراہیم غزنوی کے لشکری ڈاکوؤں پر حملہ آور ہوئے اور انہیں گرفتار کر لیا۔

اب عزالدین بے چارا ایک قید سے چھوٹ کر دوسری قید میں پڑ گیا۔ لشکریوں نے ان ڈاکوؤں کو عزالدین کے ساتھ سلطان ابراہیم کے سامنے پیش کیا اور سلطان نے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دینے کا حکم دے دیا۔

سلطان کے حکم کے بعد سارے ڈاکوؤں کو عزالدین سمیت ایک قطار میں کھڑا کر دیا گیا اور جلاد باری باری ان کا سر تن سے جدا کرنے لگا۔

جب عزالدین کی باری آئی اور جلاد نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی تو عزالدین نے ایک لمبا اور ٹھنڈا سانس لیا اور آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اے خدا! مجھے معلوم ہے کہ تو غلطی پر نہیں ہوتا اور مجھے پورا یقین ہے کہ تیری ذات ہر قسم کے ظلم و جبر سے پاک ہے مجھے قطعاً یہ علم نہیں ہے کہ میں بے گناہ کس لیے مارا جا رہا ہوں۔''

اس جلاد نے جب عزالدین کی یہ باتیں سنیں تو طنزیہ سے انداز میں عزالدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اے مکار انسان اب جب کہ موت تیرے سر پر آ گئی ہے تو اپنے خدا کے سامنے بے گناہوں کی طرح فریاد کرتا ہے حالانکہ تجھ سے زیادہ کوئی ظالم نہیں ہو گا ایک عرصہ تک خدا کے بندوں پر ظلم و ستم ڈھاتا رہا اور اپنے سلطان کی اطاعت سے سرکشی کرتا رہا کس قدر بدکرداریوں کے باوجود بھی تو اپنے آپ کو بے گناہ سمجھتا ہے۔''

اس جلاد کے ان الفاظ کے جواب میں عزالدین نے اپنی تمام داستان جلاد سے کہہ دی اور اسے یقین دلایا کہ خدا گواہ ہے میں بالکل بے گناہ ہوں۔

جلاد کو عزالدین کی یہ داستان سن کر اس پر رحم آ گیا اور اسے قتل نہیں کیا۔ دوسرے ڈاکوؤں کو قتل کرنے کے بعد جلاد نے اپنے ایک جاننے والے امیر کی معرفت عزالدین کے حالات سلطان ابراہیم غزنوی تک پہنچا دیئے۔

سلطان نے عزالدین کو اپنے پاس بلایا اور خود اس سے پورے حالات سنے اور اس کے حالات سن کر سلطان ابراہیم غزنوی کو عزالدین پر رحم آ گیا اور از راہ غریب پروری اسے اپنے مقربان سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد فضائل خان تھوڑی دیر کے لئے رکا دم لیا اس کے بعد اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

"تو صاحبو! آگے یوں ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اس عزالدین نے سلطان ابراہیم غزنوی کے مزاج میں بڑا دخل پیدا کر لیا۔ سلطان اسے پسند کرنے لگا اس کی عادات، اس کا کردار بھی سلطان کو پسند آیا۔ لہٰذا سلطان نے عزالدین کو پہلے امیر حاجب مقرر کیا اور پھر اپنی ایک عزیز بیٹی کی شادی بھی اس سے کر دی۔

اس شادی کے بعد عزالدین کا وقار روز بروز بڑھتا ہی گیا وہ ترقی کے مراحل بڑی تیزی سے طے کرنے لگا۔ جب سلطان ابراہیم غزنوی نے وفات پائی اور اس کے بعد اس کا بیٹا مسعود بن ابراہیم تخت نشین ہوا تو اس کا زمانہ عزالدین کے لیے اور زیادہ مبارک اور محفوظ ثابت ہوا اس لئے کہ مسعود بن ابراہیم غزنوی نے عزالدین کو غور کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔

سلطان ابراہیم غزنوی کی بیٹی سے عزالدین کے سات بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام فخرالدین، مسعود، قطب الدین، شجاع الدین، ناصرالدین، سیف الدین، بہاؤالدین اور علاؤالدین تھے۔

عزالدین عمر بھر غزنوی سلطان کا مطیع و فرمانبردار رہا عزالدین کے انتقال کے بعد اس کے ساتوں بیٹے جو ہفت اختر کے لقب سے مشہور تھے دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔

پہلا گروہ بامیان کی طرف چلا گیا۔ دوسرا غزنوی میں رہا۔ اس دوسرے گروہ کا پہلا حکمران قطب الدین تھا جو تاریخ میں ملک الجبال کے نام سے مشہور ہوا۔

اسی غوری امیر قطب الدین نے ایک شہر فیروز کوہ تعمیر کروایا اور اسے مستحکم اور

مضبوط بنانے کے بعد اپنا دارالسلطنت قرار دیا اور دارالسلطنت کے دونوں طرف دو دو کوس تک اس نے کھلے میدانوں کو شکارگاہ بنا دیا تھا۔

اس شکارگاہ میں اس قطب الدین نے جابجا قلعے بنائے اور تمام جنگی ساز و سامان جمع کر کے غزنوی پر حملہ آور ہو کر اسے اپنے علاقوں میں شامل کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن قطب الدین کی بدبختی کہ ان ارادوں کی خبر غزنوی کے سلطان کو بھی ہو گئی لہٰذا اس نے قطب الدین کو کسی بہانے سے غزنی میں بلا کر ایک قلعے میں قید کر دیا اور اسی قید کے زمانے میں ہی قطب الدین کو زہر دے کر ہلاک کر دیا گیا۔ اس طرح قطب الدین کی ہلاکت غزنوی اور غوری دونوں خاندانوں میں دشمنی کی وجہ بن گئی۔ دونوں خاندان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے۔

عزالدین کے بیٹوں اور مرنے والے قطب الدین کے بھائیوں میں سے سیف الدین پہلا شخص تھا جس نے اپنے لیے سلطان کا لقب اختیار کیا تھا۔

جس زمانے میں بہانے سے قطب الدین کو بلا کر غزنوی میں اس کا خاتمہ کر دیا گیا تھا یہ سیف الدین بھی ان دنوں غزنی ہی میں اپنے بھائی کے ساتھ تھا جب قطب الدین ہلاک ہو گیا تو سیف الدین بھاگ کر غور چلا گیا اور اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لینے کے لیے ایک لشکر جمع کر کے غزنی پر حملہ آور ہوا۔

ان دنوں غزنی کا بادشاہ بہرام شاہ تھا۔ اس نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اس طرح سیف الدین نے غزنی پر قبضہ کر لیا اور بہرام شاہ جان بچا کر بھاگ گیا۔

دوسری طرف غزنی کے لوگوں کی ہمدردیاں مکمل طور پر سیف الدین کی بجائے غزنی کے سابق حکمران بہرام شاہ کے ساتھ تھیں۔

جب سردی کا موسم آیا اور چاروں طرف برف باری کی وجہ سے راستے مسدود ہو گئے تب غزنی کے لوگوں نے غزنی کے سابق حکمران بہرام شاہ سے رابطہ کیا اور اسے یقین دلایا کہ اگر وہ غزنی پر حملہ آور ہو تو اہل غزنی سیف الدین کی بجائے اس کا ساتھ دیں گے۔

اہل غزنی کے اس پیغام پر بہرام بڑا خوش ہوا۔ وہ پہلے ہی سف الدین سے انتقام لینے سے متعلق سوچ رہا تھا اور اس کے لیے اس نے ایک معقول لشکر بھی جمع کر لیا تھا آخر بہرام شاہ حرکت میں آیا۔ غزنی پر حملہ آور ہوا سیف الدین کو شکست دی جس کے نتیجے میں سیف الدین اور اس کا وزیر مجدالدین مارے گئے اور بہرام شاہ ایک بار پھر غزنی کا

حکمران بن گیا۔

اب سیف الدین کے دوسرے بھائی بہاؤالدین نے بہرام شاہ سے سیف الدین کا انتقام لینے کا تہیہ کرلیا اس نے زور وشور سے بہرام شاہ پر حملہ آور ہونے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس بہاؤالدین کے دو بیٹے تھے ایک کا نام غیاث الدین غوری اور دوسرے کا نام شہاب الدین غوری تھا۔

قبل اس کے کہ بہاؤالدین غزنی پر حملہ آور ہوکر اپنے دونوں مرنے والے بھائیوں کا انتقام لیتا کہ اس کی بدقسمتی اس کے ایک زہریلا پھوڑا نکل آیا اور اس کی وجہ سے وہ انتقال کرگیا۔

بہاؤالدین کے انتقال کے بعد اس کا ایک اور بھائی علاؤالدین اٹھا اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور غزنی پر حملہ آور ہوا اس نے غزنی پر قبضہ کرلیا اور سلطان محمود غزنوی اور ابراہیم غزنوی کے سوا باقی تمام آل سبکتگین کی قبریں کھدوائیں اور ان کی ہڈیوں کو نذر آتش کیا اس ظلم و بربریت کی وجہ سے اسے علاؤالدین جہاں سوز کے نام سے پکارا جانے لگا غزنی کو فتح کرنے کے بعد علاؤالدین واپس غورستان چلا گیا۔

غورستان پہنچ کر اس نے اپنے دونوں بھتیجوں یعنی غیاث الدین اور شہاب الدین غوری کو ایک علاقے کی حکومت عطا کر دی اور یہ دونوں بڑے ہی باہمت اور سخی طبیعت کے مالک تھے۔ ان کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ان کے زیر حکومت علاقے کی آمدنی ان کے مصارف سے کہیں کم تھی لیکن پھر بھی قرب و جوار کے لوگ ان کی سخاوت کا شہرہ سن سن کران کے شہر کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بھائی اپنی سخاوت اور ہر دلعزیزی کی بنا پر چاروں طرف مشہور ہو گئے حاسدوں نے جب یہ عالم دیکھا تو انہوں نے غیاث الدین اور شہاب الدین کی شہرت سے جل کر علاؤالدین کے کان بھرے اور اسے ان دونوں سے بدظن کر دیا۔ چنانچہ علاؤالدین نے ان دونوں بے گناہ بھائیوں کو جرجستان کے قلعے میں قید کر دیا۔

اس کے بعد علاؤالدین جہاں سوزی کی بھی بدبختی کی ابتداء ہوئی اس نے سلجوقی سلطان سنجر سے ٹکرانے کا عزم کرلیا پہلے وہ سلطان سنجر کا فرمانبردار تھا۔ اس نے اس کی فرمانبرداری سے انکار کر دیا بلکہ بلخ اور ہرات جو سلطان سنجر کی حکومت میں تھے ان پر حملہ آور ہوکر زبردستی ان پر قبضہ کرلیا۔

سلجوقی سلطان سنجر کو جب علاؤالدین جہاں سوزی کی بدعنوانیوں اور زیادتیوں کی خبر ہوئی تو اس نے اس کے خلاف لشکر کشی کی اور علاؤالدین جہاں سوزی اور سلطان سنجر کے درمیان جنگ ہوئی اس جنگ کے نتیجہ میں سلطان سنجر نے علاؤالدین جہاں سوزی کو گرفتار کرلیا اور ایک عرصہ تک اسے بے بدست و پا رکھا آخر سلطان سنجر کو علاؤالدین پر رحم آ گیا اور ایک بار پھر اس نے علاؤالدین جہاں سوزی کو غورستان کا حاکم بنا دیا اس کے چند سال بعد ہی علاؤالدین انتقال کرگیا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد فضائل خان پھر رکا، دم لیا پھر اپنی بات کو آگے بڑھا رہا تھا۔

”تو صاحبو آگے یوں ہوا کہ علاؤالدین جہاں سوزی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سیف الدین غوریوں کا سلطان بنا اس نے اپنے دونوں چچا زاد بھائیوں غیاث الدین اور شہاب الدین کو جو اس وقت جرجستان کے قلعے میں قید تھے رہا کر دیا۔

غیاث الدین تو فیروز کوہ میں سلطان سیف الدین کے پاس ٹھہر گیا جبکہ شہاب الدین غوری اپنے چچا فخر الدین مسعود کے پاس بامیان چلا گیا۔

سیف الدین کی وفات کے بعد شہاب الدین غوری کا بڑا بھائی غیاث الدین غوری، غور کا بادشاہ بنا اور تخت نشین ہوا۔ جب یہ خبر بامیان پہنچی تو شہاب الدین غوری کے چچا فخر الدین مسعود نے شہاب الدین غوری سے کہا۔

”تیرے بھائی نے تو ایک انتہائی زیبا کام انجام دے لیا ہے تو کب کچھ کر کے دکھائے گا...... اور تو کب حرکت میں آئے گا یا ایسے ہی پڑا رہے گا اپنے چچا کے پاس۔“

یہ الفاظ سن کر کہتے ہیں شہاب الدین بامیان سے نکل کر فیروز کوہ کی جانب روانہ ہوا اور اپنے بڑے بھائی غیاث الدین کی خدمت میں حاضر ہوا جس نے اسے لشکریوں کا سالار بنا دیا۔

ایک سال تک شہاب الدین غوری لشکریوں کے سالار ہی کے منصب پر قائم رہا اس کے بعد کچھ عرصہ کے لیے جرجستان چلا گیا لیکن جلد ہی اس کے بڑے بھائی غیاث الدین نے قاصد بھیج کر اسے واپس بلایا اور تکین آباد کے علاوہ کچھ دوسرے علاقوں کا اسے حاکم مقرر کر دیا۔ جو علاقے شہاب الدین غوری کے سپرد کیے گئے ان سب میں بڑا ہی تکین آباد ہی تھا۔

شہاب الدین تکین آباد کا حاکم بن گیا۔ تکین آباد کا حکمران بننے کے بعد شہاب

الدین غوری نے انہی علاقوں پر اکتفانہیں کیا بلکہ پہلے غزنی کے اردگرد کے علاقوں کو فتح کر کے اپنی عملداری میں شامل کیا اس کے بعد اس نے غزنی پر بھی قبضہ کرلیا ان فتوحات کی وجہ سے شہاب الدین کا حوصلہ بڑھا لہٰذا غزنی پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے گردیز کا رخ کیا اور اس پر بھی حملہ آور ہو کر اسے بھی اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد فضائل خان رکا، دوبارہ کہنے لگا۔

''کمال کی بات یہ ہے کہ غیاث الدین اور شہاب الدین غوری دونوں بھائیوں میں کمال کا اتفاق اور پیار ہے اور اب دونوں بھائی سلطان کی حیثیت سے مختلف علاقوں کے حاکم ہیں اور دونوں ہی ایک دوسرے کی بڑی عزت و احترام کرتے ہیں۔

میرے عزیز بھائیو! یہ ہے غوریوں کی داستان جو میں نے تم سے کہہ دی ہے میں سمجھتا ہوں کہ تم دونوں تھکے ہارے ہو۔ اب میرے خیال میں تمہیں آرام کرنا چاہیے۔''

علی مردان اور غازی بیگ نے اس سے اتفاق کیا پھر تینوں اپنے بستروں میں گھس گئے۔ اگلے روز علی مردان اور غازی بیگ نے وہاں سے کوچ کیا۔ فضائل خان نے تگین آباد جانے کے لیے ان کی راہنمائی کر دی تھی۔

O❖O

جہاں تک شہاب الدین غوری کے مرکزی شہر تگین آباد کا تعلق ہے، تو یہ بڑا پرانا شہر تھا قندھار کے آس پاس بست شہر کے مشرق کی جانب یعنی قندھار کے جنوب مشرق میں ایک علاقے کا نام رخج ہوا کرتا تھا۔ مشہور انگریز مورخ لی سٹرینج لکھتا ہے کہ قدیم دور میں رخج کا یہ علاقہ بڑا شاداب و سرسبز اور پیداوار میں معروف تھا۔

وہاں بھیڑیں پالی جاتی تھیں اور اُون کثیر تعداد میں برآمد ہوتی تھی اس وجہ سے اس علاقہ کا خزانہ بھرپور رہتا تھا۔ عرب اس علاقے کے مرکزی شہر کو بنجوے کے نام سے پکارتے تھے لیکن مقامی طور پر اس کا نام پنج وائے تھا یعنی پانچ ندیوں کی سرزمین۔

ان علاقوں میں حالیہ دور میں ایک شہر بکر آباد ہوا کرتا تھا یہ قندھار کے جنوب مشرق میں تھا وہاں سے ایک سڑک غزنی کو جاتی تھی تو دوسری سبی کو۔ غزنی وہاں سے 12 منزل پر تھا اور سبی 6 منزل پر تھا سبی کی جانب پہلی منزل پر یہی مقام بکر آباد تھا اور مورخین کا خیال ہے کہ یہی بکر آباد پرانے دور میں تگین آباد تھا۔

تگین آباد غوریوں کے عہد یا عروج میں بڑا مرکز تھا۔ شہاب الدین غوری نے اسے اپنا مرکز اس لیے بنایا تھا کہ پہلے غزنی شہر پر اس کا قبضہ نہ تھا تگین آباد میں قیام کرنے کے بعد وہ غزنی پر آسانی سے حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کر سکتا تھا اور بعد کے دور میں ایسا ہی ہوا، غوریوں نے غزنی پر بھی قبضہ کرلیا۔

بہرحال شہاب الدین غوری ایک روز اپنے قصر کے بڑے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اس کے ایک طرف اس کے وزراء میں سے ضیاء الملک، محمد عبداللہ سنجری، عبدالجبار گیلانی اس کے بعد اس کے سالار علی کرواخ، حسین خرمیل بیٹھے ہوئے تھے۔

دوسری قطار میں شہاب الدین غوری کے علاقوں کے قاضی القضاء نظام الدین بیٹھے ہوئے تھے اس کے بعد نائب قاضی شرف الدین ابوبکر تھے جو نظام الدین کے بیٹے تھے اور اس کے بعد شہاب الدین کے لشکر کے قاضی شمس الدین بلخی بیٹھے ہوئے تھے۔

تیسری قطار میں شہاب الدین غوری کے غلام بیٹھے ہوئے تھے جنہیں وہ اپنی اولاد کی طرح پیارا اور عزیز خیال کرتا تھا سب سے پہلے تاج الدین یلدوز تھا اس کے بعد ناصر الدین قباچہ اس کے بعد قطب الدین ایبک اور اس کے بعد غیاث الدین خلجی بیٹھا ہوا تھا۔

چوتھی قطار میں سب سے پہلی نشست خالی تھی اس سے اگلی نشست میں نائب حاجب ناصرالدین تمراج تھا۔ پہلی نشست جو خالی تھی شاید وہ امیر حاجب کے لیے تھی۔ ناصرالدین تمراج کے بعد سلطان شہاب الدین غوری کے سرکردہ ساتھیوں میں سے حسین محمد حسنی، سلیمان شیش، امیر داؤد، ملک محفوظ اور آخر میں ایک لڑکا بیٹھا ہوا تھا جس کی عمر 12 یا 14 سال کے درمیان ہوگی نام اس کا ایبہ جوکی تھا مورخین نے اس لڑکے کا نام ایبہ جوکی کے علاوہ اور یبہ جوکی، ابہ جوکی، ایبہ جوکی بھی لکھتے ہیں۔ سلطان شہاب الدین اس لڑکے کو اپنے فرزند اور اپنے بیٹے کی طرح پیار کرتا تھا اور اکثر و بیشتر اسے اپنے ساتھ ہی رکھتا تھا۔

قصر کے اس کمرے میں بالکل خاموشی اور سکوت تھا۔ یہاں تک کہ اس کمرے میں پہلے ایک شخص داخل ہوا، وہ سلطان شہاب الدین کا امیر شکار تھا اس کا نام ناصرالدین تھا ہاتھ کے اشارے سے شہاب الدین نے اسے نشست پر بیٹھنے کے لیے کہا جب وہ بیٹھ گیا تب کمرے میں سلطان شہاب الدین کا حاجب اور چوبدار محمد علی غازی داخل ہوا، اس کے ساتھ علی مردان اور غازی بیگ بھی تھے۔

حاجب محمد علی غازی نے علی مردان اور غازی بیگ دونوں کو سلطان شہاب الدین کے سامنے جا کھڑا کیا۔ سلطان نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان دونوں سے پرجوش انداز میں مصافحہ کیا قریب ہی انہیں خالی نشستوں پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ جب وہ بیٹھ گئے تب شہاب الدین نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میرے حاجب محمد علی غازی نے مجھے بتایا ہے کہ تم ہندوستان کے شہر ملتان سے میرے پاس آئے ہو۔ اس نے آنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ تم کسی کے خلاف نالش اور شکایت رکھتے ہو۔ کس کے خلاف یہ تفصیل مجھے نہیں بتائی گئی۔ اب تم میں سے ایک اٹھے اور مجھے تفصیل بتائے۔ یہاں اپنے آنے کا مقصد بیان کرے اور یہ بھی کہے کہ تم دونوں مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

سلطان شہاب الدین کے خاموش ہونے پر غازی بیگ نے سلطان شہاب الدین

کی طرف آنے کی جو وجہ فضائل خان سے بیان کی تھی اس کی تفصیل کہہ دی تھی۔

غازی بیگ اپنا مدعا بیان کرنے کے بعد جب اپنی نشست پر بیٹھ گیا تب قصر کے اس کمرے میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس دوران سلطان شہاب الدین گہری سوچوں میں کھویا رہا یہاں تک کہ اس نے علی مردان اور غازی بیگ کی طرف دیکھا پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"پہلے تو میں تم دونوں کو اپنی سرزمینوں میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کے بعد پہلا سوال میں تم سے یہ کرتا ہوں، اگر ملتان اور اس کے گرد و نواح میں قرامطیوں اور باطنیوں نے مسلمانوں کا اس قدر جینا حرام کر رکھا ہے تو تم لوگ اس کی شکایت لے کر لاہور میں غزنوی حکمران کے پاس کیوں نہیں گئے؟"

سلطان شہاب الدین غوری کے اس سوال کے جواب میں اس بار علی مردان اٹھا اور کہنے لگا۔ "سلطان محترم! لاہور کا غزنوی حکمران خسرو ملک اس قدر کمزور ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف بھڑکتی ہوئی اس آگ کا نہ مقابلہ کر سکتا ہے نہ اس آگ کو بجھا سکتا ہے اور پھر جیسا کہ میرا عزیز غازی بیگ بتا چکا ہے کہ ملتان کے قرامطیوں کے تعلقات نہروالا کے راجہ کے ساتھ بڑے گہرے ہیں نہروالا کا راجہ ہر سال وہاں جاتا ہے اور وہاں ایک مندر میں وہ اپنا سالانہ میلہ مناتے ہیں۔ اس میلے میں یہ قرامطی اور باطنی بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

سلطان محترم! بات دراصل یہ ہے کہ ملتان اور گرد و نواح میں ان قرامطیوں کے جاسوس بری طرح پھیلے ہوئے ہیں جو کوئی بھی ان کی شکایت کسی سے کرنے کے لیے جاتے ہیں، وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ سلطان محترم! ملتان سے دو بڑی شاہراہیں نکلتی ہیں۔ ایک ملتان، جھنگ، چنیوٹ، پنڈی بھٹیاں سے ہوتی ہوئی مشہور تاریخی شہر سوہدرہ کی طرف چلی جاتی ہے جو دریائے چناب کے کنارے واقع ہے دوسری شاہراہ ملتان سے سیدھی بھیرہ کی طرف آتی ہے اور وہاں سے عیسیٰ خلیل بنوں سے ہوتی ہوئی آپ کے علاقوں کی طرف آتی ہے۔

ہم نے پہلے اس شاہراہ پر سفر نہیں کیا جو ملتان سے سیدھی بھیرہ کی طرف جاتی ہے کس طرح ہم پر شک کیا جا سکتا تھا کہ بھیرہ سے ہم ضرور مغرب کی سمت سفر کریں گے اور کسی سے قرامطیوں سے متعلق شکایت کریں گے اس لیے کہ اس سے پہلے ایسی ہی شکایات سلطان محمود غزنی کو قرامطیوں اور باطنیوں سے متعلق ملی تھیں اور ایک بار محمود

غزنوی نے ملتان پر حملہ آور ہو کر ان لوگوں کو کچلا تھا لیکن بعد میں پھر انہوں نے زور پکڑ لیا ہے۔

سلطان محترم! ہم بڑے چھپتے چھپاتے آپ کی طرف آئے ہیں ہم نے پہلے اس شاہراہ پر سفر کیا جو ملتان سے جھنگ، چنیوٹ، پنڈی بھٹیاں سے ہوتی ہوئی سوہدرہ جاتی ہے۔ سوہدرہ جانے کے لیے ہم نے بہانہ کیا تھا کہ ہم سوہدرہ کے تاریخی مقامات دیکھنے جا رہے ہیں سوہدرہ میں قیام کرنے کے بعد ہم نے پھر اس شاہراہ پر سفر کیا جو سوہدرہ سے بھیرہ ہوتی ہوئی آپ کے علاقوں کی طرف آتی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد علی مردان خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔ جواب میں شہاب الدین غوری تھوڑی دیر تک دھیرے دھیرے مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

"اگر سلطان محمود غزنوی نے ملتان پر حملہ آور ہو کر ان باطنی اور قرامطیوں کی بیخ کنی کی تھی اس کے بعد پھر یہ زور پکڑ گئے ہیں تو میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ میں ان لوگوں پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو ان کے ظلم و ستم سے نجات ضرور دلاؤں گا لیکن ملتان پر حملہ آور ہونے سے پہلے میں اپنے شمالی علاقوں کی ایک مہم سے فارغ ہونا ضرور چاہتا ہوں اس کے بعد میں ملتان کا رخ کروں گا تم دونوں فکر مند نہ ہونا جس طرح اور جن شاہراؤں سے سفر کرتے ہوئے آئے ہو اسی راستے سے واپس جانا کسی سے ذکر تک نہ کرنا کہ میں ملتان پر حملہ آور ہوں گا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ بہت جلد میں اپنے لشکر کے ساتھ ملتان کا رخ کروں گا اور مسلمانوں کو اس آگ اور اس آتش سے نجات ضرور دلاؤں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان شہاب الدین تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہا ساتھ ہی ساتھ مسکراتا بھی رہا۔ شاید وہ کچھ سوچ رہا تھا پھر اس نے علی مردان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"علی مردان! تمہارے ساتھی غازی بیگ نے جو تفصیل مجھے قرامطیوں اور باطنیوں سے متعلق بتائی تھی اس میں نہروالا کے راجہ کی راجکماری کا بھی ذکر کیا تھا جس سے متعلق اس نے بتایا کہ وہ ابھی نوعمر ہے اور انتہا درجہ کی خوبصورت اور پرکشش ہے اور ایسی بہترین تیر انداز ہے کہ اپنے کانوں سے بالی اتار کر لکڑی میں لگاتی ہے اور چند گز کے فاصلے پر کھڑے ہو کر تیر عین بالی کے بیچ میں مارنے کی مہارت رکھتی ہے۔"

شہاب الدین غوری جب خاموش ہوا تب علی مردان کہنے لگا۔ "سلطان محترم! میرے ساتھی غازی بیگ نے جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے یہ واقعہ پہلی بار پچھلے سال اُچ شہر میں ہوا جیسا کہ میرا ساتھی پہلے تفصیل کے ساتھ بتا چکا ہے کہ اُچ شہر میں ہندوؤں کا ایک بڑا قدیم اور کافی وسیع اور بڑا مندر ہے وہاں ہر سال یہ میلہ لگاتے ہیں نہروالا کا راجہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہر سال وہاں آتا ہے لیکن پچھلے سال پہلی بار اپنی اس راجکماری کو اپنے ساتھ لے کر آیا۔

سلطان محترم! وہ راجکماری ابھی بالکل بچی ہے اسے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ اپنے بچپنے کے پہلے درجہ میں ہے لیکن میں نے اپنی زندگی میں نہ اس جیسی کبھی کوئی حسین لڑکی دیکھی اور نہ ہی اپنی زندگی میں مردوں یا عورتوں میں سے کوئی ایسا اچھا تیر اندازی کا نشانہ رکھنے والا دیکھا ہے۔

سلطان محترم! بڑے اہتمام کے ساتھ وہ اپنے کانوں سے سونے کی بالی اتار کر لکڑی کی بلی میں لٹکاتی ہے اور چند گز پیچھے ہٹ کر کھڑی ہوتی ہے اور جب تیر چلاتی ہے تو تیر اس کی بالی کے وسط میں آ کر پیوست ہوتا ہے اور یہ ایسا کمال ہے کہ ایسا کمال آج تک کوئی دکھا نہ سکا۔

ساتھ ہی جیسا کہ میرا ساتھی غازی بیگ بتا چکا ہے کہ راجہ نہروالا نے یہ بھی اعلان کیا کہ جس طرح اس کی راج کماری اپنے کانوں سے بالی اتار کر اور لٹکا کر چند گز پیچھے ہٹ کر تیر بالکل بالی کے وسط میں مارتی ہے اگر ایسا ہی کوئی اور کر دکھائے اور راجکماری کی بالی میں تیر اتنے فاصلے پر ہی کھڑے ہو کر پیوست کر دے تو راجہ کا اعلان ہے کہ وہ راجکماری کو اس سے منسوب کر دے گا اور جب راجکماری اپنے بچپنے سے نکل کر جوانی میں داخل ہو گی تو جس سے اس راجکماری کو منسوب کیا ہو گا، راجکماری کو اس سے بیاہ دیا جائے گا۔

سلطان محترم! یہ اعلان نہروالا کے راجہ نے بھرے میلے میں کیا تھا جب اس کی بیٹی راج کماری نے یہ کمال دکھایا تو راجکماری کو حاصل کرنے کے لیے وہاں کھڑے بڑے بڑے نوجوانوں نے اپنی تیر اندازی کے فن کو آزمایا لیکن کوئی بھی شخص اپنے تیر کو راجکماری کی بالی کے بیچ میں پیوست نہ کر سکا۔

سلطان محترم! نہروالا کے راجہ کا یہ بھی اعلان ہے کہ اس مقابلہ میں پندرہ سولہ سال سے بڑی عمر کا کوئی لڑکا حصہ بھی نہیں لے سکتا۔"

علی مردان جب خاموش ہو کر بیٹھ گیا تب شہاب الدین تھوڑی دیر تک بڑی

شفقت، بڑی محبت میں ایبہ جوکی نام کے اس لڑکے کی طرف دیکھتا رہا پھر علی مردان او
غازی بیگ دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم دونوں وہ سامنے جو قطار میں لڑکا بیٹھا ہے، اس کی طرف غور سے دیکھو، نا
اس کا ایبہ جوکی ہے میرے ہاں اس کی حیثیت ایک بیٹے کی سی ہے۔ سنو! نہروالا کے
راجہ کی راج کماری اگر چند گز کے فاصلے پر کھڑی ہو کر اپنی بالی کے بیچ میں تیر پیوست کر
سکتی ہے تو یہ جو لڑکا بیٹھا ہے جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے یہ ایسا عمدہ تیر اند
ہے کہ راج کماری کی بالی تو ایک طرف رہی راج کماری جس کان کے سوراخ میں با
پہنتی ہے، یہ لڑکا اتنے ہی فاصلے پر کھڑا ہو کر راجکماری کے اس سوراخ میں بھی تی
پیوست کر سکتا ہے۔''

علی مردان اور غازی بیگ دونوں بڑے شوق سے ایبہ جوکی طرف دیکھنے لگے تھے
جسے زیادہ تر لوگ ایبہ کہہ کر ہی مخاطب کرتے تھے کچھ کہنا چاہتے تھے کہ قصر کے اس
کمرے میں ایک بار پھر سلطان شہاب الدین کی آواز گونج گئی تھی ان دونوں کو مخاطب
کرتے ہوئے سلطان کہہ رہا تھا۔

''میرے دونوں عزیزو! تم لمبا سفر طے کر کے آئے ہو چند دن یہاں قیام کر کے
بالکل آرام کرو جب تم دونوں یہاں سے روانہ ہونا چاہو گے تو میں اپنے قریبی ساتھیو
میں سے ناصر الدین تمران اور اس لڑکے ایبہ کو تمہارے ساتھ روانہ کر دوں گا۔

ملتان کے نواح تک تم چاروں اکٹھے سفر کرنا ان دونوں کو اپنے ہاں نہ ٹھہرانا ملتان
کے نواح میں کسی سرائے میں ان کے قیام کا اہتمام کر دینا جیسا کہ غازی بیگ نے
انکشاف کیا ہے کہ اگلے سال کا ہندوؤں کا میلہ جو اُچ میں منعقد کیا جاتا ہے وہ چند
ہفتوں تک منعقد ہو گا۔ اب میں اس ناصر الدین تمران اور ایبہ کے ذمے دو کام لگاتا
ہوں۔

پہلا یہ کہ یہ ہندوؤں کے اس تہوار میں حصہ لیں گے اور وہ لڑکا جسے تم میرا بیٹا کہہ
سکتے ہو وہ نہروالا کے راجہ کی راجکماری سے تیر اندازی کا مقابلہ کرے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا پھر غازی بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے
کہنے لگا۔ ''غازی بیگ! تم نے پوری تفصیل بھی بتا دی گفتگو بھی ہو چکی لیکن ابھی تک
دونوں میں سے کسی نے بھی نہروالا کے راجہ کی راجکماری کا نام نہیں بتایا۔''

اس پر غازی بیگ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔

''سلطان محترم! نہروالا کے راجہ کا نام بھیم دیو ہے اس کی رانی کا نام راج کنول
ہے اس کے بیٹے کا نام رام دیو اور راجکماری کا نام کماردیوی ہے۔''

غازی بیگ یہاں تک کہنے کے بعد چپ ہو گیا تو سلطان مسکراتے ہوئے پھر بول
اٹھا۔ ''جیسا کہ میں کہہ رہا تھا کہ ایبہ نہروالا کے راجہ بھیم دیو کی راجکماری کماردیوی سے
اس تہوار میں تیر اندازی کا مقابلہ کرے گا پھر وقت کی آنکھ اور دنیا کی بصارت دیکھے گی
کہ تیر اندازی کے اس مقابلے میں ایبہ کامیاب رہتا ہے یا بھیم دیو کی راجکماری کماریوی
اور میں تمہیں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ابھی یہ نوعمر ہے لیکن تیغ زنی میں بڑے بڑوں کو اپنے
سامنے زیر کرنے کی صناعی اور ہنرمندی جانتا ہے۔

ان کے ذمہ میں پہلا کام بتا چکا ہوں کہ اُچ میں ہونے والے تیر اندزی کے اس
مقابلے میں حصہ لیں گے ان کے ذمہ دوسرا کام میں یہ لگا دوں گا کہ یہ ملتان اور گرد و
نواح کے علاقوں کا جائزہ لیں گے اور دیکھیں گے کہ وہاں کے حالات کیسے ہیں؟ کس
موسم میں ہمیں وہاں حملہ آور ہونا چاہیے اور اگر ہم حملہ آور ہوتے ہیں تو آس پاس کون
سی قوتیں ہیں جو قرامطیوں کی مدد کے لیے ہمارے سامنے آ سکتی ہیں۔

جب تک ناصر الدین اور ایبہ دونوں ملتان اور اُچ کے علاوہ اردگرد کے علاقوں کا
جائزہ لے کر واپس آئیں گے اس وقت تک میں اپنی شمال کی مہموں سے فارغ ہو چکا
ہوں گا۔ ان کے واپس آنے کے بعد جب پورے حالات تفصیل سے بتائیں گے تب
میں اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کروں گا اور ملتان پر حملہ آور ہوں گا۔''

سلطان شہاب الدین غوری کا اصل نام محمد تھا تخت نشین ہونے کے بعد اس نے
معزالدین کا لقب اختیار کیا اس لیے حقیقی طور پر اس کا نام سلطان معزالدین محمد غوری
ہونا چاہیے لیکن چونکہ اسے ایام شہزادگی میں شہاب الدین کہہ کر پکارا جاتا تھا لہٰذا تاریخ
کے اوراق میں زیادہ تر یہ شہاب الدین غوری ہی کے نام سے مشہور تھا۔

شہاب الدین غوری پہلا مرد مجاہد ہے جس نے ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم
کرنے کے ارادے سے حملہ کیا۔ سلطان شہاب الدین غوری کو علاقے فتح کرنے اور
اپنی مملکت کو وسیع کرنے کا بڑا شوق تھا اس کام کے لئے جن جن خوبیوں کی ضرورت
ہوتی ہے، وہ بھی اس میں موجود تھیں وہ لشکر کی تنظیم و ترتیب دینے میں جواب نہیں رکھتا
تھا اپنے لشکر کو لڑانے اور راہنمائی کرنے کے ڈھنگ بھی جانتا تھا۔ شروع شروع میں اس

کی حکومت صرف چھوٹے سے علاقے پر تھی لیکن اس نے اس چھوٹے سے علاقے کی حکومت پر قناعت کر کے بیٹھنا پسند نہ کیا۔

کہتے ہیں کہ ہندوستان پر حملہ آور ہونے سے پہلے ہی وہ ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم کرنے کا خواب دیکھا کرتا تھا۔

مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ وہ دھن کا بڑا پکا تھا اور جب کوئی ارادہ کر لیتا تو اسے پورا کر کے چھوڑتا تھا وہ ناکامیوں سے گھبراتا نہ تھا اس نے بڑے لائق غلام جمع کر رکھے تھے جو ملکی انتظام اور سپہ گری کی جدا جدا قابلیت رکھتے تھے ان غلاموں کو وہ اولاد اور بیٹوں کی طرح عزیز رکھتا تھا اور وہ بھی ہمیشہ سلطان شہاب الدین پر اپنی جان نثار کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔

سلطان شہاب الدین کا کوئی فرزند نہ تھا ایک مرتبہ کسی مصاحب نے کہا کہ اگر اللہ آپ کو فرزند عطا فرماتا تو آپ کے بعد آپ کے تخت و تاج کا وارث بنتا۔ اس پر سلطان نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔

''میرے غلام، میرے بیٹے ہیں۔ یہی میرے بعد میری سلطنت کے وارث ہوں گے۔'' اور اس نے جو کچھ کہا تھا صحیح نکلا کہ غلام ہی اس کے بعد وارث ہوئے اور اس کی سلطنت اس کے غلاموں میں تقسیم ہوئی۔

سلطان شہاب الدین غوری صحیح معنوں میں ہندوستان کی اسلامی سلطنت کا بانی تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ سپہ سالار کی حیثیت سے وہ سلطان محمود غزنوی کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا لیکن اس میں ایک خوبی ایسی تھی جو سلطان محمود غزنوی میں بھی نہیں تھی وہ خوبی یہ تھی کہ شہاب الدین غوری جن علاقوں پر حملہ آور ہوتا، انہیں اپنی سلطنت میں شامل کر کے ان کا انتظام و انصرام اپنے ہاتھ میں لے لیتا تھا اس کی یہی خوبی ہے جس کی بدولت اس نے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی بنیادیں مضبوط کر دیں یہ بڑا مستقل مزاج بردباد اور دوراندیش سلطان تھا۔

شکست کھا کر بھی ہمت نہ ہارتا تھا سلطان محمود غزنوی نے اپنی زندگی میں کئی معرکے سر کیے۔ بڑے بڑے سرکش، بڑے بڑے جابر راجوں اور حکمرانوں کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا اس نے زندگی میں کبھی شکست نہیں کھائی جبکہ سلطان شہاب الدین غوری کو ہندوستان کے معرکوں میں دو مرتبہ شکست ہوئی۔ ان دو شکستوں کے باوجود اس کے پائے استقلال میں کوئی شکست یا کمزوری کے آثار نمودار نہیں

ہوئے۔ اس نے جو بھی علاقے فتح کیے وہاں مستقل طور پر مسلمانوں کی حکومت قائم کی۔

بہرحال قرامطیوں اور باطنیوں کے خلاف شکایات پر سلطان شہاب الدین نے ملتان اور اُچ پر حملہ آور ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ علی مردان اور غازی بیگ نے چند یوم تک تکین آباد میں قیام کیا اس کے بعد وہ دونوں سلطان کی تجویز کے مطابق سلطان کے ایک سالار ناصرالدین تمران اور ایبہ نام کے لڑکے کو لے کر تکین آباد سے ملتان کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

○❖○

سلطان شہاب الدین نے ملتان اور اُچ پر حملہ آور ہونے سے پہلے اپنی جس شمال کی مہم کا ذکر کیا تھا وہ مروّ کے حاکم سلطان شاہ خوارزمی کے خلاف تھی اس وقت غوریوں کی صورت حال یہ تھی کہ غورستان پر سلطان شہاب الدین کا بڑا بھائی غیاث الدین حکمران تھا جبکہ غزنی تگین آباد اور آس پاس کے علاقوں پر شہاب الدین کی حکمرانی تھی دونوں بھائی سلطان کہلاتے تھے جب مرو کے حاکم سلطان شاہ نے اپنے علاقوں سے نکل کر غوریوں کے علاقوں پر حملے شروع کر دیے اور ان کے علاقوں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا تب غیاث الدین اور شہاب الدین دونوں بھائیوں نے مشورہ کیا آخر دونوں سلطانوں نے ایک مشترکہ لشکر تیار کیا اور سلطان شاہ کے خلاف جنگ کرنے کے لیے نکلے اس لشکر میں قطب الدین ایبک بھی شامل تھا جو اس وقت سلطان شہاب الدین کا داروغۂ اصطبل تھا۔

سلطان شاہ خوارزمی جو اس وقت مروّ شہر میں مقیم تھا اور جس کے خلاف لڑنے کے لیے غیاث الدین اور شہاب الدین دونوں بھائی نکلے تھے اس سے متعلق تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور جلال الدین خوارزم شاہ جو منگولوں سے ٹکرائے تھے ان کے آباؤ اجداد میں سے ایک حکمران کا نام ارسلان تھا اس کے دو بیٹے تھے ایک کا نام سلطان شاہ اور دوسرے کا نام تکش تھا دونوں ارسلان کی دو مختلف بیویوں میں سے تھے۔

تکش اپنے باپ کی طرف سے جند شہر کا حکمران تھا جب ارسلان فوت ہو گیا تو سلطان شاہ کی والدہ ملکاب خاتون نے جو اس وقت دربار میں موجود تھی اور دربار کے امراء پر اپنا دبدبہ رکھتی تھی، ان کے ساتھ ساز باز کر کے اپنے بیٹے کی تخت نشینی کا اعلان کر دیا۔ حالانہ بڑا بیٹا تکش تھا اور وہی تخت و تاج کا اصل حق دار تھا۔

اپنے بیٹے کو تخت نشین کرانے کے بعد ملکاب خاتون نے تکش کا خاتمہ کرنے کے لیے تدبیریں کرنی شروع کر دیں تاکہ اس کے اپنے بیٹے سلطان شاہ کا مستقبل محفوظ ہو جائے۔

اپنے انہی ارادوں کی تکمیل کے لیے ملکاب خاتون نے تکش کو اپنے پاس طلب کیا تاکہ اس پر قابو پا کر اس کا کام تمام کر دیا جائے اور سلطان شاہ اور اس کی اولاد ہمیشہ کے لیے تخت و تاج کی مالک بن جائے لیکن تکش بڑا عقل مند تھا اسنے ملکاب خاتون کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔

تکش نے جب ملکاب خاتون کے پاس جانے سے انکار کر دیا تب اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا تاکہ تکش پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیا جائے تکش چونکہ خوارزم شاہی لشکر کا تنہا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا لہٰذا اس نے خطا کے ترکوں سے اس سلسلے میں مدد مانگی کہ اگر وہ اپنے چھوٹے بھائی کے مقابلے میں اس کی مدد کریں تو وہ خطا کے ترکوں کو ایک مخصوص رقم خراج کے طور پر ادا کرتا رہے گا۔

جب تکش نے خطا کے ترکوں کو خراج کی ادائیگی کی شرط پر آمادہ کرنے کی استعداد کی تب خطا کے ترکوں کے حکمران گورخان نے اپنے داماد کو ایک بھاری لشکر دے کر تکش کی مدد کے لیے بھیجا۔ ملکاب خاتون کو جب خبر ہوئی کہ اس کے سوتیلے بیٹے تکش نے خطا کے ترکوں سے مدد حاصل کر لی ہے تب وہ لرز کانپ گئی وہ چونکہ تکش کے ساتھ ساتھ خطا کے ترکوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی لہٰذا خوارزم کو اس نے چھوڑ دیا اور اپنے بیٹے کو لے کر وہ نیشاپور میں اپنے ایک جاننے والے کے پاس چلی گئی۔

یہ جاننے والا نیشاپور کا حکمران موید الدولہ تھا۔

ملکاب خاتون نے جب خوارزم خالی کر دیا تو تکش اپنے لشکر کے ساتھ خوارزم میں داخل ہوا اور بادشاہ بن گیا۔

ملکاب خاتون کا تکش کے خلاف حرکت میں آنا ایک انتہائی غیر سنجیدہ اور غیر دانشمندانہ اقدام تھا اگر وہ تکش کے خلاف لشکر کشی میں اتنی جلدی نہ کرتی اور اسے اپنے ساتھ ملا کر رکھتی تو تکش کبھی بھی اس کے خلاف خطا کے ترکوں سے مدد حاصل نہ کرتا۔

بہرحال ملکاب خاتون اور اسکا بیٹا سلطان شاہ کوئی سال بھر نیشاپور کے حاکم موید الدولہ کے پاس بطور مہمان ٹھہرے رہے اس دوران وہ برابر نیشاپور کے حاکم کو تکش کے خلاف لشکر کشی کرنے پر اکساتے رہے لیکن اسے خوارزم شاہ اور خطا کے ترکوں کے گٹھ

جوڑ کا علم تھا نیز وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ تکش اور اس کے حلیفوں کے خلاف لڑنے کی سکت نہیں رکھتا اس لیے وہ دونوں ماں بیٹے کو ٹالتا رہا۔

آخر انہوں نے اسے یہ کہہ کر اکسانا شروع کر دیا کہ چونکہ اہل خوارزم تکش سے بیزار ہیں اور اس کو پسند نہیں کرتے اس لیے اول تو مقابلے کی نوبت ہی نہی آئے گی اور اگر مقابلہ ہوا بھی تو اس کی نوعیت بس تھوڑی دیر کی ہو گی اور تکش شکست اٹھا کر بھاگ جائے گا۔

نیشاپور کا حاکم موید الدولہ اُن کی ان باتوں میں آ گیا اور ایک بھاری لشکر لے کر خوارزم پر اس نے چڑھائی کر دی۔ خوارزم شاہ تکش ان دنوں سیرتی کے مقام پر قیام کیے ہوئے تھا جو خوارزم کے مرکزی شہر خوارزم سے لگ بھگ 60 میل کے فاصلے پر تھا۔ یہ وہ علاقہ تھا جہاں سے نیشاپور کے حاکم کو اپنے لشکر کے ساتھ گزر کر خوارزم کی طرف جانا تھا تکش کو جب اس کی آمد کا علم ہوا تو اس نے ایک نہایت دانشمندانہ قدم اٹھایا اس نے دریائے آمو کے بند میں شگاف ڈال دیا تاکہ دشمن کا لشکر آسانی سے خوارزم تک نہ پہنچ سکے۔ دریائے آمو کا بند ٹوٹنے سے چاروں طرف پانی پھیل گیا نشیب و فراز پانی سے بھر گئے۔

نیشاپور کا حاکم بڑی بے خبری میں لشکر لئے چلا آ رہا تھا قریب پہنچا تو ہر طرف پانی ہی پانی تھا لہٰذا اس نے اپنے شکر کو حکم دیا کہ چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بٹ کر آہستہ آہستہ احتیاط کے ساتھ پانی کو عبور کر کے خوارزم کی طرف بڑھیں۔

خوارزم کا سلطان تکش بھی اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ گھات میں بیٹھا ہوا تھا جب نیشاپور کے لشکر کا وہ حصہ اس کے پاس سے گزرنے لگا جس کے اندر خود موید الدولہ تھا تو تکش اچانک اپنی گھات سے نکلا اور موید الدولہ اور اس کے لشکریوں پر ٹوٹ پڑا۔

موید الدولہ کو بدترین شکست ہوئی اور وہ گرفتار کر لیا گیا جب اسے تکش کے سامنے پیش کیا گیا تو تکش نے اسے قتل کر دیا اس موقع پر نیشاپور کے حاکم موید الدولہ کے ساتھ خود سلطان شاہ اور ملکاب خاتون بھی شامل تھے۔ سلطان شاہ تو کسی نہ کسی طرح اپنی جان بچا کر بھاگ گیا لیکن اس کی ماں پکڑی گئی اور وہ بھی قتل کر دی گئی۔

سلطان شاہ آسانی سے ہار ماننے والا نہیں تھا اس نے موید الدولہ کے بیٹے طغان شاہ کو جو اپنے باپ کا جانشین ہوا تھا تکش سے انتقام لینے کے لئے ابھارا لیکن طغان شاہ

نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اس لئے کہ وہ جان گیا تھا کہ اگر اس نے تکش کے خلاف حرکت میں آنے کی کوشش کی تو اس کا انجام اپنے باپ سے مختلف نہ ہو گا اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے سلطان شاہ اس سے مایوس ہونے کے بعد غوریوں کی طرف متوجہ ہوا اور اپنے بھائی تکش کے خلاف اس نے غوریوں سے امداد طلب کی۔

غوریوں نے سلطان کی مناسب پذیرائی کی کافی لشکر اور سامان جنگ دیکر اس کی پیٹھ ٹھونکی اور اسے تکش کا مقابل کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔

انہی دنوں ایسا ہوا کہ خطا کے ترکو کا خاقان گورخان مر گیا اور اس کی جگہ ترکوں کی حکمران گورخان کی لڑکی بنی اور اس نے اپنے شوہر فونا کو اپنے لشکریوں کا سپہ سالار اعلیٰ بنا دیا تھا گورخان کے تکش کے ساتھ بڑے اچھے تعلقات تھے لیکن جب وہ مر گیا، اس کی بیٹی ترکوں کی خاقان بنی تب اس کے اور تکش کے تعلقات خراب ہو گئے دوسری طرف سلطان شاہ جب غوریوں سے امداد حاصل کرنے کے بعد اپنے علاقوں کی طرف گیا اور اسے پتہ چلا کہ خطا کے ترکوں کی ملکہ کے اس کے بھائی تکش سے تعلقات خراب ہو گئے ہیں تب اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ فوراً وہ خطا کی ملکہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے بھائی تکش کے خلاف اس سے مدد طلب کی۔

خطا کے ترکوں کی ملکہ فوراً اس پر تیار ہو گئی اس نے اپنے شوہر فونا کو اس سلسلے میں سلطان کی مدد کے لیے روانہ کر دیا۔ فونا اور سلطان شاہ دونوں اپنے متحدہ لشکر کو لے کر خوارزم کی طرف بڑھے ان دونوں کی بدقسمتی کہ انہوں نے جس جگہ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا، وہاں دریائے آمو کا بند قریب ہی تھا۔

اس بار پھر تکش نے بڑی دانشمندی سے کام لیا اس نے جب دیکھا کہ فونا اور اس کے بھائی سلطان شاہ کے لشکری رات کے وقت گہری نیند سوئے ہوئے ہیں تو اس نے ان پر شب خون نہیں مارا بلکہ رات کے وقت اس نے دریائے آمو کا بند توڑ دیا۔

جب رات کی تاریکی میں پانی کی شائیں شائیں کی آواز پڑاؤ میں گہری نیند سوئے ہوئے لشکریوں کے کانوں میں پڑی تو ان کے اندر ایک افراتفری برپا ہو گئی سب کو اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے۔ ہزاروں کے لشکر میں نفسا نفسی کا عالم برپا ہو گیا تھا پانی جب ایک دم پڑاؤ میں داخل ہوا تب سینکڑوں لشکری پانی میں ڈوب کر مر گئے اور جو بچ گئے، ان کی حالت مرنیوالوں سے بھی بدتر تھی بڑی خرابی کے بعد فونا اور سلطان شاہ اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر جب خوارزم شہر کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا، تکش

کے لشکر کے علاوہ پورا خوارزم شہر کی فصیل پر چڑھا ہوا تھا اور مرنے مارنے کے لیے : تھا۔ اس سے فونا نے اندازہ لگا لیا کہ خوارزم کے لوگ سلطان شاہ کو نہیں بلکہ تکش کو پ کرتے ہیں اسے خدشہ تھا کہ اگر اس نے ان حالات میں حملہ آور ہونے کی کوششیں کی تو اسے شکست ہوگی بدنامی ہوگی لہٰذا سلطان شاہ کا ساتھ چھوڑ کر وہ اپنے لشر کو لے واپس خطا چلا گیا۔

جب فونا نے بھی سلطان شاہ کا ساتھ چھوڑ دیا تب سلطان شاہ بڑا فکر مند ہوا۔ ا کے پاس سر چھپانے کو بھی کوئی جگہ نہ تھی وہ حیران تھا کہ کدھر کا رخ کرے چنانچہ ا نے ایک ارادہ کیا، اس نے سرخس شہر کا رخ کیا۔ سرخس شہر پر ان دنوں ایک شخص ملک دینار حکمران تھا۔ سلطان شاہ اس پر حملہ آور ہوا ملک دینار اور اس کے ساتھیوں کے خلاف سلطان شاہ کی کئی جھڑپیں ہوئیں جس کے نتیجہ میں سلطان شاہ کامیاب رہا ا سلطان شاہ نے سرخس کے علاوہ طوس شہر پر بھی قبضہ کر لیا اس طرح اس فتح سے سلطا شاہ کی کسی قدر ہمت بندھی تھی اس لڑائی میں ملک دینار کی مدد طغان شاہ نے بھی کی تھی نیشاپور کا حاکم تھا اور اس لڑائی کے دوران طغان شاہ مارا گیا۔ نیشاپور کا حاکم اس کا ب سنجر بن گیا۔

سنجر ایک کمزور حکمران تھا اور اس کی کمزوری سے سلطان شاہ نے فائدہ اٹھایا آگے بڑھ کر وہ مرو شہر پر حملہ آور ہوا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اسکے حوصلے ایسے بڑھے کہ وہ سبز شہر کی طرف بڑھا وہاں بھی حملہ آور ہوا اور اس پر بھی قابض ہو گیا۔

دوسری طرف سلطان شاہ کا بڑا بھائی تکش آئے دن کی جنگوں سے تنگ آ چکا تھا لہٰذا اس نے چند سرکردہ لوگوں کو سلطان شاہ کی طرف بھجوایا تا کہ دونوں بھائیوں کے درمیان صلح ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک شاہی جشن کا بھی اہتمام کی اور گرد و پیش کے تمام سلاطین اور امراء کو اس جشن میں دعوت دی۔

سلطان شاہ اپنے بڑے بھائی تکش کی اس پیش کش پر خوش ہوا۔ اپنی طرف سے اس نے اس جشن میں شامل ہونے کے لیے کچھ امراء کو روانہ کیا۔ ساتھ ہی بڑے بھائی تکش کو خوش کرنے کے لیے اس کے پاس جو تکش کے چند قیدی تھے، انہیں بھی رہا کر دیا۔

اس طرح دونوں بھائیوں کے درمیان گہرے تعلقات کی راہ ہموار ہو گئی۔ اب سلطان شاہ نے مرو شہر میں قیام کر لیا تھا اور مرو شہر سے ہی نکل کر وہ اکثر و بیشتر غوریوں

کے علاقوں پر حملہ آور ہوتا رہتا۔ لوٹ مار کرتا اور تاخت و تاراج کرتا تھا اور غوریوں کے علاقوں میں دور تک گھستا چلا جاتا تھا اس کی ان حرکات کو روکنے کے لیے سلطان شہاب الدین غوری اور اس کا بڑا بھائی سلطان غیاث الدین اپنے لشکر کے ساتھ سلطان شاہ کی طرف بڑھے تھے۔

دریائے آمو کے قریب مرو شہر کے نواح میں مرغاب نام کے کھلے میدانوں میں اس وقت سلطان شاہ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔ سلطان شہاب الدین غوری اور اس کے بڑے بھائی غیاث الدین غوری نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ سلطان شاہ کے لشکر کے سامنے پڑاؤ کر لیا تھا۔

کچھ دن تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کیا رکھے اسی دوران سلطان شہاب الدین غوری کے اصطبل کا داروغہ قطب الدین ایبک ایک روز جب لشکر کے ایک حصے کے ساتھ لشکر میں شامل گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کے لیے دریا کے کنارے گھاس کاٹنے کے لیے گیا تو اس کی خبر سلطان شاہ کو ہو گئی اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا اور اس طرف روانہ کیا جس طرف قطب الدین ایبک اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ گھاس کاٹنے میں مصروف تھا۔

سلطان شاہ کے لشکر کا وہ حصہ قطب الدین اور اس کے گھاس کاٹتے ساتھیوں پر ند بوند پانی کو ترستے صحرا میں خارزار ازل کے سفاک لمحوں اور دل کے آئینوں کو ٹکڑے ٹکڑے شیشۂ جاں کو ریزہ ریزہ کر دینے والے بھڑکتے الاؤ کے شعلوں کی طرح حملہ آور و گیا تھا۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے قطب الدین ایبک نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا، وہ بھی ن پر شب کی بھید بھری خاموشی میں گرداب اجل کے رقص اہانت و ذلت کی جولان اہیں کھڑی کرتے غیض وغضب کے اضطراب اور زیست کی طنابیں کاٹ دینے والے رم ہواؤں کے تازیانوں کی طرح حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑا تھا۔

کچھ دیر تک مرغاب کے ان میدانوں میں جو دریا کے کنارے اور گھاس سے رپور تھے قطب الدین اور سلطان شاہ کے لشکریوں میں ہولناک جنگ ہوئی حملہ آوروں تعداد چونکہ زیادہ تھی لہٰذا قطب الدین ایبک کی ان تھک کوششوں کے باوجود وہ حملہ روں پر غالب نہ آ سکا اور حملہ آوروں نے قطب الدین ایبک کے بہت سے

ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد قطب الدین ایبک کو گرفتار کر لیا۔

قطب الدین بے چارا غلام تھا ابھی بچہ ہی تھا کہ کچھ بردہ فروش اسے ترکستان ۔ اٹھا کر نیشاپور لے آئے ان بردہ فروشوں نے قطب الدین کو نیشاپور اور مضافات ۔ حاکم فخر الدین بن عبدالعزیز کے ہاتھ فروخت کر دیا یہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی کی اوا میں سے تھے انہوں نے اپنے فرزندوں کے ساتھ قطب الدین ایبک کی دینی تعلیم ۔ علاوہ اس کی شاہسواری، تیراندازی اور جنگی فنون میں خوب تربیت کی۔

قطب الدین شروع سے بہادر اور نڈر تھا۔ فخر الدین بن عبدالعزیز کے ہاں پرو پاتا رہا وہیں پر جوان ہوا کہتے ہیں جوان ہونے کے بعد وہ ایک بہترین تیغ زن صفات مردانگی سے متصف شمشیر زن ثابت ہوا، ہر کوئی اس کی بہادری، اس کی شجاع کی تعریف کرتا تھا۔

قاضی فخر الدین بن عبدالعزیز کے ہاں ہی قطب الدین ایبک جوانی کو پہنچا اس بدقسمتی کہ جب وہ اپنی بہتر زندگی کا آغاز کرنے والا تھا تو قاضی فخر الدین بن عبدالع وفات پا گئے اور باپ کے مرنے کے بعد ان کے بیٹوں نے قطب الدین ایبک کو ا تاجر کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

وہ تاجر اسے سلطان شہاب الدین غوری کے پاس لے آیا۔ سلطان شہاب الد اگرچہ قابل ستائش اوصاف اور برگزیدہ محاسن کا حامل تھا مگر ظاہری حسن و خوبی سے تھا۔ اس کی چھوٹی انگلی ٹوٹی ہوئی تھی اس لیے اسے ایبک کہہ کر پکارتے تھے۔

کہتے ہیں سلطان شہاب الدین غوری اپنے لوگوں اور اپنے غلاموں کو خوش کر کے لیے کبھی کبھی جشن برپا کرتے تھے ایک جشن کے موقع پر سلطان شہاب الدین غ نے اپنے تمام غلاموں کو ڈھیروں سونا اور چاندی انعام میں دیا۔ قطب الدین ایبک کافی اشیاء انعام میں ملیں۔ سلطان شہاب الدین کی مجلس سے باہر آ کر اسے ج سلطان سے ملا تھا، سب کچھ غربا اور حقدار کارکنوں میں تقسیم کر دیا۔

دوسرے روز جب سلطان شہاب الدین کو اس کی اس فیاضی کی خبر ہوئی تو اس قطب الدین ایبک کو اپنی نوازش اور قرب کے لئے مخصوص کر لیا۔ اب قطب ال ایبک اپنی فراست اور دلیری کی وجہ سے سلطان شہاب الدین کی تخت گاہ اور ایوان کے آس پاس رہنے لگا اور اس کو اہم ذمہ داریاں سونپی گئیں پھر انتھک محنت اور سے وہ ترقی کرتا چلا گیا روز بروز اس کا مرتبہ بلند ہوتا گیا اور سلطان کی حمایت کے

ں ترقی کرتے ہوئے سلطان شہاب الدین غوری کا داروغہ اصطبل بن گیا۔

جس وقت سلطان شاہ کے لشکریوں کے ہاتھوں قطب الدین ایبک گرفتار ہوا اس ت وہ سلطان شہاب الدین کا داروغہ اصطبل ہی تھا۔ گھاس کاٹتے ہوئے بے چارا رفتار ہو گیا تھا۔

قطب الدین ایبک کو گرفتار کرنے کے بعد جب سلطان شاہ کے سامنے پیش کیا یا تو اپنے لشکر کی اس کامیابی پر سلطان شاہ بڑا خوش ہوا قطب الدین ایبک کی اس رفتاری کے سلسلے میں مؤرخین کے دو گروہ ہیں۔

ایک گروہ کہتا ہے سلطان شاہ نے قطب الدین ایبک کو لوہے کے ایک پنجرے ں بند کر دیا اس لیے کہ اسے خبر ہو گئی تھی کہ یہ شخص سلطان شہاب الدین غوری کا روغہ اصطبل ہے۔ دوسرے مؤرخ یہ کہتے ہیں کہ اس کے پاؤں میں لوہے کا ایک اری تختہ باندھ دیا گیا تھا تاکہ وہ بھاگنے نہ پائے بہرحال اپنے پہلے حملے میں سلطان اہ، سلطان شہاب الدین غوری اور سلطان غیاث الدین غوری کے مقابلے میں ایک رح کا کامیاب ہی رہا تھا۔

پھر دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئے سلطان شاہ خوارزمی خوش ا کہ گزشتہ دنگے حملے میں اس کے لشکری کامیاب رہے تھے اور شہاب الدین غوری کے روغہ اصطبل قطب الدین ایبک کو گرفتار کر لیا تھا۔ اس بنا پر اس کے اور اس کے کریوں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے اور دوسری طرف سلطان شہاب الدین اور اس کا ا بھائی غیاث الدین غوری دونوں ہی سلطان شاہ سے گزشتہ حادثہ کا انتقام لینے پر تل ئے تھے۔

کچھ دیر تک دونوں لشکریوں کے درمیان جنگ کے طبل بجتے رہے قرنوں کی وازیں دلوں کو گرماتی رہیں اس کے بعد سلطان شاہ نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا پھر وہ اث الدین غوری اور سلطان شہاب الدین کے لشکر پر سکون دھاروں میں ہلچل بغاوت رخروش برپا کر دینے والی آہوں کی طوفان خیزیوں، برد خوابوں کو گرم سرابوں میں تبدیل ردینے والے موت کے رقصاں بگولوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

سلطان غیاث الدین غوری اور شہاب الدین غوری نے جوابی کارروائی کی اور وہ ی اپنے لشکر کے ساتھ وقت کے دھندلکوں میں مرگ و حیات کا کھیل کھیلتی خوفناک ی قوت توانائیوں کو مضمحل اور جذبات کو مجروح کر دینے والے فطرت کے احتساب

کی طرح سلطان شاہ کے لشکر پر ٹوٹ پڑے تھے۔

ہر کوئی ایک دوسرے پر زرد طوفان کی کدورت، گردش دوراں کے تیوروں، تقـ کے کرب، تقدیر کے بدترین عذاب، زخموں کے حروف اور درد کے الفاظ کی طرح حـ آور ہونے لگا تھا زندگی کے سفیر موت کی تاریکیوں میں ڈوبنے لگے تھے اجالوں کے ضـ ظلمتوں کے سحر میں گم ہونا شروع ہو گئے تھے بڑے بڑے کڑیل، بڑے بڑے سرکـ موت کا لقمہ بننے لگے تھے۔ مرغاب کے میدن انسانی خون سے اپنی پیاس بجھانے لـ تھے دریائے آمو کے قریب اور مرو شہر کے نواح میں وقت کی آنکھ نے انسان ہی نہ انسانیت کو بھی ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوتے دیکھا کچھ دیر تک سلطان شـ نے جم کر مقابلہ کیا پھر اس کے لشکریوں کی حالت پتلی ہونا شروع ہو گئی۔ غیاث الد غوری اور شہاب الدین غوری کے لشکری بڑی تیزی سے اس کے لشکر میں گھس کر موت کھیل کھیلنے لگے تھے۔

بڑی تیزی سے اس کے لشکر کی تعداد کم کرنے لگے تھے۔ یہ صورت حال دیکھ ہوئے سلطان شاہ لرز کانپ گیا آخر جب اس نے اندازہ لگایا کہ اگر جنگ مزید جا رہی تو غیاث الدین اور شہاب الدین کے ہاتھوں اسے بدترین شکست کا سامنا کـ پڑے گا لہٰذا اپنے لشکر کو بچانے اور اپنے آپ کو مکمل تباہی کے حوالے کرنے سے پہلے اس نے اپنی شکست کو تسلیم کر لیا اور مرو شہر کی طرف بھاگ گیا۔ بھاگتے ہوئے سلطا شاہ اپنی ہر شے پڑاؤ ہی میں چھوڑ گیا تھا کچھ دور تک غیاث الدین اور شہاب الد غوری دونوں بھائیوں نے سلطان شاہ کا تعاقب کیا یہاں تک کہ وہ مرو شہر میں جا محصور ہو گیا۔

سلطان شاہ چونکہ اپنے پڑاؤ کی ہر چیز چھوڑ کر بھاگا تھا پڑاؤ کے اندر قطب الد ایبک بھی موجود تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ کچھ زندہ دل نوجوان قطب الدین ایبک کو اٹھـ اونٹ پر بٹھا کر سلطان غیاث الدین غوری اور شہاب الدین غوری کے سامنے لا۔ اونٹ کو بٹھایا گیا قطب الدین کے پاؤں میں جو لوہے کا بھاری تختہ بندھا ہوا تھا، ا کھول دیا گیا۔ اس کا بہترین استقبال کرتے ہوئے سلطان شہاب الدین غوری نے ا کے گلے میں موتیوں کے ہار ڈال دیے تھے۔

سلطان غیاث الدین غوری اور سلطان شہاب الدین غوری کے ہاتھوں سلطان شـ خوارزمی کی یہ بدترین شکست تھی۔ شہاب الدین اور غیاث الدین دونوں بھائی سلطا

شاہ کے علاقوں پر قبضہ نہیں کرنا چاہتے تھے وہ ایک حکمران تھا لہٰذا اس کی عزت اس کے احترام کو برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ وہ چونکہ بار بار غوریوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر ان کے لیے نقصان کا باعث بنتا تھا لہٰذا دونوں بھائی اسے صرف سبق سکھانا چاہتے تھے تا کہ آنے والے دور میں غوریوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونا ترک کر دے۔

مرغاب کے میدانوں میں سلطان شاہ کو شکست دینے کے بعد چند روز تک غیاث الدین اور شہاب الدین نے وہیں پڑاؤ کیے رکھا۔ اس دوران سلطان شاہ، مرو شہر کے اندر محصور رہا پھر غیاث الدین اور شہاب الدین غوری اپنے لشکر کے ساتھ لوٹے۔ بڑا بھائی غیاث الدین غور کی طرف چلا گیا تھا جبکہ شہاب الدین غوری اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ غزنی شہر کی طرف چلا گیا تھا۔

ایک روز علی مردان، غازی غازی بیگ، ناصر الدین تمران اور ایبہ جو کی چاروں اپنے گھوڑوں پر سوار ملتان شہر کے قریب پہنچے۔ علی مردان اور غازی بیگ آگے آگے تھے جبکہ ناصرالدین تمران اور ایبہ دونوں ان کے پیچھے تھے۔ شہر سے ذرا فاصلے پر ہی آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد علی مردان اور غازی بیگ دونوں نے اپنے گھوڑوں کو روک دیا۔ انکے قریب آ کر ایبہ اور ناصرالدین تمران نے بھی اپنے گھوڑے روکے۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر علی مردان ناصرالدین تمران اور ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز! ہم اس وقت ملتان شہر کے شمالی دروازے کے سامنے ہیں۔ شہر کے مشرقی جانب ایک سرائے ہے، میں چاہتا ہوں یہاں سے اپنا رخ بائیں جانب موڑتے ہیں سرائے کی طرف جاتے ہیں۔ تم دونوں سرائے میں داخل ہو جانا ہم شہر پناہ کے مشرقی دروازے سے شہر میں داخل ہو جائیں گے۔“

علی مردان جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک ناصرالدین تمران نے ایبہ سے مشورہ کیا پھر ناصرالدین، علی مردان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”علی مردان اور غازی بیگ میرے بھائیو! میں تمہاری تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ دیکھو اگر تم دونوں ہمارے ساتھ یہاں سے مشرقی حصے کا رخ کرتے ہو تو کئی لوگ ہم چاروں کو اکٹھا دیکھیں گے جو بعد میں ہمارے لئے نقصان کا باعث ہو سکتا ہے بہتر طریقہ یہی ہے کہ تم دونوں یہیں سے شمالی دروازے کے ذریعے شہر میں چلے جاؤ۔ تم دونوں نے جو ہمیں اپنا پتہ لکھ کر دے دیا ہے وہ ہمارے پاس محفوظ رہے اگر ضرورت پڑی تو ہم تم سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔

میں اور ایبہ یہیں سے بائیں ہاتھ جاتے ہیں شہر کے مشرقی حصے میں اگر کوئی سرائے ہے تو ہمیں اسے تلاش کرنے میں دقت پیش نہیں آئے گی۔ ایسا میں مصلحت اور احتیاط کے طور پر کہہ رہا ہوں اس لیے کہ ہم چاروں کا اکٹھے سرائے کے پاس سے گزر یاد رکھنا ہمارے لیے خطرات بھی پیدا کر سکتا ہے۔“

علی مردان اور غازی بیگ دونوں نے ناصرالدین اور ایبہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر علی مردان اور غازی بیگ نے دونوں کو خدا حافظ کہا اور شہر کے شمالی دروازے کی طرف ہو لیے تھے جبکہ ناصرالدین تمران اور ایبہ دونوں بائیں جانب مڑ کر شہر کے مشرقی حصے کا رخ کر رہے تھے۔

ملتان ایک قدیم تاریخی شہر ہے البیرونی اپنی کتاب ”الہند“ میں لکھتا ہے کہ اس کا قدیم اور اصل نام کشف پورا تھا چونکہ یہ شہر بیرونی حملہ آوروں کے ہاتھوں بار بار تباہ ہوتا رہا بار بار اجڑتا رہا اس لیے اس کے نام بھی اسی لحاظ سے بدلتے رہے۔ کبھی اس کا نام ہنس پورا رہا، کبھی بھاگ پور، کبھی نسب پورہ، کبھی مورستانپورہ، کبھی پریلہ پور، کبھی ملتارن بھی رہے ہیں۔

150ء میں ٹولوی نام کا اسکندریہ کا ایک مشہور جغرافیہ دان گزرا ہے وہ اپنے نقشہ میں ملتان شہر کا نام کیسیریہ بتاتا ہے جبکہ سرالیگزنڈر برنز کا قول ہے کہ انہوں نے اس شہر کا نام ملیتھان سنا ہے۔ ممکن ہے انہی ناموں سے بگڑ کر کوئی نام ملتان ہو گیا ہو۔

325ء میں سکندر اعظم نے یہاں کی آبادی کو تباہ و برباد کیا اور 470ء سے 550ء تک سفید ہن اس شہر پر برسراقتدار رہے 550ء کے بعد مہاراجہ بکرماجیت نے سفید ہنوں سے یہ شہر چھین لیا تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں راجہ سہیس رائے کی بھی حکومت تھی اور 631ء میں یہاں ایک برہمن چھچھ نامی نے شہر پر قبضہ کر لیا تھا۔

کہتے ہیں دسویں صدی عیسوی میں یہاں ایک لودھی خاندان برسراقتدار آیا اسی خاندان کے عہد میں قرامطیوں کے ایک اہم پیروکار عبداللہ قرامطی نے اس شہر پر حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا۔

لودھی خاندان کمزور تھا، قرامطیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا لہٰذا انہوں نے قرامطیوں کی اطاعت قبول کر لی ساتھ ہی ساتھ انہوں نے قرامطیوں کا مذہب بھی قبول کر لیا۔ قرامطی جہاں بھی وارد ہوتے، ان کی لوٹ مار سے ہنستے مسکراتے شہر طوائف الملوکی کا شکار ہو جایا کرتے تھے اور ان کی تباہی و بربادی کے آثار صدیوں تک باقی رہے۔

لودھی خاندان کے بعد جب سلطان محمود غزنوی کا باپ سبکتگین حکمران بنا تو اس شہر پر وہ حملہ آور ہوا یہاں کے لودھیوں نے اس کی اطاعیت قبول کر لی اس کے بعد پھر

قرامطی اپنے ایک سردار جلم بن شعبان کی سرکردگی میں ملتان پر حملہ آور ہوئے اور وہاں انہوں نے اپنا اقتدار قائم کر لیا۔

یہاں قرامطیوں اور باطنیوں کا اقتدار اس قدر بڑھا اور ان کے ظلم وستم میں اس قدر اضافہ ہوا کہ 1042ء میں آخر سلطان محمود غزنوی نے ملتان کا رخ کیا باطنیوں اور قرامطیوں کا اس نے خوب قتل عام کیا اور اس شہر کو اس نے فتح کر لیا لیکن سلطان محمود غزنوی کے بعد یہاں باطنیوں اور قرامطیوں کا پھر زور ہو گیا تھا۔

بہر حال علی مردان اور غازی بیگ تو شہر پناہ کے شمالی دروازے سے شہر میں گھس گئے جب کہ ایبہ اور ناصرالدین تمران نے شہر کے مشرقی حصے کا رخ کیا۔ ایک سرائے تلاش کرنے میں انہیں کوئی دقت پیش نہ آئی، سرائے کے باہر ہی ایک جگہ ناصرالدین تمران نے اپنے گھوڑے کو روک دیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایبہ نے بھی اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ لی تھیں اس پر ایبہ کو مخاطب کرتے ہوئے ناصرالدین تمران کہنے لگا۔

"سن میرے ننھے ساتھی! سرائے سامنے دکھائی دے رہی ہے اس میں داخل ہونے اور قیام کرنے سے پہلے ہمیں آپس میں اپنی شناخت کا مکمل صلاح ومشورہ کر لینا چاہیے دیکھو، سرائے میں داخل ہونے کے بعد جب سرائے کا مالک ہم سے پوچھے کہ کہاں سے آئے ہیں تو ہمیں پہلے سے طے کر لینا چاہیے کہ ہمیں کیا جواب دینا چاہیے۔ میرے ننھے بھائی! میں جانتا ہوں، تم عقلمند ہو، سیانے ہو، حرب وضرب کے ہنر میں بھی طاق ہو پہلے تم کہو کہ ہمیں کیا کہنا چاہیے؟"

جواب میں ایبہ نے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کچھ دیر تک سوچا پھر ناصرالدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میرے محترم بھائی! میں سمجھتا ہوں، ہمیں جھوٹ نہیں بولنا چاہیے جو بھی ہم سے پوچھے کہ ہم کہاں سے آئے ہیں صاف بتا دینا چاہیے کہ ہم مغرب سے آئے ہیں بلکہ ہم یہ کہہ دیں کہ ہم غزنی کے رہنے والے ہیں۔ غزنی سے ہی آئے ہیں اور مختلف شہروں کے تاریخی مقامات دیکھنے کے لیے نکلے ہیں بنیادی طور پر ہم سیاح ہیں۔ اگر کوئی مزید سوال کرے تو تمران میرے بھائی! ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم ...."

ایبہ کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے ناصرالدین تمران بول اٹھا تھا۔

"میرے سیاح بھائی! پہلے میری بات سنو۔ یہ کہنے میں حرج تو کوئی نہیں ہے کہ ہم سیاح ہیں اس سے بہت سی باتیں چھپ جائیں گی اگر کوئی ہم سے سوال کرے کہ اگر تم سیاح ہو تو کون کون سا شہر دیکھ کر آئے ہو۔"

ناصرالدین تمران کے خاموش ہونے پر ایبہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"نہ یہ سوال مشکل ہے اور نہ اس کا جواب ناممکن ہے۔ اگر کوئی ہم سے پوچھتا ہے کہ ہم نے سیاحی میں کیا کچھ دیکھا ہے، تو ہم صاف کہیں گے ہم غزنی سے سیدھے ادھر آئے ہیں پہلے ملتان اور اُچ شہر دیکھیں گے اس کے بعد واپس جائیں گے اور ہم نے سنا ہے کہ دریائے چناب کے کنارے بڑی تاریخی اہمیت کا شہر سوہدرہ ہے اسے دیکھیں گے۔ اس کے بعد واپس اپنے علاقے کی طرف چلے جائیں گے۔ میرے خیال میں ایسا کہنے میں نہ کوئی قباحت ہے نہ ہم سے مزید کوئی سوال کرے گا اگر ہم یہ کہہ دیں کہ ہم فلاں فلاں شہر دیکھ کر آئے ہیں تو تمران میرے بھائی، اگر ہم سے پوچھنے والے نے وہ شہر دیکھے ہوئے ہوں اور ان شہروں سے متعلق ہم سے کسی نے سوال داغ دیا تو یاد رکھنا ایسے دھر لیے جائیں گے کہ زندگی بھر جان نہیں چھوٹے گی اور میرے خیال میں باقی زندگی میری تیری زندان ہی میں گزر جائے گی۔"

ایبہ کی اس گفتگو کے جواب میں ناصرالدین تمران نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

"ایبہ! تمہاری باتیں بڑی قیمتی ہوتی ہیں جہاں تم ایک بے نظیر تیر انداز، ایک لاجواب تیغ زن ہو وہاں میرے ننھے بھائی تم عقلمند بھی ہو۔ تمہاری تجویز کو میں پسند کرتا ہوں۔ جو کچھ تم نے کہا ہے ایسا ہی کہیں گے۔ اب آؤ نڈر اور بے دھڑک ہو کر سرائے میں داخل ہوتے ہیں۔"

ناصرالدین تمران کے ان الفاظ سے ایبہ ہنس دیا تھا پھر دونوں خوش خوش سرائے میں داخل ہوئے پہلے سرائے کے مالک کے پاس آئے اسے بتایا کہ وہ سیاح ہیں غزنی سے آئے ہیں ملتان اور اُچ دیکھنا چاہتے ہیں ان کے اس انکشاف پر سرائے کا مالک بڑا خوش ہوا اپنے ملازم کو بلا کر ان کے گھوڑوں سے سامان اتروا کر گھوڑوں کو اصطبل کی طرف بھجوا دیا ان دونوں کو رہائش کے لیے کمرہ دیا اور دونوں اپنا سامان اٹھا کر اس کمرے میں منتقل ہو گئے تھے۔

چند ہفتوں تک انہوں نے اسی اسرائے میں قیام کیے رکھا ملتان شہر اور اس کے گرد و نواح میں گھومتے رہے حالات کا جائزہ لیتے رہے جو کوئی بھی پوچھتا اور وہ سیاح بتاتے تو لوگ ان کی طرف سے مطمئن ہو جاتے۔ اس دوران ان دونوں کا علی مردان اور غازی بیگ سے بھی برابر رابطہ رہا ملتان شہر اور گرد و نواح کا جائزہ لینے کے بعد دونوں نے آخر اُچ شہر کا رخ کیا اس لیے کہ غازی خان اور علی مردان نے انہیں بتایا تھا کہ اُچ شہر میں جو ہندوؤں کا تہوار منعقد ہوتا ہے اس کے منعقد ہونے میں چند دن ہی رہ گئے ہیں ایبہ کو چونکہ اس تہوار میں نہروالا کے راجہ کی راج کماری سے تیر اندازی کا مقابلہ کرنا تھا لہٰذا ناصرالدین تمران اور ایبہ دونوں نے ملتان سے نکل کر اُچ کا رخ کیا تھا جس دن وہ اُچ شہر کی طرف روانہ ہوئے تھے ان دونوں سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد اس سے اگلے روز علی مردان اور غازی بیگ بھی ملتان سے اُچ کا رخ کر گئے تھے۔

اُچ ایک قدیم اور پرانا تاریخی شہر ہے بہاولپور سے جنوب مغرب کی طرف 38 میل کے فاصلے پر پنجند کے سنگھم پر واقع ہے اس کا نام غالباً قصبہ کے اونچے ہونے یعنی بلندی کی وجہ سے پڑا تھا ایک روایت کے مطابق یہاں قدیم ہندوؤں کی دیوی اوشا کا مندر تھا اور دوسری روایت کے مطابق راجہ ہود کے ایک والی پچ نے یہاں ایک تالاب کھدوایا تھا اس کی مٹی سے جو ٹیلہ تیار ہوا اس پر بسنے والے شہر کا نام اُچ پڑا۔ مسلمانوں کی روایت کے مطابق ایک شخص جلال الدین شیر شاہ ترکستان سے یہاں آئے انہوں نے یہاں ایک قلعہ تعمیر کرایا اور اس شہر کا نام اُچ یعنی بلند رکھا۔

مشہور مسلمان مؤرخ ابن بطوطہ اُچ شہر سے متعلق کہتا ہے کہ یہ دریائے سندھ کے کنارے واقع ایک بہت بڑا اور خوبصورت شہر ہے۔ بازار عمدہ اور عمارتیں خوبصورت ہیں اس کا یہ کہنا مبالغہ آمیز نہیں آج بھی یہاں کی آب و ہوا صحت مند ہے البتہ پرانا شہر ہونے کی وجہ سے مندروں و مزاروں اور مقبروں کے سلسلے دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔

یہ ساری چیزیں اس کی سابقہ عظمت کی گواہی دیتی ہیں موجودہ شہر تین حصوں پر مشتمل ہے۔ اُچ بخاری، اُچ گیلانی اور اُچ مغلان۔ شہر سڑک کے ذریعہ ملک کے دیگر شہروں سے ملا ہوا ہے قریب ترین ریلوے سٹیشن احمد پور شرقیہ ہے جو یہاں سے 12 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

محمد بن قاسم کے وقت یہ شہر سیاسی اور معاشی اعتبار سے ہی نہیں بلکہ تہذیب و تمدن کے لحاظ سے بھی بے مثال تھا۔ محمود غزنوی کے زمانے سے یہاں اسلامی علوم کی آمد ہوئی اور مولانا صفی الدین گازروئی کی زیر ادارت ایک اسلامی درسگاہ اُچ میں قائم کی گئی۔ رفتہ رفتہ اُچ کا علمی مرتبہ اتنا بڑھ گیا کہ پورے برصغیر میں اس سے بہتر کوئی شہر نہیں سمجھا جاتا تھا منگولوں کے حملوں کے دور میں علماء و فضلا میں سے اکثر نے اُچ کا رخ کیا اور یہاں سکونت اختیار کر لی اگرچہ منگولوں نے شہر کو کئی بار تباہ و برباد اور تاراج کیا مگر اس کی اہمیت و حیثیت پر کبھی کوئی فرق نہ آیا۔

1398ء میں جب تیمور لنگ نے دہلی پر حملہ کیا تو وہ اُچ ہی کے راستے دہلی کی طرف روانہ ہوا تھا ہمایوں کے عہد میں یہ شہر دہلی کے ماتحت آ گیا تھا مغلیہ عہد کے اواخر خصوصاً اورنگ زیب کے بعد اس شہر کی اہمیت و تجارت اور آبادی میں فرق آنا شروع ہو گیا تھا رنجیت سنگھ نے اس شہر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر ناکام رہا اس کے بعد بہرحال عباسیوں نے اس شہر کو اپنی ریاست میں شامل کر لیا اس شہر نے پورے ہندوستان کو علمی لحاظ سے فیض عطا کیا اس لحاظ سے یہ شہر قدیم اور پرانے دور سے ہی مشہور اور معروف شمار کیا جاتا ہے۔

ناصرالدین تمران اور ایبہ دونوں اُچ شہر میں داخل ہوئے پہلے انہوں نے ایک سرائے میں قیام کیا اس کے بعد شہر کا جائزہ لینے کے لیے نکلے انہوں نے ہندوؤں کی اوشا دیوی کا مندر بھی دیکھا جہاں دیوی کے مندر کے قریب ہی باہر کی جانب کھلا میدان تھا جہاں ہندوؤں کا تہوار منعقد کیا جاتا تھا اس میدان کا بھی انہوں نے جائزہ لیا۔ جس روز وہ دونوں اُچ شہر میں پہنچے اس سے اگلے روز علی مردان اور غازی بیگ بھی وہاں پہنچ گئے تھے اور انہوں نے بڑے رازدانہ انداز میں ناصرالدین تمران اور ایبہ سے رابطہ قائم کر لیا تھا۔ چونکہ ہندوؤں کا جو تہوار وہاں منعقد کیا جاتا تھا، اس کے انعقاد کے دن قریب آ گئے تھے لہٰذا ناصرالدین تمران اور ایبہ دونوں سرائے میں قیام کر کے اس تہوار کا انتظار کرنے لگے تھے۔

* * *

اُچ شہر میں جس روز اوشا دیوی کا تہوار شروع ہونا تھا اس سے ایک روز پہلے نہروالا کا راجہ بھیم دیو اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچا۔ راجہ بھیم دیو کے اہل خانہ اور عزیز و اقارب انتہائی خوبصورت دو گھوڑوں سے کھینچی جانے والی بگھیوں میں سوار تھے باقی

لشکری گھوڑوں پر تھے جس کھلے میدان کے اندر اوشا دیوی کا وہ تہوار منایا جاتا تھا اُس کھلے میدان کے اندر راجہ بھیم دیو کا وہ قافلہ آن رکا تھا۔

جس روز بھیم دیو کا قافلہ وہاں پہنچا اسے دیکھنے کے لیے جہاں شہر کے لوگ اُس میدان کی طرف اُمڈے تھے وہاں ناصرالدین تمران، ایبہ، وغازی بیگ اور علی مردان بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔

اس موقع پر اپنے قریب کھڑے ایبہ اور ناصرالدین تمران کو مخاطب کر کے علی مردان کہنے لگا۔

''تم میرے ساتھ آؤ، میں تمہیں بھیم دیو کی راجکماری دکھاتا ہوں وہ جو سامنے خوبصورت بگھی آن کر رکی ہے اسی کے اندر بھیم دیو کے اہل خانہ ہوں گے اس لیے کہ پچھلے سال بھی یہی بگھی انہیں لے کر آئی تھی باقی بگھیوں میں بھیم دیو کے دوسرے عزیز واقارب ہوں گے۔''

اس موقع پر ناصرالدین تمران اور ایبہ نے بڑے پرشوق انداز میں علی مردان کی طرف دیکھا پھر اس کے ساتھ ہو لیے اور جس بگھی کی طرف علی مردان نے اشارہ کیا تھا، اس کے قریب جا کر کھڑے ہوئے اور وہاں بہت سے لوگ بھی کھڑے تھے ان کے اندر یہ چاروں بھی جا رکے۔

جب بگھی کے پردے ہٹائے گئے تو سب سے پہلے بگھی کے اندر سے نہروالا کا راجہ بھیم دیو اور اس کا بیٹا اور راجکمار رام دیو نیچے اترتے اس کے بعد نہر والا کی رانی راج کنول اتری اور اس کے پیچھے پیچھے راجہ بھیم دیو کی راجکماری کمار دیوی اتری تھی۔

جب راج کماری بگھی سے اتر کھڑی ہوئی تب ایبہ نے دیکھا وہ نغموں کے سحر سے مسحور عنبریں سحر کے فسانہ نور جیسی خوبصورت چاندنی راتوں میں مسکراتے گلابوں سی پرکشش، خیالوں کی حسین وادیوں میں خوشبو بھرے حروف راز جیسی حسین اور زمزموں کی ساحری میں قہقہوں کی روح فشانی اور طرب خیز طلسم جیسی سندر تھی۔

ایبہ نے یہ بھی دیکھا کہ اس کا چہرہ ایسے تھا جیسے خمار بھرے عطیوں میں مستی پر اترا ہوا کوئی قافلہ نور، اس کی آنکھیں جیسے فطرت کی شوخیوں میں اجالوں کے زمزمے اس کے سلگتے لب و رخسار جیسے مہکتے گلابوں کے اندر دہکتی آگ۔

ایبہ نے بڑے غور سے اس کا جائزہ لیا اس کے بلوری بازو اس کی عنبر زلفوں کے جال، اس کی دہکتی آگ سے گال، اس کا آتشی چہرہ، اس کے بندکلیوں کے فشار، ہونٹوں

کا سرور اسے ایک قیامت بنائے ہوئے تھا۔ اس کی خوبصورتی اور اس کے حسن سے لگتا تھا جیسے وہ لڑکی فطرت کے دستور کہن میں، صدف صدف میں گہر، نفس نفس میں خوشبو، نظر نظر میں کرنیں ہونے کے لیے پیدا کی گئی ہو اپنی ذات میں وہ حسن کا سیلاب اور خوبصورتی کی ایک موج بیتاب تھی۔

اس موقع پر علی مردان نے ایبہ کو مخاطب کیا۔

''ایبہ! میرے بھائی، دیکھا راج کماری کو......''

پھر اپنا منہ وہ ایبہ کے کان کے قریب لے گیا اور سرگوشی میں کہنے لگا۔

''کیا تم اس کا مقابلہ کرسکو گے ...... کیا تم اس کی نظروں کے تیروں اور اس کے حسن کی برچھیوں کا مقابلہ کرسکو گے ......؟''

علی مردان کے اس الفاظ پر ایبہ مسکرایا پھر ایک دم سنجیدہ ہو گیا کہنے لگا۔

''علی مردان! اس کی ایسی تیسی خداوند قدوس کی قسم جب میدان میں اترے گی تو میں اس کے حسن کی ساری قیامت خیزیاں اس کی خوبصورتی کے سارے طلسم کو دھوکہ کر رکھ دوں گا۔ ذرا مقابے کا وقت تو آنے دو پھر دیکھ میں کیا رنگ دکھاتا ہوں۔ علی مردان، یہ تو اپنے کانوں کی بالی میں نشانہ باندھ کر تیر پیوست کرتی ہے یہ اگر دیوار کے سائے میں کھڑی ہوگی تو میں اس کے کانوں کے اندر جو سوراخ ہیں انہیں بھی ہدف بنا کر بے خطا تیراندازی کرنے کا ہنر اور فن جانتا ہوں اب مجھے مقابلے کا میدان لگنے کا بڑی بے چینی سے انتظار رہے گا۔''

ایبہ، ناصرالدین تمران، علی مردان اور غازی بیگ کچھ دیر تک وہاں کھڑے ہو کر صورت حال کا جائزہ لیتے رہے پھر جب وہ وہاں سے ہٹنے لگے تب ایک دم علی مردان رک گیا اس کی طرف دیکھتے ہوئے غازی بیگ، ناصرالدین تمران اور ایبہ رک گئے پھر مسکراتے ہوئے علی مردان نے اُچ شہر کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''ادھر دیکھو......''

غازی بیگ، ناصرالدین تمران اور ایبہ نے جب ادھر اُدھر دیکھا تو کچھ بگھیاں ایک جلوس کی صورت میں اس کھلے میدان کی طرف آ رہی تھیں اور بگھیوں کے ساتھ کافی مسلح جوان دائیں بائیں آگے پیچھے تھے۔

کچھ دیر وہ چاروں ان بگھیوں کو دیکھتے رہے اس موقع پر ایبہ نے علی مردان کو مخاطب کیا۔ ''علی مردان! میرے بزرگ، کیا آپ [illegible]یں گے اس میدان کی طرف

آنے والا یہ نیا قافلہ کس کا ہے...... کیا یہ کسی اور راجہ کا کارروان ہے؟"

جواب میں علی مردان مسکرایا، کہنے لگا۔

"ایبہ! میرے بیٹے، تمہارا اندازہ درست ہے یہ جو قافلہ آ رہا ہے یہ اُچ کے راجہ کا ہے۔ میرے خیال میں اُچ کا راجہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ نہروالا کے راجہ کا استقبال کرنے کے لیے آیا ہے۔"

جب وہ قریب آئے تو علی مردان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"یہ جو سب سے آگے آگے سفید رنگ کے بہترین گھوڑے پر سوار ہے یہ اُچ کے راجہ کا سپہ سالار اعلیٰ بالک رام ہے۔ پیچھے جو بگھی سب سے خوبصورت ہے اس میں میرے خیال سے اس کے راجہ کے اہل خانہ ہوں گے یا راجہ خود بھی ہو گا۔" اس پر ناصرالدین تمران نے علی مردان کو مخاطب کیا۔

"اُچ کے راجہ کا نام کیا ہے......؟"

علی مردان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"نام تو اس کا کچھ اور ہی ہے لیکن زیادہ تر اسے دلپت رائے ہی کہتے ہیں اس کا ایک بیٹا دیوداس ہے اس کی ایک ہی بیٹی ہے جو اس کی راجکماری ہے نام اس کا سون کرن ہے اس کی جو رانی ہے اسے چمپانیر کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اس کا نام بھی کچھ اور ہے بڑا مشکل سا ہے۔"

اتنی دیر تک وہ بگھیاں قریب آ گئی تھیں ان بگھیوں کو دیکھتے ہوئے نہروالا کا راجہ بھیم دیو اس کی راجکماری کمار دیوی، رانی راج کنول اور بیٹا رام دیو بھی ایک جگہ کھڑے ہو کر ان بگھیوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے تھے۔ پھر ان کے قریب آ کر سب سے پہلی بگھی رکی۔ بگھی کے اندر سے پہلے اُچ کا راجہ دلپت رائے اترا اس کے بعد اس کی رانی چمپانیر بعد میں راج کماری سون کرن بگھی سے باہر نکلی تھیں اور سب راجہ بھیم دیو، اس کی رانی راج کنول، راجکماری کمار دیوی اور اس کے بھائی رام دیو سے ملنے لگے انہوں نے دیکھا ان کے راجا کی رانی چمپانیر تو ڈھلی ہوئی عمر کی خاتون تھی لیکن راجکماری انتہا درجہ کی خوبصورت اور نوجوان تھی۔ بہرحال وہ سب ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے خوشیوں بھرے قہقہے لگاتے خیموں کی طرف چلے گئے تھے جو نہروالا کے راجہ بھیم دیو نے اس میدان کے اندر نصب کروائے تھے۔

علی مردان غازی بیگ، ناصرالدین تمران اور ایبہ کچھ دیر وہاں کھڑے ہو کر

حالات کا جائزہ لیتے رہے اس کے بعد وہ وہاں سے پلٹے اور سرائے کی طرف چلے گئے تھے۔

چند روز تک اُچ میں منایا جانے والا اُوشا دیوی کا وہ تہوار اپنے زوروں پر رہا آس پاس کے علاقوں سے آئے ہوئے ہندو بھی اس تہوار میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے اُچ شہر کے اندر اوشا دیوی کے مندر کے اطراف میں ایک طرح کی گہما گہمی دیکھنے کو ملتی تھی۔

اس تہوار کا جو آخری دن تھا اس دن سے ایک روز پہلے نہروالا کے راجہ بھیم دیو کی راجکماری کی تیغ زنی اور تیر اندازی کے مقابلے کا اعلان کیا گیا تھا۔ مقابلے کے لیے ایک بہت بڑا پنڈال ترتیب دیا گیا تھا۔ بے شمار لوگ گول دائرے کی شکل میں جمع ہو گئے تھے وہاں بھی بھیم دیو کے سپہ سالار نے اعلان کیا کہ مقابلے کے دوران جو بھی نوجوان راجکماری کمار دیوی کو تیر اندازی میں شکست دے گا یا اپنے آپ کو اس کے برابر لے آئے گا راجکماری کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا ساتھ ہی لوگوں کو راجکماری کے ساتھ تیغ زنی کرنے کی بھی دعوت دی گئی تھی۔

اس اعلان کے بعد راجہ بھیم دیو کے کہنے پر اس کی راجکماری کمار دیوی پنڈال کے اندر اتری تھی وہ مردانہ جنگی لباس پہنے ہوئے تھی اس کے سر پر چمکتا ہوا چاندی کا خود تھا بازوؤں، شانوں پر جوشن تھے، نازک کمر پر چمڑے کی پیٹی تھی جس میں اس کی تلوار لٹک رہی تھی، پیٹھ پر ڈھال بندھی تھی میدان کے وسط میں آ کر اس نے اپنی تلوار بے نیام کی، پیٹھ پر بندھی ہوئی تلوار اس نے بائیں ہاتھ میں تھام لی۔

اس موقع پر علی مردان، غازی بیگ، ناصرالدین تمران اور ایبہ بھی وہیں کھڑے تھے۔ اس موقع پر ایبہ نے علی مردان کو مخاطب کیا۔

"یہ بھیم دیو کی راج کماری کچھ زیادہ ہی نہیں بڑھنے لگ گئی۔ پہلے تو ہم نے سنا تھا کہ یہ صرف تیر اندازی کے مقابلے کی دعوت دیتی ہے آج تو یہ تیغ زنی کے مقابلے کو بھی للکارا جا رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ابھی تک جو اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے کوئی نہیں اترا تو یہ سولہ سال کے کم عمر لڑکوں کے لیے بڑی بے غیرتی کا معاملہ ہے۔ بہرحال میں تو آیا ہی اس سے مقابلہ کرنے کے لیے ہوں...... میں تو اسے مقابلہ کیے بغیر نہیں جانے دوں گا۔ میں نے تو ذاتی طور پر اس کے ساتھ تیر اندازی کا مقابلہ کرنے کا تہیہ کیے ہوئے تھا لیکن اس بی بی کو تیغ زنی میں بھی ہر حالت میں نیچا دکھاؤں گا۔"

یہاں تک کہتے کہتے ایبہ کو رک جانا پڑا اس لیے کہ راج کماری کمار دیوی ۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار بے نیام کی پھر تلوار و اس نے فضا میں بلند کیا بایاں ہاتھ جس میں اس نے ڈھال پکڑ رکھی تھی اسے بھی اس نے بلند کیا پھر مقابلے کے لیے للکارنے لگی۔

عین اسی لمحہ جست لگانے کے انداز میں ایبہ میدان میں اترا تھا راجکماری کمار دیوی کے سامنے آیا اور اسے للکارتے ہوئے کہنے لگا۔

"راجکماری میں تمہارے ساتھ نہ صرف تیغ زنی کا مقابلہ کروں گا بلکہ یقین دلاتا ہوں کہ آج میں تمہیں تیر اندازی کے فن میں بھی نیچا دکھا کر رہوں گا۔"

راجکماری کمار دیبی تھوڑی دیر تک اسے بڑے غور سے دیکھتی رہی پھر اس کے خوبصورت اور حسین لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا طنزیہ سے انداز میں پوچھنے لگی۔

"تلوار پکڑنا جانتے ہو؟"

اسی کے انداز میں مخاطب کرتے ہوئے ایبہ کہنے لگا۔

"بی بی! پکڑنے وکڑنے کی بات بعد میں کریں گے پہلے مقابلہ تو شروع ہونے دو۔"

اس پر راجکماری کہنے لگی۔

"ابھی میدان میں ہمارا سپہ سالار اترے گا۔ تیرے میرے مقابلہ کا اہتمام وہی کرے گا۔ وہی مقابلہ شروع کرائے گا اور منصف بھی وہی ہوگا......"

یہاں تک کہتے کہتے راجکماری کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ بھیم دیو کے راجہ کا سپہ سالار میدان میں اترا، تیز تیز چلتا ہوا ایبہ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

"نوجوان! تم مقابلے پر اترے ہو، میں تمہاری اس شجاعت کی داد دیتا ہوں۔ پر دیکھ نہ تمہارے سر پر خود ہے نہ تمہارے پاس ڈھال ہے نہ تم نے کوئی ڈھنگ کا جنگی لباس پہنا ہوا ہے ایک تلوار ہی تلوار لیے ہو اور یہی لے کر تم راجکماری سے مقابلے پر اتر آئے ہو اس طرح تو تم چند لمحے بھی راجکماری کے سامنے نہ ٹک سکو گے۔ دیکھو! اس مقابلے کی پہلی شرط یہی ہوتی ہے کہ مقابلے کے دوران کسی کو زخمی نہیں کیا جائے گا اس کے باوجود کم از کم ڈھال تو تمہارے پاس ہونی چاہیے تھی تمہارے سر پر خود بھی ہونا چاہیے تھا۔"

سپہ سالار جب خاموش ہوا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایبہ کہنے لگا۔

"میرے محترم! ڈھال بھی میرے پاس ہے اور خود بھی ہے میں نہ اناڑی ہوں نہ خام کار تلوار کے فن سے آگاہ ہوں۔ کوئی مرد میرے مقابلے پر آتا تو خود بھی پہنتا، ڈھال بھی لے کر آتا پر اس جیسی نازک لڑکی کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے کیا میں اپنے سر پر خود رکھتا اور ہاتھ میں ڈھال پکڑتا ہوا اچھا لگتا ہوں۔"

ایبہ کی اس گفتگو کو راجکماری کمار دیوی نے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تھا اس موقع پر ایبہ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی وہ اس کا سپہ سالار بول اٹھا تھا۔

"نوجوان! جس دلیری اور شجاعت کا تم اظہار کر رہے ہو، اس کے لیے داد دینے کو دل چاہتا ہے لیکن میں ڈرتا ہوں اس وقت سے جب تمہارا مقابلہ راجکماری سے ہوگا اور راجکماری تمہیں تیغ زنی کے مقابلے میں آگے آگے پورے میدان کا چکر لگا کر شکست اور ہزیمت کو تمہارا حق دار بنا دے گی پھر تمہیں تمہاری ڈھال اور سر پر رکھا جانے والا خود بہت ہی یاد آئے گا۔"

ایبہ نے پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میرے عزیز! میں پچھتانے والا نہیں ہوں۔ پچھتاوے کا کوئی امکان ہوتا تو خود بھی سر پر رکھتا، ڈھال بھی لے کر آتا۔ یہ تو وقت فیصلہ کرے گا کہ میں ڈھال اور خود کی ضرورت محسوس کرتا ہوں یا تمہاری یہ راجکماری محسوس کرتی ہے کہ میرے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے اس کی مدد کے لیے بھی کسی کو ساتھ آنا چاہیے تھا دیکھو! باتوں میں وقت نہیں ضائع کرنا چاہیے لوگ بڑی بے چینی سے ہماری طرف دیکھ رہے ہیں، مقابلے کی ابتدا ہونی چاہیے تاکہ پتہ چلے کہ زیر کون رہتا ہے اور زبر کون؟"

اس موقع پر کمار دیوی نے اپنے سپہ سالار کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"یہ لڑکا ٹھیک کہتا ہے۔ مقابلہ شروع کرنے میں تاخیر نہیں ہونی چاہیے لوگ بڑی بے چینی سے مقابلہ شروع ہونے کا انتظار کر رہے ہیں اگر یہ میرے مقابلے میں ڈھال نہیں رکھنا چاہتا، سر پر خود رکھنے کا بھی روادار نہیں ہے اور میرے ہاتھوں اپنے مقدر پر شکست کی کالک ہی لگانا چاہتا ہے تو چلو یونہی سہی ویسے ایک بات ہے تیغ زنی کے مقابلے کے ساتھ ساتھ یہ مجھے تیر اندازی کے مقابلے کی بھی دعوت دے چکا ہے اور اس کے ساتھ تیر اندازی کا مقابلہ بھی خوب رہے گا۔"

ایسا کہتے کہتے کمار دیوی کو رک جانا پڑا۔ اس لیے کہ اسی لمحہ اُچ کے راجہ کا سپہ

سالار بالک رام تقریباً بھاگتا ہوا میدان میں اترا تھا۔ وہ اپنے ہاتھوں میں ایک خود ڈھال، جوشن اور کندھوں پر چڑھائے جانے والے آہنی خول اٹھائے ہوئے تھا قریب آ کر وہ رکا پھر بھیم دیو کے سپہ سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے خیال میں مقابلہ شروع ہونے میں تاخیر ہو رہی ہے اس کی وجہ راجہ بھیم دیو اور راجہ دلپت رائے یہ سمجھ رہے ہیں کہ مقابلے پر اترنے والے اس لڑکے کے پاس ڈھال ہے نہ خود نہ جوشن نہ شانوں پر چڑھانے کے خول اس لیے یہ چیزیں اس کے لیے بھیجی گئی ہیں تاکہ راجکماری کے ساتھ مقابلہ کر سکے۔ دونوں راجہ کہہ رہے تھے کہ شاید مقابلہ پر اترنے والا کوئی مفلس نوجوان ہے، مقابلے میں حصہ لے کر شاید اپنے مقدر کو آزمانا چاہتا ہے اس مقابلے کے دوران اسے رقم مل سکے اور یہ اپنا مستقبل سنوار سکے۔“

بالک کرام یہاں تک کہنے کے بعد جب خاموش ہوا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایبہ کہنے لگا۔

”دونوں راجاؤں کا اندازہ درست نہیں ہے اس جیسی نازک لڑکی کے مقابلے میں نہ خود کی ضرورت ہے نہ جوشن کی نہ ڈھال کی۔ یہ چیزیں جو تم لے کر آئے ہو، واپس لے جاؤ۔ دونوں راجاؤں سے جا کر کہنا، میں اپنی مفلسی، اپنی غربت دور کرنے کے لیے مقابلے پر نہیں اترا قسم مجھے جوانی کی طرف بھاگتے ہوئے اپنے بچپنے کی آج کے مقابلے میں تیغ زنی کے علاوہ تیر اندازی میں بھی اگر اس راجکماری کو زیر نہ کر دوں تو اپنا نام ایبہ نہ رہنے دوں گا۔ واپس جا کر دونوں راجاؤں سے یہ بھی کہنا کہ مقابلہ شروع کرنے میں جو تاخیر ہو رہی ہے وہ میری وجہ سے نہیں بلکہ وہ تم لوگوں کی وجہ سے ہے یہ جو مقابلہ کرنے کا سامان تم لے کر آئے ہو، واپس لے جاؤ ان سب چیزوں کے بغیر میں اس راجکماری سے مقابلہ کروں گا اور پھر دیکھو فتح کس سمت کا رخ کرتی ہے شکست کس کے گلے کا ہار بنتی ہے۔“

ایبہ کی یہ گفتگو سن کر اُچ کے راجہ کا سپہ سالار بالک رام دنگ رہ گیا تھا ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اجنبی لڑکے میں نہیں جانتا تو کون ہے ...... کہاں سے آیا ہے ...... تیغ زنی میں کیسا ہے ...... تیر انداز کیسی رکھتا ہے ...... لیکن تو جس جرات مندی کا اظہار کر رہا ہے؟ میرے عزیز! یہ تیرے لیے خطرناک بھی ثابت ہو سکتی ہے تجھے شکست کا داغ بھی لگ

سکتی ہے اس بھرے پنڈال میں تو اوروں کی نگاہوں میں گر بھی سکتا ہے۔“

اس موقع پر ایبہ کی چھاتی تن گئی کہنے لگا۔

”عزت و ذلت میرے اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے بندہ بندے کے لیے کیا کرے گا ...... تم واپس جاؤ دونوں راجاؤں سے جا کر کہنا، میں ان چیزوں کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔“

اس کے ساتھ ہی بالک رام وہاں سے چلا گیا تھا اس کے جانے کے بعد بھیم دیو کا سپہ سالار ایبہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”تم نے اپنا نام ایبہ بتایا ہے۔ سنو ایبہ! مقابلے کے لیے تیار رہو میں جونہی اپنا ہاتھ فضاء میں بلند کروں گا تم دونوں مقابلہ شروع کر دینا۔ یہ احتیاط رہے کہ مقابلے کے دوران کسی کو جان بوجھ کر زخمی نہیں کرنا۔“

سپہ سالار جب خاموش ہوا تب ایبہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”تم مقابلہ تو شروع کراؤ پھر دیکھتے ہیں شکست کا گیدڑ کس کے خانے میں داخل ہوتا ہے۔“

اس کے ساتھ ہی بھیم دیو کا سپہ سالار پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ کمار دیوی اور ایبہ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھنے لگے تھے پھر جونہی اس نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا راجکماری اور ایبہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کے لیے بڑی غور سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے تھے اس موقع پر راجکماری نے ایبہ کو مخاطب کیا۔

”اب جبکہ میرا اور تیرا مقابلہ شروع ہو چکا ہے تو بہت جلد تو اپنی ڈھال اور خود کی ضرورت محسوس کرے گا۔“

جواب میں بڑھکتی آواز میں ایبہ کہنے لگا۔

”تیرے خود، تیری ڈھال اور خود تیری بھی ایسی تیسی تُو تو شمشیر پکڑنا نہیں جانتی، اس کو چلائے گی کیسے؟“

راجکماری نے ایبہ کی اس گفتگو کو خاصہ محسوس کیا تھا اس کے حسین اور خوبصورت چہرے پر ناراضگی کے آثار بھی نمودار ہوئے تھے حملہ آور ہونے کے لئے وہ اچھل کود کرنے لگی تھی۔

ایبہ اپنی جگہ پر کھڑا پھر خفگی کا اظہار کرنے لگا۔

”تتلیوں کی طرح کھیل تماشہ ہی کرتی رہو گی یا مقابلے کی ابتدا بھی کرو گی۔ میں

تمہیں پہلے وار کرنے کا موقع دیتا ہوں اس کے بعد شاید تمہیں جی کھول کر مجھ پر کرنے کا موقع نہ ملے۔"

اچھل کود کرتے ہوئے راجکماری قریب آئی اور انتہائی غضبناک آواز میں ای مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"ایبہ! تیری ایسی تیسی ابھی تھوڑی دیر تک پتہ چل جائے گا کہ تو کتنی دیر میر سامنے ٹھہر سکتا ہے؟"

اس کے ساتھ ہی اچانک اچھل کود اس نے بند کی اپنے ایک پاؤں پر اس چکر لگایا پھر بڑے مشاقانہ انداز میں اس نے ایبہ پر اپنی تلوار کا وار کیا تھا۔ ایبہ نے ک جرات مندی، کمال مہارت کے ساتھ اس کا وار اپنی تلوار پر روکا تھا اس موقع پر ج کمار دیوی نے اسے اپنی ڈھال مارنا چاہی تو ہاتھ بڑھا کر ایبہ نے ڈھال پکڑ لی پھر ا آندھی اور طوفان کی شکل اختیار کر گیا تھا اچانک اس کا ایک پاؤں زمین سے اٹھا اس زور کا پاؤں اس نے کمار دیوی کی بغل میں مارا تھا کہ راجکماری ہوا میں اچھلتی ہ دور جا گری تھی تلوار اس کے ہاتھ میں رہی تھی ڈھال پر چونکہ ایبہ کی گرفت تھی ا ڈھال ایبہ کے پاس چلی گئی تھی وہ اس طرح پلٹی کھا کر گری تھی کہ اس کے سر سے اتر گیا تھا اور اس کے خوبصورت لمبے بال بکھر گئے تھے۔

ایبہ کی اس مہارت، ایبہ کی اس جرات مندی اور چھوٹا لڑکا ہونے کے باوجو کے اس طرح طاقت کے اظہار میں دونوں راجہ ہی نہیں ان کے سالار بھی دنگ رہ تھے۔ اردگرد بیٹھے لوگ حیرت زدہ سے ہو کر ایبہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔

گرنے کے بعد راجکماری اٹھی، اتنی دیر میں آگے بڑھ کر ایبہ نے اس کا چاند خود اٹھا لیا تھا پھر غصہ کا اظہار کرتے ہوئے وہ خود اس نے راج کماری کے پاؤں قریب دے مارا، کہنے لگا۔

"پہلے اپنے سر پر خود پہنو پھر مقابلے کی ابتدا کریں۔"

اس موقع پر راجکماری کمار دیوی بھی کچھ پریشان اور فکرمند سی لگ رہی تھی ڈر ڈری سہمی سہمی سی تھی عجیب سے انداز میں ایبہ کی طرف دیکھ رہی تھی کہ شاید کہیں اچانک آگے بڑھ کر حملہ آور نہ ہو جائے جھک کر اس نے اپنا خود اٹھایا سر پر رکھ لیا ایبہ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ڈھال اس کے سامنے پھینک دی، کہنے لگا۔

"اسے بھی سنبھالو تا کہ پھر مقابلے کی ابتدا کریں۔"

راجکماری کمار دیوی نے جھک کر اپنی ڈھال اٹھالی جونہی اس نے ڈھال اٹھائی جست لگانے کے انداز میں ایبہ آگے بڑھا تھا، راجکماری مستعد ہو گئی تھی۔ ایبہ نے اس پر حملہ کر دیا تھا اور اب ایبہ بڑے تواتر اور بڑی تیزی کے ساتھ اس پر وار کرنے لگا تھا راجکماری کمار دیوی پریشان ہو رہی تھی اس کی تلوار کبھی وہ ڈھال کبھی تلوار پر روکتی تھی پیچھے ہٹتی جا رہی تھی جوابی کارروائی کرنے کا ایبہ اسے موقع ہی نہیں دے رہا تھا اس طرح ایبہ کے سامنے راج کماری بالکل دفاع تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔

کمار دیوی نے کچھ دیر تک اپنی ڈھال تلوار کو استعمال کرتے ہوئے ایبہ کے سامنے دفاع سے نکل کر جارحیت پر اترنا چاہا لیکن اسے قطعی طور مایوسی ہوئی اس لیے کہ ایبہ کے حملے ایسے تیز اور ایسے پھرتیلے تھے کہ کمار دیوی کو بڑی مشکل سے اپنے دفاع تک محدود رہنا پڑ رہا تھا۔

اس طرح کچھ دیر تک ایبہ کمار دیوی کو اپنے آگے الٹے پاؤں بھگا رہا تھا پھر اچانک ایک تبدیلی رونما ہوئی اس نے اپنے حملوں میں اور زیادہ تیزی پیدا کرتے ہوئے کمار دیوی کو پہلے کی نسبت تیزی سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا پھر جونہی ایک موقع پر کمار دیوی نے ایبہ کی تلوار کے وار کو اپنی تلوار پر روکا ایبہ کا پاؤں حرکت میں آیا ایک زبردست ٹھوکر اس نے کمار دیوی کے نازک ہاتھ پر ماری تھی جس سے کمار دیوی کی تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فضاؤں میں اڑتی ہوئی دور جا گری تھی۔ کمار دیوی ابھی پریشان اور فکرمند ہی تھی کہ ایبہ کا پاؤں پھر اٹھا اب پاؤں کی ٹھوکر دوسرے ہاتھ پر لگی اور کمار دیوی کی ڈھال بھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دو جا گری تھی۔

کمار دیوی حیران و پریشان اور اپنی جگہ پر فکرمند کھڑی تھی کہ ایبہ آگے بڑھا اس کے سر سے خود اتار کر دور پھینک دیا، اس کا بازو پکڑا، اس کے پتا کے سپہ سالار کی طرف لے جاتے ہوئے کہنے لگا۔

"تو میدان میں مقابلہ کرنے کے لیے نہیں پیدا ہوئی تو ایک نازک لڑکی ہے بچپنے سے گزر رہی ہے جا، جا کے اپنے راج محل میں بیٹھ، اپنی جوانی کے آنے کا انتظار کر اور اس کے بعد کسی کا گھر آباد کر لینا۔"

ایبہ کے ان الفاظ سے کمار دیوی نے کھا جانے والے انداز سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"تو نے میرا بازو پکڑ کر ایک پاپ کیا ہے میرا بازو وہ پکڑے گا جو تیر اندازی میں

مجھے ہرائے گا۔ یہ جو تو نے میرے شریر کو ہاتھ لگایا ہے اس کی تجھے سزا ضرور ملے گی۔"

کمار دیوی جب خاموش ہوئی تب ایبہ نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تیر اندازی کا مقابلہ بھی دیکھ لے وہاں بھی میں ہی تیرے مقابل ہونگا اور میرے علاوہ اب کوئی تجھ سے جیتے گا او نہ ہی تیرے شریر کو ہاتھ لگائے گا۔ تیر اندازی کا مقابلہ شروع کرا کر تو دیکھ لے۔"

اس کے بعد ایبہ نے راجہ بھیم دیو کے سپہ سالار کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"تو مقابلے کا منصف ہے، بتا کیا میں جیت چکا ہوں۔"

اس نے آگے بڑھ کر ایبہ کی پیٹھ تھپتھپائی، کہنے لگا۔

"اس میں پوچھنے کی کونسی بات ہے تو مقابلہ یقیناً جیت چکا ہے لیکن تو نے چونکہ تیر اندازی میں بھی راجکماری کو دعوت دی ہے لہٰذا اب تیر اندازی کے مقابلے کا اہتمام کیا جائے گا۔"

اس کے بعد بھیم دیو کا سالار اس طرف گیا جہاں دونوں راجہ بیٹھے ہوئے تھے ایک بار مڑ کر اس نے ایبہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"میں تیر اندازی کے مقابلے کا اہتمام کراتا ہوں یہاں سے ہٹنا نہیں راجکماری بھی یہیں رہے گی۔"

سپہ سالار جب وہاں سے ہٹ گیا تب کھا جانے والے انداز میں کمار دیوی نے ایبہ کی طرف دیکھا اور انتہائی غصے وخونخواری اور کرودھ میں کہنے لگی۔

"آج تک کسی غیر مرد نے میرے شریر کو ہاتھ نہیں لگایا۔ میرے ماتا پتا کے علاوہ کسی نے مجھے اس انداز میں چھوا ہی نہیں ہے تو نے یہ جسارت کی ہے، یہ جرات کی ہے پھر دیکھنا تجھے اس جرات اور جسارت کی کیا سزا ملتی ہے۔"

کمار دیوی جب خاموش ہوئی تب ایبہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جیسا میں نے سن رکھا ہے اس کے مطابق جو شخص بھی تجھ سے تیر اندازی کے مقابلے میں تجھے مات دے گا، میں نے سنا ہے اس سے ہی تجھے منسوب کر دیا جائے گا اور جب تو جوان ہو گی تو اس سے ہی تجھے بیاہ دیا جائے گا تو پھر کیا وہ تیرے شریر کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔"

اس پر پھر اسی طرح کے خوفناک انداز میں راجکماری کہنے لگی۔

"میرے شریر کو ہاتھ وہی لگائے گا جو تیر اندازی کا مقابلہ جیتے گا لیکن ابھی تک اس سنسار میں کوئی ایسا پیدا نہیں ہوا جو تیر اندازی کے مقابلے میں مجھ سے جیتے۔"

اس کے بعد کمار دیوی رکی اور دوبارہ کہنے لگی۔

"ابھی تھوڑی دیر تک تیر اندازی کا مقابلہ ہو گا۔ تیر اندازی کا مقابلہ جب تو ہارے تو بھاگنا نہیں اس لیے کہ میں تیرا معاملہ اپنے پتا اور اُچ کے راجہ دلپت رائے کے سامنے پیش کروں گی اور پھر وہی تیرے لیے میرے شریر کو ہاتھ لگانے کی سزا تجویز کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ ان کی راجدھانی کا سپہ سالار دو مسلح جوانوں کے ساتھ میدان میں اترا تھا ان مسلح جوانوں نے اس میدان کے بیچ میں دیودار کی ایک کافی لمبی اور چوڑی بلی گاڑھ دی تھی اس بلی کے بیچ میں ایک چھوٹا سا باریک کیل لگا ہوا تھا جب وہ بلی گاڑ دی گئی تب راج کماری کمار دیوی نے اپنے لباس کے اندر سے سونے کی ایک بالی نکالی وہ اس کیل میں لٹکا دی مڑی، ایبہ کے پاس آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"میں نے سونے کی وہ بالی جو بلی کے ساتھ کیل میں لٹکا دی ہے، تیر اندازی میں اسی کا نشانہ لینا ہے۔ میں دیکھتی ہوں تو تیر اندازی میں کیسی ہنر مندی رکھتا ہے۔"

ایبہ نے گھورنے کے انداز میں کمار دیوی کی طرف دیکھا۔ اپنی چھاتی تانتے ہوئے کہنے لگا۔

"راجکماری! ویسی ہی ہنر مندی جیسی میں اس سے پہلے تیغ زنی میں ثابت کر چکا ہوں ذرا بلی کے ساتھ لٹکتی ہوئی اپنی اس بالی پر تیر تو چلاؤ۔"

جن مسلح جوانوں نے لکڑی کی وہ بلی گاڑی تھی انہوں نے اندازاً چھ سات گز کے فاصلے پر ایک لکیر کھینچ دی تھی اس کے بعد وہ وہاں سے نکل گئے۔ لکیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بھیم دیو کا سالار کہنے لگا۔

"اسی لکیر پر کھڑے ہو کر بلی سے لٹکتی ہوئی بالی کو نشانہ بنایا جائے گا۔"

ساتھ ہی اس نے ان کمانوں اور تیروں کی طرف اشارہ کیا جو مسلح جوان وہاں رکھ گئے تھے پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اب کمان اور تیر اٹھا لو۔"

ایبہ اور کمار دیوی دونوں نے آگے بڑھ کر کمانیں اور تیر اٹھا لیے پھر کمار دیوی نے

طنزیہ سے انداز میں ایبہ کو مخاطب کیا۔

''مقابلے کی ابتداء میں کروں گی یا تم؟ تیغ زنی کے مقابلے میں تم نے مجھے پہلے وار کرنے کا موقع دیا تھا، اب میں تجھے پہلے تیر چلانے کا موقع دیتی ہوں۔''

ایبہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

''راجکماری! یہاں بھی پہلے تیر تو ہی چلائے گی اس لیے کہ اگر میں نے پہلے تیر چلا دیا تو تیرے سارے سپنے، تیرے سارے ارادے، تیرے سارے ولولے جھاگ ہو کر بیٹھ جائیں گے۔ لہٰذا کمان سیدھی کر اور تیر چلا اس کے بعد میرا کمال بھی دیکھنا۔''

طنزیہ سے انداز میں کمار دیوی نے ایبہ کی طرف دیکھا منہ سے کچھ نہ بولی کمان میں تیر جمایا، لکیر پر آ کر کھڑی ہوئی کچھ دیر تک نشانہ لیتی رہی سانس روکی اس کے بعد اس نے تیر چلا دیا تھا۔ اس کا نشانہ کمال کا تھا تیر عین بالی کے بیچ میں جا کر لکڑی میں پیوست ہو گیا تھا۔

اس موقع پر کمار دیوی نے طنزیہ سے انداز میں ایبہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

''آ، ذرا میرے پاس، بلّی میں پیوست ہونے والے میرے تیر کو دیکھ۔''

ایبہ راجکماری کے ساتھ آگے گیا بھیم دیو کا سپہ سالار ان دونوں کے ساتھ تھا۔ راجکماری کا تیر بالی کے درمیان لکڑی میں پیوست ہوا تھا۔

راجکماری نے پھر ایبہ کی طرف طنزیہ انداز میں دیکھا کہنے لگی۔

''کیسا رہا میرا نشانہ؟''

ایبہ مسکرایا، کہنے لگا۔

''راجکماری! تیرا نشانہ اچھا ہے پر یہ سوال تو اس وقت کرتی اچھی لگتی تھی جب میں بھی تیر چلا چکا ہوتا۔ اگر میرا تیر ادھر اُدھر ہو جاتا، خطا ہوتا، نشانے پر نہ بیٹھتا تو پھر تو مجھ سے پوچھتی کہ تیرا نشانہ کیسا ہے؟ جب ابھی تک میں نے تیر نہیں چلایا تو تو اپنے نشانہ کی کیفیت مجھ سے کیوں پوچھتی ہے؟ ذرا مجھے بھی اپنا کمال دکھانے دے پھر دیکھتے ہیں کون کسے کہتا ہے کہ میرا نشانہ کیسا ہے؟''

ایبہ پیچھے ہٹا، راجکماری اس کے ساتھ تھی، سپہ سالار بھی قریب ہی کھڑا تھا، ایبہ جو لائن کھینچی تھی اس سے بھی دو گز پیچھے جا کھڑا ہوا اور راجکماری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''راجکماری! جہاں سے تو نے نشانہ لیا تھا میں اس سے بھی لگ بھگ دو گز پیچھے ہٹ گیا ہوں تا کہ تجھے کوئی شک وشبہ نہ رہے کہ میرا نشانہ تجھ سے کمتر ہے۔''

اس کے ساتھ ہی ایبہ نے کمان سیدھی کی تیر جمایا، کمان کھینچی، سانس روکی، تیر چلایا اور تیر عین راجکماری کمار دیوی کی بالی کے درمیان پیوست ہوا تھا۔

تیر چلانے کے بعد ایبہ نے راجکماری سے کہا۔ ''اب چل میرا بھی نشانہ دیکھ تجھ سے زیادہ فاصلے پر کھڑے ہو کر میں نے تیر چلایا ہے۔''

راجکماری شرمندہ اور خجل سی تھی اس کے ساتھ ہو لی۔ قریب جا کر بھیم دیو کے سپہ سالار اور کمار دیوی دونوں نے دیکھا، ایبہ کا تیر بھی عین بالی کے وسط میں جا کر پیوسط ہوا تھا۔ ایبہ کا نشانہ دیکھتے ہوئے راجکماری دنگ رہ گئی تھی۔ عین اسی لمحہ ایبہ کو نہ جانے کیا سوجھی کہ ایک دم وہ حرکت میں آیا، راجکماری کمار دیوی کے قریب ہوا اور اس کا بازو اس نے تھام لیا تھا۔

اس موقع پر نہروالا کا راجہ بھیم دیو، اس کی رانی کنول، بیٹا رام دیو، اُچ کا راجہ دلپت رائے، اس کا سپہ سالار بالک رام، دلپت رائے کی رانی چمپانیر، اس کی راجکماری سون کرن سب اپنی نشستوں سے اٹھ کر میدان کے وسط میں آئے۔ ابھی تک ایبہ راج کماری کمار دیوی کا حسین مرمریں چکنا سرخ بازو تھامے کھڑا تھا۔ جبکہ اس کے سامنے راجکماری بالکل خاموش گردن جھکائے خود سپردگی کے انداز میں کھڑی تھی ان کے قریب آ کر بھیم دیو، اس کی رانی راج کنول اور بیٹا رام دیو رک گئے ان کے پیچھے دلپت رائے سون کرن چمپا نیر بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ سب مسکراتے رہے تھے بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس موقع پر نہروالا کے راجہ بھیم دیو نے ایبہ کو مخاطب کیا۔

''نوجوان! میں نہیں جانتا تو کون ہے...... کہاں سے آیا ہے...... کس کے کہنے پر تو مقابلے کے لیے اترا ہے...... لیکن تو ہے کمال کا نوجوان بالکل نایاب اور بے نظیر۔ یہ جو تو نے میری راجکماری کا بازو پکڑ رکھا ہے تو، تو اس کا حق رکھتا ہے کہ اس کا بازو پکڑے اس لیے کہ تو اس سے تیغ زنی اور تیر اندازی دونوں کے مقابلے جیت چکا ہے۔''

ایبہ نے کمار دیوی کا بازو چھوڑ دیا اور وہ سامنے کھڑے ہو کر بڑے غور اور تعجب سے اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ ایبہ نے نہروالا کے راجہ بھیم دیو کو مخاطب کیا۔

''راجہ! آپ کی آمد تک میں نے آپ کی راجکماری کا بازو اس لیے تھامے رکھا تا کہ آپ یہاں آ کر اپنی زبان سے کہیں کہ میں دونوں مقابلے جیت چکا ہوں۔ اس

لیے کہ تیغ زنی کا مقابلہ جیتنے کے بعد میں نے آپ کی راجکماری کا بازو تھاما تھا تو
بڑی غضبناک ہوئی تھی اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ میں پہلا لڑکا ہوں جس نے ا
کے شریر کو چھوا ہے، بازو تھاما ہے۔ میری اس حرکت کی مجھے سخت سزا ملے گی۔ اب
جانے تیراندازی کا مقابلہ جیتنے کے بعد آپ لوگوں یا آپ کی راج کماری کی طرف
میرے لیے کیا سزا تجویز کیا جاتی ہے۔

بھیم دیو مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ ’’اب تیرے لیے نہ کوئی سزا تجویز کر سکتا
نہ ہی میری راجکماری تم سے خفا ہو گی نہ ہی اب وہ تجھ سے یہ جواب طلبی کرے گی ک
نے اس کے شریر کو کیوں چھوا ہے ...... کیوں اس کا بازو پکڑا ہے اس لیے کہ تو اس
شریر کو چھونے، اس کا بازو پکڑنے کا حق رکھتا ہے۔ پر یہ تو بتا تو ہے کون ...... کہاں
آیا ہے ...... کیا نام ہے تیرا؟‘‘

ایبہ مسکرایا بھیم دیو کے سپہ سالار کو کہنے لگا۔

’’یہ جو بلی جس کے ساتھ راجکماری نے اپنی سونے کی بالی لٹکائی تھی جس کیل میں بالی لٹکائی گئی تھی کیا وہ کیل اس لکڑی سے نکالی جا سکتی ہے؟ اس کے بعد میں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں؟‘‘

بھیم دیو کا سپہ سالار فوراً حرکت میں آیا، آگے بڑھا دو چار بار کیل کو اوپر نیچے دائیں بائیں کر کے کیل اس نے نکال دی پھر کہنے لگا۔

’’تیرے کہنے پر کیل میں نے نکال دی ہے اب بتا تو کیا کہتا ہے ...... کیا کر چاہتا ہے؟‘‘

ایبہ کہنے لگا۔ ’’سب لوگ پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو جائیں میں اسی لکیر پر جاتا ہوں جس لکیر پر کھڑے ہو کر راجکماری نے اپنی بالی کے اندر تیر پیوست کیا تھا اسی لکیر پر کھڑے ہو کر جہاں سے کیل اکھاڑا گیا ہے کیل کے نکل جانے کی وجہ سے جو سوراخ وا ہے اگر میں اس سوراخ میں تیر نشانے پر نہ لگا سکوں تو کہنا، میں تیر انداز ہی نہیں۔‘‘

ایبہ کے ان الفاظ پر جہاں راجکماری کمار دیوی انتہائی حیرت اور تعجب سے اس کی رف دیکھ رہی تھی، وہاں دوسرے لوگوں کے چہروں پر بھی جستجو تھی۔ سب پیچھے ہٹ گئے۔ ایبہ اسی لکیر پر آیا جس لکیر پر کھڑے ہو کر راجکماری نے تیر چلایا تھا۔
کمان میں تیر لگایا، کمان کی تانت کو کھینچا سانس روکی پھر اس نے تیر چلا دیا۔ تیر ب لکڑی میں جا کر پیوست ہوا سب لوگ بھاگتے ہوئے لکڑی کی طرف گئے دنگ رہ

گئے جس جگہ سے وہ کیل نکالی گئی تھی جس میں بالی لٹکائی گئی تھی اس کیل کی وجہ سے وہاں جو سوراخ بنا تھا، تیر بالکل اس سوراخ کے بیچ میں پیوست ہوا تھا۔ ایبہ بھی وہاں گیا سب لوگ بڑی حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے پھر ایبہ نے راجہ بھیم دیو کو مخاطب کیا۔

’’کیا آپ بتائیں گے کہ میں کیسا تیر انداز ہوں؟‘‘

بھیم دیو مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ ’’میں سمجھتا ہوں تم ایسے تیر انداز ہو جس کا جواب، جس کی مثال کہیں بھی نہیں ملتی ہے اور یہ تو کہو، ہو کون؟‘‘

ایبہ مسکرایا، کہنے لگا۔ ’’نام میرا ایبہ ہے، ذات کا ترک ہوں۔ غلام تھا آزاد کر دیا گیا جس آقا نے مجھے آزاد کیا اسی نے میری آزادی کی خوشی میں مجھے کچھ رقم دی اور وہ رقم لے کر میں اس طرف چلا آیا اس لیے کہ ادھر کے کچھ سوداگر غزنی کی طرف جاتے تھے اس لیے کہ میں غزنی کا رہنے والا ہوں۔ وہاں سے مجھے پتہ چلا کہ اُچ شہر میں اوشا دیوی کا تہوار لگتا ہے اور اس میں یہ مقابلہ منعقد ہوتا ہے بس میں اس مقابلے میں حصہ لینے کے لیے یہاں پہنچ گیا اب مقابلہ جیت چکا ہوں تو واپس جاؤں گا۔‘‘

یہاں تک کہنے کے بعد ایبہ خاموش ہوا گیا اس موقع پر کمار دیوی اپنے پتا بھیم دیو اپنی ماتا راج کنول اور بھائی رام دیو کو پکڑ کر ایک طرف لے گئی پھر انہیں مخاطب کر کے بڑی رازداری میں کہنے لگی۔

’’یہ جس لڑکے نے مجھ سے مقابلہ جیتا ہے اس نے اپنا نام ایبہ بتایا ہے مسلمان ہے، ترک ہے غلام تھا، آزاد ہوا ہے واپس جانے کا بھی ارادہ رکھتا ہے۔ پتا جی! اس نے مجھ سے مقابلہ جیتا ہے اس نے میرے شریر کو ہاتھ لگایا ہے میرا بازو تھاما ہے آپ نے بھی اور میں نے بھی یہی عہد کر رکھا تھا کہ وہی میری زندگی کا ساتھی بنے گا جو مقابلہ جیت کر میرا ہاتھ تھامے گا میرے شریر کو ہاتھ لگائے گا اب چونکہ ایسا ہو چکا ہے لہٰذا اس لڑکے کو واپس نہیں جانا چاہیے۔‘‘

یہاں تک کہنے کے بعد راجکماری رکی، پھر اپنی بات کو آگے بڑھا رہی تھی۔ ’’پتا جی! بے شک مسلمان ہے لیکن چونکہ مجھ سے مقابلہ جیت چکا ہے لہٰذا میرا حق دار ہے سے اپنے ساتھ نہروالا لے کر جائیں گے، وہاں اس کو میرے ساتھ منسوب کر دیا جائے گا پھر میں اسے اپنے دھرم میں لانے کی کوشش کروں گی۔ یہ ابھی میری طرح بالک اور عمر ہے جوان ہو جائے گا تو اسی کو میں اپنی زندگی کا ساتھی بنانا پسند کروں گی۔ اس

لئے میرے اور آپ کے درمیان عہد تھا۔"

کمار دیوی کے ان الفاظ پر اس کا بھائی رام دیو اور ماں راج کنول دونوں بھیم دیو کی طرف دیکھنے لگے اس پر بھیم دیو مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیٹی! جو بات تو نے کہی ہے نہ بھی کہتی تو لڑکے کو کبھی اور کسی بھی صورت میں واپس نہ جانے دیتا۔ یہ اگر اپنی مرضی سے ہمارے ساتھ نہیں جائے گا تو زبردستی اسے اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔ اپنے پاس رکھیں گے۔ اگر یہ بخوشی اپنا دھرم تبدیل کرنے پر رضامند نہ ہوا تو یاد رکھنا، اسے کہیں نظر بند کریں گے اس کے پاؤں میں زنجیر ڈال دیں گے جب تک دھرم بدلی نہیں کرے گا اور تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانے پر رضامند نہیں ہوگا، اس وقت تک اسے رہائی نہیں ملے گی۔" بھیم دیو جب خاموش ہوا تو اس کی رانی راج کنول اس کی طرف دیکھتے ہوئے کسی قدر احتجاجاً کہنے لگی۔

"میں آپ کے ان ارادوں سے قطعی اتفاق نہیں کرتی اس طرح زبردستی اس لڑکے کو لے کر جانا نہ صرف نا انصافی ہے بلکہ اس سے یہاں دنگا اور فساد بھی اٹھ سکتا ہے لڑکا بہادر ہے تیغ زنی و تیر اندازی میں اپنا جواب نہیں رکھتا آپ جانتے ہیں کہ ان علاقوں میں میری بیٹی کمار دیوی کی تیغ زنی اور تیر اندازی کی دھوم تھی کوئی اس کے مقابلے پر نہیں آتا تھا یہ لڑکا ایسا نایاب اور بے مثال ہے کہ تیغ زنی اور تیر اندازی دونوں فنون میں اس نے کمار دیوی کو نیچا دکھا دیا ہے ٹھیک ہے یہ کمار دیوی کا حق دار ہے لیکن اس پر زبردستی نہیں کرنی چاہیے۔ اگر یہاں سے ہم نے اسے زبردستی لے جانے کی کوشش کی اور اس نے شور شرابہ شروع کر دیا تو یہاں مسلمان اکٹھے ہو جائیں گے اس طرح یہاں دنگا فساد اٹھنے کا خطرہ ہے یہ بھی ممکن ہے کہ اپنے ہاں اس دنگا فساد کو دیکھتے ہوئے ولپت رائے بھی اس لڑکے کی طرف داری کرنے پر مجبور ہو جائے اور ہم سے کہے کہ اسے زبردستی ساتھ لے کر نہ جائیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد راج کنول رکی تو اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے بھیم دیو کہنے لگا۔

"پھر تم کیا مشورہ دیتی ہو؟"

راج کنول پھر بولی۔ "جیسا کہ میں بتا چکی ہوں یہ لڑکا شمشیر زنی اور تیر اندازی میں بے نظیر ہے اسے اپنے ان فنون پر گھمنڈ بھی ہوگا وہ اکڑ بھی سکتا ہے ایسے لوگ اگر اکڑ جائیں تو ٹوٹ جاتے ہیں جھکتے نہیں ہیں۔ میں چاہتی ہوں، کسی طریقے سے اسے

اپنے ساتھ لے کر جائیں رضامندی سے اس کی خوشی سے اگر وہ اپنی خوشی سے جائے گا تو یاد رکھنا وہاں ہمارے پاس جا کر رہنے پر بھی آمادہ ہو جائے گا اور اگر ہم نے اس کے ساتھ زبردستی کی تو ہر وقت وہ ہمارے ہاں سے بھاگنے کی کوشش کرے گا اور بھاگنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے گا۔ لہٰذا میں چاہتی ہوں کہ میں خود علیحدگی میں اس سے بات کروں اسے نہر والا جانے کی ترغیب دوں۔ مجھے امید ہے کہ میں اسے بخوشی اپنے ساتھ لے جانے پر آمادہ کر لوں گی اس لئے جہاں تک اس نے انکشاف کیا ہے وہ غلام رہا ہے ایسے بچے جو غلام ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ بکتے ہیں ان کا آگا پیچھا کوئی نہیں ہوتا۔ ہمدردی کے لائق ہوتے ہیں، تھوڑی سی بھی ہمدردی انہیں موم کی طرح پگھلا کر رکھ دیتی ہے اور پھر میں جب اسے عالی شان مستقبل کی چکا چوند دکھاؤں گی تو میرے خیال میں بزردستی کی نوبت ہی نہیں آئے گی، بخوشی ہمارے ساتھ جانے پر رضامند ہو جائے گا۔"

بھیم دیو اور اس کے بیٹے رام دیو دونوں نے راج کنول کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر بھیم دیو کہنے لگا۔ "اس سے گفتگو کرنی ہے تو پھر کمار دیوی کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ تاکہ تمہارے ساتھ یہ بھی گفتگو میں شامل ہو۔ اس لئے کہ وہ مقابلہ جیت کر اس کا حق دار بن چکا ہے اور اس کی ذات بھی اس کے لیے کشش کا باعث بن سکتی ہے۔"

بھیم دیو جب خاموش ہوا تب رام دیو بولا، کہنے لگا۔ "پتا جی ٹھیک کہتے ہیں آپ دونوں جائیں اور اس سے بات کریں۔"

راج کنول اور کمار دیوی دونوں نے اس سے اتفاق کیا تھا پھر وہ اس طرف آئیں جہاں ایبہ کھڑا ہوا تھا۔ راج کنول اور کمار دیوی دونوں اس کے پاس آ کر رکیں پھر راج کنول نے انتہائی شفقت میں ایبہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"یہ بات تو طے شدہ ہے کہ تم راجکماری کمار دیوی کو جیت چکے ہو تم اس کے حق دار بھی ہو۔ تم نے اس کا بازو تھاما اس لئے کہ تم اس کا حق رکھتے تھے لیکن اب میں تم سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں اس موضوع میں تمہاری اور ہماری سب کی بہتری ہے۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟"

ایبہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ "میرا ایک ساتھی بھی ہے ہم اوشا دیوی کے اس تہوار میں حصہ لینے کے لیے آئے تھے میرا ساتھی بھی یہیں ہے وہ سامنے لوگوں کے اندر کھڑا ہوا ہے۔"

ایبہ جب خاموش ہوا تب گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے راج کنول پھر کہنے لگی۔

"دیکھ بیٹے! جیسا کہ میں بتا چکی ہوں اور مان چکی ہوں تو کمار دیوی کا حق ہے اب تو بھی ابھی بچہ اور نابالغ ہے یہ بھی ابھی بچی اور نادان ہے فی الحال تم دونوں منسوب کیا جائے گا اس سلسلے میں تم یہاں سے ہمارے ساتھ جاؤ گے نہروالا میں جا قیام کرو گے وہیں ہمارے ساتھ رہو گے......"

یہاں تک کہتے کہتے راج کنول کو رک جانا پڑا اس لئے کہ ایبہ کہنے لگا۔ "لیکن کیسے ممکن ہے......؟"

اس سے آگے ایبہ کچھ نہ کہہ سکا اس لئے کہ راج کنول نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا کہنے لگی۔

"بیٹے! اس سے آگے کچھ مت کہنا اس لئے کہ اس سے دنگا اور فساد اٹھ کھڑا ہو گا۔ میں تم سے گفتگو ایک ماں کی حیثیت سے کر رہی ہوں اور میری گفتگو میں تمہاری بہتری ہو گی۔ یہ میری بیٹی ہے تم اس کے حق دار ہو بیٹی سے بڑھ کر مجھے کوئی عزیز نہیں ہے چونکہ تم اسے جیت چکے ہو لہٰذا تم سے بھی بڑھ کر میرے لیے کوئی نہیں ہے۔ ابھی میرا شوہر راجہ بھیم دیو اور اس کا سپہ سالار تمہیں اپنے ساتھ نہروالا لے جانے کی پیش کش کریں گے، دیکھ بالک! اگر تو اپنی رضامندی اور خوشی سے ہمارے ساتھ جانے پر رضامند ہو گیا تو معاملہ یہیں ختم ہو جائے گا اور اگر تم نے انکار کر دیا، نہروالا ہمارے ساتھ نہ گئے تو یاد رکھنا راجہ بھیم دیو، اس کے لشکری، اس کا سپہ سالار تمہیں زبردستی اپنے ساتھ نہروالا لے کر جائیں گے۔ ایسی صورت میں بیٹے تمہارے لیے مصیبتیں اٹھ کھڑی ہوں گی چونکہ تمہیں وہاں زبردستی لے جایا جائے گا لہٰذا وہاں جا کر تم پر اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ تمہیں زندان میں بھی ڈالا جا سکتا ہے تمہیں زنجیروں میں بھی جکڑا جا سکتا ہے تا کہ تم نہروالا سے بھاگ نہ سکو۔ اس بنا پر میں تم سے التماس کرنے کے لیے آئی ہوں کہ جب کمار دیوی کا پتا بھیم دیو تمہیں اپنے ساتھ نہروالا جانے کے لیے کہے تو بچے، انکار نہ کرنا۔ ہمارے ساتھ جانے پر رضامند ہو جانا۔ اس میں تمہاری بہتری ہے۔ اسی میں میری، راجکماری کمار دیوی کی بھی رضامندی اور خوشی ہے۔ کمار دیوی کو میں اپنے ساتھ لائی ہوں تا کہ یہ تمہارے ساتھ گفتگو میں شامل ہو۔"

راج کنول جب خاموش ہوئی تب راج کماری کمار دیوی ایبہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"دیکھو! تم میرے ساتھ دونوں مقابلے جیت چکے ہو۔ وعدے کے مطابق اب تم میرے حق دار ہو۔ اس سے بڑھ کر تم میرے شریر کو بھی ہاتھ لگا چکے ہو تو ہمارے ں وہ مرد جو کسی راج کماری کے شریر کو ہاتھ اس کی رضامندی سے لگاتا ہے پھر وہ جکماری کا ہی ہو کر رہتا ہے۔ اس لحاظ سے اب میرے اور تمہارے درمیان ایک رشتہ ہے۔ میری تم سے نبتی اور التماس ہے کہ اس رشتے کو توڑنا نہیں ہمارے ساتھ نہروالا نے سے بھی انکار نہ کرنا اس طرح تم پر زبردستی ہو گی اور یہ زبردستی جہاں تمہارے لیے اچھی نہ ہو گی وہاں مجھ پر بھی گراں گزرے گی۔ دیکھو! تم میرا بازو تھام چکے ہو کسی ا بازو وہ تھامتا ہے جسے وہ اپنی ملکیت جانے پھر میرا تمہارے ساتھ ایک رشتہ ہے لہٰذا ں تمہیں تمہارے نام سے بھی مخاطب کر سکتی ہوں اور تم بھی میرا نام لے کر مجھے اطب کر سکتے ہو۔

ایبہ! بات یہ ہے کہ ابھی تھوڑی دیر تک جب پتا جی تمہیں اپنے ساتھ نہروالا انے کے لیے کہیں تو بغیر کسی اعتراض کے جانے پر رضامند ہو جانا۔ اگر زبردستی کی گئی کیا فائدہ تمہیں دکھ، تکلیف ہو گی اور اگر تم دکھ تکلیف میں رہو گے تو یوں جانو، میں ی تمہارے وجہ سے دکھ تکلیف میں پڑ جاؤں گی۔"

راجکماری کمار دیوی نے اچھے الفاظ استعمال کر کے ایک طرح سے ایبہ کو اپنے ساتھ جانے کی ترغیب دی تھی۔ ایبہ اپنی جگہ پر کھڑا ہو کر کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر دونوں اں بیٹی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ دونو ماں بیٹی یہاں رک کر میرا انتظار کریں وہ سامنے میرا ساتھی کھڑا ہے کو پورے حالات سے اسے آگاہ کر دیتا ہوں تا کہ وہ میرا انتظار نہ کرے، چلا جائے ں کے بعد میں آپ دنوں کے پاس آتا ہوں۔"

اس موقع پر راج کنول اور کمار دیوی مشتبہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی یں واپس مڑتے مڑتے ایبہ رکا پھر وہ دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرا نام ایبہ جوگی ہے جو بات کہتا ہوں اس پر عمل کرتا ہوں دھوکہ دینے کا عادی نہیں ہوں یہ نہ سمجھنا کہ میں آپ لوگوں سے بہانا کر کے بھاگنے کی کوشش کروں گا۔ ہر گز نہیں، اگر آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں دھوکہ دہی سے کام لوں گا تو آپ دونوں میرے ساتھ آسکتی ہیں۔"

اس پر راجکماری کمار دیوی مسکرائی، کہنے لگی۔ "نہیں، ہمیں تم پر اعتماد ہے جاؤ اپنے

ساتھی سے بات کر آؤ۔"

ایبہ مسکراتا ہوا وہاں سے ہٹ گیا اس جگہ آیا جہاں علی مردان اور غازی بیگ ناصرالدین تمران کھڑے ہوئے تھے۔ ان تینوں نے تو پہلے اسے مقابلہ جیتنے پر مبار دی پھر بڑی رازداری کے ساتھ ان تینوں سے اس نے وہ ساری گفتگو کہہ دی تھ راج کنول اور کمار دیوی سے اس کی ہوئی تھی۔

ایبہ جب خاموش ہوا تو کچھ دیر خاموشی رہی پھر اس کے بعد دھیمے سے لہجے علی مردان اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ایبہ، میرے ننھے بھائی! ان کے ساتھ جانے سے انکار نہ کرنا۔ دیکھو، انکار گے تو یہاں ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوگا اور تمہیں زبردستی بھی اپنے ساتھ لے جائیں گے ایک راجہ بھیم دیو کے ساتھ لشکری ہیں کوئی بھی اس کا مقابلہ نہیں کرے گا پھر یہ علاقہ اُچ راجہ کا ہے اُچ کا راجہ بھی ہر صورت میں بھیم دیو ہی کا ساتھ دے گا اس بنا پر یہا تمہاری شنوائی نہ ہوگی۔ اگر تم نہ بھی جانا چاہو گے، وہ تمہیں زبردستی اپنے ساتھ جائیں گے۔" علی مردان رکا پھر وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"دیکھو، اگر تم اپنی مرضی سے ان کے ساتھ چلے جاؤ گے تو وہ تم پر اعتماد اور بھر کریں گے۔ نہروالا جا کر تم وہاں کے حالات کا جائزہ لینا، اس لئے کہ جو گفتگو شہاب الدین سے ہماری ہوئی تھی اس کے مطابق سلطان شہاب الدین نہ صرف ملتان پر حم آور ہوگا بلکہ نہروالا کو بھی اپنا ہدف بنائے گا۔ اس بنا پر سلطان کے وہاں حملہ آور ہو سے پہلے پہلے تم وہاں کے حالات کا جائزہ لو گے اس کے بعد تمہارے سامن صورتیں پیدا ہو جائیں گی۔

جب تم دیکھو کہ نہروالا کے حالات اور اس کے لشکر کا پوری طرح جائزہ لے ہے اس کے بعد اگر تمہیں وہاں سے بھاگنے کا موقع ملے تو بھاگ کر ہمارے پاس ملتا آ جانا اس وقت تک ہم ناصرالدین تمران کو واپس سطان شہاب الدین کی طرف بھ چکے ہوں گے تا کہ واپس جا کر یہ سلطان کو یہاں کے حالات سے آگاہ کر دے۔ مجھ امید ہے کہ یہاں کے حالات کا سنتے ہی سلطان اپنے لشکر کے ساتھ ملتان، اُچ او نہروالا پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کرے گا۔ سلطان کی آمد تک تم ہمارے پاس ملتان میں قیام کرنا۔ جب سلطان آئے گا تو اس کے لشکر میں شامل ہو جانا۔

دوسری تجویز تمہارے لیے یہ رہ جائے گی، اگر نہروالا میں سختی کے ساتھ تمہار

رانی کی جائے تم پر ایسی پابندیاں لگائی جائیں کہ تمہیں وہاں سے بھاگنے کا موقع ہی ملے تو پھر اپنے آپ کو خطرات میں ڈال کر بھاگنے کی کوشش بھی نہ کرنا ایسی صورت ں تمہاری زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی، وہیں رہنا یوں سمجھنا کہ حالات نے ہیں زندان میں ڈال دیا ہے اور جب سلطان شہاب الدین اپنے لشکر کو لے کر ادھر کا خ کرے گا، ملتان اور اُچ کو فتح کر کے نہروالا کا رخ کرے گا تو یقیناً جب نہروالا اور لطان کے لشکر آپس میں ٹکرائیں گے تو ان حالات میں تمہیں بھی نہروالا سے نکل کر پس سلطان کے لشکر میں شامل ہونے کا موقع مل جائے گا۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو؟"

جواب میں ایبہ کچھ سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔ "میں نے کیا کہنا ہے میں تو آپ لوگوں ے مشورہ کرنے کے لیے آیا تھا اس لئے کہ اگر میں جانے سے انکار کر دوں تو وہ مجھے بردستی اٹھا کر لے جائیں گے۔ بہرحال تم اگر جانے کا مشورہ دیتے ہو تو میں بھی اس ے اتفاق کرتا ہوں۔" ایبہ رکا اور آخر میں اس نے ناصرالدین تمران کی طرف دیکھا۔

"ناصرالدین! تمہاری حیثیت بڑے بھائی کی ہے ...... بڑا بھائی باپ کی جگہ ہوتا ے میری اور تمہاری عمر میں بڑا فرق ہے تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو ...... تمہارا فیصلہ خری سمجھا جائے گا۔ اس بنا پر کہ سلطان شہاب الدین نے مجھے تمہارے ساتھ ہی انہ کیا تھا اور تمہیں ہی میرا نگران مقرر کیا تھا۔"

ناصرالدین تمران اداس اور افسردہ ہو گیا تھا، کہنے لگا۔ "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا ہ ہم ایسے سنگین حالات میں پھنس جائیں گے۔ میرے بھائی! میرا دل تو نہیں کرتا تھا ہ تم ان لوگوں کے ساتھ جاؤ لیکن مجھے تمہاری زندگی بھی بڑی عزیز ہے تمہارے انکار رنے سے یہ تمہیں نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں اور میں ایسی صورتحال کو برداشت نہیں کر وں گا۔ اس بنا پر میں یہی کہوں گا کہ جو کچھ علی مردان نے کہا ہے بہتر یہی ہے کہ اس ل کیا جائے جب یہ تمہیں اپنے ساتھ نہروالا لے جائیں گے تو میں یہاں سے ملتان وہاں سے بڑی تیزی کے ساتھ سلطان کے پاس چلا جاؤں گا اور ملتان اور اُچ کے حالات اب تک ہم دیکھ چکے ہیں اس سے سلطان کو آگاہ کر دوں گا۔ اگر تمہیں وہاں لیف بھی ہو وہ تمہیں اذیت میں رکھیں وہاں جا کر تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہ کریں، کماری کو تمہارے حوالے نہ کرتے ہوئے اپنے وعدے سے پھر جائیں تب بھی تم ں دن گزارنا اور جب سلطان، ملتان اور اُچ کے بعد نہروالا پر حملہ آور ہوگا تو پھر ان لات میں تمہیں وہاں سے نکل کر لشکر میں آنے کا موقع مل جائے گا لہٰذا میرا آخری

جواب وہی ہے جو کچھ علی مردان نے کہا ہے اس پر ہی ہمیں عمل کرنا چاہیے۔''

ناصرالدین تمران جب خاموش ہوا تب کچھ دیر کی سوچ و بچار کے بعد ایبہ گا۔

''جو فیصلہ تم سب مل کر کر رہے ہو، میں اسے قبول کرتا ہوں۔'' اس کے بعد نے ناصرالدین تمران کی طرف دیکھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اب یوں جانو، ہمارا کام ختم ہو چکا ہے تم آج ہی یہاں سے ملتان، ملتان واپسی کا رخ کرنا۔ ملتان اور اُچ کا ہم جائزہ لے ہی چکے ہیں اس کے سارے حالا سے جا کر سلطان شہاب الدین کو آگاہ کر دینا۔ جہاں تک نہر والا کا تعلق ہے تو اس متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ وہاں پہنچوں گا، وہاں کے خالات کا جائزہ لوں گا۔ ابھی نہیں پتا، وہاں مجھ پر کیا بیتتے گی۔ مجھے وہاں عام گھومنے پھرنے کی اجازت بھی ہو نہیں بہر حال میں کوشش کروں گا کہ چند دن وہاں رہنے کے بعد وہاں سے اپنی چھڑانے کی کوشش کروں اس لئے کہ مجھے پختہ یقین ہے، یہ لوگ مجھے اپنے دھرم داخل کریں گے اور میری زندگی کی آخری سانس تک ایسا نہیں ہوسکتا۔ بہر حال اب تم تینوں کو خدا حافظ کہتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی ایبہ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

رانی راج کنول اور راج کماری کمار دیوی بھی ابھی تک وہیں کھڑی ایبہ کی وا کا انتظار کر رہی تھیں ایبہ لوٹ کر جب ان کے پاس گیا تب راج کنول اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''تم نے اپنے ساتھیوں سے بات کی وہ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں؟''

اس موقع پر ایبہ کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

''انہوں نے مجھے کیا کہنا ہے...... بس میں نے انہیں بتانا تھا اطلاع دینا تھی میں نہر والا جا رہا ہوں۔''

رانی راج کنول نے پھر اسے مخاطب کیا۔ ''اپنے رشتے داروں، اپنے لواحقین ان کے ذریعہ اطلاع کر دینی تھی۔''

راج کنول جب خاموش ہوئی تب دکھ بھرے انداز میں ایبہ کہنے لگا۔

''میں نے کس کو اطلاع کرنی ہے...... نہ آگا نہ پیچھا جیسا میں پہلے بتا چکا ہوا

لام تھا۔ میری زندگی کی ابتداء کہاں سے ہوئی، میں نہیں جانتا۔ بس اپنے جس کے ساتھ میں اُچ شہر کی دیوی اوشا کا تہوار دیکھنے کے لیے آیا تھا، اسے میں نے یا ہے کہ وہ واپس چلا جائے۔ میری زندگی کا رخ مڑ گیا ہے میں واپس جانے کی ے نہر والا کا رخ کروں گا۔''

ایبہ جب خاموش ہوا تو بے پناہ خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے راجکماری دیوی کہنے لگی۔

''ایبہ! اب تم اکیلے نہیں ہو، اب تمہارے عزیز و اقارب بھی ہوں گے، تمہارے دار بھی ہوں گے، تمہاری نگہبانی، تمہاری دیکھ بھال کرنے والے بھی ان گنت لوگ گے۔''

کمار دیوی کی اس گفتگو کا جواب ایبہ دینا ہی چاہتا تھا کہ راج کنول بول اٹھی۔

''بیٹے! اب ہمیں کمار دیوی کے پتا جی کے پاس جانا چاہیے وہ بڑی بے چینی سے ے منتظر ہوں گے۔''

اس پر تینوں اس جگہ گئے جہاں بھیم دیو اور رام دیو دونوں باپ بیٹا کھڑے تھے۔ کے درمیان جو بات چیت ہوئی تھی اس سے رام دیو اور بھیم دیو کو بھی آگاہ کر دیا ہ دونوں باپ بیٹا خوش ہوئے پھر وہ چاروں ایبہ کو اپنی خیمہ گاہ کی طرف لے گئے گلے روز نہر والا کے راجہ بھیم دیو نے اپنے اہل خانہ اور اپنے محافظ دستوں کے اُچ سے نہر والا کی طرف کوچ کر لیا تھا۔

○❖○

ایک روز بھیم دیو اپنے بیٹے رام دیو، رانی راج کنول، راجکماری کمار دیوی ا
کے ساتھ اپنے راج محل میں داخل ہوا تھا۔ راج محل کے محافظوں نے بہترین اندا
سب کا خیر مقدم اور سواگت کیا تھا۔ محل میں داخل ہونے کے بعد بھیم دیو رکا ا
رانی راج کنول اور بیٹی کمار دیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
”تم دونوں ماں بیٹی دو کام کرو ایک تو اس راج محل میں ایبہ کی رہائش کا
کرو اس کا تعین تم ماں بیٹی ہی کرو گی کہ کس جگہ اسے قیام کرنا ہے اور کون سا ک
کے لیے مختص کرنا ہے۔ دوسرے اسے تفصیل کے ساتھ ایک بار سارا راج محل
اسے نکلنے کے راستے اس کے دائیں بائیں جو باغات ہیں وہ بھی اسے دکھاؤ۔“
راج کنول نے اس سے اتفاق کیا پھر وہ دونوں ماں بیٹی ایبہ کو لے کر ایک
ہو گئی تھیں جب کہ بھیم دیو، رام دیو دونوں باپ بیٹا دوسری طرف چلے گئے تھے
کنول اور کمار دیوی دونوں ایبہ کو پہلے ایک ایسے کمرے میں لے گئی تھیں جو ا
کے سجاوٹی سامان سے آراستہ تھا ایک ایک چیز قیمتی تھی۔ ہر شے قرینے سے رکھی
ایسا لگتا تھا جیسے اس کمرے میں کوئی داخل ہی نہ ہوا ہو اس لئے کہ ہر چیز نئی
صاف ستھری قیمتی اور سنوری دکھائی دیتی تھیں۔ اس کمرے میں داخل ہونے
ایبہ بڑی حیرت سے اس کے سامان اور اس کی رہائش کا جائزہ لے رہا تھا۔ ر
کنول اور کمار دیوی دونوں ماں بیٹی بڑے غور سے مسکراتے ہوئے اس کی طر
رہی تھیں پھر راج کنول نے ایبہ کو مخاطب کیا۔
”ایبہ بیٹے! یہ کمار دیوی کی خواب گاہ ہے اس خواب گاہ میں میرے، اس
اور بھائی کے علاوہ کوئی آ ہی نہیں سکتا ہم تین کے بعد تم واحد اور چوتھے شخص
جسے کمار دیوی کی اس خوابگاہ میں آنے جانے کی اجازت ہوگی۔“
راجکماری کمار دیوی کی وہ خواب گاہ دکھانے کے بعد راج کنول اور

ؤں ماں بیٹی پھر باہر نکلیں، ایبہ کو اس خوابگاہ کے ساتھ والے کمرے کی طرف لے
ئیں وہ کمرہ بھی اسی جیسا سجا ہوا تھا۔ تینوں اس کمرے میں داخل ہوئے پھر ایبہ کو
طب کر کے راج کنول کہنے لگی۔
”بیٹے! یہ کمرہ بھی یوں جانو کمار دیوی ہی کے لیے مختص ہے اس کی جو ملنے
لیاں اس کی ہجولیاں آتی ہیں، ان کے ساتھ اسی کمرے میں بیٹھ کر یہ گفتگو کرتی ہے
ن کے ساتھ دل بہلاتی ہے آج سے یہ کمرہ تمہاری خوابگاہ ہے۔ کمار دیوی کی جو
ولیاں آیا کریں گی تو ان کے لیے ایک دوسرا کمرہ مختص کر دیا جائے گا۔“
یہاں تک کہنے کے بعد راج کنول رکی پھر دوبارہ ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
”بیٹے! کمار دیوی کی خواب گاہ کے دوسری طرف والا کمرہ میرا ہے اس طرح کمار
یوی اب میرے اور تمہارے درمیان ہے اس طرح تمہارے ساتھ اس کا رشتہ میرے
ر تمہارے درمیان ایک گہرے رابطہ کی ابتداء کرے گا۔ بچے! اس کمرے میں تمہیں
س شے کی بھی ضرورت ہوئی تمہیں میسر ہو گی۔ اگر تمہیں کسی سے کوئی شکوہ، کوئی
کایت ہو تو تم کمار دیوی سے کہہ سکتے ہو مجھ سے کہہ سکتے ہو، تمہاری ہر شکایت کا ازالہ
یا جائے گا میں چاہتی ہوں کہ یہاں رہتے ہوئے جہاں تمہاری ہر ضرورت کا خیال
ھا جائے وہاں تمہیں ہر طرح کی آسائش بھی فراہم کی جائے۔“
اتنا کہنے کے بعد راج کنول رکی پھر ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
”ایبہ! اس وقت تم تھکے ہارے ہو، بالکل آرام کرو تھوڑی دیر تک کچھ لوگ آئیں
ے وہ تمہارے کپڑوں کا ناپ لیں گے اس کے بعد یہاں تمہارے کمرے میں تمہارے
لیے اس قدر لباسوں کا اہتمام کیا جائے گا کہ تم دنگ رہ جاؤ گے۔ بیٹے! فی الحال تم آرام
کرو، اس کے بعد میں اور کمار دیوی تمہارے پاس بیٹھ کر تفصیل سے گفتگو کریں گے۔“
راج کنول اور کمار دیوی نکلیں، جاتے جاتے کمار دیوی نے کمرے کا دروازہ بند کر
یا تھا جبکہ ایبہ آگے بڑھ کر آرام کرنے لگا تھا۔
اس طرح ایبہ کو وہاں رہتے ہوئے دن تیزی سے گزرنے لگے ایبہ جہاں نہر والا
ں رہتے ہوئے راجکماری کمار دیوی کے ساتھ تیغ زنی اور تیر اندازی کی مشق کرتا تھا
ہاں وہ ہر روز اس کے ساتھ گھوڑ دوڑ کے لیے بھی نکلتا تھا اس طرح کمار دیوی اس سے
انوس ہوتی چلی گی ...... قریب آتی چلی گی۔

ایک روز نہروالا کا راجہ بھیم دیو اس کا بیٹا رام دیو، رانی راج کنول اور راج کمار دیوی اپنے راج محل کے کمرے میں بیٹے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ محل کا ایک محافظ اندر آیا اور بھیم دیو کو تعظیم دیتے ہوئے کہنے لگا۔

"مالک! راج مندر کے پنڈت اُودے مَل آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

جواب میں فکر گیر انداز میں ایک نگاہ بھیم دیو نے باری باری اپنی رانی راجکماری کے علاوہ اپنے بیٹے پر ڈالی پھر اس محافظ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"پنڈت اُودے مل کو یہیں بھیج دو۔"

تھوڑی دیر بعد راج مندر کا پنڈت اودے مل اس کمرے میں داخل ہوا۔ چا نے اٹھ کر اسے بہترین تعظیم دی۔ اودے مل کو بھیم دیو نے اپنے قریب بلایا پھر مخاطب کر کے پوچھا۔

"پنڈت جی! خیریت تو ہے۔"

اُودے مل طنزیہ سے انداز میں مسکرایا، کہنے لگا۔

"خیریت ہے بھی اور نہیں بھی ......"

"کیا مطلب......؟" بھیم دیو نے پریشانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے تھا۔

اس پر اُودے مل کہنے لگا۔

"میں نے سنا ہے آپ اُچ سے ایک مسلمان لڑکے کو اپنے ساتھ لے کر آئے نام اس کا ایبہ ہے اس نے وہاں راج کماری سے تیغ زنی اور تیر اندازی کا مقابلہ تھا۔ لہٰذا آپ نے راجکماری کو اس لڑکے کے ساتھ منسوب کر دیا ہے جبکہ یہ بڑا پاپ کام ہے۔ ایک راجکماری کو ایک ادھرمی اور اچھوت کے ساتھ کیسے منسوب کیا جا ہے؟"

اُودے مل جب خاموش ہوا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے بھیم دیو کہنے لگا۔

"پنڈت جی! آپ نے ٹھیک ہی سنا ہے لیکن جو کچھ میں کہنے لگا ہوں، اسے غور سے سنیں۔ یہ درست ہے، اس لڑکے نے راجکماری سے تیغ زنی اور تیر اندازی مقابلہ جیتا ہے۔ وہ مسلمان ہے اور راجکماری کے لیے ہم اس کا انتخاب کر چکے ہیں لیکن راجکماری کو اس وقت اس سے بیاہا جائے گا جب وہ ہمارے دھرم میں آ جائے گا۔ اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہے ہیں کہ وہ اپنا دین چھوڑ کر ہمارے دھرم میں

جائے جب وہ ایسا کرے گا تو کسی کو کیا اعتراض ہو گا؟"

اُودے مل کے چہرے پر مکروہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

"پھر بھی اعتراض ہو گا ...... لوگ یہ جانیں گے کہ وہ مسلمان لڑکا راجکماری جیسی خوبصورت لڑکی کو حاصل کرنے کے لیے اوپر اوپر سے اپنا دھرم چھوڑ کر ہمارے دھرم میں آ جائے گا اور جب راجکماری اپنے شباب کو پہنچے گی تو وہ بھی جوان ہو جائے گا اور راجکماری کو اس سے بیاہ دیا جائے گا تب وہ موقع پا کر اکیلا بھاگ جائے گا یا راجکماری کو بھی اپنے ساتھ لے بھاگے گا۔"

اُودے مل جب خاموش ہوا تو فکر گیر انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے بھیم دیو کہنے لگا۔

"پنڈت جی! دلوں کا بھید کوئی نہیں جانتا اور پھر مستقبل میں کیا ہو گا ...... یہ کسی کو خبر نہیں۔ آپ کے پاس اس کا کوئی سد باب ہو تو آپ کہیں۔"

پنڈت اُودھے مل نے غور سے بھیم دیو کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔

"اس کا سد باب ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو لوگوں کی زبانیں بھی بند ہو جائیں گی دھرم کے جتنے لوگ ہیں ان کو بھی اس لڑکے کے ساتھ راجکماری کی نسبت اور سگائی پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

اس موقع پر راج کنول رام دیو اور کمار دیوی بڑے شوق سے پنڈت اُودھے مل کی طرف دیکھ رہے تھے۔ بھیم دیو نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"آپ ہی بتائیں وہ طریقہ کیا ہے؟"

اس پر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اُودھے مل کہنے لگا۔

"اس کا سد باب یہ ہے کہ راجکماری کمار دیوی آپ لوگوں کے ساتھ آج ہی راج مندر جائے اس کے لیے ایک وقت مقرر کر لیا جائے۔ نہروالا کے جتنے بڑے بڑے پنڈت یا دھرم کے سرکردہ لوگ ہیں ان کو وہاں بلایا جائے گا ان کی موجودگی میں دیوتاؤں کے سامنے کھڑی ہو کر کمار دیوی یہ سوگند کھائے گی کہ وہ اس وقت تک اس مسلمان بالک سے شادی نہیں رچائے گی جب تک وہ ہمارے دھرم میں داخل نہیں ہو جاتا۔"

اُودھے مل جب خاموش ہوا تب خوش کن انداز میں بھیم دیو اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ٹھیک ہے جیسا آپ کہہ رہے ہیں، آج شام ہم ایسا کرنے کے
ہیں۔"

اس پر اُودھے مل مطمئن انداز میں اٹھ کھڑا ہوا اور بھیم دیو کی طرف دیکھتے
کہنے لگا۔

"میں اب جاتا ہوں، شام کو سارے لوگوں کو راج مندر میں جمع کر لیا جا
اور یہ رسم ادا کر لی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی پنڈت اُودھے مل وہاں سے نکل
تھا۔ اسی روز شام کے وقت دھرم راج کے سارے سرکردہ لوگ راج مندر م
ہوئے اور سب کی موجودگی میں اپنے دیوتاؤں کے سامنے راج کماری کمار دیوی
سوگند کھا لی تھی کہ جب تک ایبہ اپنے دین کو چھوڑ کر اس کے دھرم میں داخل نہیں ہ
اس وقت تک وہ اس سے بیاہ کر کے اس کی پتنی بننا قبول نہیں کرے گی۔"

راج مندر میں یہ رسم ادا کرنے کے بعد بھیم دیو، رام دیو، راج کنول اور
دیوی پھر اس کمرے میں بیٹھے جہاں انہوں نے دن کے وقت پنڈت اُودھے مل
گفتگو کی تھی کچھ دیر خاموشی رہی پھر اپنے بیٹے رام دیو اور بیوی راج کنول کی طر
بڑے غور سے باری باری دیکھتے ہوئے بھیم دیو کہنے لگا۔

"اس ایبہ کے سلسلے میں میرے ذہن میں کچھ خدشات بھی اٹھنے لگے ہیں۔"

بھیم دیو کے ان الفاظ پر راج کنول اور رام دیو فکرمند سے ہو گئے
راجکماری کمار دیوی نے فوراً پوچھ لیا۔

"پتا جی! کھل کر کہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

بھیم دیو نے کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"بیٹا! بات یہ ہے کہ مجھے یہ گمان ہو رہا ہے کہ کچھ لوگوں کو یہ گراں گزر رہا
کہ نہروالا کی راجکماری کو ایک مسلمان کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے۔ بیٹی! ٹھیک
نے راج مندر کے اندر سوگند کھا کر راج اور دھرم کے لوگوں کو مطمئن کر دیا ہے لیکن
بھی کچھ انتہاء پسند لوگ ایبہ کے خلاف حرکت میں آ سکتے ہیں اور اس پر حملہ آور
اس کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔"

بھیم دیو کے ان الفاظ پر راجکماری کمار دیوی کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا۔ راج ک
اور رام دیوی بھی فکرمند ہو گئے تھے ان کی یہ حالت دیکھتے ہوئے بھیم دیو ان کی
کے لیے کہنے لگا۔

"پر تم لوگوں کو زیادہ فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ ایبہ زیادہ تر راج محل میں ہی رہتا ہے۔ اپنا زیادہ وقت راج کماری کے ساتھ گزارتا ہے بس مجھے ایک بات کا دھڑکا ہے کہ کمار دیوی، میری بیٹی! وہ ہر روز گھوڑ دوڑ کے لیے تمہارے ساتھ نکلتا ہے اس موقع پر کوئی اسے اپنا نشانہ بنا سکتا ہے اور آج سے میں اس کا بھی بندوبست کر رہا ہوں۔ بیٹی! آج کے بعد جب بھی تم اسے اپنے ساتھ گھوڑ دوڑ کے لیے لے کر جایا کرو گی تو تم اکیلے نہیں جایا کرو گے تمہاری حفاظت اور تحفظ کے لیے مسلح جوانوں کا ایک پورا دستہ تمہارے ساتھ ہوا کرے گا، ایسا میں ایبہ کی جان کی سلامتی کی خاطر کر رہا ہوں۔"

بھیم دیو کی اس گفتگو سے راج کنول، کمار دیوی اور رام دیو تینوں خوش اور مطمئن ہو گئے تھے اس کے بعد وہ تینوں وہاں سے اٹھ کر اپنے اپنے کمروں کی طرف چلے گئے تھے۔

○❖○

ایک روز راجکماری کمار دیوی اور ایبہ دونوں شام کے قریب گھوڑ دوڑ سے واپ
رہے تھے کہ راج محل کے قریب آ کر ایک دم چونکنے کے انداز میں راجکماری نے
کے گھوڑے کی باگ پکڑی اور اسے روک دیا اس سے پہلے وہ اپنے گھوڑے کو بھی ر
چکی تھی۔

اس کی اس حرکت پر ایبہ چونکنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔ دو
گھوڑوں کو روکنے کے بعد راجکماری کمار دیوی بڑی تیزی سے حرکت میں آئی اور ا
گھوڑے کو ایڑھ لگائی ساتھ ہی ایبہ کے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے دونوں گھوڑ
وہ راج محل کے سامنے درختوں کے ایک جھنڈ کی اوٹ میں لے گئی تھی۔

ایبہ اس کی اس حرکت کو پریشانی اور فکرمندی سے دیکھ رہا ہے جب وہ درختوں
اوٹ میں جا کر کھڑی ہوگئی تب ایبہ نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"یہ کیا حرکت ہے...... کیا اس جھنڈ میں مجھے مارنے کا ارادہ تو نہیں رکھتی ہو؟"

ایبہ کے ان الفاظ پر راجکماری ہنس دی پھر ہلکی سی چپت ایبہ کے گال پر اس
لگائی اور کہنے لگی۔

"کیا میں تمہارے ساتھ ایسا سلوک کرسکتی ہوں...... دیکھو، تمہیں میرے جیون
ساتھی چن لیا گیا ہے اور اپنے جیون ساتھی کے لیے میں تو اپنا جیون، اپنی جان اور جسم
تک قربان کرسکتی ہوں۔ میں نے تمہیں جس مقصد کے لیے روکا ہے وہ سامنے راج محل
کے صدر دروازے کی طرف دیکھو۔"

کمار دیوی کے کہنے پر ایبہ راج محل کے صدر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ صدر
دروازے کے اندر ایک بگھی داخل ہوئی تھی ان کے دیکھتے ہی دیکھتے بگھی سے کچھ لوگ
اترے وہ اُچ کا راجہ دلپت رائے، اس کی رانی چمپا نیر، راج کماری سون کرن اور ان کا
راج کمار دیوداس تھے۔

چاروں بگھی سے اتر کر راج محل میں داخل ہوگئے تھے اس موقع پر کمار دیوی نے
ایبہ کے شانے پر ہاتھ رکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"ایبہ تم نے پہچانا یہ کون تھے؟"

"تین کو تو میں پہچان چکا ہوں چوتھے کو نہیں جان سکا۔ تین میں سے ایک اُچ کا
راجہ دلپت رائے، دوسری اس کی رانی چمپا نیر اور تیسری راجکماری سون کرن ہے ان کی
ملاقات اُچ کے تہوار میں مجھ سے ہو چکی ہے ان کے ساتھ جو لڑکا ہے عمر میں مجھ سے
بڑا لگتا ہے لیکن میں نے اسے پہلے کہیں دیکھا نہیں۔"

ایبہ کے خاموش ہونے پر کمار دیوی بول اٹھی۔

"یہ اُچ کا راج کمار دیوداس ہے جس دن تہوار کے موقع پر میرا تمہارا تیغ زنی اور
تیر اندازی کا مقابلہ ہوا تھا، اس روز یہ وہاں موجود نہیں تھا۔ کیوں نہیں آیا یہ تو میں نہیں
جانتی بہرحال سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ کس مقصد کے لیے یہاں آئے ہیں...... اس
طرح یہ کبھی آئے نہیں اگر کوئی ضروری کام ہوتا تھا تو وہ قاصدوں کے ذریعے طے کر لیا
جاتا تھا یا اُچ کے راجہ کا کوئی عام شخص یا سپہ سالار بالک رام آجایا کرتا تھا۔"

کمار دیوی کے خاموش ہونے پر اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے ایبہ کہنے لگا۔

"اس میں فکرمند اور پریشان ہونے کی کون سی بات ہے...... یہ جس کام کے
لیے آتے رہے ہیں اس سے مجھے اور تمہیں کیا غرض...... میرے خیال میں یہاں چھپ
کر کھڑے ہونے سے بہتر ہے کہ راج محل میں داخل ہوں اس طرح درختوں کے جھنڈ
میں زیادہ دیر کھڑے رہیں گے تو دیکھنے والے ہم پر شک کریں گے کہ یہ دونوں چھپ
کر یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

کمار دیوی نے پھر ایک قہقہہ لگایا، کہنے لگی۔

"دیکھو ایبہ! میں اب کہیں بھی تمہارے ساتھ کھڑی رہوں، مجھ پر کوئی شک نہیں
کرسکتا اس لئے کہ ہم دونوں کو ایک دوسرے سے منسوب کیا جا چکا ہے۔"

ایبہ نے اپنے گھوڑے کی باگ کھینچی اور اسے ایڑھ لگائی اور کہنے لگا۔

"اچھا چلو اب تم آؤ، وہ تو راج محل میں داخل ہوگئے ہیں ہم یہاں کھڑے ہو کر
اپنا وقت کیوں ضائع کریں...... چلو چلتے ہیں۔"

کمار دیوی چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لی۔ راج محل میں داخل ہونے کے بعد
وہ اصطبل میں گئے اپنے گھوڑوں کو وہاں باندھا پھر اصطبل سے نکلتے ہوئے کمار دیوی

ایبہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"ایبہ! تم اپنے کمرے میں چلو میں دیکھتی ہوں یہ کس غرض و غایت کے یہاں آئے ہیں...... اس کے بعد میں تمہارے کمرے میں ہی آتی ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی کمار دیوی دائیں جانب ہو لی جبکہ ایبہ بائیں جانب سے اپنے کمرے کا رخ کر رہا تھا۔

کمار دیوی اس کمرے کی طرف گئی جو راج محل کے اندر دیوان خانے کے طو استعمال ہوتا تھا وہ دروازے کے قریب ہی پردے کی اوٹ میں کھڑی ہو گئی اس دیکھا کمرے کے اندر اس کے پتا بھیم دیو، ماتا راج کنول اور بھائی رام دیو نے دلپ رائے، سون کرن، چمپا نیر اور دیوداس کا بہترین انداز میں سواگت کیا تھا اس کے سب نشستوں پر بیٹھ گئے کچھ دیر خاموشی رہی پھر راجہ بھیم دیو نے اُچ کے راجہ دلپ رائے کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

"آج میں حیران ہوں کہ تم چاروں اکٹھے کیسے ہماری طرف چلے آئے...... اِ سے پہلے ایسا کبھی ہوا ہی نہیں...... زیادہ سے زیادہ اگر آپ لوگوں میں سے کوئی آیا دلپت رائے یا چمپانیر آ جایا کرتے تھے...... راجکماری اور راجکمار تو یہاں کبھی آتے نہیں...... ہاں ضروری کام ہوا کرتا تھا تو قاصدوں سے کام لیا جاتا رہا ہے...... اب ج آپ چاروں لوگ اکٹھے آئے ہیں تو لگتا ہے معاملہ کوئی انتہائی گھمبیر اور اہم ہے۔"

باہر دروازے کے قریب کھڑی کمار دیوی بڑے غور سے ان کی گفتگو سننے لگی تھی۔

بھیم دیو جب خاموش ہوا تو اس کی اس گفتگو کے جواب میں اُچ کا راجہ دلپت رائے کہنے لگا۔

"محترم بھیم دیو! آپ کا اندازہ درست ہے میں واقعی ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں آیا ہوں پر میں یہ بھی امید رکھتا ہوں کہ جس کام کے سلسلے میں میں آیا ہوں، اس میں آپ انکار نہیں کریں گے...... یوں جانیں کہ میں آپ سے بھیک مانگنے کے لئے آیا ہوں اور بھیک دینے سے انکار نہ کیجئے گا۔"

بھیم دیو اور اس کی رانی راج کنول کچھ فکرمند سے ہو گئے تھے۔ غور سے ان کی طرف دیکھنے لگے تھے...... بھیم دیو نے آخر دلپت رائے کو مخاطب کیا۔

"دلپت رائے! یہ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو...... کھل کر کہو، کیا کہنا چاہتے ہو...... میں تمہید باندھنے اور تمہید سننے کا عادی نہیں ہوں۔"

اس پر دلپت رائے نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگا۔

"میں یہ کہنے کے لیے آیا ہوں کہ آپ نے اپنی راجکماری کمار دیوی کو ایک سلمان چھوکرے اور لونڈے کے ساتھ منسوب کر کے ہم پر بڑا ظلم کیا ہے۔"

بھیم دیو چونک سا پڑا دلپت رائے کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"وہ کیسے......؟"

"وہ اس طرح کہ میرا بیٹا دیوداس گزشتہ ایک سال سے راجکماری کمار دیوی کو ند کر رہا ہے اس سے محبت کر رہا ہے اور آپ نے اس کے جذبات کا احساس کیے بغیر ے ایک مسلمان لڑکے سے وابستہ کر دیا...... کیا یہ دھرم کے علاوہ راجکماری کی بھی ہین نہیں ہے......؟"

یہاں تک کہنے کے بعد دلپت رائے رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ ہا تھا۔

"پچھلے برس جب راجکماری کمار دیوی اُچ کے تہوار میں حصہ لینے کے لئے گئی تھی ب میرے بیٹے دیوداس نے پہلی بار اسے دیکھا تھا اور دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گیا ا۔ اب جو آپ نے کمار دیوی کو ایبہ نام کے اس لڑکے سے منسوب کر دیا ہے تو وداس بڑا پریشان ہے۔ آپ لوگوں کے ادھر آنے کے بعد دیوداس انتہاء درجہ کا یشان اور فکرمند رہا ہے...... برابر ہم سے یہی تقاضہ کرتا رہا ہے کہ کمار دیوی کی سگائی سلمان لڑکے سے منسوخ کی جانی چاہیے کیونکہ میں کمار دیوی کو پسند کرتا ہوں...... اب آپ کے پاس یہ بھیک لینے کے لئے آئے ہیں کہ آپ اپنی راجکماری......"

دلپت رائے اپنی بات مکمل نہ کر سکا، اس لیے کہ بیچ میں راجہ بھیم دیو بول اٹھا ا۔

"دلپت رائے! جو گفتگو تم نے کی ہے یہ نامناسب ہے...... جس خواہش کا اظہار داس نے کیا ہے یہ بھی نامناسب ہے اور اصولوں کے قطعی خلاف ہے...... تم چاروں نتے ہو کہ پچھلے برس جب راجکماری اوشا دیوی کے مندر کے تہوار کے سلسلے میں اُچ ی تھی تو وہاں باقاعدہ اعلان کیا گیا تھا کہ جو بھی لڑکا راجکماری کو تیر اندازی کے ابلے میں مات کرے گا یا اس کے برابر رہے گا۔ راجکماری کو اسی سے منسوب کر دیا ئے گا...... کیا اس موقع پر تمہارا دیوداس مقابلے کے لئے نکلا...... اگر نہیں نکلا تو پھر ں سمجھتا ہوں، اس نے اپنے آپ کو اس قابل ہی نہیں خیال کیا ہوگا کہ راجکماری کا تیر

اندازی میں مقابلہ کرے ...... چلو وہ پہلا موقع تھا چوک گیا ہوگا اب دوسرے ر
جب راجکماری ہمارے ساتھ گئی اور یہی اعلان ہوا کہ تیراندازی میں جو راجکماری
برابر رہے گا یا اسے ہرائے گا، راجکماری اسی سے منسوب ہوگی۔

اگر راجکمار دیوداس ایک سال پہلے سے راجکماری کمار دیوی کو پسند کرنے لگا ...... اس سے محبت کرتا تھا اور یہ اس پر فریفتہ ہو چکا تھا تو پھر راجکماری کو حاصل کر کے لئے اسے چاہیے تھا کہ میدان میں اترتا ...... راجکماری سے تیغ زنی اور تیراندازی مقابلہ کرتا ...... اگر یہ راجکماری کے برابر بھی رہ جاتا تو میں راجکماری کو اس سے منسوب کر دیتا ...... اب چونکہ مقابلے پر صرف ایک ہی لڑکا اترا نام اس کا ایبہ ہے تم بھی جانتے ہو، تم نے اس لڑکے کو دیکھ رکھا ہے آج کل اس نے میرے ہی راج محل کے اندر قیام کر رکھا ہے اس کی حیثیت اب میرے ہاں بیٹے کی سی ہے۔

وہ لڑکا گن میں کمال کا نکلا، اس نے راجکماری کو نہ صرف تیراندازی بلکہ تیغ زنی میں بھی نیچا دکھایا ...... لہٰذا اعلان کے مطابق راجکماری کو اس سے منسوب کر دیا گیا اور اب صورت حال یہ ہے کہ میری راجکماری کمار دیوی بھی اس کی طرف مائل ہو چکی ہے ...... میں سمجھتا ہوں، اسے پسند کرنے لگی ہے ...... اسے چاہتی ہے اب اس موقع پر تم ہی سوچ کیا یہ ممکن ہے کہ میں اپنی بیٹی کی سگائی منسوخ کر کے اسے راجکمار دیوداس سے منسوب کر دوں۔"

دیوان خانے میں کچھ دیر خاموشی رہی پھر کمرے میں دلپت رائے کی آواز گونج گئی تھی ...... بھیم دیو کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا تھا۔

"بھائی! کچھ بھی کرو اس میں میرے بیٹے دیوداس کی زندگی کا سوال ہے یوں جانیں وہ راجکماری کمار دیوی کو جنون کی حد تک پسند کرنے لگا ہے ...... اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر راجکماری کمار دیوی اسے نہ ملی تو وہ زندہ نہیں رہ سکے گا ...... آپ ہی بتائیں کہ اس سلسلے میں کیا کروں۔"

دلپت رائے خاموش ہوا تب کچھ عجیب سے انداز میں بھیم دیو اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

"یہ سوال کر کے آپ نے ہمیں بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے ...... دیوداس اگر ایک سال سے راج کماری کو چاہ رہا تھا تو اسے مقابلے میں ہر صورت حصہ لینا چاہیے تھا۔ اسی صورت وہ راج کماری کو حاصل کر سکتا تھا ...... اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو میں

ں کے لئے صرف ایک کام کر سکتا ہوں ...... آپ لوگ آرام کریں کل دیوداس اور اجکماری کمار دیوی کے مقابلے کا اہتمام کیا جائے گا ...... اگر دیوداس کمار دیوی کو تیر ندازی میں مات کر گیا تو میں راج کماری کو دیوداس سے منسوب کر دوں گا اور اس سلمان لڑکے ایبہ سے اس سلسلے میں معذرت کر لوں گا اور اسے انعام سے نوازتے وئے جن سرزمینوں سے وہ تعلق رکھتا ہے انہی کی طرف اسے رخصت کر دوں گا اس کے علاوہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

اس موقع پر دلپت رائے نے کچھ سوچا پھر بھیم دیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے ا۔

"راج کماری کمار دیوی اس وقت کہاں ہے ...... ہم اس سے بھی ملنا چاہتے ہیں ر اس سے بھی اس موضوع پر گفتگو کر لینے میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔"

اس بار جواب دیتے ہوئے راج کنول بول اٹھی۔

"راج کماری اس وقت گھوڑ دوڑ کے لئے نکلتی ہے میرے خیال میں واپس آنے والی ہوگی۔"

عین اسی لمحہ کمار دیوی دیوان خانے میں داخل ہوئی اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لی۔

"میں گھوڑ دوڑ سے آ گئی ہو پہلے وہ سون کرن اور چمپانیر سے ملی پھر اپنی ماں ج کنول کے قریب بیٹھ گئی۔"

اس کی طرف دیکھتے ہوئے دلپت رائے بول اٹھا۔

"بیٹی! تمہاری غیر موجودگی میں ہم نے ایک موضوع پر گفتگو کی ہے اور یہ موضوع ہاری ذات سے تعلق رکھتا ہے۔"

اُچ کے راجہ دلپت رائے کے خاموش ہونے پر راجکماری کمار دیوی بول اٹھی۔

"اس دیوان خانے میں داخل ہونے کے بعد جو گفتگو آپ نے میرے باپ کے اتھ کی، میں اس گفتگو کو سن چکی ہوں ...... میں دروازے کے قریب ہی کھڑی تھی اری گفتگو میں نے وہاں کھڑے ہو کر سنی ہے اور اب میں اندر آئی ہوں ...... اس سلسلے ں پہلی بات میں یہ کہوں کہ اگر دیوداس میرے لئے کوئی محبت کا جذبہ رکھتا تھا تو اس کے تحت اسے مقابلے میں حصہ لینا چاہیے تھا مقابلے کے لئے اسے دو موقعے ملے ایک پہلا سال اور ایک یہ سال دونوں مقابلوں میں اس نے حصہ نہیں لیا ...... اس کا مطلب

یہ ہے کہ اپنے آپ کو حصہ لینے کے قابل ہی خیال نہیں کرتا ...... نہ یہ اچھا تیغ زن نہ اچھا تیر انداز ہے ...... دوسری بات جو میں کہنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ میرے پتا جی جو آپ سے کہا ہے کہ کل میرا اور دیوداس کا تیر اندازی کا مقابلہ کرایا جائے گا اور دیوداس نے مجھے نیچا دکھا دیا تو ایبہ سے میری سگائی ختم کر کے مجھے دیوداس سے منسو کر دیا جائے گا ...... میں اس پیش کش کو بھی قبول نہیں کرتی اور نہ اپنے پتا جی کی ا تجویز سے اتفاق کرتی ہوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی رکی کچھ دیر وہ بڑے غور سے دلپت راو، سو کرن، چمپا نیر اور دیوداس کی طرف دیکھتی رہی اور پھر فیصلہ کن انداز میں بول اٹھی۔

"میرے پاس ایک تجویز ہے، اگر اس پر ہم لوگ عمل کر سکتے ہیں تو کرے د لیں۔"

تجویز یہ ہے کہ اگر دیوداس واقعی دل کی گہرائیوں سے مجھ پر مرتا ہے ...... مجھے حاصل کرنے کا خواہاں ہے تو پھر کل اس کا اور ایبہ کا تیغ زنی کا اور تیر اندازی کا مقابا کرایا جائے گا ...... اس مقابلے کے دوران اگر دیوداس، ایبہ کے ساتھ مقابلے میں برا رہا تب بھی میری سگائی ایبہ کے ساتھ برقرار رہے گی اس لئے کہ مقابلہ برابر رہنے ک صورت میں میرا حق دار ایبہ ہی ہو گا کیونکہ پہلے مقابلہ اس نے جیتا تھا اور میری سگا بھی اس کے ساتھ ہوئی تھی لہٰذا میرا حق دار بھی وہی ہے۔

تاہم اگر دیوداس ایبہ کو تیغ زنی اور تیر اندازی میں نیچا دکھا دے ...... اس س جیت جائے تو پھر میں آپ لوگوں سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں خود ایبہ سے معذرت ک لوں گی اور خود کہوں گی کہ مجھے دیوداس سے منسوب کر دیا جائے ...... میں جانتی ہو ایبہ بڑا فراخ دل لڑکا ہے، وہ محسوس نہیں کرے گا جیسا میں کہوں گی، ویسا ہی کرے گ اور جن سرزمینوں سے آیا ہے، ادھر ہی چلا جائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی رکی کچھ دیر تک وہ بڑے طنزیہ اور نفرت بھرے سے انداز میں دیوداس کی طرف دیکھتی رہی پھر اُچ کے راجہ دلپت رائے کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"جو کچھ میں نے کہا ہے، آپ اس سلسلے میں اپنے راج کمار سے مشورہ کر لیں ...... ہم سب کی موجودگی میں اس سے پوچھیں کہ کیا یہ ایبہ کے ساتھ تیغ زنی اور تیر اندازی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے؟"

اُچ کے راجہ دلپت رائے نے جب اپنے راج کمار دیوداس کی طرف سوالیہ سے انداز میں دیکھا تب دیوداس نے بھی ایک گہری نگاہ اپنے باپ پر ڈالی اور پھر اس کی نظریں جھک گئیں ساتھ ہی اس کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔

"میں ایبہ سے تیغ زنی اور تیر اندازی کا مقابلہ نہیں کروں گا ...... میں جانتا ہوں وہ مجھ سے بہتر تیغ زن اور اچھا تیر انداز ہے۔"

دیوداس کے ان الفاظ پر کمار دیوی کے لبوں پر گہری خوشگوار اور زہد شکن مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر کندھے اچکاتے ہوئے اور ہچکچاتے ہوئے کہنے لگی۔

"چلو دیوداس نے بات کا خود ہی فیصلہ کر دیا ...... اگر ایبہ اس سے اچھا تیغ زن ہے اور اس سے اچھا تیر انداز ہے تو پھر وہی میرا حق دار ہے ...... میں ایک دم کم درجہ کے لڑکے کو اپنی زندگی ...... اپنے جیون کا ساتھی بنانا کیسے قبول کر لوں گی ......؟"

اس کے ساتھ ہی کمار دیوی اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک طرح کی لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے کمرے سے نکل گئی تھی۔

کمار دیوی کے جانے کے بعد بھیم دیو نے دلپت رائے کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا۔

"دلپت رائے! اب معاملہ میرے اور تمہارے ہاتھ سے تو نکل گیا ...... بچوں نے خود ہی فیصلہ کر لیا ہے جب دیوداس نے خود ہی کہہ دیا ہے کہ تیغ زنی اور تیر اندازی میں یہ ایبہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور یہ کہ ایبہ تیغ زنی میں اور تیر اندازی میں اس سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہے تو پھر بات ہی ختم ہو گئی ...... اب آپ لوگ ایسا کریں کہ اس موضوع کو بھول جائیں ...... چند روز تک معزز مہمان کی حیثیت سے ہمارے ہاں قیام کریں۔"

جواب میں دلپت رائے بڑے غور سے بھیم دیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"بھیم دیو! تمہاری میزبانی اور اس پیشکش کا شکریہ ...... ہم زیادہ دیر رکیں گے نہیں ہمارا واپس جانا انتہائی ضروری ہے۔ تھکاوٹ بھی نہیں محسوس کر رہے اس لئے کہ بگھی میں آئے ہیں ...... اپنے مسلح دستوں کو میں شہر سے باہر ہی کھڑا کر کے آیا تھا اور انہیں میں تاکید کر کے آیا تھا کہ میں تھوڑی دیر تک لوٹتا ہوں ...... اس کے بعد واپس لوٹیں گے ...... اب آپ ناراض نہ ہوں میں اب واپس جاؤں گا۔"

اس پر بھیم دیو کہنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ لوگ ناراض ہو کر جا رہے ہیں......؟"

دلپت رائے مسکرا دیا کہنے لگا۔

"ناراضگی کہاں کی ...... دیوداس نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ ایبہ تیر اندازی ا تیغ زنی میں اس سے بہتر ہے تو پھر نہ آپ سے شکوہ اور نہ کسی اور سے گلہ ...... آ بالکل مطمئن رہیں۔ میں صاف دل لے کر جا رہا ہوں ...... کوئی کدورت نہیں ہے... کوئی گلہ شکوہ نہیں ہے۔"

اس کے ساتھ ہی سب آپس میں ملے اس کے بعد دلپت رائے اپنی رانی، را کماری اور راج کمار دیوداس کو لے کر وہاں سے رخصت ہو گیا تھا۔

دیوان خانے سے نکل کر راجکماری کمار دیوی ایبہ کے کمرے میں داخل ہوئی ...... اس وقت وہ ایک نشست پر بیٹھا ہوا تھا۔ کمار دیوی آگے بڑھ کر اس کے پہلو میں ج نشست تھی اس پر ہو بیٹھی ...... ایبہ تھوڑی دیر تک بڑی غور سے اس کی طرف دیکھتا ر اور کہنے لگا۔

"کمار دیوی! جس وقت تم میرے ساتھ گھوڑ دوڑ سے واپس آئی تھی، اس وقت تمہارے چہرے کے تاثرات کچھ اور تھے اب جبکہ تم دیوان خانے سے نکل کر ادھر آئی ہو تو تمہارے چہرے کے تاثرات کچھ مختلف ہیں ...... کیا اُچ کا راجہ دلپت رائے یہاں کے لوگوں کے لئے کوئی بری خبر لے کر آیا ہے......؟"

ایبہ کے ان الفاظ پر کمار دیوی کے خوبصورت اور حسین چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا پھر اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگی۔

"ایبہ! تم میری طرح کم عمر ضرور ہو لیکن ہو عقلمند اور سیانے، اچھا......"

کمار دیوی اپنی بات مکمل نہ کر سکی اس لئے کہ ایبہ نے پھر پوچھ لیا۔

"تم نے مجھے تفصیل نہیں بتائی کہ اُچ کا راجہ یہاں کیا کرنے آیا ہے ...... وہ کیا چاہتا ہے......؟"

کمار دیوی نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غور سے دیکھا پھر کہنے لگی۔

"گفتگو کرنے کے لئے ایبہ کیا کوئی تمہارے پاس اور موضوع نہیں ہے ...... دیکھو میں تمہیں اپنے دھرم سے متعلق تفصیل سے بتاتی ہوں ...... اس طرح ہم دونوں کا وقت اچھا گزر جائے گا۔"

دراصل کمار دیوی آہستہ آہستہ ایبہ کو اپنے دھرم کی طرف لانا چاہتی تھی اس بنا پ

اس نے اس قسم کی گفتگو کی تھی لیکن اس کے خاموش ہونے پر ایبہ پھر کہنے لگا۔

"میں تمہارے دھرم سے متعلق بھی سن لوں گا ...... سننے سے انکار نہیں کر رہا لیکن ئی الوقت تو میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ تمہیں ہوا کیا ہے ...... اس لئے کہ تم جب دیوان خانے سے اٹھ کر اس کمرے میں داخل ہوئی تھی تو تمہارے چہرے کے تاثرات کچھ مختلف تھے۔

دیکھو کمار دیوی! مجھ سے جھوٹ نہ کہنا، صرف حالات نے نہیں تمہارے اہل خانہ نے بھی تمہیں میرے ساتھ منسلک کر دیا ہے ...... میرے خیال میں ہم دونوں کے درمیان میں ایک رشتہ ہے اور اس رشتہ کو سامنے رکھتے ہوئے تم مجھ سے نہ جھوٹ بولو گی نہ ٹالنے کی کوشش کرو گی۔"

جواب میں کمار دیوی نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا کہنے لگی۔

"میں اگر تمہارے سامنے جھوٹ بولنا بھی چاہوں تو نہیں بول سکتی ...... دیکھو! ات کوئی اتنی اہم نہیں ہے دراصل اُچ کا راجہ دلپت رائے اپنے بیٹے دیوداس کے لئے برا رشتہ مانگنے کے لئے آیا تھا۔"

ایبہ نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

"تو اس کی اس مانگ کے جواب میں اسے کیا کہا گیا......؟"

کمار دیوی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"جب یہ مانگ ہی احمقانہ اور بیوقوفانہ تھی تو پھر اس کا جواب کیا دیا جانا چاہیے تھا ......اسے یہی جواب ملا کہ کمار دیوی کو ایبہ نام کے ایک لڑکے کے ساتھ منسوب کیا جا کا ہے اور یہ نسبت اب ختم نہیں ہو سکتی ...... یہ جواب سن کر وہ اب تک واپس چلے گئے ں گے۔"

کمار دیوی کے ان الفاظ پر ایبہ خاموش ہو گیا تھا کچھ سوچنے لگ گیا تھا کمار دیوی وڑی دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتی رہی پھر اس کے گال پر ہلکی سی چپت ائی، کہنے لگی۔

"زیادہ سوچوں اور تفکرات میں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے جس کام کے لئے وہ ئے تھے، اس پر بھی لعنت بھیجو ...... اس موضوع پر بھی لعنت بھیجو آؤ میں تمہیں اپنے رم سے متعلق کچھ بتاتی ہوں۔"

ایبہ خاموش رہا اور اس کی خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے راجکماری کمار دیوی

کہنے لگی۔

''ایبہ! ہندوؤں کا عقیدہ ہے، اس کائنات کے مالک نے سب سے پ عناصر پیدا کیے جو خاک، آگ، پانی، ہوا اور آکاش ہیں ...... اس کے بعد برہما ایک ذہین اور فطین شخص کو پیدا کیا اور اس کو دنیا کی پیدائش کا سبب قرار دیا۔

جہاں تک خاک، آگ، پانی اور ہوا کا تعلق ہے تو ان کی خاصیت اور کیفیت سے تم واقف ہو جہاں تک آکاش کا تعلق ہے تو اس سے متعلق ہندوؤ کچھ اختلاف ہے کچھ لوگ آکاش کو آسمان سمجھتے ہیں لیکن کچھ ہندوؤں کا عقیدہ آکاش سے مطلب آسمان نہیں۔

ان کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ اوپر کی فضاء میں نظر آتا ہے، وہ جمی ہوئی ہوا اسی کا فرضی نام آسمان پڑ گیا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آسمان پر جو درخشاں ستار آتے ہیں، ان کی حقیقت یہ ہے کہ وہ قدیم بزرگ ہیں جنہوں نے دنیا میں ا بچی عبادت کی جس کے نتیجہ میں انہوں نے نورانی وجود اختیار کر لیا۔

ان لوگوں کی ذات، اس کائنات کے مالک کی ذات کے حساب کی حامل ہ نورانی وجود اپنے ارادے سے آسمانی فضاؤں میں اڑتے پھرتے ہیں ...... ان بز جو نورانی پیکر میں کمال کے اعلیٰ مدارج تک پہنچتے ہیں وہ بہت زیادہ اونچائی پر ہیں بڑے ستارے کہلاتے ہیں اور اس دنیا کی طرف پلٹنے کا خیال نہیں کرتے لیکن درجہ کے کامل بزرگ ہیں انہوں نے چھوٹے چھوٹے ستاروں کا روپ اختیار کر لیکن وہ فضا کی انتہائی بلندیوں پر متمکن نہیں بلکہ اپنی دنیاوی عبادات اور ریاض مطابق بلندی پر ہیں یہ نورانی وجود دنیا کی طرف واپس آ جاتے ہیں۔

اس کائنات کے مالک نے برہما نام کے جس شخص کو پیدا کیا، اس نے ا کے مالک کے حکم سے انسان کو عدم سے عالم وجود میں لانے کا اہتمام کیا اور انہ گروہوں میں تقسیم کیا۔

پہلا برہمن۔ دوسرا کھشتری، تیسرا ویش اور چوتھا شودر۔

برہمنوں کو عبادت مذہبی احکام کی نگہداشت و قوانین خداوند کی حفاظت س اور دنیا کا روحانی پیشوا مقرر کیا جائے۔

دوسرے گروہ یعنی کھشتریوں کو دنیاوی انتظام سونپا گیا۔ حکومت اور سیا باگ دوڑ ان کے ہاتھ میں دے دی گئی۔

تیسرے گروہ یعنی ویشوں میں کھیتی باڑی اور دیگر پیشوں یعنی صنعت و حرفت کا کام سونپا گیا۔

چوتھے گروہ یعنی شودروں کو باقی تینوں گروہوں کی خدمت گزاری پر مقرر کیا گیا۔

ہندوؤں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اسی برہما نے ایک کتاب لکھی جس کو وید کہتے ہیں اس کتاب میں برہما نے اپنے غیبی علم اور الہام کی مدد سے ایسے قوانین بنائے کہ جن پر عمل کر کے انسان دنیا کی ہر شے سے وابستہ رہتے ہوئے بھی کائنات کے معاملوں کو فراموش نہیں کر سکتا اور ہر چیز میں اس کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔

نیز اس نے ایسے ضابطے مقرر کیے کہ ہر گروہ کے معاملات بخوبی تہہ پائیں۔ ان تمام قوانین و ضوابط اور قواعد کو پوری تفصیل کے ساتھ وید میں لکھا گیا۔

برہما نے اس کتاب کو کلام الٰہی مشہور کیا تھا تاکہ انسان اس کی تعلیمات پر عمل کریں اور جو لوگ آگے ہیں، وہ اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھیں اور جو لوگ ان کے پیچھے ہیں وہ اپنے اصل مقام سے نہ ہٹیں یعنی جو کام جس کے سپرد کیا گیا ہے وہ اسی پر عمل پیرا رہے اور یوں سب کے سب سیدھے راستے پر چلیں اور وید کے قوانین کے پابند رہیں......''

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی کو رک جانا پڑا اس لئے کہ ایبہ بیچ میں بول پڑا اور کمار دیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کمار دیوی! کائنات کا جو مالک اور خالق ہے اسے کیا ضرورت پڑ گئی تھی کہ برہما نام کے کسی شخص کو پیدا کرنے کے بعد انسان کی پیدائش کی ذمہ داری اسے سونپا جب وہ خود پیدا کر سکتا تھا تو کسی اور کے ذریعہ یہ کام کرانے کی اسے کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟''

ایبہ کے ان بھولے بھالے الفاظ کے جواب میں کمار دیوی نے قہقہہ لگایا پھر کہنے لگی۔

''میں جانتی ہوں تم اس عقیدے کو مضحکہ خیز خیال کرو گے اور جواب میں اپنا عقیدہ بیان کر کے اپنی سچائی ثابت کرنے کی کوشش کرو گے۔''

کمار دیوی کی بات کاٹتے ہوئے ایبہ کہنے لگا۔

''میں نے اپنا عقیدہ کیا کہنا ہے ہمارا عقیدہ تو بالکل سادہ اور سیدھا سادہ سا ہے۔''

یہ ہے کہ اپنے آپ کو حصہ لینے کے قابل ہی خیال نہیں کرتا ...... نہ یہ اچھا تیغ زا
نہ اچھا تیر انداز ہے۔ سادھو عقیدیات سے جب میں کہا تھا کہ ... واقعہ یہ کل میرے ...
جو آپ' سے کہا ہے کہ کل میرا اور دیوداس کا تیر اندازی کا مقابلہ کرایا جائے گا او
دیوداس ایسے مسکر مجھے نیچا دکھا نکلا تو ایبہ سے میری سگائی ختم کر کے مجھے دیوداس سے منـ
کر دیا جائے گا۔ تم اس میں سے ... ہو تو کچھ بھی کہنے کی نہیں رکھتا ہوں تم ...
تجویز ... کرتی دیوی مسکرائی اور کہنے لگی۔

یہاں تم لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ... پہلے اس کا ...
کہ نسل آدم (علیہ السلام) کو ... کہنا کہ ... خطوں میں
لوگ آباد ہیں، سب اسی آدم (علیہ السلام) کی اولاد سے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے
آدم (علیہ السلام) کی اولاد میں سے ایک شخص نوح (علیہ السلام) تھے ان کے تین
سام، یافت اور جام تھے جنہیں اللہ کے اس نبی نوح (علیہ السلام) نے کھیتی باڑی کا
دے کر دنیا کے مختلف اطراف میں روانہ کیا......"

یہاں تک کہنے کے بعد ردیوی رکی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ
رہی تھی۔

"تم لوگ یہ بھی سمجھتے ہو کہ حضرت نوح (علیہ السلام) کے بڑے بیٹے سام کو
اپنے باپ کے جانشین تھے بڑی اہمیت دی گئی ان کے فرزندوں کی تعداد 99 بتائی جا
ہے جن میں زیادہ تر عام، ارشد، ارفخشند، ارم، کبتا، عماد اور قلطان وغیرہ ہیں
عرب کے تمام قبیلے انہیں کی نسل سے ہیں اور مسلمانوں کے جو مختلف پیغمبر ہو'' ، حا
"، ابراہیمؑ ہیں ان کا سلسلہ نسب سام کے بیٹے ارفخشند تک ملایا جاتا ہے اور ارفخش
کا ایک بیٹا کیومرس عجم کے لوگوں کا مورث اعلیٰ بنا۔ اس کیومرس کے چھ بیٹے
سیامک، تیراک، فارس، شام، توران اور زمغان۔ بڑا بیٹا سیامک باپ کا جانشین ہوا
باقی بیٹے جس جگہ آباد ہوئے وہ جگہ ان کے نام سے ہی موسوم ہوئی وہاں انہی
اولادیں آباد ہو گئیں۔

حضرت نوع (علیہ السلام) کے دوسرے بیٹے کا نام یافت تھا یہ اپنے باپ کے
پر مشرق اور شمال کی طرف گئے اور وہیں آباد ہو گئے اس کے بہت سے بیٹے پیدا ہو
جن میں سے سب سے مشہور تُرک تھا اسی تُرک میں سے منگول، اُزبک، تر ن وغیر
نکلے یافت کے دوسرے مشہور بیٹے کا نام چین تھا اسی کے نام پر ملک چین کا نام پڑا۔

حضرت نوح (علیہ السلام) کے تیسرے بیٹے کا نام جام تھا اپنے باپ کے حکم پر
جنوب کی طرف گئے اور ان علاقوں کو خوب آباد کیا۔ جام کے چھ بیٹے تھے جن کے
م ہند، سندھ، جش، افرنج، ہرمز اور بویا تھے۔ ان سب بیٹوں یک نام پر ایک ایک شہر
اد ہوا۔ جام کے سب سے زیادہ مشہور بیٹے ہند نے ہندوستان کو اپنایا اور اسے خوب
باد اور سرسبز کیا اس کے دوسرے بھائی سندھ نے سندھ میں قیام کیا اور ٹھٹھہ اور ملتان
اپنے بیٹوں کے نام پر آباد کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہند کے چار بیٹے تھے جن کے
م یورپ، بنگ، دکن اور نہروال تھے انہی چار بیٹوں کے نام پر یہ شہر آباد کیے گئے۔
ا شہر نہروالا بھی ہند ہی کے ایک بیٹے کے نام پر ہے......"

یہاں تک کہتے کہتے راج ری ردیوی کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ اس
نے دیکھا کہ ایبہ بڑے غور اور کسی قدر حیرت اور پریشانی سے اس کی طرف دیکھے جا رہا
ا اس پر اپنے لبوں پر زہد شکن مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے راج ری ردیوی نے
ے مخاطب کیا۔

"میری طرف اس قدر غور اور توجہ سے کیوں دیکھ رہے ہو ...... ایسا لگتا ہے جیسے
لے بھی تم نے مجھے دیکھا ہی نہیں ...... میرے ساتھ رہتے ہوئے تمہیں کتنا عرصہ ہو گیا
... میرے پاس اٹھتے بیٹھتے رہے ہو، مجھے چھوتے رہے ہو مس کرتے رہے ہو پھر اب
ں نے کون سے عجوبے کی شکل اختیار کر لی ہے کہ تم اس قدر حیرت سے میری طرف
کھ رہے ہو۔"

ایبہ چونکا اور کہنے لگا۔

"راج ری! میں تمہاری طرف حیرت سے اس لئے دیکھ رہا ہوں کہ میں مانتا
ں، تمہاری علمی استطاعت بہت زیادہ ہے میں سمجھتا ہوں تم نے اپنی چھوٹی سی عمر کو
ائع نہیں کیا اور علوم کے حاصل کرنے میں بڑی محنت اور جدوجہد کی ہے۔"

جواب میں ردیوی نے توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"ایبہ! میں نے صرف جنگی علوم میں مہارت نہیں کی، دوسرے علوم میں بھی سدھ
ہ رکھتی ہوں۔ میں ایک پڑھی لکھی لڑکی ہوں جہاں میں نے شروع میں برہمنوں اور
علما سے علم حاصل کیا وہاں میں خود بھی کتابیں پڑھتے ہوئے اپنے علم میں اضافہ کرتی
ی ہوں......"

تھوڑی دیر کی سوچ بچار کے بعد ایبہ نے راجکماری کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ

لیا۔

”اچھا ردیوی! یہ کہو کہ تمہارے ہاں بت پرستی کا رواج کیسے اور کیوں ہوا۔ اس لئے کہ ہمارے ہاں بت پرستی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ہم صرف ا خدائے واحد کی بندگی اور عبادت کرتے ہیں جو اس کائنات کا خالق اور مالک ہے۔“

جواب میں ردیوی مسکرائی اور کہنے لگی۔

”ایسا! بات یہ ہے کہ جیسا کہ میں تمہیں بتا چکی ہوں، ہند نے ہندوستان کو آ کیا۔ ہند کی نسل سے ایک شخص کشن تھا یہ پہلا شخص تھا جس نے ہندوستان میں ا حکومت قائم کی کشن کے بعد آگے اس کی اولاد ہندوستان پر حکومت کرتی رہی کشن کے بعد مہاراج حکمران بنا۔ مہاراج کے بعد کیشو راج، کیشوراج کے بعد منیب رائے حکمرا ہوا۔ اس وقت ہندوستان کے حکمران ایرانیوں کے خراج گزار اور باج گزار تھے منیب رائے سے ایک غلطی ہوئی ایران میں جب سام بن نریمان کا انتقال ہوا تو منوچہر حکمرا بنا اس کے دور میں ایران کی سلطنت میں کمزوری پیدا ہو گئی۔ ایرانی بادشاہوں کے پرانے دشمن افراسیاب نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور ایران پر حملہ کر کے غلبہ حاصل کرا اس وقت منیب رائے نے سام بن نریمان اور منوچہر کے احسانات کو فراموش کرتے ہوئے پنجاب پر حملہ کیا اور اسے زاس بن سام کے قبضہ سے نکال کر اپنے تصرف میں لے آیا اور جالندھر کو پایہ تخت بنایا حالانکہ اس سے پہلے یہ علاقہ ایرانیوں کے قبضہ میں تھا۔

چونکہ افراسیاب ایرانیوں کا دشمن تھا اور ایران پر حملہ آور ہو کر اس نے ایران پر قبضہ کر لیا تھا لہٰذا منیب رائے نے دوسری غلطی یہ کی کہ اس نے بہت سے نادر تحائف کے ساتھ ایک ایلچی کو افراسیاب کی خدمت میں بھیجا اور اس سے دوستی کے عہد و پیماں کیے۔

افراسیاب سے لے کر ایران کے اگلے بادشاہ کیقباد تک پنجاب، ہندوستان کے راجاؤں کے قبضہ میں رہا لیکن جب مشہور زمانہ رستم پہلوان اپنے باپ دادا کے بعد سرداری پر پہنچا تو اس نے پنجاب کو واپس لینے کے لئے ہندوستان پر حملہ کیا۔

منیب رائے رستم کا مقابلہ نہ کر سکا اور ترہٹ کے کوہستانوں کی طرف بھاگ نکلا جب رستم نے پنجاب، سندھ اور ملتان فتح کر کے ترہٹ کا عزم کیا تو منیب رائے وہاں سے بھاگ کر دوسرے کوہستانوں کی طرف چلا گیا اس کے بعد پھر کبھی اسے خوشی کا دن

یکنا نصیب نہ ہوا اور پھر وہ اسی زمانے میں انتہائی رنج و غم کے ساتھ اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

رستم کو جب منیب رائے کے مرنے کی خبر ہوئی تو اس نے اس کی اولاد میں سے کسی کو بھی ہندوستان کے علاقوں کا حاکم مقرر نہیں کیا کیونکہ منیب رائے کی بدعہدی، بے وفائی اس کی نگاہوں کے سامنے تھی اسے سامنے رکھتے ہوئے اس نے ان علاقوں کو جو اس نے منیب رائے سے واپس لیے تھے ایک شخص سورج کو حاکم مقرر کیا اور خود ایران واپس چلا گیا۔

سورج نے ہندوستان میں اپنی حکومت کو بہت مضبوط اور طاقتور بنایا اور عظیم الشان سلطنت قائم کی۔ بنگال سے لے کر دکن تک اس کی حکومت تھی۔

سورج کے دور حکومت میں چہار کھنڈ کے کوہستانی سلسلے سے ایک برہمن ان کی خدمت میں حاضر ہوا جو جادو ٹونے میں بڑا ماہر تھا چہار کھنڈ کا یہ علاقہ دریائے سون کے دائیں کنارے کا علاقہ تھا جو اب بگھر کھنڈ اور چھوٹے ناگ پور میں شامل ہے۔

اسی برہمن نے تھوڑے ہی عرصے میں راجہ کی نگاہوں میں بڑا رسوخ حاصل کر لیا اور اس برہمن نے راجہ سورج کو بت پرستی کی تعلیم دی اور اسی برہمن کی وجہ سے راجہ سورج کے دور سے ہندوستان میں بت پرستی کی وبا پھیل گئی۔

اس برہمن کے راجہ سورج کے پاس آنے سے قبل ایران سے بھی ایک شخص ہندوستان آیا اس نے یہاں کے لوگوں کو آفتاب پرستی کی تعلیم دی اس کی تعلیم کو بہت فروغ حاصل ہوا یہاں تک کہ وہ ستارہ پرست لوگ بھی آگ کی پرستش کرنے لگے لیکن اس کے بعد اس برہمن کی وجہ سے بت پرستی کا رواج ہوا تو یہی طریقہ سب سے زیادہ مروج اور مقبول ہوا۔ بت پرستی کو اس درجہ قبولیت اس سبب سے ہوئی کہ اس برہمن نے راجہ کو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ جو شخص اپنے بزرگوں کی سونے چاندی یا پتھر کی مورتیاں بنا کر اس کی پرستش کرتا ہے وہ سیدھے راستے پر ہوتا ہے اس عقیدے کو لوگوں نے اس حد تک اپنایا کہ ہر چھوٹا بڑا اپنے بزرگوں کے بت بنا کر ان کی پوجا پاٹ کرنے لگا۔

خود راجہ سورج نے بھی دریائے گنگا کے کنارے قنوج نام کا شہر آباد کر کے وہاں بت پرستی شروع کی رعیت نے بھی اپنے فرماں روا کی تقلید کی اور ہر کوئی اپنی استطاعت کے مطابق بت پرستی میں مبتلا ہو گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں بت

پرستوں کے 90 مختلف گروہ پیدا ہو گئے۔ راجہ سورج نے چونکہ قنوج کو اپنا دارالسلط
بنا لیا تھا اس لئے اس شہر کی آبادی میں بہت اضافہ ہوا یہاں تک کہ شہر کا پھیلاؤ 5
کوس تک بڑھتا چلا گیا راجہ سورج کی مدت حکومت 250 برس تھی اور اس 250 بر
میں اسی راجہ نے بت پرستی کو اپنے عروج پر پہنچایا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ردیوی جب خاموش ہوئی تو اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے ایبہ کہنے لگا۔

" ردیوی! تمہاری باتیں نہیں ختم ہوں گی اور مجھے بھوک بھی لگ گئی ہے۔"

اس پر جست لگانے کے انداز میں ردیوی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی پھر ایبہ کا ہاتھ پکڑ کر اس نے اٹھایا اور کہنے لگی۔

"اگر بھوک لگ گئی ہے تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے ...... چلو اٹھو، چل کر کھانا کھاتے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی دونوں اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

○✤○

ناصرالدین تمران، سلطان شہاب الدین غوری کے پاس پہنچ گیا تھا۔ ملتان اور اُچ دونوں شہروں کے جو حالات اس نے دیکھے تھے وہ اس نے سلطان سے بیان کر دیے اس کے ساتھ ہی ایبہ کے نہروالا چلے جانے کی پوری داستان بھی سلطان سے کہہ دی تھی۔

ملتان اور اُچ کے پورے حالات جاننے کے بعد سلطان شہاب الدین نے چند روز تک اپنے لشکر کی تیاریوں میں صرف کیے اس کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ نکلا اور ملتان اور اُچ پر حملہ آور ہونے کے لئے اس نے بڑی تیزی اور برق رفتاری سے پیش قدمی شروع کی تھی۔

دوسری طرف ملتان کے قرامطیوں کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ سلطان شہاب الدین غوری ان پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیزی سے ملتان کا رخ کر رہا ہے لہٰذا انہوں نے سلطان کی آمد سے پہلے پہلے اپنا ایک بہت بڑا لشکر استوار کر لیا تھا یہ لشکر تعداد میں اس قدر تھا کہ سلطان شہاب الدین کے لشکر سے بھی کئی گنا بڑا تھا۔

سلطان شہاب الدین غوری جب اپنے لشکر کے ساتھ ملتان کے نواح میں پہنچا تو قرامطی اپنے لشکر کے ساتھ شہاب الدین غوری کی راہ روک کھڑے ہوئے۔ وہ چاہتے تھے کہ شہاب الدین غوری کو ملتان کے قریب تک نہ جانے دیں اس طرح دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آپس میں ٹکرانے کے لئے اپنی صفیں درست کرنے لگے تھے۔

قرامطی شاید سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر کے سفر کی تھکاوٹ سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے جونہی سلطان شہاب الدین ان کے سامنے آیا، انہوں نے خم ٹھونک کر سلطان کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا اور اپنے لشکر کے اندر انہوں نے بڑے بڑے طبل، نفیریاں اور دوسرے لہو کو گرم کرنے والے آلات موسیقی بجوا دیئے تھے۔

سلطان شہاب الدین نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کر لیں۔ لشکر کے وسطی حصے میں سلطان شہاب الدین غوری خود رہا اپنے ساتھ اس نے قطب الدین ایبک کو

رکھا تھا دائیں پہلو پر حسین خرمیل کو متعین کیا گیا تھا جبکہ بائیں پہلو کا کماندار علی کر کو مقرر کیا گیا تھا اور ان دونوں کے ماتحت کچھ دوسرے سالار بھی رکھے گئے تھے۔

حملہ آور ہونے کی ابتداء قرامطیوں نے کی شاید وہ اپنے لشکر کی کثرت سے اٹھاتے ہوئے سلطان پر ضرب لگا کر اپنے لشکریوں کا حوصلہ بلند رکھنے کا تہیہ کر چکے لہٰذا اپنے لشکر کو انہوں نے آگے بڑھایا پھر وہ سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر طاقت کا منظر بنتے آندھیوں کے جھکڑوں، موت کے سندیسے بنتے، ریت کے بگولوں حشر سامانیوں، عداوت کی آگ کھڑی کرتی رقیبوں کی رقابت اور ظلم کی داستانیں کرتی حریفوں کی حرافت کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

دوسری طرف جس وقت قرامطی سلطان شہاب الدین کے لشکر پر حملہ آور ہور تھے اس وقت سلطان اس کے سالاروں اور لشکریوں نے ہواؤں کی شہ زوری بادلوں کی گھن گرج کی طرح تکبیریں بلند کیں اس کے بعد سلطان، اس کے سالار لشکری بھی بدن کی تہوں تک کو ادھیڑ دینے والی آگ کی لپٹوں کے گورکھ دھندوں، ر میں درد و الم کے طوفان کھڑے کرتے نفرت کے ہولناک جھکڑوں اور وقت کی نبض تھ کو برہم کر دینے والے آتش و آہن کے سیل کی طرح قرامطیوں کے لشکر پر حملہ آور گئے تھے۔

دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے ملتان کے نواح میں حشر انگیزیاں، قـ آرائیاں اور آہ و فغاں کے ہنگامے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

میدانِ جنگ کے اندر موت کے پیغام جسموں کو ان کی تنظیم سے خالی کرنے لگے تھے بڑے بڑے سورما، بڑے بڑے دلیر قضاء کا شکار موت کا صید ہونے لگے تھے نگاہوں میں اضطراب چہروں پر سوز عتاب بڑھنے لگا تھا

شروع شروع میں قرامطیوں نے سلطان شہاب الدین اور اس کے لشکریوں کے لئے شر کی شکن اور منحوس گہن بن کر ان پر چھانے کی کوشش کی لیکن جب سلطان شہاب الدین اور اس کے لشکریوں نے ساری عقیدتوں کو اندھا کر دینے والے بے کراں فاصلوں کی سنگین مجبوریوں اور ساری تدبیروں کو کور چشم کر دینے والی بدبختی کی اندھی مسافتوں کی طرح قرامطیوں پر ضرب لگانی شروع کی تب قرامطی اپنی ساری کارروائیوں، ساری تدبیروں، ساری جرات مندی کو بھول گئے اب انہوں نے اندازہ لگایا تھا کہ شہاب الدین کو پسپا کرنا یا اس پر قابو پانا ان کے بس کا روگ نہیں ہے لہٰذا

ن میں ایک طرح کی مایوسی پھیلنے لگی اس کے بعد جب سلطان شہاب الدین اور اس کے لشکری قرامطیوں کی اگلی صفوں کو بالکل کاٹنے کے بعد پچھلی صفوں کی تنظیم بھی تباہ و برباد کرنے لگے تب قرامطیوں کے لشکر کی حالت بڑی تیزی سے کاروان حیرت میں بکھرے بے سکون سوالات اور خزاں رتوں کے خشک پتوں اور موت کے سکوت دوام سے بھی زیادہ بری ہونا شروع ہو گئی تھی۔

کچھ دیر کی مزید جنگ کے بعد قرامطیوں کو سلطان شہاب الدین کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اب قرامطیوں کی مزید بدبختی کی ابتداء ہوئی ان کا ارادہ تھا سلطان شہاب الدین کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد ملتان شہر میں محصور ہو جائیں گے اور اپنی طاقت و قوت کو پھر یکجا کر کے مقابلہ کریں گے ساتھ ہی بیرونی قوتوں سے بھی سلطان شہاب الدین کے خلاف مدد حاصل کریں گے اس طرح شہاب الدین کو اپنی سرزمینوں سے نکال باہر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ شہر کی طرف بھاگتے ہوئے وہ پچھتا بھی رہے تھے کہ انہوں نے کیوں صرف اپنی طاقت و قوت اور تعداد پر گھمنڈ اور بھروسہ کیا کیوں نہ اپنے حلیفوں کو سلطان شہاب الدین کا مقابلہ کرنے کے لئے دعوت دی۔ اب تو وقت گزر چکا تھا اور ان کی مزید بدبختی اس طرح ہوئی کہ جب وہ میدان جنگ سے شکست اٹھا کر بھاگے اور شہر میں محصور ہونا چاہا، سلطان شہاب الدین بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے پیچھے شہر میں داخل ہو گیا۔ سلطان شہاب الدین نے ایک بار پھر شہر کے اندر داخل ہو کر مسلح قرامطیوں کا قتل عام کیا اس شہر کو اس نے شرپسندوں سے بالکل صاف کر دیا اس طرح ملتان کو سلطان شہاب الدین نے فتح کر لیا تھا۔

سلطان شہاب الدین نے چند روز تک ملتان میں قیام رکھا اس دوران اس نے شہر کی تنظیم اور اس کے نظم و نسق پر دھیان دیا اس کے بعد اس نے لشکر کے مختلف حصے کر کے انہیں مختلف سالاروں میں تقسیم کیا اور ملتان کے گرد و نواح میں جو قرامطیوں کے گڑھ تھے، ان پر حملہ آور ہو کر انہیں بھی نیست و نابود کر کے رکھ دیا تھا۔ اس طرح سلطان شہاب الدین ہندوستان میں اپنی پہلی کارروائی کے طور پر ملتان کو فتح کرنے اور اس کے گرد و نواح میں قرامطیوں کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

راج کماری کمار دیوی اور ایبہ ایک روز شام سے کچھ پہلے گھوڑ سواری کے لئے

نہروالا سے نکلے، شہر کے اطراف میں جو کھلے میدان تھے کچھ دیر وہاں اپنے گھوڑ
دوڑاتے رہے پھر اچانک اپنے گھوڑے کو دوڑاتے دوڑاتے ایک جگہ ایبہ نے ا
گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اسے روک دیا۔

اس موقع پر کمار دیوی اس کے قریب آئی، بڑی ہمدردی اور بڑی محبت میں اس
طرف دیکھا پھر چہرے پر تبسم بکھیرتے ہوئے کہنے لگی۔

”کیا بات ہوئی ...... تم نے گھوڑے کو کیوں روک دیا ...... لگتا ہے تم تھک گئے
...... اگر ایسا ہے تو پھر چلو واپس چلتے ہیں۔“

ایبہ نے پہلے نفی میں گردن ہلائی، کچھ دیر وہ غور سے کمار دیوی کی طرف د
رہا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ کمار دیوی کسی قدر سنجیدہ ہو گئی اور پریشانی سے اس کی طر
دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”آج مجھے اس قدر غور سے کیوں دیکھ رہے ہو ...... تمہارے دیکھنے کا انداز آ
ایسے ہے جیسے تم مجھے زندگی میں پہلی بار دیکھ رہے ہو ...... کیا بات ہے ...... کیا تمہیں
سے کوئی شکوہ کوئی گلہ ہے ......؟“

ایبہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

”نہیں راجکماری! ایسی کوئی بات نہیں ...... میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہو
...... کہتے کہتے اس لئے رک گیا تھا کہ شاید تم میری وہ بات نہ ہی مانو، اس بنا پر میں
کہنا چاہتا تھا وہ کہہ نہیں پایا۔“

کمار دیوی مسکرائی اور کہنے لگی۔

”ایبہ! مجھے سمجھنے کی کوشش کرو کیا ایسا ممکن ہے کہ تم کوئی کام مجھے کرنے کے لئے
کہو اور میں نہ کروں ...... تم نے کبھی مجھے آزمایا تو ہوتا ...... اچھا چھوڑو ان باتوں کو، ب
کہو تم کہنا کیا چاہتے تھے ......؟“

ایبہ نے پہلے اپنے سامنے مغرب کی سمت کھلے میدانوں کا جائزہ لیا پھر کہنے لگا۔

”کمار دیوی! میرا جی چاہتا ہے کہ آج میں اور تم گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کریں یا مغرب
کی طرف جانے والے کھلے میدانوں کی طرف اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہیں اس
کے بعد لوٹتے ہیں۔“

کمار دیوی جواب میں مسکرائی، کہنے لگی۔

”اگر تم یہ دیکھنا چاہتے ہو کہ میں اچھی گھوڑ سوار ہوں یا تم ...... تو میں تم پر واضح

ر دوں کہ میں پہلے ہی تسلیم کر لیتی ہوں کہ تم مجھ سے اچھے گھوڑ سوار ہو ...... ایسا کر
ے میں تمہیں زحمت سے بھی بچانا چاہتی ہوں اور یہ حقیقت بھی ہے کہ تم صرف تیغ زنی
ر تیر اندازی میں ہی مجھ سے اچھے ہنر مند نہیں بلکہ گزشتہ کئی ہفتوں سے ہم دونوں گھوڑ
ڑ کے لئے نکل رہے ہیں اس دوران میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تم گھوڑ دوڑ میں بھی
ھ سے اچھے ہو۔“

ایبہ اس موقع پر کچھ پریشان تھا جو بات وہ بنانا چاہتا تھا، شاید وہ بن نہ رہی تھی
وبارہ اس نے کمار دیوی کو مخاطب کیا۔

”کمار دیوی! میرے کہنے کا مطلب گھوڑ دوڑ میں تمہیں نیچا دکھانا نہیں ہے ......
س میرا ویسے ہی آج جی چاہ رہا تھا کہ دونوں مل کر لمبی دوڑ کریں۔“

کمار دیوی مزید اس کے قریب آئی اور پھر بڑے پیارے انداز میں اپنا گداز
ہاتھ اس کے شانے پر رکھا، کہنے لگی۔

”اس میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے ...... اگر تمہارا جی چاہ رہا ہے کہ لمبی
گھوڑ دوڑ کریں تو یوں ہی سہی ...... چلو میں تمہارا ساتھ دیتی ہوں۔“

کمار دیوی کے ان الفاظ پر ایبہ خوش ہو گیا تھا پھر کہنے لگا۔

”پھر تیار ہو جاؤ ......“

کمار دیوی نے اپنے گھوڑے کی باگیں سنبھال لی تھیں دونوں نے ایک دوسرے
کی طرف دیکھتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے اپنے اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگا دی اور مغرب
کی سمت سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

دونو کچھ دیر تک مغرب کی طرف اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے رہے پھر ایک
جگہ جا کر جہاں زمین ناہموار تھی، کمار دیوی نے اپنے گھوڑے کو روک لیا جبکہ ایبہ اسی
طرح اپنے گھوڑے کو ایڑھ پر ایڑھ لگائے سرپٹ دوڑائے جا رہا تھا۔

اس موقع پر ایک جگہ رک کر اور چلا چلا کر کمار دیوی نے ایبہ کو رکنے کے لئے کہا
لیکن ایبہ نہ اس کے چلانے پکارنے اور آواز دینے پر کان دھر رہا تھا اور نہ اپنے گھوڑے
کو وہ روک رہا تھا ...... ایڑھ پر ایڑھ لگائے وہ اپنے گھوڑے کو مغرب کی سمت سرپٹ
دوڑائے جا رہا تھا ...... اس کی اس حرکت پر کمار دیوی پریشان ہو گئی تھی۔ اب وہ اتنی
دور جا چکا تھا کہ وہ اس کا پیچھا کر کے اسے پکڑ بھی نہیں سکتی تھی۔ تھوڑی دیر تک ایبہ اس
کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تب راج کماری کمار دیوی نے اندازہ لگایا تھا کہ گھوڑ دوڑ

کا بہانہ کر کے ایبہ وہاں سے بھاگ کر واپس اپنی سرزمینوں کو جانا چاہتا ہے اس نے اپنے من میں یہ بھی بات بٹھا لی تھی کہ ایبہ نے اسے دھوکہ دیا ہے گھوڑ دوڑ کا بہانہ کر کے اس نے اس سے جان چھڑانے اور یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی ہے۔

ایبہ کی بدقسمتی کہ اسے یہ خبر نہ تھی کہ جب اسے راج مندر کے بڑے پروہت نے کمار دیوی اور ایبہ کے رشتہ پر اعتراض کیا تھا اور کمار دیوی سے راج مندر میں جا کر سوگند لی تھی کہ جب تک ایبہ ان کا دھرم اختیار نہیں کرے گا، تب تک راج کماری کی اس سے شادی نہیں کی جائے گی۔ تب سے نہروالا کے راجہ بھیم دیو نے ایبہ کی حفاظت کے لئے اپنے کچھ مسلح جوان مقرر کر دیے تھے اور کمار دیوی اور ایبہ جب بھی شام کے وقت گھوڑ دوڑ کے لئے نکلتے تو ان کی حفاظت کے لئے وہ مسلح جوان ان کے دائیں بائیں ان کی نظروں سے اوجھل رہ کر ان کی حفاظت ضرور کرتے تھے۔

اس موقع پر جب ایبہ بھاگ کھڑا ہوا تب وہ مسلح جوان جو ان دونوں کی حفاظت پر رہتے تھے وہ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے ایبہ کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔

ایبہ اب اپنے سیاہ رنگ کے توانا گھوڑے کو سرپٹ دوڑائے جا رہا تھا...... گھوڑا آندھی اور طوفان کی طرح اس شاہراہ پر بھاگ رہا تھا جو نہروالا سے اُچ شہر کی طرف جاتی تھی۔

تعاقب کرنے والوں نے پہلے یہ سمجھا تھا کہ راج کماری اور ایبہ دونوں نے گھوڑ دوڑ لگائی ہے راج کماری نے تھک کر اپنا گھوڑا روک لیا ہے جبکہ ایبہ بھی گھوڑ دوڑ جاری رکھنا چاہتا ہے لیکن جب ایبہ لگاتار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا رہا اور بار بار مڑ کر پیچھے بھی دیکھ لیتا تب انہوں نے بھی اندازہ لگایا کہ ایبہ اب گھوڑ دوڑ نہیں کر رہا بلکہ نہروالا سے بھاگنے کے چکر میں ہے۔

تعاقب کرنے والے سورج غروب ہونے تک اس کے پیچھے پیچھے رہے۔ اپنے سامنے انہوں نے ایبہ پر نگاہ رکھی تھی پھر انہوں نے اچانک کوئی فیصلہ کیا جس قدر مسلح جوان تھے، انہوں نے اپنے آپ کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا ایک ایبہ کے تعاقب میں لگا رہے دوسرے حصے نے شاہراہ سے ہٹ کر دائیں جانب ہوتے ہوئے ایک کاوا کاٹا شاید وہ کسی مختصر راستے سے ایبہ کی راہ روکنا چاہتے تھے۔

ایبہ بھی گھوڑ دوڑ میں ماہر تھا پھر وہ یہ بھی اندازہ لگا چکا تھا کہ اس کے پیچھے کچھ وڑ سوار اس کے تعاقب میں لگ چکے ہیں اور اسے پکڑنے کی کوشش کریں گے اسے برنہ تھی کہ یہ لوگ ہر روز اس کی حفاظت کے لئے اس کے آس پاس رہتے تھے وہ سمجھتا تھا کہ کمار دیوی نے اپنے مسلح جوانوں کو اس کے تعاقب میں لگا دیا ہے۔

اس بنا پر وہ اپنے گھوڑے کو مہمیز پر مہمیز لگائے سرپٹ دوڑا رہا تھا جبکہ گھوڑا بھی کی مہمیز کے جواب میں نتھنے پھڑپھڑاتا آندھی اور طوفان کی طرح اُچ کی طرف نے والی شاہراہ پر اڑا جا رہا تھا۔

آدھی رات تک ایبہ تعاقب کرنے والوں کے ہاتھ نہ لگا اس دوران دائیں جانب ے جو مختصر راستہ کاٹتے ہوئے اس کے آگے آنے کی کوشش کر رہے تھے وہ بھی کافی سلوں کو سمیٹ چکے تھے وہ رات چاندنی تھی ایبہ کی بدقسمتی کہ جس وقت آدھی رات کے قریب وہ اپنے گھوڑے کو چاندنی رات میں سرپٹ دوڑا رہا تھا اس وقت اس کا گھوڑا اہراہ کے اس حصے پر سرپٹ دوڑ رہا تھا جہاں شاہراہ ایک لمبے ریگستان میں سے گزرتی ی اور اس ریگستان کے اندر ریت کے اونچے اونچے ٹیلے تھے۔

انہی ٹیلوں کے اندر سے ایک موقع پر شاہراہ خم کھاتی ہوئی دائیں جانب مڑ رہی ی وہاں اچانک ایک ٹیلے کے قریب ایبہ کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گھوڑا زمین پر رگیا اور ایبہ پلٹیاں کھاتا ہوا ایک ٹیلے کے اوپر جا گرا تھا۔

جب تک ایبہ اٹھتا اس وقت تک گھوڑا اٹھ کھڑا ہوا تھا رات کی سنسانیوں میں اب اقب کرنے والے بھی نزدیک آ گئے تھے ان کے گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور نتھنے ڑپھڑانے کی آوازیں سنی جا سکتی تھی۔ گھوڑے نے بھی اس کیفیت کو بھانپ لیا تھا لہٰذا ب ایبہ اپنی جگہ سے اٹھ کر گھوڑے کی طرف گیا تو گھوڑا آگے جانے کی بجائے واپس اگ کھڑا ہوا ایبہ گھوڑے کے پیچھے پیچھے بھاگا۔ گھوڑا سرپٹ دوڑ پڑا ایبہ گھوڑے کو کڑنے ہی کے چکر میں تھا کہ اس کی پشت کی طرف سے وہ سوار پہنچ گئے جو مختصر راستہ ٹتے ہوئے وہاں آ گئے تھے سامنے کی طرف سے بھی سوار آ گئے تھے۔ آخر انہوں نے بہ کو پکڑ لیا۔

دوسری طرف کمار دیوی اکیلی راج محل میں داخل ہوئی ...... اس وقت بھیم دیو، انی راج کنول اور کمار دیوی کا بھائی رام دیو راج محل کے کھلے صحن ہی میں کھڑے تھے

شاید کمار دیوی اور ایبہ کے یوں دیر سے آنے کی وجہ سے وہ کچھ پریشان تھے
انتظار کر رہے تھے ...... ان تینوں کے پاس آ کر کمار دیوی اپنے گھوڑے سے ایک
چھلانگ لگا کر اتری اتنی دیر تک راج محل کا ایک خادم بھاگتا ہوا بڑھا اور راج
کے گھوڑے کو پکڑ کر اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔

پاؤں پٹختی ہوئی اور بے پناہ غصہ کا اظہار کرتے ہوئے وہ اپنی ماتا، پتا او
کی طرف بڑھی ...... اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے وہ تینوں کسی قدر پریشان او
گئے تھے آخر بھیم دیو نے راج کماری کمار دیوی کو مخاطب کیا۔

''بیٹی! کیا بات ہے ...... تم اکیلی آئی ہو ...... ایبہ کو کہاں چھوڑ آئی ہو
تمہاری حالت سے مجھے یہ بھی لگتا ہے کہ آج تم نے ایبہ سے جھگڑا کیا ہے ......
پر تمہارا مزاج بڑا برہم ہے ...... میں دیکھتا ہوں، تمہارے خوبصورت چہرے پر
غضب کے آثار بھی ہیں۔ بیٹے! کیا ہوا ...... کیا اس نے کوئی ایسی بات کہہ دی ج
ناگوار گزری ...... کیا اس نے کوئی ایسی حرکت کی جو تمہارے لئے ناپسندیدگی کا با
...... بیٹی! کیا تم نے ایبہ سے کوئی بڑا سلوک تو نہیں کیا ......؟''

یہاں تک کہنے کے بعد بھیم دیو رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ
تھا۔

''کمار دیوی! میری بچی ...... ایبہ سے ایسا سلوک کرنے سے پہلے دو باتوں ک
ذہن میں رکھا کرنا۔ پہلی یہ کہ وہ تمہارا منگیتر ہے ایسا منگیتر جو جنگی ہتھیاروں
استعمال میں کمال کی ہنرمندی رکھتا ہے پھر یہ کہ تم اسے پسند بھی کرتی ہو ...... ا
محبت بھی کرتی ہو ...... اس بنا پر اس کے جذبات کا خیال رکھنا تمہارا فرض ہے۔

دوسری بات یہ کہ وہ ان علاقوں میں اجنبی ہے اس ناطے سے ہمارے
ایک معزز مہمان کی حیثیت رکھتا ہے ...... اس لحاظ سے بھی بیٹے تجھے اس کے جذبا
احساس ہونا چاہیے ...... کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ تم اس کی بے عزتی کر کے اسے
آئی ہو کہ وہ راج محل کی طرف نہ آئے۔''

جب تک بھیم دیو بولتا رہا، کمار دیوی اپنی جگہ پر کھڑی ہو کر منہ بسورتی رہی
غصے کا اظہار کرتی رہی ...... بھیم دیو جب خاموش ہوا تب اس نے ایبہ کے بھا
تفصیل کہہ دی تھی۔

کمار دیوی کے اس انکشاف پر بھیم دیو، راج کنول اور رام دیو تینوں دنگ ر

پریشان بھی ہو گئے تھے ...... اس پر راج کنول نے کمار دیوی کو مخاطب کیا۔

''بیٹی! وہ کیوں بھاگا ...... اسے یہاں کیا تکلیف تھی ...... کیا تو نے اس سے کوئی
سلوک کیا ...... بیٹی! آخر اس کے بھاگنے کی کوئی تو وجہ ہو گی ......؟''

غصے کا اظہار کرتے ہوئے کمار دیوی کہنے لگی۔

''اس کے بھاگنے کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اپنے جن علاقوں کی طرف سے
ا، ادھر ہی واپس جانا چاہتا ہے ...... اس کا مطلب ہے، اسے میری ذات سے کوئی
نہ تھی ...... نہ اسے مجھ سے محبت تھی، نہ چاہت، نہ پیار ...... ماتا! ایسا لڑکا جسے مجھ
بت نہ ہو، جس کے دل میں ذرہ بھر میری چاہت نہ ہو، وہ میرے پریم کو ٹھکرا کر
نا چاہتا ہو اور مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہو ...... آخر میں اسے اپنی زندگی کا
بنانا کیوں پسند کروں ...... اگر وہ پکڑا نہ گیا تو میں جانوں گی، میری اس سے
ت ہی نہ ہوئی تھی ...... یہاں سے دفع ہوا، میری نگاہوں سے دور ہوا اور اگر
ب کرنے والے مسلح جوانوں نے اسے پکڑ لیا تو میں اس کا وہ حشر کروں گی کہ
لا شہر بھی اسے دیکھ کر عبرت پکڑے گا ...... ماتا! میرا یہ فیصلہ ہے کہ اب میں اسے
جیون کا ساتھی نہیں بناؤں گی ...... جس لڑکے کو میری ذات سے دلچسپی نہیں ہے
جس کو میرے شریر سے محبت نہیں ہے ...... جس نے میرے پریم کی قدر نہیں کی
میں اگر اس کی جیون ساتھی بن بھی گئی تو آنے والے دنوں میں وہ میری کیا قدر
کرے گا ...... لہٰذا اگر ہمارے مسلح جوان اسے پکڑ کر لاتے ہیں تو اس راج محل میں
کی حیثیت میرے منگیتر کی نہیں بلکہ ایک غلام کی ہو گی ...... وہ غلام تھا اور اب میں
غلام بنا کر ہی اس راج محل میں رکھوں گی ...... میری آپ تینوں سے التجاء ہے کہ
سلوک میں اس سے کروں اس سلسلے میں آپ مجھ سے نہ کوئی باز پرس کیجئے نہ مجھے
ے باز رہنے کے لئے کہیے گا۔''

اس کے ساتھ ہی کمار دیوی غصہ میں پاؤں پٹختی ہوئی اپنی خواب گاہ کی طرف چلی
ی۔

اگلے روز صبح سویرے راج محل کے اندر ایبہ کے آنے کا ایک شور مچ گیا تھا جو مسلح
اس کو پکڑ کر لائے وہ اسے راج محل کے کھلے صحن میں لائے تب راج محل کے
ے کمار دیوی، بھیم دیو، رام دیو اور راج کنول باہر نکل آئے تھے ...... راج محل کے

خدام بھی ایک طرف جمع ہو گئے تھے۔ اس موقع پر کمار دیوی کے غصے اور اس کی
ناکی کی کوئی انتہاء نہ تھی جو مسلح جوان ایبہ کو پکڑ کر لائے تھے، وہ اپنے گھوڑوں
کھڑے ہوئے تھے ان کے سامنے انتہائی پریشانی کی حالت میں ایبہ کھڑا تھا۔
کماری کمار دیوی اس سے ذرا فاصلے پر رک کر تھوڑی دیر تک اسے غور سے دیکھ
پھر بڑے غصے میں پاؤں پٹختی ہوئی آگے بڑھی اور لگاتار دو بھرپور طمانچے اس
کے منہ پر دے مارے تھے...... کمار دیوی کی اس حرکت پر بھیم دیو، راج کول
دیو تینوں شرمسار سے تھے...... ان کے چہرے کے تاثرات بتاتے تھے کہ انہ
کمار دیوی کی اس حرکت کو ناپسند کیا ہے لیکن اس موقع پر وہ بول نہ سکے پھر راز
چند قدم پیچھے ہٹی اور ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"تو نے میرے شریر، میری آتما کو پامال...... میرے امکان کی حدود کو پا
...... میں تجھے اپنی خواہشوں، اپنی امیدوں اور آشاؤں کا آدرش بنانا چاہا لیکن ا
گدائی ثابت ہوا...... میں نے تیری عظمت کو، کوہساروں جیسا بلند لے جانا چاہ
ذلت و پستی کی خاک ثابت ہوا...... میں نے تجھے ستارہ نصیب راج کمار بنا
نحوست میں ڈوبا ہوا اندیشہ نکلا...... میں نے تجھے پستیوں سے اٹھا کر کمال تک
چاہا لیکن ایبہ! تو تاریکیوں کی دل گرفتہ وحشت ثابت ہوا...... میں نے تجھے اپ
گداز شبنمی لہروں میں گلاب کی مہک بنا کر اتارنا چاہا لیکن تو نفرت کا پیکر ثابت

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی رکی اس کے بعد پہلے سے بھی زیادہ
غضب ناکی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"ایبہ...... میں نے تجھے اپنے رخساروں پر حیا کی سرخی، اپنی پلکوں کا ر
سانسوں کی مہک، اپنی آتما کی حلاوت، اپنا اصل حیات، اپنا مرکز جان بنانا چا
ایسا بدقسمت نکلا کہ میرے لئے تو جیٹھ کی کاٹتی دھوپ ثابت ہوا۔

تو نے یہاں سے بھاگ کر یہ ثابت کیا ہے کہ تجھے مجھ سے کوئی چاہ
غرض و غایت، کوئی الفت نہیں ہے...... نہ تو مجھے پسند کرتا ہے نہ ہی تو چاہتا
تیرے میرے درمیان سگائی کا رشتہ برقرار رہے...... یہ حرکت کر کے تو نے
گلاب لبوں، میرے شبنمی مرمریں عارض، میری پھوٹتی شفق سے چہرے، میرے
تابندگی، میری خوبصورتی کی درخشندگی اور میری سندرتا کی پائندگی کی توہین کی
میں تیرے ساتھ اپنی منگنی اور سگائی کے رشتہ کو منقطع کرتی ہوں...... تجھے اس

راج کماروں کی طرح رہنے کی آسائش مہیا کی گئیں لیکن تو نے ثابت کیا کہ تو غلام
ایسی آسائشوں کے قابل نہیں...... اب میں آتشیں آندھی، ضمیر کی پستی اور جبر کا
ہیاؤ بن کر تیری روح، تیرے ارادوں کو ذلت و پستی کا شکار کروں گی...... میں تجھ
ہر رابطہ، ہر تعلق منقطع کرتی ہوں...... اب تو راج محل کے اندر نہیں رہے گا......
ج محل کے اطراف میں جو راج محل کے خدام کے لئے کمرے بنے ہوئے ہیں، ان
ے ایک حصے میں تیری رہائش ہو گی...... اب تو اپنی زندگی کے باقی ماندہ دن اسی
ج محل میں ایک غلام کی حیثیت سے گزارے گا اور یہ دن ایک راج کماری کو دھوکہ
نے کی وجہ سے تیرے لئے عبرت خیزی کے دن ہوں گے...... اب میں نے تیرے
ئے وہ بندوبست کیا ہے کہ تو یہاں سے بھاگنا چاہے تب بھی بھاگ نہ پائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی قریب ہی کھڑے ایک خادم کو راج کماری نے اشارہ کیا۔ وہ
ارہ پا کر خادم ایک طرف بھاگا...... تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا، اس کے ہاتھوں میں ہاتھ
لبی موٹی زنجیر تھی جس سے ہاتھیوں کو باندھا جاتا تھا۔ وہ خادم جب زنجیر لے کر
یب آیا تو کڑکتی ہوئی آواز میں راج کماری نے اسے مخاطب کیا۔

"زنجیر جیسا کہ میں نے تمہیں سمجھایا ہے اسے پہنا دو اور اس کو وہ کمرے دکھاؤ
ن کے اندر آج کے بعد اس کا قیام ہو گا۔"

راج محل کا وہ خادم آگے بڑھا...... زنجیر کی جس طرف کڑیاں تھیں وہ کڑیاں اس
نے اس کی بائیں ٹانگ کے گرد گھما کر اس کے اندر ایک تالہ لگا دیا اور زنجیر کی دوسری
رف لوہے کا ایک بھاری وزنی حلقہ تھا جو چلنے میں دشواری پیش کر سکتا تھا۔

جب اس خادم نے ایبہ کو وہ بھاری بھرکم زنجیر پہنا دی تب وہ خام ایبہ کو مخاطب
ر کے کہنے لگا۔

"اب تم میرے ساتھ آؤ...... میں تمہیں تمہاری رہائش گاہ بتاتا ہوں۔"

ایبہ منہ سے کچھ نہ بولا۔ چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا۔

وہ خادم اسے لے کر ایک کمرے میں داخل ہوا...... اندر فرش پر ایک معمولی سا
تر لگا ہوا تھا۔ کمرہ کوئی خاص بڑا نہ تھا چھوٹا سا تھا بمشکل دو مسہریاں اس میں آ سکتی
ھیں۔ بیچ میں ایک دروازہ تھا اور وہ دروازہ ایک دوسرے کمرے میں کھلتا تھا۔

پہلا کمرہ دکھانے کے بعد وہ خادم اسے دوسرے کمرے میں لے گیا...... دوسرے
کمرے کی سامنے والی دیوار میں بھی دروازہ تھا۔ خادم اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تمہارے رہنے کے لئے یہی دو کمرے مختص کیے گئے ہیں پہلے کمرے کے طہارت خانہ بھی ہے وہاں تمہیں ضرورت کا پانی ملے گا۔ اس کمرے میں تمہارا کھانا ضرورت کی اشیاء ہم پہنچاتے رہیں گے اور راج کماری نے ہمیں یہی ہدایات جاری ہیں اب چونکہ تمہارے پاؤں میں زنجیر ڈال دی گئی ہے راج کماری کا بھی یہ حکم ہے تم راج محل کے علاوہ باہر شہر اور بازار میں بھی گھوم پھر سکتے ہو۔"

خادم جب دونوں کمرے ایبہ کو دکھا چکا تب اس کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا۔

"اب میرے ساتھ آؤ ...... کمرے میں نے تمہیں دکھا دیے ہیں راج کماری یہی حکم تھا کہ تمہیں تمہاری رہائش کے دونوں کمرے دکھا کر واپس لایا جائے۔"

اس کے بعد ایبہ چپ چاپ اس کے ساتھ ہولیا پھر اس جگہ رکا جہاں پہلے کھڑا بھیم دیو، راج کنول اور رام دیو بڑی ہمدردی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے اس موقع پر جو مسلح جوان وہاں کھڑے تھے، انہیں مخاطب کر کے کمار دیوی کہنے لگی۔

"تم سب جا سکتے ہو...... تم نے اس غلام کو پکڑنے کا بہترین کارنامہ سرانجام دیا ہے اس کے لئے تم انعام کے حق دار ہو اور تمہارا انعام تم تک پہنچ جائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی مسلح جوان وہاں سے چلے گئے ان کے جانے کے بعد کمار دیوی نے ایبہ کو مخاطب کیا۔

"تمہارے پاؤں میں وہ زنجیر ڈال دی گئی ہے جو ہم ہاتھیوں کے لئے استعمال کرتے ہیں ...... ہمارے شکاری جب شیر کا شکار کرنے کے لئے نکلتے ہیں تو ہاتھی پر بیٹھ کر نکلتے ہیں۔ جو زنجیر تمہیں پہنائی گئی ہے یہ زنجیر ہاتھی اپنی سونڈھ میں تھام لیتے ہیں اور جب شیر قریب آتا ہے تو سدھائے ہوئے ہاتھی یہی زنجیر گھما کر شیر کو مارتے ہیں اور شیر کا شکار کرتے ہیں۔ ہم نے تمہیں یہ زنجیر پہنا کر شیر سے لومڑی میں تبدیل کر دیا ہے۔ یہاں سے بھاگ کر تم نے نہ صرف میری ذات کی نفی کی ہے بلکہ اپنی عزت اپنے احترام کو بھی خاک میں ملا دیا ہے...... یہ تمہارے بھاگنے کی پہلی واردات ہے اس بنا پر تمہیں زندہ رکھا گیا ہے اب بھاگنے کی کوشش کی تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے...... قتل کر دیئے جاؤ گے۔"

ایبہ اب تک بالکل چپ اور خاموش تھا لیکن اس بار جب اپنی گفتگو ختم کر کے کمار دیوی خاموش ہوئی تب اس کی چھاتی تن گئی اور جرات مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"کمار دیوی! یہ قتل کی دھمکی کسی اور کو دینا ...... میرا نام ایبہ ہے میں موت سے ڈرنے والا نہیں...... موت سے وہ شخص ڈرے جس نے اپنے جیون کے تعیشات جمع کر رکھے ہوں...... یہاں میرا آگا پیچھا کوئی نہیں، وہاں مجھے موت اور قضاء کا بھی کوئی ڈر نہیں...... اگر تم یہ خیال کرتی ہو کہ میں تمہاری دھمکی سے ڈر جاؤں گا، خوف زدہ ہو جاؤں گا، یہ تمہاری بھول ہے۔"

ایبہ کی اس گفتگو کو کمار دیوی نے سخت ناپسند کیا، اس کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنا خنجر نکالا ...... آگے بڑھی اور دھمکی آمیز انداز میں ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"تمہاری زبان کیسے کھل گئی ...... ایک تو تم غلطی پر ہو اور آگے سے بولتے ہو...... اب اگر تم نے ایک لفظ بھی کہا تو میں اپنا خنجر تمہارے پیٹ میں گھونپ دوں گی۔"

اس پر ایبہ تن گیا ...... اپنے آپ کو آگے کیا اور بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"مجھے خالی خولی دھمکی نہ دو ...... میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔ مارو خنجر، میں دیکھتا ہوں کیسے تم خنجر مار سکتی ہو......؟"

کمار دیوی مزید برہم ہو گئی ...... آگے بڑھ کر اس نے خنجر والا ہاتھ بلند کیا تھا کہ ایبہ نے جرات مندی کا اظہار کرتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا۔

"کسی کو یوں خنجر مار دینا آسان نہیں ہے...... مار کر دیکھو۔"

راج کماری کسمسا کر رہ گئی تھی ...... تلملائی تھی ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی لیکن چھڑا نہ سکی اس کے بعد اس نے بائیں ہاتھ کے لگاتار کئی طمانچے ایبہ کے منہ پر دے مارے تھے کہنے لگی۔

"تم نے میرا بازو پکڑنے کی جرات اور جسارت کیسے کی ...... پہلے جو تم نے میرے شریر کو چھوا تھا تو تمہیں میرا منگیتر مقرر کیا گیا تھا ...... تم نے مقابلہ جیتا تھا اور مقابلہ جیتنے کی وجہ سے تم میرے شریر کو ہاتھ لگانے کے مجاز تھے ...... اب جب کہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی رشتہ نہیں اور میری تمہاری سگائی بھی ختم ہو چکی ہے تو تم نے کیسے جسارت کی کہ میرا بازو پکڑو۔"

اس موقع پر بھیم دیو اور رام دیو ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے آگے بڑھے ...... کے بیچ حائل ہو کر برہمی کا اظہار کرتے ہوئے بھیم دیو نے کمار دیوی کو

مخاطب کیا۔

"کمار دیوی! ایک بیٹی کی حیثیت سے اب تک ہم نے تمہیں بہت برداشت
...... پہلے اپنا خنجر میان میں ڈالو اور پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو جاؤ۔"

کمار دیوی نے چپ چاپ اپنا خنجر میان میں ڈالا اور چند قدم پیچھے ہٹ کر کھڑی ہوگئی اس دوران رام دیو ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ایبہ! میرے بھائی ...... وہ اس وقت غصے میں ہے، چپ رہو ...... جاؤ اپنے کمرے میں چلے جاؤ۔ دیکھو! حالات آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیں گے فکر مند نہ ہونا۔"

اس کے ساتھ ہی ایبہ وہاں سے مڑا اور جو کمرے اس کی رہائش کے لئے مختص کیے گئے تھے ان کی طرف چلا گیا تھا اس کے جانے کے بعد پھر بھیم دیو نے راج کمار کمار دیوی کو مخاطب کیا۔

"بیٹی! تو نے اس لڑکے کے ساتھ سخت زیادتی کی ہے ...... اگر وہ یہاں سے بھا ہے تو اس کے بھاگنے کی کوئی تو وجہ ہوگی ...... جب وہ واپس آیا تو کیا تو نے اے پوچھا کہ وہ یہاں سے کیوں بھاگا ...... پہلے اسے اپنی صفائی کا موقع تو دینا چاہیے تھا ...... اس سے پوچھنا چاہیے تھا کہ اسے یہاں کیا تکلیف تھی ...... کس سے شکایت تھی ...... وہ کیوں بھاگا ...... بھاگا یا ویسے ہی اس نے تمہارے ساتھ کوئی شرارت کرنے کی کوشش کی تھی ...... آتے ہی اسے تم نے طمانچے مارنے شروع کر دیے اور ہتک آمیز گفتگو کا آغاز کر دیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جب بھیم دیو رکا تب اس کی ماتا راج کنول بھی قریب گئی اور رام دیو بھی قریب آن کھڑا ہوا تھا پھر راج کنول نے کمار دیوی کو مخاطب کیا۔

"بیٹی! مجھے تم سے بڑے شکوے، بڑے گلے ہیں ...... تو نے جو اس لڑکے کے ساتھ سلوک کیا، کیا وہ ایسے سلوک کا حق دار تھا......؟"

یہاں تک کہنے کے بعد راج کنول رکی پھر پہلے کی نسبت زیادہ خفگی کا اظہا کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"کمار دیوی...... ایک بار تو نے خود مجھ سے کہا تھا کہ جب اُچ کا راجہ دلپت رائے اپنے اہل خانہ کے ساتھ یہاں تمہارا رشتہ مانگنے آیا تھا اور تم ہمارے پاس بیٹھ ایبہ کے پاس گئی تھی تو ایبہ نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ لوگ کیا کرنے آئے تھے، تم انکشاف کیا تھا کہ میرا رشتہ لینے آئے ہیں۔

کمار دیوی! یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو یہ خطرہ یا خدشہ لاحق ہو گیا ہو کہ اُچ کا راجہ اپنے بیٹے کے لئے تمہارا رشتہ مانگنے آیا ہے اور ایبہ کی وجہ سے انکار کر دیا ہے ...... ایبہ کو یہ خطرہ ہو سکتا ہے کہ اُچ کا راجہ اسے قتل کرا کر تمہارا رشتہ اپنے بیٹے کے لئے حاصل کرنے کی کوشش کرے ...... بیٹی! یہ میرا ایک اندازہ ہے ہو سکتا ہے اس کی وجہ کچھ اور بھی ہو لیکن جو بات میں کہنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ جب وہ یہاں لایا گیا تو تمہیں یہ زیب نہیں دیتا تھا کہ آتے ہی تم اس کے منہ پر طمانچے مارتیں اور اسے لوہے کی زنجیر پہنا دیتیں اس سے پوچھتی کہ وہ کیوں بھاگا ...... اس سے سوال کرتی کہ اسے تم سے کیا شکوہ ...... کیا شکایت ہے ...... آخر وہ اس کا کوئی جواب تو دیتا اور اپنے بھاگنے کی کوئی وجہ تو بیان کرتا ...... اس کے بعد ہم اس کے لئے کوئی سزا تجویز کرتے۔ اب تم نے سارے ہی راستے بند کر دیے ہیں۔ تم نے اس سے ناطہ توڑ کر اسے غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا ہے اور یہ سراسر اس کے ساتھ زیادتی ہے۔"

راج کنول جب خاموش ہوئی تب کمار دیوی کا بھائی رام دیو بول اٹھا۔

"کمار دیوی! تم میری بہن ہو، مجھے تم اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو ...... پر اس موقع پر میں تم سے کہوں گا کہ جو کچھ پتا اور ماتا نے کہا، وہ بالکل درست ہے ...... تمہیں کس نے یہ ادھیکار دے دیا تھا کہ تم اپنے منگیتر کے منہ پر طمانچے مارو ...... میں، ماتا اور پتا اس موقع پر اس لئے نہیں بولے کہ سارے راج محل کے خادم اور مسلح جوان یہاں کھڑے ہوئے تھے اس موقع پر ہم تینوں میں سے اگر کوئی بولتا تو تمہاری توہین ہو جاتی اور یقیناً تمہارے لئے ناقابل برداشت ہوتی......"

یہاں تک کہتے کہتے رام دیو کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ کسی قدر شرمساری کا احساس کرتے ہوئے کمار دیوی کہنے لگی۔

"آپ تینوں اس مسئلے میں نہ آئیں ...... یہ میرا اور ایبہ کا معاملہ ہے۔ ایبہ کو آپ نے میرے ساتھ منسوب کیا تھا، وہ میرا منگیتر تھا اس لحاظ سے میرا اور اس کا ایک رشتہ اور تعلق تھا۔ اب اس تعلق کو نبھانا نہ نبھانا میرا اور ایبہ کا کام ہے ...... اگر میں نے اس سے بھاگنے کی وجہ نہ پوچھ کر غلطی کی ہے تو کسی مناسب موقع پر میں اس غلطی کی تلافی بھی کر سکتی ہوں۔ فی الحال جو میں نے اسے سزا دی ہے اسے اسی سزا کے قابل سمجھا جائے گا ...... میری آپ تینوں سے التماس ہے کہ آپ اس معاملے میں نہ آئیں۔ میں کسی نہ کسی روز مناسب جان کر اس سے بھاگنے کی وجہ پوچھوں گی ضرور۔"

اس کے ساتھ ہی کمار دیوی وہاں سے ہٹ کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی جبکہ بھیم دیو، رام دیو اور راج کنول بھی ایک دوسرے کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھتے ہوئے راج محل کے سکونتی حصے کی طرف چلے گئے تھے۔

اگلے روز صبح سویرے کمار دیوی جب راج محل کے سکونتی حصے سے نکل کر باہر آئی تو جس خادم کے ذمہ اس نے یہ خدمت لگائی تھی کہ وہ ایبہ کو اس کا کھانا، اس کے کمرے میں پہنچایا کرے وہ راج کماری کے قریب آیا، اپنے آپ کو خوب زمین کی طرف جھکاتے ہوئے راج کماری کو تعظیم دی پھر ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔

”راج کماری! میں نے اس لڑکے کو اس کے کمرے میں صبح، دوپہر، شام اور آج صبح کا کھانا پہنچایا لیکن چار وقت کا کھانا ابھی تک اس کے کمرے میں پڑا ہے اس نے نہیں کھایا کل تو اس نے کچھ کھایا ہی نہیں تھا آج صبح وہ اپنے پاؤں سے بندھی زنجیر کو گھسیٹتا ہوا بازار کی طرف گیا اور وہاں ایک بھٹیارے کی دکان سے کھانا کھا کر واپس آ گیا اور اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا ہے۔“

کمار دیوی نے اس خادم کو جانے کے لئے کہا اور کہنے لگی۔

”تم جاؤ اور اپنا کام کرو، میں اس سے بات کرتی ہوں۔“

اس پر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کمار دیوی اس کمرے میں داخل ہوئی جس میں ایبہ کی رہائش تھی ...... اندر داخل ہوتے ہی کمار دیوی نے دیکھا، چار وقت کے کھانے کے برتن وہاں پڑے ہوئے تھے کچھ دیر تک کمار دیوی غور سے ان برتنوں کو دیکھتی رہی پھر ایبہ کو مخاطب کیا۔

”یہ کھانا تم نے کیوں نہیں کھایا جو تمہیں مہیا کیا گیا ہے؟“

۔ایبہ اس وقت اپنے بستر پر بیٹھا ہوا تھا وہیں بیٹھا رہا کمار دیوی کو اس نے کوئی اہمیت نہ دی اس کی طرف دیکھا تاہم اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں کھانا کھاؤں، نہ کھاؤں اس سے تمہیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔“

اس پر ناراضگی اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کمار دیوی کہنے لگی۔

”اگر اسی طرح تم کھانا کھانے سے انکار کرتے رہو گے تو تمہارے لئے کھانا بند کر دیا جائے گا۔“

جواب میں ایبہ نے کھا جانے والے انداز میں کمار دیوی کی طرف دیکھا تھا پھر

کہنے لگا۔

”کمار دیوی! تم راجکماری بن سکتی ہو، بھگوان اور خدا نہیں بن سکتی ...... ایک بات یاد رکھنا، میں تمہاری ذات کا محتاج نہیں ہوں میں وہی کروں گا جو میری مرضی ہو گی۔ اپنے خادم سے کہنا، یہ برتن کھانے کے اٹھا کر لے جائے ...... مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔“

کمار دیوی بھی وہاں کھڑے ہو کر کچھ دیر تک غصہ میں اس کی طرف دیکھتی رہی اس کے بعد دوبارہ اسے مخاطب کیا۔

”تم یہاں سے بھاگے کیوں ...... کیا تم مجھے اپنے بھاگنے کی وجہ نہیں بتاؤ گے۔“

ایبہ نے پھر کھا جانے والے انداز میں اس کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔

”کمار دیوی! یہ سوال پوچھنے کا سے گزر چکا ہے ...... تم نے جو کچھ کرنا تھا کر چکی ...... اب تمہارے اس کرنے کا ردعمل ہو گا، اس کا انتظار کرنا۔ میں یہاں سے کیوں بھاگا ...... اس کی وجہ نہ میں تمہیں بتاؤں گا اور نہ تمہیں میں بتانے کا پابند ہوں ...... میرے بھاگنے کی وجہ سے جو سزا تم نے میرے لئے تجویز کرنا تھی، کر دی اب مزید تم کیا کر سکتی ہو ...... تمہارے لئے بہتر یہی ہو گا، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اس کمرے سے نکل جاؤ۔ میں تمہیں دیکھنے کا روادار نہیں ہوں۔“

ایبہ کے ان الفاظ کو کماری دیوی نے بری طرح محسوس کیا تھا ایک مجروح کر دینے والی غصیلی نگاہ اس پر ڈالی پھر تیزی سے مڑی اور اس کمرے سے پاؤں پٹختے ہوئے نکل گئی تھی۔

ایبہ نے اب سے معمول بنا لیا تھا کہ راج محل کی طرف سے جو کھانا اسے مہیا کیا جاتا تھا، وہ نہیں کھاتا اس کے پاس چونکہ معقول رقم تھی لہٰذا وہ باہر بازار میں بھٹیارے کی دکان پر کھانا کھا لیا کرتا تھا اس طرح دن بڑی تیزی سے گزرنے لگے تھے۔

O❖O

نہروالا کا راجہ بھیم دیو ایک روز نہروالا شہر کے نواح میں کھلے میدانوں میں اپنے لشکریوں کی تربیت اور دیگر امور کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس موقع پر اس کا سپہ سالار اور اس کی راجدھانی کے دیگر سرکردہ سالار اور لوگ بھی اس کے ساتھ تھے جس وقت وہ اپنے سالاروں سے کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا اس کے محافظ دستوں کا سالار اس کے قریب آیا، جھک کر اسے تعظیم دی پھر کہنے لگا۔

"مالک! اُچ کے راجہ دلپت رائے سے ایک قاصد آپ کی طرف آیا ہے...... پہلے شہر میں داخل ہوا جب اسے پتہ چلا کہ آپ شہر سے باہر لشکر کی تربیت گاہ میں ہیں وہ یہاں آ گیا ہے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے ...... اگر آپ حکم دیں اسے پیش کروں۔"

راجہ بھیم دیو نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"اچھا ...... اسے لے آؤ میرے پاس، میں جاننا چاہوں گا، وہ کیا کہتا ہے......؟"

اس پر اس کے محافظ دستوں کا سالار پیچھے ہٹ گیا تھوڑی دیر بعد وہ ایک شخص لے کر آیا، راجہ بھیم دیو کے قریب آ کر اس نے تعظیم دی۔ اس موقع پر بھیم دیو نے اسے مخاطب کیا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ تم اُچ کے راجہ دلپت رائے کی طرف سے آئے ہو...... کہو کیا کہنا چاہتے ہو......؟"

آنے والے قاصد نے گلا صاف کیا پھر راجہ بھیم دیو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں آپ کے نام اپنے راجہ دلپت رائے کا ایک اہم پیغام لے کر آیا ہوں محترم راجہ! آپ کو خبر ہو گی کہ ہندوستان کی سرزمین میں مسلمانوں کا سلطان شہاب الدین غوری داخل ہو چکا ہے۔ ہندوستان کی سرزمینوں میں داخل ہوتے ہی اس نے ملتان پر حملہ کیا۔ گو ملتان کے قرامطیوں کی بڑی طاقت و قوت تھی ان کے پاس جو لشکر

تھا، وہ شہاب الدین غوری کے لشکر سے کئی گناہ بڑا تھا اس کے باوجود شہاب الدین غوری نے انہیں بدترین شکست دی ان کا قتل عام کیا ہے ...... ملتان اور اس کے نواح میں بھی اس نے ایک طرح سے قرامطیوں کا خاتمہ کر کے رکھ دیا ہے اس وقت وہ ملتان شہر کے نظم و نسق میں مصروف ہے اور شہر میں ہی اس نے اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا ہوا ہے۔

ہمارے راجہ دلپت رائے نے اپنے مخبر ملتان میں پھیلا دیے تھے جنہوں نے واپس آ کر راجہ کو یہ خبر دی ہے کہ عنقریب شہاب الدین غوری ملتان سے نکل کر اُچ کا رخ کرے گا۔ اُچ پر حملہ آور ہونے اور اُچ کو فتح کرنے کے بعد اس کے یہ بھی ارادے ہیں کہ وہ نہروالا پر حملہ آور ہو۔

ان حالات میں ہمارے راجہ نے آپ سے گزارش کی ہے کہ جب شہاب الدین غوری ملتان سے نکل کر اُچ پر حملہ آور ہو تو آپ ہمارے راجہ کی مدد کریں تا کہ شہاب الدین غوری کو ادھر ہی بھگا دیا جا سکے جدھر سے وہ آیا ہے اور اگر اس نے اُچ فتح کر لیا پھر آپ کی طرف بڑھنے کے لئے کوئی قوت اس کی راہ نہ روک سکے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ قاصد جب خاموش ہوا تب انتہائی تاسف اور دکھ کا اظہار کرتے ہوئے نہروالا کا راجہ بھیم دیو کہنے لگا۔

"جہاں تک شہاب الدین غوری کے ہاتھوں ملتان کی فتح کا تعلق ہے تو اس کی خبر ہمیں ہمارے مخبروں سے مل چکی ہے ان ملتان کے قرامطیوں کی بدبختی کہ انہوں نے اپنے ہمسائیوں میں سے کسی کو وقعت ہی نہیں دی۔ انہیں جب خبر ہوئی کہ شہاب الدین غوری ملتان پر حملہ آور ہونے کے لیے شہر کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے تو ان قرامطیوں کو چاہیے تھا کہ ہمارے راجہ دلپت رائے کے علاوہ ہم سے رابطہ قائم کرتے اور ہم دونوں راجہ ان کی مدد کرتے اس طرح شہاب الدین غوری کو ملتان پر قبضہ کرنے کا موقع نہ ملتا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بھیم دیو رکا اس کے بعد آنے والے قاصد کو مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

"جہاں تک اُچ کے راجہ دلپت راؤ کا تعلق ہے اگر وہ ہم سے شہاب الدین غوری کے خلاف مدد مانگ رہا ہے تو ہم اسے مایوس نہیں کریں گے ...... ہم کسی بھی صورت نہ پسند کریں گے نہ یہ برداشت کریں گے کہ شہاب الدین غوری ملتان کے بعد

اُچ پر قبضہ کر لے اور اس کے بعد اپنی طاقت وقوت کا رخ ہماری طرف کرے
کرو، تم تھکے ہارے ہو، آنے والی شب کو نہر والا کے مہمان خانے میں آرام کرو
ہی صبح واپس اُچ کی طرف جانا اُچ کے راجہ کو میری طرف سے یقین دلانا کہ ہم
تنہا اور اکیلا نہیں چھوڑیں گے بہت جلد ہم ایک لشکر اُچ کی طرف روانہ کریں گے
کے نواح میں گھات میں بیٹھ جائے گا اور تمہارے راجہ دلپت رائے سے رابطہ بھی
کرے گا۔

جب شہاب الدین غوری ملتان سے نکل کر اُچ کا رخ کرے تو تمہارے
دلپت رائے کو چاہیے کہ شہر سے باہر نکل کر شہاب الدین غوری کی راہ روکے۔ شہر
باہر اس سے ٹکرائے، اپنی پوری طاقت وقوت سے اس پر حملہ آور ہو۔ اس دوران
جو میں یہاں سے دلپت رائے کے لئے بھجوا دوں گا اور جو اس وقت گھات میں بیٹھ
ہو گا۔ وہ اچانک اپنی گھات سے نکل کر شہاب الدین غوری پر حملہ آور ہو گا اور تمہا
راجہ دلپت رائے کی فتح اور کامیابی کو یقینی بنا دے گا۔''

اس موقع پر دلپت رائے کا قاصد بڑی شکر گزاری اور ممنونیت کے انداز میں
بھیم دیو کی طرف دیکھ رہا تھا راجہ بھیم دیو مسکرایا اور قاصد کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

''تمہیں جو کہنا تھا، کہہ چکے ہو یا کچھ اور بھی کہنا چاہتے ہو۔''

اس پر اپنے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے قاصد کہنے لگا۔

''مالک! میں نے جو کچھ کہنا تھا، کہہ چکا اور اس کہنے کے جواب میں آپ
جس جواب کی توقع رکھتا تھا، وہ بھی سن کا ہوں یہ جواب یقیناً ہماری امیدوں
خواہشوں کے مطابق ہے۔''

قاصد کے خاموش ہونے پر بھیم دیو مسکرایا اور کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو میرے آدمی کے ساتھ شہر میں جاؤ اور آرام کرو۔ کل
یہاں سے کوچ کر جانا اور میرا پیغام دلپت رائے تک پہنچانا۔''

اس کے ساتھ ہی راجہ بھیم دیو کے کہنے پر اس کے محافظ دستوں کا سالار اُچ
راجہ دلپت رائے کے اس قاصد کو اپنے ساتھ شہر کی طرف لے گیا تھا۔

ایک روز شام کے قریب ایبہ اپنے پاؤں کے ساتھ بندھی ہوئی بھاری اور
لوہے کی زنجیر کو گھسیٹتا ہوا بازار کی طرف جا رہا تھا شاید وہ کھانا کھانے بھٹیار خانے کا

رہا تھا اس موقع پر بھٹیار خانے کے قریب ہی دو نوجوان کھڑے تھے کچھ دیر تک وہ
ی ہمدردی سے ایبہ کی طرف دیکھتے رہے آخر ان میں سے ایک اپنے ساتھی کو مخاطب
رکے کہنے لگا۔

''بھائی عظیم الدین! میں اور تم دونوں گزشتہ کئی دنوں سے اس لڑکے کی طرف دیکھ
ہے ہیں، اسے عجیب سی اذیت میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ بے چارہ پاؤں سے بندھی اس
زنی بھاری زنجیر کو روز گھسیٹتا ہوا آتا ہے اس بھٹیار خانے میں کھانا کھاتا ہے اور پھر راجہ
ے محل کی طرف چلا جاتا ہے اور نکلتا بھی راجہ کے محل ہی سے ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ نوجوان جب خاموش ہوا تب اس کا وہ ساتھی جسے اس
نے عظیم الدین کہہ کر پکارا تھا، وہ بولا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بھائی غالب خان! تمہارا اندازہ درست ہے میں نے اس لڑکے سے متعلق
اطلاعات بھی حاصل کر لی ہیں۔ بنیادی طور پر یہ لڑکا مسلمان ہے نام اس کا ایبہ ہے۔
کہاں کا رہنے والا ہے، یہ تو مجھے پتہ نہیں چلا۔ اُچ شہر کی اُوشا دیوی کے تہوار میں اس
نے تیغ زنی اور تیر اندازی کے مقابلے میں نہر والا کی راجکماری کو نیچا دکھایا تھا جس کی بنا
پر اسے راجکماری سے منسوب کر دیا گیا تھا اور وہاں سے اسے یہاں نہر والا لایا گیا اور
راج محل کے اندر اس کی رہائش کا اہتمام کیا گیا پھر بتانے والے نے مجھے بتایا کہ یہ
یہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے بھاگنے کی وجہ سے راجکماری اس سے برہم ہوئی اور
اب اس کے پاؤں میں وزنی زنجیر پہنا دی ہے سنا ہے راجکماری نے اس سے اپنی منگنی
بھی توڑ دی ہے۔ پہلے اس کا قیام جہاں راج محل کے اندر تھا وہاں اب اسے راج محل
کے اس حصے میں منتقل کر دیا گیا ہے جہاں راج محل کے خدام رہتے ہیں اور اس کے
ساتھ غلاموں کا سا سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔''

اتنا کہنے کے بعد عظیم الدین جب خاموش ہوا تب اس کا ساتھی غالب خان
انتہائی دکھ اور افسردگی میں کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! ہم دونوں مسلمان ہیں ...... مسلمان کی حیثیت سے اس
لڑکے کی مدد کرنا ہمارا فرض بنتا ہے اسے ہاتھیوں والی زنجیر پہنا دی گئی ہے تاکہ یہ یہاں
سے بھاگ نہ سکے۔ اب میں اور تم یہ کوشش کرتے ہیں کہ اس لڑکے کو یہاں سے
بھگائیں۔ پہلے اس سے بات کریں کہ وہ کہاں سے آیا ...... کدھر کا رہنے والا ہے ......
کہاں جانا چاہتا ہے ...... پھر میں چاہتا ہوں کہ اسے یہاں سے نکال کر ادھر بھگا دیں

جدھر یہ جانا چاہتا ہے۔ یہ روزانہ بے چارہ وزنی زنجیر کو گھسیٹتا ہوا ادھر آتا
خداوند کی میرے دل پر خنجر چل جاتے ہیں۔ اکثر پہروں کھڑا ہو کر میں اسے د
اور دل تھام کر رہ جاتا ہوں۔"

غالب کے خاموش ہونے پر عظیم الدین پھر بول اٹھا۔

"دیکھ! ابھی تو وہ بھٹیار خانے میں گھس گیا ہے وہ کھانا کھائے گا۔ پہلے
اپنے دل میں سوچا تھا کہ بھٹیار خانے میں اس کے پاس جا کر بیٹھیں گے اور ا
گفتگو کریں گے لیکن اس طرح ہم بھی مشکوک ہو جائیں گے اور اس کی کوئی مد
سکیں گے۔ یہیں کھڑے رہتے ہیں بھٹیار خانے سے نکلے تو پھر اس سے بات
ہیں کہ جب اس کا قیام راج محل کے اندر ہے اس سے غلاموں کا سا سلوک کی
جاتا ہے...... اسے وہاں رہائش مہیا کی گئی ہے تو پھر وہ کھانا وہاں سے کیوں نہیں
...... یہاں آ کر کیوں کھاتا ہے...... اگر یہاں کھاتا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے......
کے کھانے کی ادائیگی کون کرتا ہوگا......؟"

غالب خان نے اپنے ساتھی عظیم الدین کی اس گفتگو کو پسند کیا تھا، کہنے لگا۔

"بھائی! تو ٹھیک کہتا ہے چلو دونوں یہیں کھڑے رہتے ہیں، وہ لڑکا جب نکل
تو اس سے بات کرتے ہیں پھر دیکھتے ہیں وہ کیا کہتا ہے...... بھاگ کر کہاں جا
ہے...... میرے بھائی مجھے یہ بھی شک گزرتا ہے اگر یہ یہاں سے بھاگنا چاہتا ہے
آج کی دیوی کے تہوار میں جو اس نے مقابلہ جیتا تھا تو اس مقابلے کے بعد
زبردستی یہاں لایا گیا ہوگا اسی بنا پر تو اس نے یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی ہ
بہرحال یہ اندازے ہیں ذرا وہ کھانا کھا کے نکلے پھر اس کے قریب جا کر اس س
کرتے ہیں اور اس سلسلے میں ضرور ہم دونوں اس کی مدد کریں گے۔"

دونوں خاموش رہ کر بھٹیار خانے کے قریب کھڑے ہو کر ایبہ کے باہر
انتظار کرتے رہے دونوں کی نگاہیں بھٹیار خانے پر جمی ہوئی تھیں۔ بڑی بے چینی
ایبہ کے وہاں سے نکلنے کا انتظار کرنے لگے تھے آخر ایبہ لنگڑاتا زنجیر بندھی ہوئی ٹا
گھماتا زنجیر کو گھسیٹتا ہوا بھٹیار خانے سے نکلا ارد گرد کے جو لوگ تھے اس موقع پ
ہمدردی اور تکلیف دہ احساس میں اسے دیکھ رہے تھے۔

جب وہ بھٹیار خانے سے نکلا تب چونکنے کے انداز میں عظیم الدین نے
ساتھی غالب خان کو مخاطب کیا۔

"بھائی! ادھر دیکھو، وہ لڑکا بھٹیار خانے سے نکلا ہے، چلو اس کے ساتھ ساتھ ہو
ہتے ہیں...... چلتے چلتے اس کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں اور جو کچھ ہم کرنا چاہتے ہیں اس
ی اطلاع اسے کرتے ہیں۔"

عظیم الدین اور غالب خان چند ہی قدم آگے بڑھے ہوں گے کہ چونکنے کے
نداز میں عظیم الدین نے اپنے ساتھی کو مخاطب کیا۔

"غالب خان رک......"

غالب خان چونک سا پڑا تھا مڑ کر اس نے عظیم الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے
لگا۔

"بھائی! کیا ہوا، تو نے ایک دم سے مجھے روک کیوں دیا۔"

عظیم الدین چونکنے کے انداز میں کہنے لگا۔

"تجھے میں نے اس لئے روکا ہے کہ ذرا دیکھ پیچھے سے وہ بلا آ رہی ہے شاید یہ
گھوڑ دوڑ کے بعد واپس آ رہی ہے اس کی موجودگی میں اس لڑکے سے بات کرنا انتہا
درجہ کا خطرناک ہوگا۔"

غالب خان نے جب مڑ کر دیکھا تو سنبھل گیا ان کی پشت کی طرف سے راج
کماری کمار دیوی اپنے گھوڑے پر سوار آ رہی تھی شاید وہ گھوڑ دوڑ کے بعد لوٹ رہی تھی
اور اس کے پیچھے پیچھے اس کی حفاظت کے لئے کچھ مسلح جوان بھی تھے۔

عظیم الدین اور غالب خان جہاں تھے، وہیں رک گئے پھر عظیم الدین نے
غالب خان سے سرگوشی کی۔

"غالب خان! آؤ، یہاں سے ہٹ جائیں اپنے اڈے کی طرف چلے جائیں اس
موقع پر لڑکے سے بات نہیں ہو سکتی۔ راج کماری آ گئی ہے ہو سکتا ہے یہ لڑکے کو روک
کر اس سے گفتگو کرے، نہ بھی کرے تب بھی اس نے راج محل کی طرف جانا ہے
لڑکے کا رخ بھی راج محل ہی کی طرف ہے جب تک یہ راج محل تک پہنچے گی، اس
وقت تک وہ لڑکا بھی کافی آگے جا چکا ہوگا لہٰذا ہم اس سے اس موضوع پر بات نہیں کر
سکیں گے۔"

غالب خان نے اپنے ساتھی عظیم الدین کی اس گفتگو سے اتفاق کیا تھا پھر دونوں
بھٹیار خانے سے ہٹ گئے تھے اور مخالف سمت جانے لگے تھے۔ شاید وہ نہروالا شہر سے
باہر نکلنے لگے تھے ایبہ کے قریب جا کر کمار دیوی نے اپنے گھوڑے کی رفتار بالکل کم کر

دی تھی پیچھے پیچھے گھوڑے کو لے جانے لگی تھی۔ اس کی حفاظت کے لئے اس کے
جوان تھے، انہیں ہاتھ کے اشارے سے آگے چلنے کے لئے کہا جس پر وہ اپنے
کو دوڑاتے ہوئے آگے نکل گئے۔

جب وہ مسلح گھوڑ سوار آگے نکلے تب ایبہ چونکا، مڑ کر اس نے دیکھا، راج
کمار دیوی اس کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ ایبہ نے اسے کوئی اہمیت نہ دی پہلے
ٹانگ سے بندھی زنجیر کو گھسیٹتا ہوا وہ آگے بڑھنے لگا تھا یہاں تک کہ وہ راج
داخل ہوا، راج محل کے سامنے جو کھلا میدان تھا اس کے اندر راج مندر کا بڑا
اُودھے مل کھڑا ہوا تھا۔ ایبہ چپ چاپ آگے بڑھا نہ اس نے اُودھے مل کو اہمیت
راج کماری کو بلکہ اپنے ان دو کمروں کی طرف چلا گیا تھا جو اس کی رہائش کے
کیے گئے تھے۔ راج کماری جونہی اپنے گھوڑے پر سوار راج محل میں داخل ہوئی
ایک خادم بھاگتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ گھوڑے کی اس نے باگ پکڑ لی۔ راج
نیچے اتری، وہ خادم گھوڑے کو لے کر اصطبل کی طرف چلا گیا تھا۔ راج کماری
آہستہ چلتی پنڈت اُودھے مل کے قریب آئی اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''پنڈت جی! خیریت تو ہے...... آپ یہاں صحن میں کیوں کھڑے ہیں۔''

جواب میں اُودھے مل مسکرایا اور کہنے لگا۔

''بیٹا! میں اس ایبہ کے لئے کھڑا تھا آج دن کے پہلے حصے میں تمہارا بھ
دیو میرے پاس گیا تھا اور اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں ایبہ کو کچھ سمجھاؤں تا
دو کام کر لے تو اس کے پاؤں سے زنجیر بھی کھل جائے گی اور اسے معاف بھ
جائے گا۔''

جواب میں اُودھے مل کی طرف کمار دیوی نے بڑے غور سے دیکھا پھر کہ

''اس سلسلے میں میرے بھائی رام دیو نے مجھ سے بات تو نہیں کی پر اس
ایبہ کے لئے کون سے دو کام مختص کیے ہیں۔''

''رام دیو نے کہا ہے کہ اگر یہ ایبہ ہمارے دھرم میں آ جائے تو اس کی م
لئے یہ پہلی شرط ہے اس نے یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی ہے جو میری بہ
نہیں اس کے ساتھ جو اس کا رشتہ جوڑا گیا تھا اس کی بھی توہین ہے۔ دوسری
نے یہ لگائی ہے کہ یہ اگر راج کماری سے معافی مانگ لے تب بھی اس کی گلو
سکتی ہے۔''

اُودھے مل جب خاموش ہوا تو کسی قدر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کمار دیوی کہنے

''پنڈت جی! دونوں شرطیں بہت اچھی ہیں بلکہ میں سمجھتی ہوں، میرے بھائی رام
نے بڑا اچھا قدم اٹھایا ہے۔ جہاں تک پہلی شرط کا تعلق ہے تو وہ ایبہ کے لئے
نا ہے۔ میں نے اسے اپنے دھرم میں لانے کی بڑی کوشش کی۔ اپنے دھرم کی
ی کتابیں اس کو پڑھنے کے لئے دیں اس لئے دیں کہ یہ خاصہ پڑھا لکھا ہے میں
ہی تھی کہ میں نے مختلف علوم حاصل کرنے میں بڑی محنت کی ہے لیکن ان علوم میں
یہ مجھ سے بھی تیز نکلا۔ میں نے بہت جتن کیے، اپنی کتابیں بھی اس کو پڑھائیں
نا اپنے عقیدے میں یہ ٹس سے مس نہیں ہوا جہاں تھا، وہیں کھڑا رہا۔ لہٰذا اسے اپنے
م میں لانا میں سمجھتی ہوں بالکل ناممکن ہے۔

جہاں تک دوسری شرط کا تعلق ہے اگر یہ مجھ سے معافی مانگ لے اور وعدہ کرے
یہ آئندہ یہاں سے بھاگنے کی کوشش نہیں کرے گا تو اسے یہاں ایک شریف اور
اد شہری کی حیثیت سے رہنے کا موقع مل جائے گا لیکن اسے یہاں سے جانے نہیں
ا جائے گا۔ ساتھ ہی اس کے ساتھ جو میری نسبت اور منگنی ہے وہ بحال نہیں کی جائے
ا اس لئے کہ اب میں اسے اپنے قابل نہیں سمجھتی۔ جس شخص نے ایک بار میری
صیت، میری ذات اور میرے ساتھ اپنے رابطے اور تعلق کو دھوکہ دیا ہے، اس پر تو میں
دگی بھر بھروسہ اور اعتماد نہیں کر سکتی لہٰذا اس کے ساتھ اب میں کوئی رشتہ نہیں جوڑوں
ی، معافی مانگ لے تو اسے یہاں رہنے کی آزادی مل سکتی ہے۔ اس لئے کہ یہ کچھ
اموں میں ایسا طاق ہے کہ اس کی یہاں ضرورت محسوس کی جا سکتی ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی جب خاموش ہوئی تو اُودھے مل کہنے لگا۔

''اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سے مل لوں اس لئے کہ یہ ابھی ابھی راج محل
یں داخل ہوا ہے اور اپنے کمروں کی طرف گیا ہے۔''

کمار دیوی مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''میں یہیں کھڑی ہوتی ہوں، اندر نہیں جاؤں گی...... میں نے بھی اس سے آج
فیصلہ کن بات کرنی ہے۔ آپ پہلے اس سے مل لیں جو گفتگو کرنا چاہتے ہیں کر لیں اس
کے بعد جب آپ نکلیں گے تو میں اس سے بات کروں گی۔''

اودے مل مسکرایا اس کے بعد وہ ان کمروں کی طرف بڑھا تھا جو کمرے ایبہ کی

رہائش کے لئے استعمال ہوتے تھے اودھے مل ایبہ کے کمرے میں داخل ہوا وقت زمین پر لگے بستر پر بیٹھا ہوا تھا اودھے جب اس کے قریب گیا تو مسکرا ایبہ کہنے لگا۔

''پنڈت اودھے مل جی! آج میری طرف کیسے آنا ہو گیا۔''

اودھے مل آگے بڑھ کر اس کے بستر پر بیٹھ گیا، کہنے لگا۔

''میں تمہاری بہتری اور بھلائی کے لئے آیا ہوں دیکھو میرے پاس وقت تھ تمہید نہیں باندھوں گا۔ میں تمہارے پاس دو مطالبات لے کر آیا ہوں اگر مان جا تمہاری گلو خلاصی ہو جائے گی۔ پہلا مطالبہ یہ ہے کہ ہمارے دھرم میں آ جاؤ مطالبہ یہ کہ یہاں سے بھاگ کر جو تم نے راج کماری کی اہانت کی ہے راج کمار معافی مانگ لو جو کچھ ہوا اس پر مٹی پڑ جائے گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اودھے مل رکا کچھ سوچا پھر دوبارہ کہنے لگا۔

''دیکھو! جہاں تک ہمارے دھرم کا تعلق ہے تو اس سے متعلق میں کہوں......''

اودھے مل اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لئے کہ ایبہ بول اٹھا۔

''پنڈت جی! میرے ساتھ مذہبی بحث نہ کرنا جو مذہب تم نے اختیار کر رکھا اسی پر قائم رہو جس راستے میں چل رہا ہوں، اس سے مجھے ہٹانے کی کوشش نہ کر نہ ہی مجھے اپنے دھرم کی ترغیب دینا۔ ایسا کرو گے تو میں تمہیں وہی جواب دوں اس سے پہلے میں کمار دیوی کو دے چکا ہوں اس لئے کہ وہ بھی مجھے اب تک دھرم کی طرف کھینچتی رہی ہے۔''

اودھے مل نے غور سے ایبہ کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔

''تم نے راج کماری کو کیا جواب دیا؟''

ایبہ کہنے لگا۔

''پنڈت جی! میں نے اسے کہا تھا کہ آپ کے ہندو دھرم میں پختگی اور پائیدا نہیں ہے، آپ لوگوں کا دھرم ارتقائی منازل طے کرتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے جبکہ ہما رسول (ﷺ) نے جو ہمارے لئے اصول مرتب کیے، وہی چل رہے ہیں ان کاربند ہیں۔

پنڈت جی! برا نہ مانئے گا، ہندوستان کے لوگ آریائی ہیں اور آریا پہلے

ت تھے یہاں آنے کے بعد ان کے عقائد ہندوستانی باشندوں سے متاثر ہوئے۔ اپنے ساتھ کچھ نظریات و عقائد لائے جو مقامی مذہب میں شامل ہو گئے۔ چند خدا کے مقامی باشندوں دراوڑوں کے نظریے کے مطابق بھی ہندوستان میں موجود اور کچھ آریا اپنے ساتھ لائے۔ یہی وجہ تھی کہ ہندوستان میں بہت سے خداؤں کی ہونے لگی۔ چونکہ آریا اسی علاقے میں آباد ہو گئے جہاں پہلے دراوڑ نسل کے لوگ تھے اس لئے فاتح اور حکمران آریاؤں نے دراوڑی لوگوں کے عقائد اور رسوم کو اندر سمو لیا یہاں کی آب و ہوا ان کی زرخیزی، بلند و بالا ہیبت ناک پہاڑوں اور ں کے مرعوب کر دینے والے اثرات، طوفان خیز بارشوں، بجلی کی لرزا دینے والی ج اور چمک اور پیداوار نے قدیم ہندوستانی باشندوں کے عقائد اور نظریات کو متاثر تھا اس لئے انہوں نے تمام طاقتوں کو دیوتا کا درجہ دے دیا تھا ان سے متاثر ہوئے یا جن سے ان کے مفادات اور منافع وابستہ تھے، ان کو پوجتے تھے آریوں نے بھی کے ان دیوتاؤں کو اپنا لیا۔

ہندوستان میں داخل ہونے والے آریا صرف یہاں کے قریب دراوڑیوں سے ہی نہیں ہوئے وہ ایرانیوں سے بھی متاثر ہوئے۔ آپ جانتے ہیں، ایران میں ایک اس کو مقدس جان کر پیا جاتا تھا۔ خصوصاً مقدس عبادتوں کے موقع پر جسے ایران میں کہا جاتا تھا یہ دراصل ایک قسم کی بھنگ ہے ہندوستان میں بھی اس کا استعمال پوجا ٹ اور مقدس مواقع پر کیا جانے لگا۔

پنڈت جی! آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ سکندر اعظم جب ان سرزمینوں پر حملہ آور ہوا یہاں کا دھرم یونانیوں سے بھی متاثر ہوا۔ یونانی چونکہ سورج کی پوجا پاٹ کرتے تھے سے متاثر ہو کر ہندوستان میں بھی سورج اور آگ کی پرستش ہونے لگی۔

اس بنا پر پنڈت جی میں یہ کہوں کہ جو مذہب آریا لے کر ہندوستان میں داخل ئے تھے، اس پر تو وہ قائم رہے ہی نہیں۔ انہوں نے دراوڑیوں، ایرانیوں اور یونانیوں رسومات اور دیوتاؤں کو بھی اپنے اندر سمو لیا اور اس طرح یہ مذہب ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔

گویا آپ لوگ اپنے دھرم میں تبدیلی کرتے رہے ہیں ایک اور بڑی تبدیلی بھی آپ کے دھرم میں دیکھی جا سکتی ہے۔ پنڈت جی! برا نہ مانئے گا آپ کے دھرم سے تعلق میں پہلے کچھ نہیں جانتا تھا آپ کی راج کماری نے جو مواد پڑھنے کے لئے دیا

اس سے مجھے آپ کے دھرم سے متعلق معلومات حاصل ہوئیں۔ یہ جو میں نے آپ کے دھرم کے ارتقائی عمل کی چند مثالیں پہلے دی ہیں ان سب سے بڑھ کر ایک اور مثال ہے ثابت کرتی ہے کہ آپ کے مذہب کے اندر آہستہ آہستہ تبدیلی ہوتی رہی اور یہ ارتقائی منازل طے کرتا رہا۔

پنڈت جی! آپ کے ہاں ایک تناسخ کا عقید ہے جس کے مطابق کوئی انسان مرنے کے بعد فنا نہیں ہوتا بلکہ دوبارہ جنم لیتا ہے۔ نئے جنم میں اسے کون سا قالب ملتا ہے اس کا انحصار ان کے اپنے سابقہ اعمال پر ہے جیسے اس کے اعمال ہوں گے، ویسا ہی جنم ہوگا۔ اچھے اعمال والا اعلیٰ منصب لوگوں کے جسم کی صورت میں جنم لے سکتا ہے اور برے اعمال کا مرتکب انسان کسی شودر کے گھر میں پیدا ہوسکتا ہے یا کسی جانور کی شکل میں دوبارہ اس دنیا میں آسکتا ہے۔

پنڈت جی! آپ کے ہاں اس عقیدے کی ابتدا ایک شخص ست پت برہمانے کی تھی اسی نے پہلے یہ اعلان کیا کہ انسان مرنے کے بعد دوسرا جنم لیتا ہے حالانکہ آپ کی مذہبی کتابوں میں جنہیں آپ وید کہہ کر پکارتے ہیں انہوں نے اس عقیدے کی نفی کی ہے آپ کی وید کہتی ہیں کہ مرنے کے بعد انسانی روح باقی رہتی ہے وہ فنا نہیں ہوتی اور نہ ہی واپس دنیا میں آتی ہے جبکہ آپ نے اپنی مذہبی کتاب کا الٹ کرلیا ہے۔

اب آپکا جو یہ تناسخ کا عقیدہ ہے اس کے ہندومت کو کچھ نقصان بھی ہوئے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ اس عقیدے نے ہندومذہب کو ایک مصیبت میں مبتلا کر دیا وہ اس طرح کہ چونکہ ہر نیک و بد کو جنم جنم کے چکر سے گزرنا پڑتا ہے جو برے لوگ ہوں گے ان کا جنم جانوروں کی صورت میں ہوگا اس لئے ہندوؤں کے لئے بھی یہ ممکن نہ رہا کہ وہ جانوروں کو ذبح کریں یا ان کی قربانی کریں اس لئے کہ ان کے آباؤ اجداد دوسرے جنم میں جانوروں کی شکل میں بھی آسکتے ہیں۔ اس طرح اگر وہ جانوروں کو ذبح کرتے ہیں تو اب وہ گویا اپنے آباؤ اجداد کو ذبح کررہے ہیں۔

پنڈت جی! یہ باتیں میں اپنے پاس سے نہیں کہہ رہا آپ کی کتابوں میں جو کچھ پڑھا، وہی میں بیان کررہا ہوں اور پھر آپ لوگ ایک خدا کے علاوہ ان گنت خداؤں اور دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں خیال رکھئے گا، میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ جس غلام کا ایک مالک ہو وہ اچھا رہے گا یا جس غلام کے ان گنت مالک ہوں وہ سکھ رہے گا۔

پنڈت جی! دنیا کے مختلف مذاہب نے خدا کی جن صفات کو پیش کیا ہے وہ ناقص اور نامکمل تصور کی جاتی ہیں اسلامی توحید میں جو خدا کا تصور پیش کیا جاتا ہے وہ قادر مطلق ہے۔ انسانی زندگی پر خواہ وہ زندگی انفرادی ہو یا اجتماعی اس پر اس کا گہرا اثر پڑتا ہے توحید کا نظریہ انسان کو آزادی اور حریت کا عظیم مقام عطا کرتا ہے تمام کائنات صرف انسان کے لئے پیدا ہوئی ہے لیکن جب تک اس کا عقیدۂ توحید پر نہیں ہوتا اس وقت تک وہ سب سے ڈرتا ہے خوف کھاتا ہے اور کانپتا ہے جن چیزوں کو خدا نے اس کی تابعداری اور فرمانبرداری کے لئے پیدا کیا ہے وہ خود ان کی تابعداری اور اطاعت کرتا ہے اپنے جیسے انسانوں کو خود اپنا رب بناتا ہے، غلاموں کی طرح ان کے سامنے جھکتا ہے۔

پنڈت جی! ہمارا عقیدۂ توحید انسان میں انتہائی درجہ کی خودداری اور عزت نفس پیدا کرتا ہے اس عقیدے کو ماننے والا جانتا ہے کہ موت وحیات اسی کے ہاتھ میں ہے عزت وذلت کا مالک وہی ہے تمام باقی باتوں کا مالک بھی وہی ہے اس کے بغیر کوئی با اختیار اور صاحب اقتدار نہیں ہے یہ عقیدہ خدا کے سوا باقی تمام قوتوں سے بے نیاز اور بے خوف کردیتا ہے۔ اس کی گردن کسی مخلوق کے سامنے نہیں جھکتی۔ اس کا ہاتھ کسی کے آگے نہیں پھیلتا اور یہ تمام صفات عقیدۂ توحید سے پیدا ہوسکتی ہیں۔

اس کے علاوہ ہمارے دین کا عقیدہ توحید خودداری اور عزت نفس کے احساس کے ساتھ انسان میں تواضع اور انکساری پیدا کرتا ہے۔ عقیدۂ توحید پر یقین رکھنے والا جانتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے، وہ خدا کا دیا ہوا ہے اس لئے وہ متکبر نہیں ہوتا وہ سب کے ساتھ ہمدردی ومحبت اور الفت کے ساتھ پیش آتا ہے۔

پنڈت جی! اس کے علاوہ عقیدۂ توحید سے تمام اقوام کے اتحاد کے لئے ایک مشترکہ رشتے کی بنیاد پڑتی ہے۔ جب تک اقوام عالم کا خدا الگ، آدم الگ، تمام نسلیں الگ رہیں گی تو ان کے اتحاد کا کوئی مرکزی نقطہ نہ ہوگا تو مساوات انسانی اور عدل کی مضبوطی معاشرتی بنیاد پر نہ استوار ہوسکے گی توحید کی بنیاد پر ایک عالمگیر سیاسی تنظیم کی عمارت قائم ہوسکتی ہے اور اسی مرکزیت سے اقوام عالم کا انتشار ختم کیا جاسکتا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ابیہ رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

"پنڈت جی! برا نہ مانئے گا آپ کے دھرم میں مجھے اقوام عالم کے اتحاد کا کوئی درس نہیں ملتا۔ میں نے جو آپ کی کتب پڑھیں، ان کے مطابق آپ کا دھرم انسان کو

ذات پات میں تقسیم کرتا ہے چار ذاتوں میں بانٹتا ہے۔ تین کو اچھا خیال کرتا ہے آخر
ذات جسے آپ شودر کہتے ہیں انہیں انسان کا درجہ بھی نہیں دیتا میں نے آپ کی کتابو
میں ایک جگہ پڑھا، وہاں لکھا تھا۔ شودر لوگ سور اور کتے کی طرح ناپاک ہیں اس لئے
برہمن کو کھانا کھاتے ہوئے ایسی جگہ پر بیٹھنا چاہیے جہاں شودر کی نظر نہ پڑے۔

پنڈت جی! آپ کی مذہبی کتب کہتی ہیں کہ ہمالیہ سے جنوب تک بندھیاچل تک
ایک مشرقی سمندر سے مغربی سمندر تک کا علاقہ آریاورت کہلاتا ہے برہمن و کھشتر
اور ویش ان علاقوں کے حکمران بن کر رہیں اور شودر معاش کی تنگی محسوس کریں تو جہاں
چاہیں چلے جائیں۔ شودر کو ہمیشہ حقیر سمجھنا چاہیے۔ اس کا نام بھی حقارت ظاہر کرنے وا
ہو جس میں حقارت آمیز لفظ شامل ہوں۔ برہمن کے نام میں طاقت کو ظاہر کرنے وا
لفظ اور ویش کے نام میں مال و دولت کو ظاہر کرنے والا لفظ شامل کیا جائے۔

پنڈت جی! آپ کی کتب مزید کہتی ہیں کہ شودر کو مذہب اور عبادت کا درس نہیں
دینا چاہیے جو شخص شودر کو مذہب اور عبادت کا درس دیتا ہے، وہ شودر کے ساتھ ہی
دوزخ کا ایندھن بنے گا کہ شودر کو اس بات کی اجازت بھی نہیں دی جا سکتی کہ وہ پڑھنے
لکھنے کا خیال بھی دل میں لائے اگر کوئی شودر چھپ چھپا کر کہیں وید کو سن لے تو اس
کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈال دیا جائے۔

پنڈت جی! آپ کی مذہبی کتب مزید کہتی ہیں کہ برہمن اور کھشتریوں کی روحیں
ترقی کر کے دو منزلوں سے گزر چکی ہیں اس لئے یہ دونوں ذاتیں دو جنمی ہیں اس کے
برخلاف شودر ایک جنما ہے یعنی اس کی روح ابھی انسانیت کی ایک ہی منزل سے گزری
ہے اس لئے شودر کو ذلیل رہنا چاہیے وہ دولت جمع نہیں کر سکتا خواہ اس کی طاقت
کیوں نہ ہو اگر شودر کے پاس دولت جمع ہو جائے گی تو وہ برہمنوں کو نقصان پہنچا-
گا۔

پنڈت جی! انسانیت میں انتشار پیدا کرنے کے لئے آپ کی مذہبی کتب مزید کہتی
ہیں کہ شودر صرف ایک بار مہینے میں ایک بار حجامت بنوائے گا اور اس کی غذا برہمن
کا کھایا ہوا جھوٹا کھانا ہو گا، اگر کوئی شودر اونچی ذات کے برابر بیٹھ جائے تو اس کی کمر
آگ سے داغ دیا جائے گا اس کے چوتڑ اس طرح کاٹ دو کہ وہ مرنے نہ پائے شو
کی تخلیق برہمن کے لئے کی گئی ہے اس لئے شودر سے کام لینا چاہیے خواہ وہ اس
زرخرید ہو یا نہ ہو۔"

اتنا کہنے کے بعد ایبہ رکا کچھ سوچا پھر بڑی انکساری سے پنڈت اُودھے مل کو
اطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"پنڈت جی! جو باتیں میں نے کہی ہیں، ان کا برا نہ مانیئے گا اس لئے کہ میں
نے اپنے پاس سے کچھ نہیں کہا جو کچھ میں نے آپ سے کہا ہے، یہ ساری آپ کی مذہبی
تب کہتی ہیں میں نے ان سے ہی اقتباسات لیے اور آپ کے سامنے پیش کر دیئے
ں یہاں آنے سے پہلے میں آپ کے دھرم سے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا یہاں آکر ہی
ھے آپ کے دھرم سے آگاہی اور جانکاری ہوئی لہٰذا میری آپ سے التماس ہے کہ
آپ برا نہ مانیئے گا اور پھر آپ کو برا ماننا بھی نہیں چاہیے اس لئے کہ جو باتیں میں نے
ہی ہیں یہ باتیں تو آپ کی مذہبی کتب کہتی ہیں لہٰذا آپ کو تو ایسی باتوں پر فخر کرنا
چاہیے......"

یہاں تک کہتے کہتے ایبہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اُودھے مل بول اٹھا۔

"تم ابھی بچے ہو بالک ہو ہم جو مختلف دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں، بت بنا
رکھے ہیں تو یہ سب خدا کی قربت کا ایک ذریعہ ہیں۔ خدا ہر جگہ موجود ہے ان بتوں
کے اندر بھی موجود ہے لہٰذا بتوں سے مانگنا عیب نہیں ہے جب ہر چیز کے اندر خدا ہے
ہر جگہ خدا موجود ہے تو پھر جو ہم بت پرستی کرتے ہیں، دیوتاؤں سے مانگتے ہیں، اپنے
بتوں سے مانگتے ہیں تو یہ عقیدہ غلط نہیں ہے۔"

اُودھے مل کے خاموش ہو جانے پر ایبہ بول اٹھا۔

"پنڈت جی! خدا کے ہر جگہ موجود ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ تجسیم رکھتا ہے اور
ہر جگہ اس کی نشست ہے اس کے ہر جگہ موجود ہونے کا یہ مطلب ہے کہ کائنات میں جو
کچھ بھی ہوتا ہے وہ سب کچھ اسے دیکھنے اور جاننے والا ہے۔ اگر صرف تمہارے
عقیدے ہی کو لے لیا جائے تم لوگ کہتے ہو کہ ہر چیز میں خدا ہے لہٰذا اسی نظریے کو
آگے رکھتے ہوئے تم لوگ بتوں کی پوجا پاٹ کرتے ہو باقی چیزوں کی بھی پرستش کرتے
ہو مثلاً آگ وغیرہ اور اجسام فلکی کی۔

پنڈت جی! اس کائنات میں بہت سی گندی چیزیں بھی ہیں غلاظتیں بھی ہیں اگر
آپ کے نظریے کو سامنے رکھا جائے تو پھر تو اس غلاظت اور گندگی کی بھی پوجا پاٹ کی
جا سکتی ہے یا اس سے بھی مانگا جا سکتا ہے اس لئے کہ بقول آپ کے ہر چیز میں خدا
ہے۔

پنڈت جی! دھرم کی بحث چھوڑیئے ...... آپ اپنے دھرم پر رہیے، مجھے اپ پر رہنے دیجئے ۔ نہ میں اپنے آپ کو آپ کے دین میں لانے کی گستاخی کرتا ہوں آپ میرے دین کو چھیڑیئے گا۔ رہا آپ کا دوسرا سوال مجھے راج کماری کمار دیو معافی مانگ لینی چاہیے تو میں اس سے معافی کیوں مانگوں۔ میں نے کیا جرم ک ...... اگر میں یہاں سے بھاگا ہوں تو میں اس کا زرخرید غلام تو نہ تھا کہ میں نے کر غلطی کی ہے ...... گناہ کا مرتکب ہوا ہوں ...... آپ دو باتیں لے کر آئے تھے، دھرم کی طرف مجھے بلانا چاہتے تھے میں نے آپ سے کہہ دیا کہ نہ آپ میرے د چھیڑیں نہ میں آپ کے دھرم کو چھیڑتا ہوں آپ کا دوسرا مطالبہ راج کماری کمار سے معافی مانگنا تھا میں اس سے بھی انکار کرتا ہوں لہٰذا آپ جاسکتے ہیں۔"

اُودھے مل جب باہر نکلا تو کمار دیوی بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی فوراً اس کی طرف بڑھی اور کہنے لگی۔

"کیا کہتا ہے ......؟"

اس پر اُودھے مل نے گردن جھکاتے ہوئے انتہائی مایوسی میں کہا۔

"راج کماری! وہ یہاں آ کر بڑا پختہ ہو گیا ہے ...... ہماری مذہبی کتابوں بھی اسے خوب آگاہی ہے۔ دین دھرم کے معاملے میں تو اس نے مجھے بولنے ہی دیا، الٹا شرمندہ کر دیا ہے اور وہ آپ سے معافی مانگنے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔"

اس پر غصے اور غضب کا اظہار کرتے ہوئے راج کماری کمار دیوی کہنے لگی۔

"پنڈت جی! آپ جائیں میں خود اس سے بات کرتی ہوں۔"

اس پر پنڈت اُودھے مل وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ کمار دیوی غصے کی حالت ایبہ کے کمرے کی بڑھی تھی۔

○❖○

راج کماری کمار دیوی آہستہ آہستہ ایبہ کے کمرے میں داخل ہوئی ایبہ اسی طرح زمین پر بچھے بستر پر بیٹھا ہوا تھا اس نے جب راج کماری کو اپنے کمرے میں داخل ہوتے دیکھا تو اس نے کسی قسم کے ردعمل یا تاثر کا اظہار نہیں کیا بس چپ چاپ اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔

کمرے میں داخل ہونے کے بعد کمار دیوی آہستہ آہستہ آگے بڑھی ...... اس کی نگاہیں ایبہ پر جمی ہوئی تھیں۔ قریب جا کر وہ رکی ...... کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اسے مخاطب کرنے میں ایبہ نے پہل کر لی تھی۔

"راج کماری! میں ایک غلام ہوں اور تم نہروالا کے راجہ بھیم دیو کی بیٹی ہو ...... ایک راجکماری کا راج محل سے نکل کر اس طرح ایک غلام کے کمرے میں تنہا آنا کچھ اچھا نہیں لگتا ...... کمار دیوی! میں غلام ہو، میرا کچھ نہیں جائے گا، تم راج کماری ہو تمہاری ذات پر بٹہ لگ جائے گا کہ نہروالا کی راج کماری تنہا ایک غلام کے کمرے میں داخل ہوئی۔"

ایبہ جب خاموش ہوا تو بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے راج کماری کہنے لگی۔

"جب راج محل کا پنڈت اُودھے مل تمہارے کمرے میں آیا تھا تو میں باہر کھڑی انتظار کر رہی تھی۔ مجھے امید تھی کہ پنڈت اُودھے مل تمہیں راہ راست پر لے آئے گا لیکن تم بھٹکے ہوئے انسان ہو اور پھر تمہاری یہ گفتگو جو ابھی تم نے مجھ سے کی ہے، ایک شودر سے بھی بدتر ہے۔ میں تمہیں اپنے ساتھ ملا کر تمہیں اپنے جیون کا ساتھی بنا کر کھشتریوں کی صف میں کھڑا کرنا چاہتی تھی ...... میں تمہیں بلندی کی طرف لے جانا چاہتی تھی لیکن تم گرد و غبار کی طرح پستی کی طرف گئے ہو۔"

کمار دیوی جب خاموش ہوئی تب ایبہ کہنے لگا۔

"بی بی! ایسی باتوں سے کیا فائدہ ...... انسان ذات برادری میں تقسیم ہو کر نہ کوئی

عروج حاصل کر سکتا ہے نہ وہ پستی سے گلے ملتا ہے۔ انسان کے اعمال ہیں جو اسے پستی اور عروج عطا کرتے ہیں۔ برہمن، کھشتری، ویش اور شودروں کی تقسیم اور سربلندی اور پستی کا باعث نہیں بن سکتی۔''

ایبہ جب خاموش ہوا تب پہلے کی نسبت زیادہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے دیوی کہنے لگی۔

''تم ہمارے دھرم اور ہماری ذات برادری کا تمسخر اڑا رہے ہو ...... توہین کر رہے ہو۔''

ایبہ کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

''بی بی! اس سے پہلے بہت سے لوگ تمہارے دھرم، تمہاری ذات برادری کی توہین کر چکے ہیں، میں توہین کرنے والا کون ہوتا ہوں ...... برہمنوں، کھشتریوں اور ویشوں نے جو شودروں کے ساتھ ہندوستان میں سلوک رکھا ہوا ہے، اس کا اندازہ کرنا بی بی، کوئی مشکل تو نہیں ہے۔ شودروں کے ساتھ تم لوگوں نے زر خرید غلاموں سے بھی زیادہ برا سلوک کیا اور یہ سب مذہبی عقائد کی بنیاد پر ہوتا رہا تمہارے تناسخ کے عقیدے نے شودروں بچاروں کو بے بس کر کے رکھ دیا ہے۔ انسانی روح کے بارے میں لوگوں کا خیال ہے کہ گزشتہ جنموں میں وہ دیوتاؤں، دوسرے انسانوں یا جانوروں کے قالب میں رہ چکی ہیں۔ اس طرح اس وقت جو روح موجود ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی انسانی جسم سے ہو وہ اس قالب کو عارضی طور پر چھوڑ دے گی تو وہ کسی دوسرے جسم میں منتقل ہوگی۔ اس کا دار و مدار اس کے اعمال پر ہے۔

اگر اس کے اعمال اچھے ہوں گے تو کسی برہمن یا کسی اچھی ذات کے انسان میں ظاہر ہوگی۔ اگر کسی نے معمولی سی بھی غلطی کی تو اس کے لئے دوسرا جنم بدترین جنم ہو سکتا ہے۔ شودروں کے ساتھ برے سلوک اور مذہب کا یہ تکلیف دہ عقیدہ ہے اور اس کے ردعمل کے طور پر جانتی ہو، بہت سے لوگ ہندومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

بی بی! تم کہتی ہو کہ میں تمہارے دھرم کے خلاف بول رہا ہوں، میں کہتا ہوں، اس سے پہلے تمہارے ہی آدمی تمہارے دھرم کے خلاف بول چکے ہیں۔

تمہیں یاد ہوگا کہ تمہارے ہاں ایک شخص گوتم بدھ نے جنم لیا تھا اس نے بدھ کی بنیاد رکھی اس نے انسان کی چار ذاتوں میں تقسیم کو مسترد کر دیا اور اس نے یہ بھی کہا کہ

مذہب پر کسی پنڈت و برہمن یا گروہ کی اجارہ داری نہیں ہے اور مذہبی رسوم ادا کرنے کے لئے پنڈت یا برہمن کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ یہ شخص بذات خود تمام مذہبی رسومات ادا کر سکتا ہے ذات پات کے نظم کو اس نے عملاً ختم کر دیا اور اپنی تعلیمات میں اس نے شودروں کو برابر کا شریک کیا اور یہ واضح کر دیا کہ مذہبی تعلیمات کا حاصل کرنا اور ان پر عمل پیرا کرنا کسی ایک قوم، گروہ یا ذات کی اجارہ داری نہیں ہے اس نے یہ بھی کہا کہ جو بھی نجات حاصل کرنا چاہتا ہے، اسے عمل کے مراحل سے لازمی طور پر گزرنا ہوگا۔ اس نے مساوات انسانی کے نظریہ کا پرچار کیا اسی گوتم بدھ کی تعلیمات پر شودروں کو آزادئ عزت اور مساوات کی کرنیں نظر آئیں وہ صدیوں سے اس نظام میں پس رہے تھے۔ گوتم کی وجہ سے انہیں سانس لینے کا موقع ملا اور تمہاری ذات و برادری کی تقسیم ہی کی وجہ سے تمام پست اور نچلے طبقے کے لوگ گوتم بدھ کے گرد جمع ہو گئے اور بدھ مت کی بنیاد ڈالی۔

بی بی! اس طرح یہ جو تم کہتی ہو کہ میں تمہارے دھرم کے خلاف باتیں کرتا ہوں، میں نہیں کر رہا اس سے پہلے بہت سے لوگ کر چکے ہیں اور پھر جو باتیں میں کر رہا ہوں، بی بی! ان کی بھی تم ہی ذمہ دار ہو ...... تم نے مجھے اپنی کتابیں پڑھنے کے لئے دیں، میں نے ان کا مطالعہ کیا اور جو کچھ میں نے کہا ہے بی بی، میں نے ان سے ہی پڑھ کر تم سے گفتگو کی ہے ورنہ اس سے پہلے تو میں تمہارے دین دھرم سے واقف ہی نہیں تھا۔''

ایبہ جب خاموش ہوا تب کمار دیوی کا غصہ، اس کی غضبناکی اپنی انتہا پر تھی پاؤں پٹختے ہوئے کہنے لگی تو تم صرف شودر ہی نہیں بلکہ ایک باغی قسم کے شودر ہو اور تیرے جیسے باغی کی سزا قتل کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی۔''

اس موقع پر ایبہ نے بھی جرأت مندی کا اظہار کرتے ہوئے کسی قدر تلخی میں کمار دیوی کو مخاطب کیا۔

''کمار دیوی! اگر میں تمہاری نگاہوں میں واجب القتل ہوں تو پھر اپنا یہ شوق بھی پورا کر کے دیکھ لینا۔ ایک بات یاد رکھنا، میرا نام ایبہ ہے میں مسلمان ہوں، موت سے ڈرنے والا نہیں ہوں اس لئے کہ میرا ایمان ہے کہ جس لمحہ میری موت لکھی ہے، اسے کوئی ٹال نہیں سکتا، میرے خیال میں تمہیں ایک شودر کے پاس زیادہ دیر نہیں ٹھہرنا چاہیے۔ تمہاری عزت، تمہاری وقعت اسی میں ہے کہ تم یہاں سے چلی جاؤ۔''

ایبہ کے ان الفاظ کا کمار دیوی نے اور برا محسوس کیا تھا لہٰذا بے پناہ غصہ کا اظ
کرتے ہوئے وہ ایبہ کے کمرے میں چلی گئی تھی۔

اگلے روز شام کے قریب ایبہ جب کھانا کھانے کے لئے بھٹیار خانے کی طرف
رہا تھا تو اچانک عظیم الدین اور غالب خان دونوں اس کے سامنے آ گئے وہ بڑے
سے ایبہ کی طرف دیکھنے لگے تھے اس موقع پر ایبہ نے انہیں مخاطب کیا۔

"صاحبو! تم مجھے اس طرح غور سے کیوں دیکھ رہے ہو...... میں نہیں جانتا تم کو
ہو......؟"

اس پر دونوں مزید اس کے قریب ہوئے پھر عظیم الدین اسے مخاطب کر کے کہ
لگا۔

"تم ہمیں نہیں جانتے لیکن ہم تمہارے متعلق تفصیل سے جانتے ہیں۔ تمہارا نا
ایبہ ہے تم کہاں سے آئے ہو، یہ تو ہمیں خبر نہیں۔ دیکھ عزیز بچے! میرا نام عظیم الدی
اور یہ میرا جو ساتھی ہے اس کا نام غالب خان ہے۔ ہم دونوں الحمدللہ مسلمان ہیں۔
سونے کے تاجر ہیں، یاد رکھنا نہروالا میں کچھ سونے کی کانیں ہیں لہٰذا یہاں سونا ستا
ہے اور یہاں سے خرید کر ہم دوسرے شہروں میں جا کر بیچتے ہیں۔"

(نہروالا کے باشندوں کے حسن و جمال اور زمین کی سرسبزی اور شادابی کا جواب نہیں تھا۔ آبِ رواں کی کثرت اور دولت کی فراوانی کے لحاظ سے بھی یہ شہر مشہور تھا اور ہندوستان کا بہترین علاقہ شمار کیا جاتا تھا کہتے ہیں، سلطان محمود غزنوی جب اس علاقہ پر حملہ آور ہوا تو اسے بھی یہ علاقہ بہت پسند آیا اس نے ارادہ کیا کہ چند سال وہاں قیام کرے لیکن حالات کو دیکھتے ہوئے اسے واپس غزنی جانا پڑا اس دور میں نہروالا میں سونے کی کان بھی تھی جس کی وجہ سے وہاں کے لوگ خوشحال تھے۔ سونا سستا تھا، تاہم اس وقت نہروالا میں سونے کی کوئی کان نہیں۔ ہوسکتا ہے امتداد زمانہ کے ہاتھوں یہ کان معدوم ہو چکی ہو۔)

اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے عظیم الدین پھر کہہ رہا تھا۔

"دیکھ عزیز ایبہ! ہم اکیلے یہاں نہیں آتے، شہر کے باہر خانہ بدوشوں کے ایک قبیلے نے پڑاؤ کر رکھا ہے وہ خانہ بدوش قبیلہ بھی مسلمانوں کا ہے اسے تم نو مسلم کہہ سکتے ہو۔ ہم لوگ یہاں سے سونا خریدتے ہیں، خانہ بدوش قبیلے کے لوگ دریا کے کناروں

جانے والی پلچھی سے ٹوکریاں اور دوسرا گھریلو سامان بناتے ہیں اور شہر شہر فروخت
نے ہیں اس طرح کافی روپیہ پیسہ کما لیتے ہیں تم اس بھٹیار خانے میں کھانا کھانے
لئے آتے ہو، ہم نے جب پہلی بار تجھے یہ زنجیر گھسیٹتے ہوئے ادھر آتے دیکھا تو
ہیں بڑا دکھ ہوا لہٰذا ہم نے تمہارے متعلق تفصیل جانی ہم نے کل بھی تم سے گفتگو کرنا
ہی لیکن افسوس جس وقت تم بھٹیار خانے سے کھانا کھا کر نکلے، ہم چاہتے تھے کہ ہم
ہیں روکیں لیکن اسی وقت پیچھے سے راج کماری آ گئی اس بنا پر ہم نے اپنا ارادہ
ی کر دیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عظیم الدین رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ
ہہ رہا تھا۔

"دیکھو میرے بھائی! ہم تمہارا زیادہ وقت نہیں لیں گے تمہارے پاس زیادہ قیام
رنا بھی اچھا نہیں تمہارے اور ہم دونوں کے لیے خطرہ ثابت ہوسکتا ہے تم یقیناً یہاں
ے بھاگنا چاہو گے۔ بولو، اگر تم یہاں سے جانا چاہتے ہو تو ہم تمہارے یہاں سے
نے کا اہتمام کر سکتے ہیں۔"

ایبہ کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی، کہنے لگا۔

"یقیناً میں یہاں سے نکلنا چاہتا ہوں اگر تم اس سلسلے میں میری مدد کرو تو میں
ساری عمر تمہارا شکر گزار رہوں گا۔"

ایبہ کا جواب سن کر وہ دونوں خوش ہو گئے تھے اس بار غالب خان بول اٹھا۔

"دیکھو ننھے بھائی! پہلے یہ بتاؤ تم کہاں کے رہنے والے ہو...... کدھر سے آئے ہو...... اور ان کے چنگل میں تم کہاں آن پھنسے تھے...... ہمیں یہ تو پتہ ہے کہ تم نے تیر اندازی کے مقابلے میں حصہ لیا، راج کماری کو مقابلے میں جیتا پھر یہاں لائے گئے اور پھر تم نے بھاگنے کی کوشش کی جس کی بنا پر یہ زنجیر پہنا دی گئی۔"

غالب خان کے سوال کے جواب میں ایبہ کہنے لگا۔

"صاحبو! میرا تعلق تگین آباد سے ہے یوں جانو، میں سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر کی ایک اکائی ہوں......"

یہاں تک کہتے کہتے ایبہ کو رک جانا پڑا تھا اس لئے کہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے عظیم الدین بول اٹھا۔

"واہ، میرے ننھے بھائی! تم تو بڑے کام کے اور انتہائی اہم شخص نکلے۔ شاید

تمہیں ابھی تک پتہ نہ ہو گا سلطان شہاب الدین ملتان پر حملہ آور ہو چکا ہے ق
اس نے نیست و نابود کر دیا ہے۔ ملتان پر قبضہ کرنے کے بعد شہر کا نظم و نسق
درست کر دیا ہے اور اس وقت وہ ملتان ہی میں اپنے لشکر کے ساتھ قیام ک
ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عظیم الدین رکا پھر کسی قدر رازداری میں ایبہ کو م
کر کے کہنے لگا۔

"دیکھو میرے ننھے بھائی! یہ جو ہتھیار خانے کے سامنے کھلا احاطہ ہے، خانہ بدوش قبیلے کے لوگ یہاں پنچھی کی بنی ہوئی ٹوکریاں اور دوسرا گھریلو سامان رکھتے ہیں اور یہیں سے اٹھا اٹھا کر شہر کے مختلف حصوں میں فروخت کرتے سامان وہ گدھوں پر لاد کر لاتے ہیں سورج غروب ہونے کے بعد تک وہ یہا کرتے ہیں اور اس کے بعد اپنے گدھوں پر بیٹھ کر شہر سے باہر اپنے پڑاؤ کی طر جاتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عظیم الدین رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہو کہہ رہا تھا۔

"ایبہ! مغرب کی نماز کے بعد اگر تم کسی طرح راج محل سے نکل کر اس احا آ جاؤ تو ہم تمہیں بڑی آسانی اور حفاظت کے ساتھ شہر سے باہر نکال سکتے ہی احاطے کا دروازہ ہے ہی نہیں کھلا رہتا ہے اور یہیں ہمارے لوگ سامان رکھتے ہیں ایسا کر سکو تو آج مغرب کی نماز کے بعد ہم بڑی بے چینی سے اس احاطہ می انتظار کریں گے، اسی احاطہ کے اندر ہی ہم اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ مغر نماز ادا کرتے ہیں۔"

عظیم الدین جب خاموش ہوا تب ایبہ بڑی ممنونیت سے ان کی طرف ہوئے کہنے لگا۔

"میرے محترم بھائیو! میں یہاں سے بھاگنا چاہتا ہوں اور اب جب کہ سا شہاب الدین غوری ملتان فتح کر کے ملتان میں قیام کیے ہوئے ہے تو میری منزل ملتان ہی ہو گی لیکن میرے پاس کوئی سواری کا اہتمام نہیں ...... میں ملتان کیسے پہنچو ...... گو راج محل کے اصطبل میں ایک سے ایک بڑھ کر گھوڑا ہے لیکن میں وہاں سے حاصل نہیں کر سکتا اگر میں رات کے وقت چوری چھپے وہاں سے گھوڑا نکالنے

کامیاب ہو بھی جاؤں تب بھی مجھے راج محل کے صدر دروازے سے اس گھوڑے کو نکالنا ہو گا، صدر دروازے پر ہر وقت پہرہ رہتا ہے۔"

ایبہ جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے عظیم الدین کہنے لگا۔

"تمہیں سواری کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ...... شہر سے باہر نکلنے کے بعد تمہارے لئے ایک نہیں کئی سواریوں کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔ سنو! رات کے وقت جب تم اس احاطے میں آؤ گے تو ہم تمہیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر سے باہر نکالیں گے۔ س سے پہلے ہم تمہاری سواری کا اہتمام کر چکے ہوں گے۔ اپنے خانہ بدوش قبیلے اور شہر کے درمیان ہمارا ایک شخص تمہاری سواری کے لئے گھوڑا لئے کھڑا ہو گا، تم اس پر سوار ہو اور ملتان کی طرف بھاگ جانا۔"

اس پر ایبہ غور سے عظیم الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"پر میرے پاس تو اس گھوڑے کی قیمت ادا کرنے کے لئے رقم نہیں ہے۔"

اس بار غالب خان بڑی ہمدردی سے بول اٹھا۔

"اے عزیز بھائی! لعنت بھیج گھوڑے کی قیمت پر وہ گھوڑا تمہارا ہو گا، آنے والے وں میں اگر ہماری تم سے کبھی ملاقات ہوئی تو گھوڑا واپس کر دینا۔ نہیں تو اپنے پاس ی رکھ لینا۔ ویسے ہم یہاں چند ہفتے قیام کریں گے اس کے بعد ہم اُچ اور ملتان کا رخ کریں گے۔ ہمارا اندازہ ہے کہ ملتان کو فتح کرنے کے بعد سلطان شہاب الدین اُچ کے راجہ پر حملہ آور ہو گا۔"

غالب خان جب خاموش ہوا تب عظیم الدین پھر بولا اور ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سواری کا تمہارے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے...... تمہارے لئے بڑا مسئلہ یہ زنجیر ہے جو تمہارے پاؤں میں پڑی ہوئی ہے جو تمہیں حرکت نہیں کرنے دے رہی ...... جب تک یہ تمہارے پاؤں میں ہے یہ تمہیں بھاگنے نہیں دے گی۔"

عظیم الدین کے ان الفاظ پر ایبہ کی گردن بالکل سیدھی ہو گئی ...... چھاتی تن گئی، کہنے لگا۔

"میرے محترم بھائیو! اس زنجیر سے میں جب چاہوں جان چھڑا سکتا ہوں۔ اس زنجیر کی طرف غور سے دیکھو، اس کی کڑیوں میں میری پنڈلی کے قریب قفل لگا ہوا ہے یہ قفل ویسا ہی ہے جیسا کہ گھوڑوں کو جب چرنے کے لئے کھلا چھوڑتے ہیں تو اس کی

اگلی دونوں ٹانگوں میں زنجیر ڈال کر قفل لگاتے ہیں، اس قفل کے اندر جو چابی لگتی اسے گھمانا پڑتا ہے، اس قفل کے اندر ایک کیل ہے، چابی کیل کے اندر جاتی ہے کیل کے اندر پیچ ہوتے ہیں، پیچوں کی وجہ سے چابی جب گھومتی ہے تو اس پیچ وا کیل کو اپنی طرف کھینچتی ہے تو قفل کھل جاتا ہے۔ اب اس کو کھولنے کا میرے پاس طریقہ ہے وہ یہ کہ ایک موٹا دھاگہ لے کر اس سوراخ میں ڈالا جائے گا جس میں ڈالی جاتی ہے اور جس کے اندر پیچ دار کیل ہے۔ دھاگے کو اس سوراخ میں ڈالنے بعد اسے خوب بل دیا جائے گا جب وہ پیچ دار کیل کے اندر کہیں پھنس جائے گا جب دھاگے کو کھینچا جائے گا تو تالہ کھل جائے گا۔"

ایبہ کی اس گفتگو سے عظیم الدین ایسا خوش ہوا کہ آگے بڑھ کر اسے اپنے لپٹا لیا اور پیشانی چومی اور کہنے لگا۔

"ارے تم کوئی چھوٹی موٹی شے نہیں ...... تم تو کمال کے آدمی نکلے۔ اچھا اب تم بھٹیار خانے کی طرف جاؤ، ہمیں زیادہ دیر یہاں کھڑے نہیں رہنا چاہیے؛ کوئی شک بھی کر سکتا ہے۔ ہم یہاں سے ہٹتے ہیں اور بھٹیار خانے کے سامنے جو احاطہ ہے، ہم وہاں تمہارا انتظار کرتے ہیں اب تم جاؤ جا کر کھانا کھاؤ تمہیں بھوک لگ گی۔"

ایبہ ان کی گفتگو سے خوش ہو گیا تھا ...... دونوں سے سلام کیا اور بھٹیار خانے طرف چلا گیا جبکہ عظیم الدین اور غالب خان دونوں بھٹیار خانے کے سامنے جو احاطہ تھا اس کی طرف ہو لئے تھے۔

O❖O

سورج ہر شے سے اپنے لمس کی حدت کو سمیٹتا ہوا جب غروب ہو گیا تب رات کا ل دراز ہونے لگا پھر آہستہ آہستہ تیرگی کے خاموش گونگے لمحوں کی طرح چاروں ف خاموشیوں کا راج بڑھنے لگا تھا۔

ایسے میں ایبہ اپنے بستر سے اٹھا ...... کمرے کے دروازے پر آیا، دروازے کا پٹ کھول کر راج محل کے کھلے صحن کی طرف دیکھا وہاں کوئی بھی نہیں تھا، چاروں ف خاموشی اور ویرانی تھی۔

ایک بار اس نے اپنا سر باہر نکال کر دائیں بائیں دیکھا، وہاں بھی کچھ نہیں تھا۔ ں سے بندھی ہوئی زنجیر کو سمیٹتا آواز پیدا کیے بغیر باہر نکلا دیوار کے ساتھ آہستہ ستہ چلتا دوسرے کمرے کے اس دروازے کی طرف گیا جو صحن کی دوسری طرف کھلتا ا

جب وہ دروازے کے قریب آیا تو اس نے دیکھا، دروازے پر ویسا ہی قفل لگا تھا ہا قفل اس کے پاؤں میں پڑی زنجیر میں تھا۔ اس قفل کو وہ شاید پہلے ہی دیکھ چکا تھا یا ہاتھ سے اس نے قفل کو پکڑا، اس کے دائیں ہاتھ میں ایک موٹا سا دھاگہ تھا ے اس نے قفل کے سوراخ میں ڈالا جس میں قفل کا پیچ دار کیل تھا، دھاگو کہ ڈالنے ے بعد اس نے آگے کے دونوں سرے پکڑ کر انہیں بل دینا شروع کیا اس کے بعد ب اس نے دھاگے کو اپنی طرف کھینچا تو قفل کھل گیا۔

دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا دروازے کو اندر سے زنجیر لگا دی پھر دوسرے رے میں گیا وہ دروازہ جس سے وہ نکلا تھا اسے بھی اندر سے زنجیر لگا دی۔ پھر وہی ماگہ جس سے اس نے باہر والا تالا کھولا تھا اسی دھاگہ سے اس نے اپنے پاؤں سے ری زنجیر کا قفل بھی کھول دیا۔ پھر اس کے بستر پر جو دو تکیئے رکھتے تھے، انہیں اور ایک شک کو اس نے اس انداز میں بستر کے اوپر شکل دے کر اوپر چادر ڈال دی جس سے

یوں لگے کہ بستر پر کوئی سویا ہوا ہے اس کے بعد وہ مزید حرکت میں آیا جو زنجیر اس پاؤں میں بندھی تھی، جسے وہ اب اتار چکا تھا اسے بستر کی چادر کے نیچے ڈال دوسرے کمرے کے اس دروازے کی طرف گیا جسے باہر سے قفل لگایا ہوا تھا۔

اس دروازے سے وہ باہر نکلا جو قفل اس نے وہاں سے کھولا تھا، اس نے ا دیا ایک بار پھر دائیں بائیں آگے پیچھے اس نے راج محل کے صحن کا جائزہ لیا جب نے دیکھا کہ وہاں کوئی بھی نہیں، خاموشی ہے تب وہ راج محل کی دیوار پھاند کر با گیا تھا۔

دیواروں کے ساتھ چپکتا اندھیرے کے اندر وہ آگے بڑھنے لگا یہاں تک وہ احاطہ کے پاس پہنچ گیا جس کی نشاندہی عظیم الدین اور غالب خان نے کی تھی جب احاطہ کے اندر گیا تب ایک دم سے ایک طرف سے عظیم الدین اور غالب خان ہوئے ایبہ کے قریب آئے اور بڑی ہمدردی سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگے۔

"ہمارے عزیز بھائی! تم خوش قسمت ہو، تم یہاں پہنچ گئے ہو اور کسی کو خبر بھی ہوئی۔ دیکھو، ہمارے ساتھی جو سامان فروخت ہونے سے بچ گیا ہے اسے سمیٹ ہیں، اب شہر سے باہر نکلتے ہیں۔"

اس پر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے ایبہ کہنے لگا۔

"کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ دروازے کے محافظ تم لوگوں کی تلاشی لیں اور پہچان کر پکڑ لیں۔"

اس پر عظیم الدین اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

"ننھے بھائی! ایسا نہیں ہوگا اس لئے کہ شہر میں داخل ہونا اور اس وقت شہر باہر نکلنا ہمارا روزمرہ کا کام ہے۔ شہر والوں کو پتہ ہے کہ جو سامان ہمارا فروخت ہو سے بچ جاتا ہے اسے سمیٹنے اور اپنے گدھوں پر لادنے میں کچھ وقت لگتا ہے اس ہمیں دیر ہو جاتی ہے اس بنا پر وہ ہمیں روکتے نہیں ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی عظیم الدین نے قریب ہی کھڑے ایک گدھے کی طرف اش کیا اور کہنے لگا۔

"اب چپ چاپ اس گدھے پر سوار ہو جاؤ۔"

ایبہ جب اس گدھے پر سوار ہوا تب غالب خان نے قریب ہی پڑا ہوا ٹوکرا کا ایک گٹھا اس کے سامنے رکھ دیا، کہنے لگا۔

"اس گٹھے کو تھام کر رکھنا، دروازے سے باہر نکلتے ہوئے دائیں بائیں نہیں یکھنا۔ ان ٹوکریوں کے گٹھے پر ہی نگاہ رکھنا اور ہم تمہیں درمیان میں رکھیں گے۔ ارے کچھ ساتھی تمہارے آگے اور کچھ ساتھی پیچھے ہوں گے۔ بیچ میں تم ہو گے اس رح کسی کو شک نہیں ہوگا۔ فکرمند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس کے بعد عظیم الدین اور غالب خان اپنے ساتھیوں کے ساتھ گدھوں پر سوار وئے جو سامان فروخت ہونے سے بچ گیا تھا وہ انہوں نے اپنے آگے رکھ لیا تھا اس رح گدھوں کا وہ کاروان شہر کے غربی دروازے کی طرف بڑھا تھا۔

جب وہ دروازے کے قریب گئے تو گدھوں کے کاروان کو دیکھتے ہی شہر کے افظوں نے دروازہ کھول دیا اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ایبہ کے چہرے پر بھی لمینان پھیل گیا تھا۔ اس نے محافظوں کی طرف نہیں دیکھا۔ اپنے سامنے جو اس نے کریوں کا گٹھا پکڑ رکھا تھا اس پر ہی نظریں جمائے رکھیں اس کے علاوہ وہ عظیم الدین ور غالب خان کے بیچ میں تھا کچھ گدھے آگے، کچھ اس کے پیچھے تھے۔ اس طرح گدھوں کا وہ کاروان بغیر کسی رکاوٹ کے نہروالا کی فصیل کے غربی دروازے سے باہر کل گیا تھا۔

شہر سے لگ بھگ دو فرلانگ کے فاصلے پر ان خانہ بدوشوں کا پڑاؤ تھا۔ ابھی وہ پڑاؤ کے نزدیک ہی پہنچے تھے کہ سامنے رات کے اندھیرے میں سیاہ رنگ کا ایک گھوڑا کھڑا تھا اس پر زین ڈلی ہوئی تھی اور ایک شخص اس کی باگ پکڑے کھڑا تھا اس گھوڑے کے پاس جا کر گدھوں کا کاروان رک گیا۔ عظیم الدین اور غالب خان دونوں اپنے گدھوں سے اتر گئے پھر دونوں ایبہ کے پاس آئے، ایبہ کے گدھے کے سامنے جو ٹوکریوں کا گٹھا تھا وہ پکڑ کر انہوں نے نیچے اتار لیا۔ ایبہ کو بھی نیچے اترنے کے لئے کہا۔ ایبہ جب نیچے اترا تب عظیم الدین نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

"سن ننھے بھائی! یہ سامنے جو سیاہ رنگ کا گھوڑا ہے اس پر سوار ہو جاؤ۔ جس قدر تیزی سے گھوڑے کو بھگا سکتے ہو، اسے بھگا کر ملتان کا رخ کر لو لیکن ایک بات میں تم سے کہوں کہ یہاں سے سیدھے ملتان کی طرف نہ جانا۔ اُچ سے ہوتے ہوئے ملتان جانا ہو سکتا ہے اس وقت سلطان شہاب الدین غوری ملتان سے نکل کر اُچ پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کر چکا ہو۔ اس طرح تم سلطان کے لشکر میں با آسانی شامل ہو جاؤ گے۔ شہر کے اندر سے ہم بحفاظت باہر نکل آئے ہیں۔ تمہارے بھاگنے کی کسی کو خبر نہیں

ہو گی اگر رات کی تاریکی ہی میں تم نے کافی فاصلے کو سمیٹ لیا تو پھر کوئی بھ
پہنچنے نہیں پائے گا۔ اب وقت ضائع نہ کرو آگے بڑھو، گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔"

ایبہ کچھ دیر تک بڑی ممنونیت سے ان کی طرف دیکھتا رہا۔ باری باری دون
گلے ملا پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔

"صاحبو! تم جیسے مہربان، تم جیسے محسن زندگی میں کبھی دیکھے نہیں۔ اگر ز
میری زیست نے مجھ سے وفا کی تو تمہارے اس احسان کا بدلہ ضرور چکاؤں گا۔"

اس کے ساتھ ہی باری باری ان دونوں سے گلے ملا، مصافحہ کیا ان کے
کو بھی خدا حافظ کہا، آگے بڑھ کر اس نے اس شخص سے گھوڑے کی باگ لے
گھوڑے کو پکڑے کھڑا تھا، پاؤں رکاب میں جمایا، گھوڑے پر سوار ہوا۔ رات کی
میں ایک بار پھر اس نے ہاتھ لہرایا پھر ایک بے مثال اور نایاب شاہسوار کی
گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور دوسرے ہی لمحے گھوڑا جست لگاتے ہوئے آگے بڑھا
دیر بعد ایبہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اُچ شہر کا رخ کر رہا تھا جب کہ خانہ بدوش
گدھوں کو ہانکتے ہوئے اپنے پڑاؤ کی طرف جا رہے تھے۔

اگلے روز دوپہر کے قریب راجہ بھیم دیو، رانی راج کنول، راج کماری کمار
اور راج کمار رام دیو کھانا کھا کر جب فارغ ہوئے تب رام دیو کچھ سوچتے ہوئے
باپ بھیم دیو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"پتا جی! یہ ایبہ نام کا لڑکا اتنا برا نہیں جتنا ہم نے اسے برا بنا کر اس سے
سلوک کرنا شروع کر دیا ہے۔ میں نے اس سے ملاقات کرنا چاہی لیکن کمار دیوی
مجھے منع کر دیا تھا۔ اس بنا پر میں نے کل پنڈت اُودھے مل کو اس کی طرف بھیجا تھا
اُودھے مل بھی اسے اپنا ہم نوا نہ بنا سکا۔ اس کے بعد کمار دیوی نے بھی اس
ملاقات کی لیکن جو کچھ ہم اس سے منوانا چاہتے ہیں، وہ مانا نہیں۔

پتا جی! کمار دیوی نے اس کے منہ پر طمانچے مارے تھے، میں پوچھتا ہوں کہ
کے ساتھ یہ سلوک کس جرم کی بنا پر کیا گیا...... ٹھیک ہے وہ یہاں سے بھاگا تھا اور
بھاگنا ہمیں اچھا نہیں لگا اس لئے کہ ہم نے یہاں راج محل میں اسے ہر طرح کا آر
اور سکون مہیا کیا تھا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس پر ہاتھ اٹھائیں اس سے پو
چاہیے تھا کہ اسے یہاں کیا تکلیف ہے...... اگر نہ بھی بتاتا تب بھی ہم پہلے کی نسب

اس سے اور زیادہ اچھا سلوک کرتے تو وہ شرمسار ہو کر ہمارے ساتھ رہنے کے لئے آمادہ ہو جاتا۔

پتا جی! جیسے وہ خود ہی بتا چکا ہے وہ غلام رہا ہے اکیلا ہے اس کا آگا پیچھا کچھ نہیں ہے پھر ہم اسے پیار چاہت اور محبت بھاگنے کے بعد بھی دیتے تو میں سمجھتا ہوں، وہ اپنے اندر ضرور تبدیلی پیدا کر دیتا اب یہ جو ہم نے اس کے پاؤں میں زنجیر ڈال دی ہے کیا یہ سلوک ہماری طرح سے جائز ہے...... کیا وہ اس کا حق دار ہے...... آخر اس نے کیا جرم کیا ہے...... صرف بھاگا ہے۔ ہو سکتا ہے یہاں اسے کسی سے اپنی جان کا خطرہ ہو اور وہ بھاگ کھڑا ہوا ہو...... ہو سکتا ہے راج محل کے اندر یا باہر سے کسی دھرم پجاری نے اسے دھمکی دی ہو اور اس نے بھاگنے میں ہی اپنی عافیت جانی ہو...... کیا کسی نے اس سے بھاگنے کی وجہ پوچھی ؟...... نہ میں نے، نہ ماتا نے، نہ پتا جی! آپ نے...... رہا سوال کمار دیوی کا تو اس کا تو سلوک ہی اس کے ساتھ انوکھا ہے ایک وہ موقع تھا کہ یہ اس کو چاہنے لگی تھی...... اسے محبت کرنے لگی تھی...... اس سے منسوب ہو چکی تھی اور پھر اس کے ایک بھاگنے کی غلطی نے ان سارے رشتوں کو ختم کر دیا، جہاں وہ پیار کے قابل تھا، وہاں اسے طمانچوں کے قابل بنا دیا گیا...... زنجیر پہنائے جانے کے لائق سمجھ لیا گیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد رام دیو رکا پھر کہنے لگا۔

"پتا جی! میں اس کی سزا شروع ہونے سے پہلے کئی مواقع پر اس کے پاس بیٹھ چکا ہوں وہ بڑی اچھی گفتگو کرتا ہے، بڑا سلجھا ہوا لڑکا ہے...... اپنی زندگی میں وہ چونکہ بہت دھکے کھا چکا ہے لہٰذا ہماری نسبت وہ زندگی کا وسیع تجربہ بھی رکھتا ہے......"

یہاں تک کہتے کہتے رام دیو کو رک جانا پڑا اس لئے کہ بیچ میں کمار دیوی بولتے ہوئے کہنے لگی۔

"بھائی! آخر یہ جو تم اس قدر تمہید باندھ رہے ہو، کہنا کیا چاہتے ہو...... اپنے مطلب کی طرف آؤ۔"

رام دیو نے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگا۔

"پتا جی! میں آپ سے ایبہ سے ملاقات کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ ایک بار آپ مجھے اس سے ملنے کی اجازت تو دیں، ہو سکتا ہے جس راستے پر آپ اسے دیکھنا چاہتے ہیں، میں پیار محبت سے اسے اس راستے پر لے آؤں۔"

رام دیوی کی اس گفتگو کے جواب میں نفرت اور بے زاری کا اظہار کرتے ہو
کمار دیوی کہنے لگی۔

"وہ راہ راست پر آنے والا نہیں ہے ...... وہ نفرت کے قابل ہے ...... اب تو قابل ہو چکا ہے کہ اس کی گردن کاٹ دی جائے۔"

کمار دیوی رکی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"بھائی! اب میں تمہیں اس سے ملنے سے روکوں گی نہیں ...... میری طرف تمہیں اجازت ہے۔ تم اس سے مل سکتے ہو۔ اب وہ اگر راہ راست پر بھی آ جاتا ہے میری نگاہوں میں وہ گر چکا ہے پہلا مقام حاصل نہیں کر سکتا نہ میری منگنی اس سے بحا ہو گی نہ میرا اس کے ساتھ کوئی رشتہ و رابطہ ہو گا۔ میرے پاس اب اس کے لئے نفر کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اگر وہ راہ راست پر آ بھی جاتا ہے تب بھی اس سے یہ کہنا میرے سامنے نہ آئے اس لئے کہ میں اس کی شکل دیکھنے کی بھی روادار نہیں ہوں۔"

کمار دیوی جب خاموش ہوئی تب کچھ سوچتے ہوئے بھیم دیو نے رام دیو مخاطب کیا۔

"بیٹے! اگر تم اسے درست کر سکتے ہو، راہ راست پر لا سکتے ہو تو میں سمجھتا ہوں یہ ایک اچھا قدم ہے اس لڑکے کو ہم لشکر میں شامل کر سکتے ہیں۔ دیکھ بیٹے! اگر کما دیوی اس سے کوئی رشتہ نہیں رکھنا چاہتی، اس سے سگائی یا اپنی منگنی کو بحال نہیں رکھ چاہتی تو نہ سہی، یہ لڑکا ویسے بھی لشکر کے اندر ہمارے لئے بڑا سودمند ثابت ہو سکتا جنگی فنون کی جو وہ مہارت رکھتا ہے، وہ مہارت دوسرے لشکریوں کو بھی منتقل کر سک ہے۔ تم ایسا کرو، اس کو یہیں بلاؤ ہم سب اس کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آ ہیں۔ میرے خیال میں اگر ہم اسے اجتماعی محبت دیں تو وہ ہماری محبت ٹھکرائے گا نہیں۔"

بھیم دیو کے ان الفاظ پر رام دیو خوش ہو گیا تھا۔ کسی کو آواز دے کر اس نے بلایا۔ اس پر ایک خادم دروازے پر آن کھڑا ہوا، اسے مخاطب کر کے بھیم دیو کہنے لگا۔

"ایبہ کے کمرے کی طرف جاؤ اور اسے بلا کر یہاں لاؤ......"

بھیم دیو کے کہنے پر وہ نوجوان وہاں سے ہٹ گیا تھا تیز تیز چلتا ہوا ان کمروں کی طرف گیا جن کے اندر ایبہ کی رہائش تھی، پہلے اس نے دروازے کو دھکا دے کر کھولنا چاہا پر دروازہ بند تھا کھلے پٹ میں سے اس نے دیکھا، بستر یوں ابھرا ہوا تھا جیسے

وہاں کوئی سو رہا ہو۔ اس نے کئی بار ایبہ کو آواز دی، اسے جگانا چاہا جب وہ نہ جاگا تب اس نے کچھ سوچا پھر اچانک بائیں جانب اس کی نظر پڑی وہاں سے اس نے تین چار پتھر اٹھائے، کھڑکی میں سے باری باری سے نے پتھر بستر پر مارے ساتھ ہی ایبہ کو آوازیں دیتا رہا، پکارتا رہا لیکن وہاں کوئی تھا ہی نہیں جو اٹھتا اور بولتا اس بنا پر مایوس ہو کر وہ لوٹ گیا وہ نوجوان اس کمرے کے دروازے پر آن کھڑا ہوا جہاں بھیم دیو، اس کی رانی، بیٹا اور راج کماری بیٹھے ہوئے تھے۔ اسے دیکھتے ہی رام دیو فوراً بول اٹھا۔

"تم اکیلے آئے ہو، ایبہ کہاں ہے......؟"

دروازے پر کھڑے ہی کھڑے وہ شخص کہنے لگا۔

"مالک! ایبہ کو میں اپنے ساتھ نہیں لا سکا وہ بستر پر لیٹا ہوا ہے، دروازہ اندر سے بند ہے، کھڑکی کا ایک پٹ بند ہے ایک کھلا، میں نے کھڑکی میں سے اسے کئی بار آواز دی اسے بلایا لیکن وہ نہ بولا نہ اس کے جسم میں کوئی حرکت ہوئی وہ اپنے بستر پر لیٹا ہوا ہے جب آوازیں دینے پر نہیں اٹھا تب میں نے صحن کے اندر سے چند پتھر اٹھائے، باری باری پتھر میں نے اسے مارے ساتھ ہی میں نے اسے پکارا بھی لیکن اس کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ ختم ہو چکا ہے ...... مر چکا ہے۔"

اس کے ان الفاظ پر رام دیو اچھلنے کے انداز میں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔

"کیا بکتے ہو......؟"

راجہ بھیم دیو اور رانی راج کنول بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ کمار دیوی بھی اس موقع پر گہری سوچوں میں کھو گئی تھی۔ ایک دم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی پھر سب باہر نکلے ...... ایبہ کے کمرے کی طرف آئے کھڑکی میں سے انہوں نے دیکھا، بستر میں واقعی کوئی سویا ہوا تھا۔ رام دیو نے کئی بار آوازیں دے کر ایبہ کو بلایا لیکن بستر میں کوئی حرکت نہ ہوئی پھر رام دیو نے اس خادم کو جوان کے ساتھ تھا، اسے حکم دیا کہ دوسرے کمرے کے جو باہر تالا لگا ہوا ہے، اسے کھول دیا جائے۔

وہ خادم بھاگا بھاگا گیا، اس قفل کی چابی لے آیا وہ قفل اس نے کھولا، اس راستے سے کمار دیوی، رام دیو، بھیم دیو اور رانی راج کنول اندر داخل ہوئے پہلے کمرے سے ہوتے ہوئے دوسرے کمرے میں گئے ...... دوسرے کمرے میں جا کر ایبہ کے بستر کے پاس جا کر وہ رک گئے چاروں میں سے کسی کو ہمت نہ ہو رہی تھی کہ آگے بڑھ کر بستر کی چادر ہٹائیں وہ یہی خیال کر رہے تھے کہ ایبہ مر چکا ہے۔

آخر رام دیو آگے بڑھا، جب اس نے چادر اٹھائی تب سب دنگ رہ گئے، کے اوپر گدے اور تکیوں کو اس طرح شکل دے کر چادر ڈال دی گئی تھی جیسے وہاں سویا ہوا ہے اور ایبہ کے پاؤں میں جو زنجیر پہنائی گئی تھی، وہ بھی بستر کے اوپر ہوئی تھی۔

سب حیران و پریشان کھڑے رہے پھر اس کمرے میں راج کماری کمار دیوی نفرت اور غصہ بھری آواز گونجی۔

''اس کا مطلب ہے وہ یہاں سے بھاگ چکا ہے......''

اس موقع پر بھیم دیو نے عجیب سی الجھن میں کمار دیوی کی طرف دیکھا پھر لگا۔

''بیٹا! وہ کیسے بھاگ سکتا ہے اس کمرے کا جو بیرونی دروازہ ہے وہاں قفل لگا ہوا ہے اور جو ہم نے ابھی کھولا ہے اس کمرے کو اندر سے زنجیر لگی ہوئی ہے وہ اس کمرے کو اندر سے زنجیر لگا کر کیسے بھاگ سکتا ہے......؟''

یہاں تک کہتے کہتے بھیم دیو رک گیا اور بستر پر پڑی ہوئی زنجیر کی طرف دیکھتا وہ کہنے لگا۔

''یہ زنجیر آخر اس نے کیسے اپنے پاؤں سے اتار دی......؟''

ساتھ ہی اس نے کمار دیوی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''میری بیٹی! اس زنجیر میں جو قفل لگایا ہوا تھا، اس کی چابی کس کے پاس تھی......؟''

راج کماری کمار دیوی بڑی پریشانی اور فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''پتا جی! وہ چابی میرے پاس تھی، اس وقت بھی وہ چابی میرے پاس محفوظ ہے اور اس چابی کے علاوہ اس قفل کی کوئی اور چابی بھی نہیں ہے۔''

اس موقع پر رام دیو اپنے پتا بھیم دیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''پتا جی! میرے ذہن میں بات آ گئی ہے وہ کس طرح یہاں سے بھاگا ہے......؟''

بھیم دیو کی بجائے بوکھلائے ہوئے انداز میں کمار دیوی نے اس کی طرف دیکھا اور پوچھ لیا۔

''وہ کیسے بھاگا ہے......؟''

رام دیو نے راج کماری کی طرف نہیں دیکھا بلکہ اپنے باپ بھیم دیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''پتا جی! اس نے کسی طریقے سے اپنے پاؤں سے بندھی ہوئی زنجیر کے تالے کو کھول لیا ہو گا، میرے خیال میں زنجیر کا تالہ کھولنے کے بعد وہ اس کمرے کے دروازے سے باہر نکلا جس طرح اس نے زنجیر کا تالہ کھولا اسی طرح دوسرے کمرے کے باہر جو تالہ لگا ہوا تھا، اسے بھی کھول لیا اس لئے کہ دونوں قفل ایک جیسے ہیں پھر اس دروازے سے وہ اندر آیا ہو گا اس کمرے کو اس نے اندر سے زنجیر لگا دی، بستر اس طرح بنا دیا جیسے بستر کے اندر وہ سویا ہوا ہے اس کے بعد دوسرے کمرے سے وہ نکلا، کمرے کو اس نے تالا لگایا اور بھاگ گیا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رام دیو رکا پھر راج کماری کمار دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اب میری بہن یہ پوچھے گی کہ وہ بھاگا کیسے......اس لئے کہ راج محل کے صدر دروازے پر تو ہر وقت پہرہ رہتا ہے تو اس کا جواب میں یہ دیتا ہوں کہ ایبہ بڑا طاقتور اور پھرتیلا لڑکا ہے، میرے خیال میں راج محل کی دیوار پھاند کر باہر چلا گیا ہو گا اب آگے یہ نہیں پتہ کہ وہ شہر کے اندر ہی کہیں چھپ گیا ہے یا کسی نہ کسی طرح شہر سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رام دیو رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہنے لگا۔

''پتا جی! اس موقع پر ہم سے ایک غلطی بھی ہوئی، ہمیں فصیل کے سارے دروازے کے محافظوں کو تنبیہہ کر دینی چاہیے تھی کہ ایبہ شہر سے باہر نہ نکلنے پائے، میرے خیال میں شام کا کھانا کھانے کے جلد بعد ہی وہ شہر سے باہر نکل گیا اس وقت شہر پناہ کے دروازے بند نہیں ہوئے ہوں گے۔ لوگ شہر سے آتے جاتے رہتے ہیں اور ان لوگوں میں وہ بھی کہیں باہر نکل گیا ہو گا کسی نے اسے روکا نہیں ہو گا۔ اب جو بات ہمارے سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس کے پاس سواری نہیں ہے، ہمارے اصطبل سے وہ گھوڑا نہیں لے سکتا، اگر گھوڑا لیتا تو راج محل کے صدر دروازے سے نکل سکتا تھا اور کوئی راستہ نہیں اور راج محل کے محافظ ہرگز اسے ایسا نہ کرنے دیتے۔''

رام دیو جب رکا تب اندیشوں کا اظہار کرتے ہوئے راج کماری کمار دیوی کہنے لگی۔

"پہلے ہمیں اپنا اصطبل تو دیکھنا چاہیے، ہوسکتا ہے اصطبل سے اس نے کوئی لیا ہو۔ راج محل کے صدر دروازے کے محافظوں کی غفلت سے یا انہیں کچھ دے یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوگیا ہو۔"

کمار دیوی کے ان الفاظ میں بھیم دیو نے نفی میں گردن ہلائی، کہنے لگا۔

"ایسا ہو ہی نہیں سکتا، اگر راج محل کا کوئی محافظ ایسا کرے تو میں اس کی اتار کر رکھ دوں، بہرحال بیٹی! تمہارا شک دور کرنے کے لئے آؤ اصطبل کی طرف ہیں۔"

اس پر سب اصطبل کی طرف گئے، اصطبل کے اندر ان کے سارے گھوڑ بندھے ہوئے تھے۔

بڑی فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کمار دیوی نے راجہ بھیم دیو کو مخاطب کیا۔

"پتا جی! اس نے اصطبل سے کوئی گھوڑا حاصل نہیں کیا۔ میرے خیال میں پیدل ہی شہر سے باہر نکلا ہے، شہر سے باہر نکل کر کہیں سواری کا بندوبست کرے گا کے پاس اتنی رقم بھی نہیں ہے کہ کوئی گھوڑا خرید سکے......"

کمار دیوی کی بات کاٹتے ہوئے رام دیو کہنے لگا۔

"اس کے پاس رقم تھی تب ہی تو وہ راج محل کی طرف سے دیا جانے والا کھا نہیں کھاتا تھا بلکہ بھٹیار خانے میں جا کر کھانا کھاتا تھا۔ میرے خیال میں شہر سے با نکل کر وہ کہیں چھپ گیا ہے یا کسی قریبی سرائے کا رخ کرے گا اور وہاں سے اپ لئے سواری کا بندوبست کر کے ادھر کو بھاگ کھڑا ہوگا جدھر وہ جانا چاہتا ہے۔"

رام دیو کی اس گفتگو کے جواب میں کچھ دیر خاموش رہ کر راجہ بھیم دیو سوچتا رہا پھر ہلکے سے تبسم میں کہنے لگا۔

"میرے خیال میں اس کے بھاگنے کو ہمیں کوئی مسئلہ نہیں بنانا چاہیے۔ اگر وہ بھاگتا ہے تو اس کے بھاگنے سے نہ ہمارا کوئی نقصان ہے اور نہ ہی ہم پر کوئی حرف گیری آتی ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں اس کے بھاگنے کا افسوس تو اس وقت ہو، اگر وہ ہماری کوئی قیمتی چیز لے کر بھاگا ہو۔ ایسا بھی نہیں ہوا لہٰذا میرا خیال ہے، اگر وہ یہاں سے چلا ہی گیا ہے تو اس موضوع پر مٹی ڈال دیں۔"

بھیم دیو کی اس گفتگو سے رام دیو خوش ہوگیا تھا، کہنے لگا۔

"پتا جی! یہ ٹھیک ہے اگر وہ یہاں نہیں رہنا چاہتا تو ہمیں اس کو یہاں زبردستی

رکھنے کی کیا ضرورت ہے...... وہ ہمارا غلام بھی نہیں تھا، ہم تو اسے ایک معزز مہمان کی طرح راج محل میں رکھنا چاہتے تھے اگر یہ ہماری محبت یہ آسائش اسے راس نہیں آئی تو نہ سہی، جانے دیں اسے۔"

رام دیو کے خاموش ہونے پر انتہائی غصے اور غضب کا اظہار کرتے ہوئے کمار دیوی کہنے لگی۔

"کیوں جانے دیں پتا جی! ہمیں اس کا تعاقب کرنا چاہیے۔ شہر کے اطراف میں مختلف سمتوں کو اس کے پیچھے سوار لگانے چاہئیں، اسے پکڑ کر یہاں لانا چاہیے اور اس طرح بھاگنے کی اسے کڑی سزا دینی چاہیے۔ پتا جی! اگر آپ کی جگہ میں نہروالا کی راجہ ہوتی تو اس ایبک کو ضرور گرفتار کرتی اور دوبارہ بھاگنے کے جرم میں اس کا سر قلم کرنے کا حکم دیتی۔"

جواب میں بھیم دیو مسکرایا، آگے بڑھ کر کمار دیوی کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا، اس کی پیشانی چومی پھر اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیٹی! غصے اور غضب کو ٹھنڈا کر دو، وہ یہاں سے بھاگ گیا ہے، بھاگنے دو۔ جب تم اس سے کوئی رشتہ نہیں رکھنا چاہتی، اس سے اپنی سگائی بھی توڑ دی ہے تو پھر اگر وہ بھاگتا ہے تو بھاگنے دو۔ میرے خیال میں اسے گرفتار کرنے کے لئے ہمیں اس کا پیچھا نہیں کرنا چاہیے۔ بہرحال اس موضوع پر لعنت بھیجو، اب آؤ کم از کم اصطبل سے تو باہر نکلیں۔"

اس کے ساتھ ہی بھیم دیو اپنی رانی، راج کماری اور راج کمار کے ساتھ اصطبل سے نکل کر راج محل کے سکونتی حصے کا رخ کر رہا تھا۔

○❖○

سلطان شہاب الدین غوری نے ملتان سے نکل کر اُچ شہر کا رخ کیا تھا، ملتان
نظم ونسق مکمل طور پر اس نے درست کر لیا تھا اور اب وہ اُچ شہر پر حملہ آور ہونے
ارادے سے نکلا تھا۔

سلطان شہاب الدین ابھی اُچ شہر سے دور ہی تھا کہ اُچ کا راجہ دلپت رائے ا
اس کے لشکریوں کا سالار اعلیٰ بالک رام اپنے لشکر کو لے کر شہر سے نکلے تھے۔ انہو
نے شہر سے باہر نکل کر سلطان شہاب الدین غوری کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا دوسر
طرف اُچ کی رانی چمپانیر اپنے شوہر راجہ دلپت رائے کے اس فیصلے کے خلاف تھی۔

جس وقت اُچ شہر میں سلطان شہاب الدین غوری کے اُچ شہر کی طرف پیش
قدمی کرنے کی خبریں پہنچی تھیں اور دلپت رائے اور اس کے سپہ سالار بالک رام نے شہ
سے باہر نکل کر سلطان کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا، تب ان کے اس فیصلے سے چمپانیر
نے سختی سے مخالفت کی تھی، اس کا کہنا تھا کہ اس سے پہلے مسلمانوں کا سلطان ملتان کے
قرامطیوں کو شکست دے کر ملتان پر قبضہ کر چکا ہے۔ رانی کا یہ بھی کہنا تھا کہ ملتان کے
قرامطیوں کی عسکری طاقت اُچ کے لشکر سے کہیں زیادہ تھی اور اگر شہاب الدین نے
ملتان کے قرامطیوں کو زیر کر لیا ہے تو پھر اُچ کا لشکر اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔

اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے رانی چمپانیر نے اپنے شوہر دلپت رائے کو مشورہ دیا
تھا کہ شہاب الدین غوری سے جنگ کرنے کی بجائے ایک وفد اس کی خدمت میں
روانہ کیا جانا چاہیے اور اس کی اطاعت وفرماں برداری قبول کر لینا چاہیے۔

رانی کا یہ بھی خیال تھا کہ اگر ہم یہ اقدام کریں تو شہاب الدین غوری اُچ شہر پر
ہماری حکومت برقرار رکھے گا اور اگر ہم نے شہر سے باہر نکل کر شہاب الدین کا مقابلہ کیا
اور ملتان کی طرح اگر وہ اُچ کے لشکریوں کو بھی شکست دینے میں کامیاب ہو گیا تو پھر
اُچ کے راجہ ہی نہیں، اس کے لشکریوں اور شہریوں کی حالت بھی عبرت خیز ہو کر رہ

جائے گی۔

لیکن راجہ دلپت رائے اور اس کے سپہ سالار بالک رام نے رانی چمپانیر کی کسی
بھی تجویز سے اتفاق نہیں کیا تھا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ اُچ شہر سے نکلے اور باہر کھلے
میدانوں میں اپنے لشکر کے ساتھ انہوں نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

اُچ کے راجہ کو اس بات کی بھی تقویت تھی کہ اس کی مدد کے لئے نہروالا کے راجہ
کا ایک لشکر بھی یہاں پہنچ چکا ہے اور وہ اُچ شہر کے مشرقی جانب گھات میں جا چکا ہے
اور جونہی دلپت رائے کی شہاب الدین غوری کے ساتھ جنگ شروع ہو گی، نہروالا کے
لشکر کا وہ حصہ اپنی گھات سے نکل کر اچانک مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائے گا اور
مسلمانوں کی شکست اور دلپت رائے کی فتح کو یقینی بناتا چلا جائے گا۔

بہر حال سلطان شہاب الدین نے راجہ دلپت رائے کے لشکر کے سامنے اپنے لشکر
کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا جس وقت سلطان شہاب الدین غوری اس کے سالاروں سے
قطب الدین ایبک وعلی کرمان، حسین خرمیل اور چند دوسرے سالار لشکر کے وہاں پڑاؤ
کرنے کے کام کا جائزہ لے رہے تھے کہ ایک سیاہ رنگ کے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا
ہوا ایبہ پڑاؤ میں داخل ہوا۔ سب سے پہلے قطب الدین ایبک نے اسے دیکھا اور
سلطان شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! اپنے دائیں ہاتھ دیکھئے، ایک گھوڑ سوار آ رہا ہے۔ سلطان نے مڑ
کر جب دائیں جانب دیکھا تب سلطان کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ بکھر گئی، اپنے
سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یہ تو ایبہ آ گیا ہے لگتا ہے یہ نہروالا میں اپنے کام کی تکمیل کے بعد اُچ کے
خلاف جنگ میں حصہ لینے کے لئے بروقت پہنچ گیا ہے۔"

سلطان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ایبہ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا وہاں پہنچا، جست
لگا کر نیچے اترا، بلند آواز میں پہلے سب کو سلام کہا، باری باری سب سے ملا اس کے بعد
سلطان شہاب الدین غوری کے کہنے پر جو کچھ نہروالا میں اس پر گزری تھی وہ ایبہ نے
تفصیل کے ساتھ بتا دی تھی۔

ایبہ کے خاموش ہونے پر سلطان کسی قدر مطمئن انداز میں ایبہ کو مخاطب کر کے
کہنے لگا۔

"ایبہ! تم نے اچھا کیا، لوٹ آئے بہر حال نہروالا کے راجہ کو ہم کھلا نہیں چھوڑیں

گے اُچ سے نمٹنے کے بعد خداوند کو منظور ہوا تو ہم نہروالا کا رخ بھی کریں گے۔
یہاں تک کہتے کہتے سلطان شہاب الدین غوری کو رک جانا پڑا، اس لمحہ سلطان کے دو مخبر سلطان کے پاس پہنچے۔ سلطان کو مخاطب کر کے وہ کچ چاہتے تھے کہ سلطان نے خود انہیں مخاطب کرنے میں پہل کی۔

"کیا تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو......؟"

اس پر ان دو میں سے ایک قاصد بول اٹھا۔

"سلطان محترم! بس ہم ایک خبر لے کر آئے ہیں، اچھی ہے یا بری اس آپ خود لگا لیجئے گا۔ سلطان محترم ...... یہاں سے لگ بھگ پانچ میل مشرق کی ریت کے بلند ٹیلوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے وہاں ایک لشکر نے گھات لگا رکھی وہ لشکر نہروالا کے راجہ بھیم دیو کا ہے۔

سلطان محترم! جس وقت آپ نے ملتان فتح کیا تھا، اُچ کے راجہ کو اس اندازہ ہو گیا تھا کہ مسلمان ملتان پر قبضہ کرنے کے بعد اُچ کا رخ ضرور کریں اس لئے ہمارے خلاف اُچ کے راجہ دلپت رائے نے پہلے ہی نہروالا کے راجہ بھ سے مدد طلب کر لی تھی۔

اب جو لشکر پانچ میل مشرق میں ریت کے ٹیلوں میں گھات لگائے ہوئے نہروالا کے راجہ کا ہے اور جنگ شروع ہونے کے بعد وہ لشکر جب مناسب موقع د تو اپنی گھات سے نکل کر ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔"

سلطان نے آنے والے ان مخبروں کا شکریہ ادا کیا اور انہیں پھر سے اپنے کام لگ جانے کی ہدایت جاری کی۔ اس کے ساتھ ہی وہ مخبر وہاں سے ہٹ گئے۔ ان جانے کے بعد سلطان شہاب الدین نے اپنے سارے سالاروں کو جن میں ایب شامل تھا اپنے مزید قریب بلایا جب وہ سلطان کے بالکل نزدیک آ کر کھڑے ہو تب سرگوشی کے انداز میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے سلطان شہاب الدین کہہ رہا تھا۔

"میرے عزیز ساتھیو! پہلے سامنے اُچ کے راجہ دلپت رائے کے لشکر کو دیکھ تعداد میں اس کا لشکر ہمارے لشکر سے زیادہ ہے پر ہم نے اس کی کثرت کو کوئی اہم نہیں دینی اس لئے کہ اس سے پہلے ملتان کے قرامطیوں کا لشکر بھی ہم سے بڑا تھا بلکہ جو لشکر دلپت رائے لے کر آیا ہے، قرامطیوں کا لشکر اس سے بھی کہیں بڑا تھا لیکن نے اسے بھی شکست دے کر ملتان پر قبضہ کیا ہے اب دلپت رائے سے ہم بعد م

یں گے، پہلے نہروالا کے راجہ کے اس لشکر پر حملہ آور ہونا چاہیے جو گھات میں بیٹھا ہوا

"میرے عزیز ساتھیو! اس وقت سورج غروب ہونے کے لئے جھک رہا ہے لہٰذا ت رائے آنے والی صبح کو یقیناً ہمارے خلاف جنگ کی ابتداء کرے گا، لیکن اس سے ہم اسے نہروالا کے راجہ کی مدد سے محروم کر دینا چاہتے ہیں۔

میں چاہتا ہوں آنے والی رات کو لشکر کا ایک حصہ مشرق کے ان ٹیلوں کی طرف ے جہاں نہروالا کے لشکر نے گھات لگائی ہے اور ان پر شب خون مارے۔ وہ چونکہ ے شب خون کی توقع نہیں رکھتے ہوں گے، لہٰذا رات کے وقت وہ یقیناً ہتھیار ل کر آرام کر رہے ہوں گے ہمیں اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر نہروالا کے ے لشکر کا قلع قمع کر دینا چاہیے اس کے بعد آنے والی صبح کو دلپت رائے سے ٹکرانا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان شہاب الدین غوری جب خاموش ہوا تب قطب ن ایبک سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔

"سلطان محترم! میں نہیں جانتا اس سے آگے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ...... لیکن موضوع پر میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ آپ لشکر کا ایک حصہ میرے حوالے کر دیجئے ں کے بعد آپ دیکھئے گا کہ میں ریت کے ٹیلوں میں گھات لگانے والے نہروالا شکر کا کیا حشر کرتا ہوں ...... ساتھ ہی میری یہ بھی التماس ہے کہ ایبہ کو بھی میرے کر دیجئے گا میں اس شب خون کے دوران اس سے خوب کام لوں گا۔"

قطب الدین ایبک جب خاموش ہوا تب سلطان شہاب الدین غوری مسکراتے ے کہنے لگا۔

"ایبک! جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا وہ تم نے خود ہی کہہ دیا ہے آنے والی شب کو تم یہ ایک لشکر لے کر نہروالا کے راجہ کے لشکر پر شب خون مارنا اور جس قدر انہیں ن پہنچا سکتے ہو، پہنچانا۔ نہروالا کے راجہ کے لشکر کو اس قابل نہ چھوڑنا کہ وہ کل دن قت دلپت رائے کی مدد کے قابل رہے۔"

اس کے ساتھ ہی سلطان بائیں جانب ہٹا اور سارے سالاروں کو مخاطب کر کے لگا۔

"اب آؤ لشکر کے پڑاؤ کا جائزہ لیتے ہیں لشکریوں کے کھانا تیار کرنے کا حکم

دیتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد مغرب کی نماز کا وقت بھی ہو جائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی سارے سالار سلطان شہاب الدین غوری کے ساتھ تھے۔

رات راستوں کو ویران، فضاؤں کو سنسان کرتی چاروں طرف خوابوں بچھاتی گونجوں کے چکراتے لہراتے بھنور کی طرح بھاگتی چلی جا رہی تھی، ایسے م کے راجہ بھیم دیو کا لشکر بے کراں صحرائی ویرانیوں میں اس طرح پڑا تھا جیسے تباہی کے وہ پرسکون ہو گئے ہوں۔ ہر موت کو رد کر کے انہوں نے انوکھا اطمینان حا ہو جب کہ ان کے آس پاس یہ بے کراں وادیوں میں فضاء ان سے تاک کرنے والی تھی۔

ایسے میں خون رنگ فضاؤں میں ایک انقلاب رونما ہوا ...... قطب الد کی سرکردگی میں زمین پر زین کسنے والے آسمان پر کمند ڈالنے والے اور دہر کی مالک بن جانے والے مجاہد ریت کے ٹیلوں کے اندر راجہ نہر والا کے لشکر کا رخ تھے پھر اچانک قریب جا کر قطب الدین ایبک اور ایبہ اپنے لشکر کے ساتھ نہ راجہ کے لشکر پر قدم قدم قیامت کھڑی کرتے، ہلاکتوں کے جلتے الاؤ، ہونٹوں کو دل کو پتھر کر دینے والے آندھیوں کے شب خون کی طرح حملہ آور ہو گئے۔ نہروالا کے لشکری اپنا اسلحہ کھول کر بیٹھے ہوئے تھے اس لئے کہ انہیں اطمینان ت اگر زیادہ جلدی بھی اپنے کام کی ابتداء کرنی پڑی تو ایک دن بعد ہی کہیں جنگ ہونے کے بعد وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو سکیں گے لیکن یہاں قطب الدین اور جو شب خون مارا تو اس شب خون کے باعث ان کے حواس ایک طرح سے معط رہ گئے تھے۔

نہروالا کے راجہ بھیم دیو کے اس لشکر کا جو سالار تھا، اس نے اپنی طرف کوشش کی کہ جلدی جلدی اپنے لشکر کو تیار کر کے حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے سکیں لیکن دیر ہو چکی تھی، قطب الدین ایبک اور ایبہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دیو کے لشکر کے اندر تباہیوں کی ہواؤں، بے دوا زخموں، بے رفو چاک اور نشان کر دینے والی خواہشوں سے لبریز قوت اور اڑتے تند لمحوں کی طرح گھسے تھے اور بھیم دیو کے راجہ کے وسطی حصے میں جا کر مسلمانوں نے ان کا قتل عام ش

بھیم دیو کے اس لشکر کا سالار اپنے لشکریوں کو حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے لئے رہا تھا جب اس نے دیکھا کہ اس کے لشکر کا مکمل طور پر قتل عام شروع ہو چکا ہے مقابلہ بے کار ہے تب وہ بھاگ کھڑا ہوا۔

اس موقع پر ایبہ نے جو اس لشکر کے سالار کے قریب ہی تھا اپنے ترکش سے ایک الا اس تیر کے پروں کے ساتھ کپڑے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بندھا ہوا تھا پھر جب نے تاک کر تیر مارا تو تیر بھیم دیو کے لشکر کے سالار کا سینہ چیرتا ہوا نکل گیا تھا۔

بھیم دیو کے لشکر کا سالار، تیر لگنے سے زین پر دہرا ہو گیا تھا تاہم اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگاتے ہوئے وہ اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ ہو لیا تھا جو شکست اٹھا کر کی طرف بھاگے تھے۔

اس طرح رات کی تاریکی میں قطب الدین ایبک اور ایبہ نے اپنے ساتھیوں کے بھیم دیو کے لشکر پر کامیاب شب خون مارا اور بھیم دیو کے لشکری شکست اٹھا کر کی طرف بھاگے شاید انہوں نے اپنے شہر نہروالا کا رخ کر دیا تھا ان کے پاس ل اور اسلحے کی صورت میں جس قدر سامان تھا وہ سارا قطب الدین ایبک نے لشکریوں کے ساتھ سمیٹا اور سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی پہلے وہ اپنے لشکر میں چلا گیا تھا۔

دوسرے روز جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے اُچ کے راجہ دلپت رائے نے اپنے کی صفیں درست کرنی شروع کر دی تھیں وہ اور اس کے لشکریوں کا سالار بالک رام گھوڑوں کو ادھر ادھر دوڑاتے ہوئے اپنے لشکریوں کی صفوں کا جائزہ لے رہے تھے ائی لمحہ ان کا ایک آدمی اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا اور اس جگہ آن کر رکا دلپت رائے اور بالک رام دونوں کھڑے تھے، اپنے گھوڑے سے وہ اترا گردن کو تے ہوئے دلپت رائے کو تعظیم دی کہنے لگا۔

"مالک! میں ایک بری خبر لے کر آیا ہوں۔ نہروالا کے راجہ بھیم دیو نے ہماری کے لئے جو لشکر بھیجا تھا، اس کی طرف سے اب ہمیں کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے۔"

آنے والے مخبر کے ان الفاظ پر دلپت رائے اور بالک رام دونوں ہی پریشان ہو تھے۔ دلپت رائے نے اسے مخاطب کیا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو، کھل کر کہو ...... کیا بھیم دیو کا وہ لشکر واپس چلا گیا ہے ...... اور

اس نے ہماری مدد کرنے سے انکار کر دیا ہے......؟"

اس پر مخبر نے پہلے نفی میں گردن ہلائی پھر کہنے لگا۔

"مالک! ایسی بات نہیں ہے گزشتہ شب مسلمانوں کے لشکر کا ایک حصہ
کے لشکر پر حملہ آور ہوا، انہوں نے ایسا سخت اور جان لیوا شب خون بھیم دیو
مارا کہ بھیم دیو کے لشکر کی اکثریت کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا
لشکریوں کو اپنی جانیں بچانا نصیب ہوا اور جو اپنی جانیں بچانے میں کامیاب
نہروالا کی طرف بھاگ گئے ہیں۔ بھیم دیو کے اس لشکر کا جو سالار تھا، ا
مسلمان لشکری کا تیر لگا تھا کچھ دور تک وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ
راستے میں دم توڑ گیا تھا اس کے ساتھی اس کی لاش کو نہروالا کی طرف لے گ
بھیم دیو کے لشکر کی طرف سے اب ہمیں کسی مدد اور تعاون کی امید اور توقع
چاہیے۔"

یہ خبر دینے کے بعد وہ مخبر چلا گیا تب دلپت رائے اور اس کا سالار با
تھوڑی دیر تک چپ چاپ اپنی جگہ پر کھڑے رہے پھر دلپت رائے نے بالک
مخاطب کیا۔

"بالک رام! میں سمجھتا ہوں جنگ کی ابتدا ہی برے شگون سے ہونے لگی
تو یہ خیال کرتا تھا کہ جب ہم مسلمانوں سے جنگ کی ابتدا کریں گے اور مسل
اپنے ساتھ جنگ میں مصروف کر لیں گے، اس وقت جب گھات میں بیٹھا
لشکر اپنی گھات سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو گا تو مسلمانوں کی بے بسی او
لاچارگی قابل دید ہو گی لیکن لگتا ہے حالات کچھ اور ہی رخ اختیار کرنے والے

یہاں تک کہنے کے بعد دلپت رائے رکا پھر شائد اسے احساس ہو گیا تھا
کی مایوسانہ گفتگو کا اثر نہ صرف اس کے سپہ سالار پر ہو گا بلکہ لشکریوں پر بھی اس
اثرات ہوں گے لہٰذا ایک دم اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اپنے سالار بالک
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بالک رام! ذرا مڑ کر مسلمانوں کے لشکر کی طرف دیکھو اپنے لشکر سے متعلق تم جانتے ہو، یہ بتاؤ کہ مسلمانوں کے لشکر کی نسبت ہمارا لشکر کس قدر تعداد میں زیادہ ہے؟

اس موقع پر بالک رام کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کچھ دیر تک
شہاب الدین غوری کے لشکر کا جائزہ لیتا رہا پھر دلپت رائے کی طرف دیکھتے

کہنے لگا۔

"مہاراج! جہاں تک میرا اندازہ ہے، ہمارا لشکر مسلمانوں کے لشکر سے دگنے کے قریب ہو گا۔"

یہ الفاظ بالک رام نے بلند آواز میں کہے تھے تاکہ اس کے لشکری بھی سن لیں اب میں راجہ دلپت رائے بھی بالک رام ہی کی طرح اونچی آواز میں کہنے لگا۔

"جب ہمارے اپنے لشکر کی تعداد شہاب الدین غوری کے لشکر سے دگنے کے قریب ہے ساتھ ہی نہروالا کے راجہ کا لشکر بھی ہماری مدد کو پہنچ چکا ہے وہ گھات میں بیٹھا ہوا ہے تو پھر ہمیں ان مسلمانوں سے ڈرنے یا جنگ کی ابتداء تاخیر سے کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم خود مسلمانوں کے لشکر پر حملہ آور ہونے کی ابتدا کریں اس طرح ان پر ہمارا رعب، ہمارا خوف طاری ہو جائے گا اور وہ یہ سمجھنے لگیں گے کہ ہم نہ ان کی آمد سے خوف زدہ ہیں اور نہ ان سے ٹکرانے سے گریزاں ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دلپت رائے نے عجیب سے انداز میں بالک رام کی طرف دیکھا پھر اپنے گھوڑے کو اس کے قریب لے گیا اور سرگوشی کے انداز میں کہنے لگا۔

"بالک رام! یہ جو میں نے الفاظ ادا کیے ہیں، جان بوجھ کر ادا کیے ہیں تاکہ ہمارے لشکریوں میں سے کسی کو یہ خبر نہ ہو کہ رات کو مسلمانوں نے شب خون مار کر بھیم دیو کے لشکر کو کاٹ دیا ہے اور شب خون سے جو بچ نکلے ہیں وہ نہروالا کی طرف بھاگ گئے ہیں۔ اگر یہ خبر لشکر میں پھیل گئی تو لشکریوں کے اندر ایک طرح کی بددلی پھیل جائے گی میں ایسا نہیں چاہتا۔ اسی بناء پر میں نے اونچی آواز میں کہا ہے کہ ہمارے اپنے لشکر کی تعداد مسلمانوں کے لشکر سے دگنی ہے اور نہروالا کا راجہ کا لشکر بھی ہماری مدد کے لئے پہنچ چکا ہے اس طرح ہمارے لشکری مسلمانوں کے خلاف جان توڑ کر لڑیں گے اور اپنی فتح کو یقینی بنانے کی کوشش کریں گے۔"

دلپت رائے کے ان الفاظ سے بالک رام بھی خوش ہو گیا تھا پھر دلپت رائے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مہاراج! میرے خیال میں اب ہمیں اپنے لشکریوں کو انتظار کے کرب میں نہیں ڈالنا چاہیے۔ ہمیں خود جنگ کی ابتداء کر دینی چاہیے۔ اگر جنگ کی ابتدا ہماری طرف سے ہو تو اس کا ہمیں فائدہ ہو گا مسلمان لشکریوں پر ہمارا رعب اور خوف طاری ہو گا کہ ہم خود ان پر حملہ آور ہونے کی جرات اور ہمت رکھتے ہیں۔"

دلپت رائے نے بالک رام کے ان الفاظ سے اتفاق کیا، اس کے بعد چھوٹے سالاروں کے ساتھ جنگ کے دوران لشکر کی ترتیب اور تنظیم کو آخری شکل کے بعد دلپت رائے نے حملہ آور ہونے کے لئے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا تھا۔

دلپت رائے کے حکم پر اس کے لشکری پہلے چیتوں کی چنگھاڑ کی طرح نعرے کرنے لگے جواب میں سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر میں بھی ہر صدا کو ہر خروش کو بے بصر ہر آواز کو دربدر کر دینے والی تیز ہواؤں کے فسوں کی طرح تکبیر بلند ہونا شروع ہو گئی تھیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے دلپت رائے اور اس کا سپہ سالار بالک رام اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر تمدن و ثقافت و شرافت کا خون کرتے مضطرب سرگرداں انتشار، انسانیت کی اقدار کا علم سرنگوں کر کے تنزل برپا کرتی موت کی چاپ اور تباہی کے ابدی خواب دکھاتی وہموں کی سیاہی کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری طرف سلطان شہاب الدین اس کے سالاروں اور لشکریوں نے بھی جوابی کارروائی شروع کی۔ تکبیریں بلند کر کے وہ دلپت رائے اور بالک رام کے لشکر پر ا... کے الاؤ پر جسموں کا آشوب بنتی اور آنسو کے صحیفے رقم کرتی غموں کی ہولناک شدت و دیار کی تقدیر بدلتی اذیتوں اور ثمرات فضاؤں میں زہر آلود رشتے کھڑے کرتی جذ... کی خوفناک شدت کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دونوں طرف سے لشکری ایک دوسرے پر دکھوں کی چھاؤں، خون کی بارش، قہر کی دھوپ بپھری موجوں اور دہکتے انگاروں کی طرح نزول کرنے لگے تھے۔ ... سے بھٹکتے کاروانوں، راستے کی دھول اور فضاؤں کے دھوئیں کی طرح جسم و روح ایک دوسرے سے جدا ہونا شروع ہو گئے تھے۔

لمحوں کے اندر ہی میدان جنگ رفتہ سیل محشر کی صورت اختیار کر گیا تھا انتقام فشار آتش چاروں طرف بھڑک اٹھی تھی تن و من گھائل کرتی موت ہر سمت شب خون مارنے لگی تھی۔ سانسوں کی ڈوریاں کٹنے لگی تھیں ...... ذرے ذرے پر خوف و ہراس پھیلنا شروع ہو گیا تھا...... لمحے لمحے میں وحشتیں رقص کر اٹھی تھیں۔

کچھ دیر تک دونوں لشکروں میں اُچ شہر کے نواح میں ہولناک جنگ ہوتی رہی دلپت رائے اور بالک رام کے لشکر کی تعداد زیادہ تھی دونوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح شہاب الدین غوری کے لشکر پر حاوی ہو کر اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دیں لیکن ان کی ہر کوشش، ان کی ہر جدوجہد اور جتن ناکام ہی رہا اور پھر

...ں جنگ طول پکڑنے لگی، شہاب الدین کے لشکری بڑی تیزی سے دلپت رائے کے لشکر کی تعداد کم کرنے لگے تھے اور پھر آہستہ آہستہ وقت کی آنکھ نے دیکھا، شہاب الدین غوری کے لشکر کے مقابلے میں دلپت رائے کے لشکر کی حالت تمناؤں کی بنجر زمینوں، منحوس ساعتوں، زرد چہروں اجاڑ موسموں میں اجڑی بستیوں اور دکھوں کے اندھے کنوؤں سے بھی ابتر ہونا شروع ہو چکی تھی۔

دلپت رائے جو اپنے لشکر کے وسط میں رہتے ہوئے اپنے لشکریوں کو جنگ کے لئے ابھار رہا تھا اس نے یہ بھی دیکھا کہ اس کے لشکر کی اگلی صفیں پامال ہو چکی تھیں پچھلی صفوں کے لشکری آگے جانے کے لئے جی چرا رہے تھے جب کہ سامنے کی طرف سے مسلمانوں کی قسمت کا منہ چڑاتی تلواریں بڑی تیزی سے اس کے لشکر کی تعداد کم کرتی چلی جا رہی تھیں۔

دلپت رائے نے جب دیکھا کہ جس طرح اس کے لشکر کا قتل عام شروع ہو چکا ہے اگر یہ قتل عام جاری رہا تو اس کے لشکر کی تعداد سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر سے بھی کم ہو کر رہ جائے گی لہٰذا شکست قبول کرتے ہوئے وہ بھاگ کھڑا ہوا۔

شہاب الدین غوری اور اس کے سالاروں نے بھاگتے دشمن کا تعاقب کیا اور شہر کی فصیلوں تک دلپت رائے کے لشکر کی تعداد مزید کم کر دی بہرحال دلپت رائے شکست اٹھا کر اُچ شہر میں داخل ہوا شہر پناہ کے دروازے بند کر دیے پھر اس نے محصور رہ کر سلطان شہاب الدین غوری کا مقابلہ کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

دلپت رائے کو شکست دینے کے بعد سلطان شہاب الدین نے پہلے اس کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کیا جہاں اس نے اپنے لشکر کا پڑاؤ قائم کیا تھا وہاں سے اس نے پڑاؤ اٹھایا اور اُچ شہر کی فصیل سے اتنے فاصلے پر اس نے اپنے لشکریوں کو خیموں کا شہر آباد کرنے کا حکم دیا جہاں تک فصیل سے چلائے جانے والا تیر نہ پہنچ سکے۔ اس طرح شہاب الدین کا حکم ملتے ہی بڑی تیزی سے پڑاؤ قائم ہونے لگا خیمے نصب کیے جانے لگے ساتھ ہی ساتھ زخمیوں کی دیکھ بھال بھی ہونے لگی تھی۔

سلطان شہاب الدین نے اُچ شہر کے نواح میں اُچ کے راجہ کو بدترین شکست دینے کے بعد شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔

○❖○

ایک روز نہروالا کی رانی راج کنول، راج کماری کمار دیوی اور راج کمار رام د
تینوں راج محل کے ایک کمرے میں انتہائی اداس اور افسردہ بیٹھے ہوئے تھے کمرے م
کاٹ کھانے والی خاموشی طاری تھی پھر کمرے کی اس خاموشی کو رام دیو کی آواز نے
توڑا۔ اپنی ماں اور بہن دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"پتا جی! لشکر کے مستقر کی طرف گئے ہیں اب دیکھیں اس لشکر سے متعلق کیا خ
لاتے ہیں، جسے اُچ کے نواح میں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست ہوئی ہے۔ جو مخبر پتا ج
کے پاس آیا تھا، جس نے لشکر کی شکست کی خبر دی ہے اس کا کہنا ہے کہ اُچ کے را
دلپت رائے کی مدد کرنے کے لئے ہمارے لشکر نے جہاں گھات لگائی تھی، وہا
مسلمانوں نے اس پر ہولناک شب خون مارا جس سے ہمارے لشکر کا کافی نقصان ہ
ہے اب پتا جی لوٹیں تو پتہ چلے جو لشکر یہاں سے ہم نے دلپت رائے کی مدد کے ل
بھجوایا تھا، اس میں سے کتنے جنگ میں کام آئے ہیں اور کتنے اپنی جانیں بچا کر واپ
پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہیں؟"

رام دیو کی اس گفتگو کا راج کنول اور کمار دیوی دونوں میں سے کسی نے کوئ
جواب نہ دیا تھا، تینوں پھر سر جھکائے خاموش بیٹھے رہے یہاں تک کہ اس کمرے م
راجہ بھیم دیو داخل ہوا، وہ انتہائی افسردہ اداس تھا۔ گردن اس کی جھکی ہوئی تھی، آگے بڑھ
کر وہ رانی راج کنول کے قریب ہی نشست پر بیٹھ گیا کمرے میں کچھ دیر خاموشی ر
آخر رام دیو نے اپنے باپ بھیم دیو کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

"پتا جی! ہمارا جو لشکر اُچ کی طرف گیا تھا، اس کا کس قدر نقصان ہوا ہے......؟"

بھیم دیو نے گردن سیدھی کی ایک اداس اور افسردہ نگاہ اس نے اپنے بیٹے را
دیو پر ڈالی پھر غم زدہ سے لہجہ میں کہنے لگا۔

"بیٹے! یوں جانو تقریباً سارے لشکر کا خاتمہ کر دیا گیا ہے بہت کم لشکریوں کو اپنی

جانیں بچا کر نہروالا آنا نصیب ہوا ہے۔ مسلمانوں کو خبر ہوگئی تھی کہ ہمارے ایک لشکر
نے دلپت کی مدد کرنے کے لئے اُچ شہر کے مشرق میں گھات لگا رکھی ہے لہٰذا وہ رات
کے وقت ہمارے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور لشکر کی اکثریت کو انہوں نے کاٹ کر رکھ
دیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے بھیم دیو رکا پھر اپنی بیوی، بیٹی اور بیٹے
کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ہمارے لشکر کا جو نقصان ہوا ہے یہ ہمارے لئے ایک انتہائی افسوس ناک حادثہ
ہے لیکن اس سے بڑھ کر ایک حادثہ ہوا ہے جس نے مجھے اور زیادہ پریشان کر دیا ہے۔"

اس موقع پر راج کماری کمار دیوی چونکی تھی پھر کمرے میں اس کی آواز گونجی۔

"پتا جی! دوسرا حادثہ کون سا پیش آگیا جس کی وجہ سے آپ زیادہ پریشان ہو گئے
ہیں۔"

بھیم دیو نے شکوؤں بھری ایک نگاہ کمار دیوی پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

"میری بیٹی! یہ حادثہ ایبہ کی وجہ سے پیش آیا ہے۔"

ایبہ کا نام سن کر راج کماری کمار دیوی ہی نہیں رام دیو، راج کنول بھی چونک اٹھے
تھے پھر بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے کمار دیوی کہنے لگی۔

"یہاں ایبہ کا ذکر کیسے آگیا ...... وہ تو یہاں سے دفع ہوا، بھاگ گیا اب اس کا
ہمارے لشکر کے نقصان سے کیا تعلق ......؟"

کمار دیوی جب خاموش ہوئی تب دکھیا سی آواز میں بھیم دیو کہنے لگا۔

"بیٹی! اس کا تعلق ہمارے لشکر کے نقصان سے ہے لشکر کو نقصان پہنچانے والوں
میں وہ بھی شامل ہے۔"

بھیم دیو کے اس انکشاف پر کمار دیوی دنگ رہ گئی تھی۔ راج کنول اور رام دیو بھی
پریشانی کے عالم میں بھیم دیو کی طرف دیکھ رہے تھے یہاں تک کہ کمار دیوی نے پھر بھیم
دیو کو مخاطب کیا۔

"پتا جی! کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے ہاں سے بھاگ کر ایبہ مسلمانوں
کے سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر میں شامل ہو چکا ہے۔"

بھیم دیو کڑھتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

"بیٹی! تیرا اندازہ درست ہے۔ ایبہ شہاب الدین غوری کے لشکر میں شامل ہے

مجھے تفصیل تو نہیں بتائی گئی کہ وہ اس کے لشکر میں کیسے شامل ہوا ...... پر میرا دل کہتا
جب ہم پچھلے تہوار میں حصہ لینے کے لئے اُچ گئے تھے اور وہاں جو ایبہ نے تمہارا
ساتھ مقابلہ کیا تھا تو میرا دل کہتا ہے کہ ایبہ اپنے کچھ دیگر ساتھیوں کے ساتھ ملتان
اُچ اور گردونواح کے علاقوں کا جائزہ لینے کے لئے یہاں آیا ہوا تھا جس وقت اس
تم سے مقابلہ جیتا اور تمہارا بازو پکڑ لیا تب ہم نے اسے پیش کش کی کہ ہم اسے ا
ساتھ نہروالا لے کر جانا چاہتے ہیں تب تم سب کو یاد ہوگا، وہ یہ کہہ کر منڈل سے با
نکلا تھا کہ اپنے کچھ جاننے والوں سے مشورہ کر کے پھر لوٹتا ہوں۔

میرے خیال میں یہ جاننے والے وہی تھے جنہیں شہاب الدین غوری نے ملتان
اُچ اور گردونواح کے علاقوں کا جائزہ لینے کے لئے روانہ کیا تھا اس کے بعد ہی شہاب
الدین ان علاقوں پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا۔

اب میرا مزید اندازہ یہ ہے کہ ایبہ نہروالا کی طرف اس لئے آیا ہوگا کہ نہروا
اور اس کے اردگرد کے علاقوں کا بھی جائزہ لے لے اور اس کی مفصل تفصیل جا
شہاب الدین غوری سے کہے اب میرا دل کہتا ہے کہ ملتان اور اُچ کے بعد شہاب
الدین غوری ہمارے شہر پر بھی حملہ آور ہوگا۔''

بھیم دیو جب خاموش ہوا تب اس کا بیٹا رام دیو اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''پتا جی! چلو ہمارے لشکر پر تو مسلمانوں نے شب خون مارا ان کا شب خو
کامیاب رہا، ہمارے لشکر کی کثرت جنگ میں کام آگئی اور جو بچے وہ نہروالا کی طرف
بھاگ آئے لیکن ولپت رائے نے جو حملہ آور مسلمانوں کا مقابلہ کرنا تھا اس کا ک
ہوا......؟''

پہلے سے بھی اداس لہجہ میں بھیم دیو کہنے لگا۔

''اس کا نتیجہ بھی ہماری امیدوں کے الٹ ہی نکلا ہے جو لشکری بھاگ کر آئے
ہیں ان کا کہنا ہے کہ جب رات کے وقت ان پر شب خون مارا گیا تو شب خون کی جگہ
سے تو وہ بھاگ نکلے تھے لیکن پیچھے ہٹ کر وہ ایک جگہ جمع ہوئے جو ان کے زخمی ساتھ
تھے ان کی مرہم پٹی کرنے لگے ان کا کہنا ہے کہ اگلے روز مسلمانوں اور ولپت رائے
کے درمیان ہولناک مقابلہ ہوا اُچ کے شہر کے نواح میں لڑی جانے والی ایک ہولناک
جنگ تھی جس میں ولپت رائے کو بدترین شکست ہوئی ہے اب ولپت رائے اُچ شہر میں
محصور ہو چکا ہے اور شہاب الدین غوری نے شہر کا محاصرہ کر لیا ہے۔''

بھیم دیو جب خاموش ہوا تب ایک بار پھر کمار دیوی اسے مخاطب کر کے کہنے
لگی۔

''پتا جی! بھائی نے موضوع کا رخ بدل کر دیا تھا آپ نے اپنی گفتگو کے دوران
کہا تھا کہ ایبہ کی وجہ سے ایک اور حادثہ کی بناء پر آپ زیادہ پریشان ہیں اگر اس حادثہ
سے آپ کا مقصد یہ ہے کہ ایبہ یہاں سے بھاگ کر شہاب الدین غوری کے لشکر میں
شامل ہو چکا ہے تو پتا جی، اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ ایک ایبہ کے شہاب
الدین غوری کے لشکر میں شامل ہونے سے کوئی قیامت نہیں آجائے گی ......طوفان نہیں
اٹھ کھڑے ہوں گے۔''

کمار دیوی کے خاموش ہونے پر بھیم دیو پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹی! یوں نہ کہو، ایبہ شہاب الدین غوری کے لشکر میں شامل نہیں ہوا بلکہ میں
سمجھتا ہوں وہ شہاب الدین غوری ہی کا ایک لشکری ہے جو ان علاقوں کا احوال جاننے
کے لئے ہمارے ساتھ آگیا تھا اور جب اس نے دیکھا کہ ان علاقوں کی معلومات اس
نے حاصل کر لی ہیں تو اس نے یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی۔

دیکھ لو بیٹی! ہم نے اسے بھاگنے کی سزا دی اس کے پاؤں میں ہاتھیوں والی
بھاری زنجیر ڈال دی اسے راج محل سے خادموں والے کمرے میں منتقل کر دیا لیکن وہ
ایسا مستقل مزاج نکلا کہ نہ گھبرایا نہ فکرمند ہوا، کچھ دن تک راج محل اور اس کے گردو
نواح میں بھاری زنجیر کو گھسیٹتا رہا ہمارے پاس کھانا کھانے کی بجائے بھٹیار خانے میں
جا کر کھانا کھاتا رہا میرے خیال میں ایسا کر کے وہ حالات کا جائزہ لے رہا تھا کہ وہ
کب کس طرح بھاگ سکتا ہے اور کس دروازے سے وہ با آسانی نکل سکتا ہے جب
اس نے دیکھا کہ اب اس کے لئے بھاگنا آسان ہے اس نے اپنے پاؤں سے بھاری
زنجیر بھی اتار پھینکی اور ہمیں ایسا چکمہ دیا کہ جس رات کو وہ بھاگا اس سے اگلے روز
دوپہر تک ہمیں خبر ہی نہ ہوئی کہ وہ کہاں ہے ...... بیٹی! اس کی وجہ سے مجھے جو پریشانی
ہوئی ہے وہ میں بیان کروں تو تم تینوں دنگ رہ جاؤ گے۔ تم تینوں یہ جانتے ہو کہ جو
لشکر میں ولپت رائے کی مدد کے لئے راجہ کیا تھا اس کی کمانداری میں نے اپنے بہترین
سالاروں میں سے ایک کو سونپی تھی۔ جس وقت رات کے وقت مسلمانوں کا شب خون
رہا اور ہمارے لشکریوں کی اکثریت کو کاٹ دیا گیا تو وہ سالار اپنی جان بچا کر بھاگا۔
جانتے ہو جس وقت وہ بھاگ رہا تھا کیا ہوا ...... بھاگتے ہوئے جس وقت وہ اپنے

گھوڑے کو ایڑھ پر ایڑھ لگا رہا تھا، ایک سنسناتا ہوا تیر آ کے اس کے دل کے جب تک اس کی ہمت کام کرتی رہی وہ بھاگتا رہا اس کے ارد گرد اس کے بھاگ لشکری بھی جمع ہو گئے تھے کچھ فاصلے پر جا کر وہ اپنے گھوڑے سے گر گیا اور دم تو اس کے دل میں جو تیر پیوست ہوا تھا، اس تیر کے پروں کے ساتھ ایک کپڑے سا ٹکرا بندھا ہوا تھا جس پر لکھا تھا۔

"میں نہروالا کی راجکماری کمار دیوی کی قید سے بھاگا ہوا ایبہ ہوں"

کپڑے کے ٹکڑے کی اس تحریر سے میں نے دو باتیں اخذ کی ہیں، پہلی مسلمانوں کا جو لشکر رات کے وقت ہمارے لشکر پر حملہ آور ہوا، اس لشکر میں ایبہ شا اس سے یہ بات پختہ ہو جاتی ہے کہ ایبہ شہاب الدین غوری کا ایک لشکری ہے۔

دوسری بات یہ کہ وہ اگر لشکری ہے تو پھر اس نے نہروالا کے احوال جا کر الدین غوری سے کہے ہوں گے اور انہی احوال کی روشنی میں شہاب الدین ہم پر حم ضرور ہو گا۔

بیٹی! ایک بات جو مجھے بہت زیادہ پریشان کرتی ہے وہ یہ کہ ہمارے لشکری سالار کی لاش کو لے کر یہاں آئے ہیں میں نے اس کی لاش کو دیکھا ہے، ایبہ بالکل اس کے دل کے درمیانی حصے میں پیوست ہوا، کمال کی بات یہ ہے کہ یہ رات کے وقت ہوئی، آج کل راتیں چاندنی بھی نہیں ہیں تاریک راتوں میں بھا ہوئے کسی گھوڑ سوار کو اپنے تیر کا نشانہ بنا کر تیر اس طرح اس کے دل میں پیوست کوئی آسان اور معمولی کام نہیں ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بھیم دیو رکا پھر انتہائی دکھ بھرے انداز میں وہ کہہ رہا تھا

"میری بیٹی! یہاں سے بھاگنے کے بعد اور ہمارے سالار کا خاتمہ کر کے ایبہ ایک طرح سے ہمیں تنبیہہ کر دی ہے کہ اگر تم زنجیر پہنا کر مجھے غلاموں کی طرح خادموں کے کمروں میں رکھ کر نقصان پہنچا سکتے ہو تو میں بھی تمہارے لئے نقصان باعث بن سکتا ہوں۔ مجھے اپنے اس سالار کے مرنے کا بے حد دکھ اور غم ہے اس کہ وہ بڑا تجربہ کار، انتہائی دلیر اور اپنے لشکریوں کی بہترین کمانداری کرنے والا سا تھا۔ ایبہ نے اسے ہم سے محروم کر کے ایک طرح سے ہمیں ایک ناقابل تلافی دکھ ہے۔"

بھیم دیو جب خاموش ہوا تب تاسف بھرے انداز میں رام دیو اپنے باپ بھیم

کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"پتا جی! جو کچھ آپ کہتے ہیں بالکل ٹھیک ہے لیکن یہ بھی تو سوچیں ہم نے یہاں اسے کیا سکھ دیا...... ہم اسے اپنے ساتھ لے کر آئے جنگی فنون میں اس کی ہنرمندی کی وجہ سے ہم نے اسے کمار دیوی سے منسوب کیا۔ پتا جی! اگر وہ بھاگا تھا تو بھاگنے کے بعد ایک انسان سے ایسا سلوک نہیں ہونا چاہیے تھا جیسا ہم نے اس کے ساتھ کیا ہے آخر اس نے انتقام پر تو اترنا تھا اور وہ انتقام پر خوب اترا۔"

رام دیو کے خاموش ہونے پر کمار دیوی سختی کے انداز میں کہنے لگی۔

"بھائی! تم ہمیشہ اس کی طرف داری کرتے ہو اب ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں وہ جو یہاں سے بھاگا ہے، میری نگاہوں میں وہ پہلے ہی واجب القتل تھا، اب اس نے جو ہمارے سالار کا خاتمہ کیا ہے تو بھگوان نے چاہا تو میں اس کے دل میں اسی طرح تیر پیوست کروں گی جس طرح اس نے اپنا تیر ہمارے سالار کے دل میں پیوست کیا ہے میں اب ہر صورت میں ایبہ کا خاتمہ کر کے رہوں گی۔"

کمار دیوی کی اس گفتگو کا جواب بھیم دیو دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ راج محل کا ایک خادم دروازے پر نمودار ہوا اور کھانا لگنے کی اطلاع دی۔ اس پر وہ چاروں اٹھ کر اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

سلطان شہاب الدین غوری نے اُچ شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا جب کہ راجہ دلپت رائے شہر کے اندر محصور ہو کر مقابلہ کر رہا تھا اور فصیل کے اوپر اس نے اپنے لشکری بٹھا دیئے تھے جو حملہ آوروں پر تیر اور پتھر برساتے تھے اور سلطان شہاب الدین غوری کے پاس چونکہ شہر پناہ کے دروازے یا فصیل توڑ کر شہر میں داخل ہونے کا کوئی انتظام نہیں تھا لہٰذا محاصرہ طول پکڑنے لگا تھا۔

ایک روز شام کے قریب شہاب الدین غوری دن بھر کی مصروفیات کے بعد اپنے خیمے کی طرف جانے لگا تھا کہ اچانک اس کا ایک مخبر اس کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! میں ایک اچھے موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

شہاب الدین غوری رک گیا، اپنے اس مخبر کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جو کچھ کہنا چاہتے ہو جلدی کہو، اس لئے کہ تھوڑی دیر تک مغرب کی نماز کا ہو جائے گا۔"

اس پر آنے والا مخبر بولا اور کہنے لگا۔

"سلطان محترم! اُچ شہر میں راجہ دلپت رائے اور اس کی رانی چمپانیر کے در اختلافات پیدا ہو چکے ہیں رانی چمپانیر کا کہنا ہے کہ شہر مسلمانوں کے حوالے کر چاہیے، سلطان کی اطاعت قبول کر لینی چاہیے اس لئے کہ اگر ہم ایسا نہیں کریں جہاں شہر کو فتح کرنے کے بعد مسلمان لشکریوں کا خاتمہ کریں گے وہاں اہل شہر کے مصائب اٹھ کھڑے ہوں گے اور راجہ اور اس کے خاندان کا بھی خاتمہ کر دیا جائے"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا

"سلطان محترم! بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی جو اطلاعات ہم شہر کے اندر لے کر آئے ہیں ان کے مطابق جس وقت آپ نے اپنے لشکر کے ساتھ ملتان سے کی طرف کوچ کیا تھا، اس وقت بھی کہتے ہیں رانی اور راجہ دونوں کے در اختلافات اٹھ کھڑے ہوئے تھے رانی اس وقت بھی اس حق میں تھی کہ سلطان کے شہر پناہ کے دروازے کھول دینے چاہیں اور اس کی اطاعت قبول کر لینی چاہیے اور کے لئے خراج ادا کر کے سلطان کا باج گزار بن جانا چاہیے اس طرح جہاں اُچ محفوظ رہے گا وہاں راجہ اور اس کے اہل خانہ بھی پہلے کی طرح اُچ شہر پر حکومت کر رہیں گے لیکن اس وقت بھی اُچ کے راجہ دلپت رائے نے رانی چمپانیر کی مخالفت کر ہوئے شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کیا تھا۔

اب رنی اور راجہ کے درمیان اختلافات سخت ہو چکے ہیں۔ رانی روز تقاضہ کر ہے کہ شہر کا محاصرہ طول پکڑ رہا ہے اگر اسی طرح محاصرہ جاری رہا تو شہر کے اندر خو نوش کا سامان ختم ہو جائے گا اور ایک نہ ایک دن شہر مسلمانوں کے حوالے کرنا ہوگا سے بہتر ہے کہ پہلے ہی سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی گزشتہ کارروائیوں معافی مانگ لی جائے اور شہر حوالے کر دیا جائے۔"

جب تک آنے والا وہ مخبر بولتا رہا سلطان شہاب الدین کے چہرے پر خوشگ مسکراہٹ کھلتی رہی جب وہ خاموش ہوا تب سلطان نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی پھر کہنے لگا

"تم بہت اچھی خبر لے کر آئے ہو اگر رانی اور راجہ دونوں کے درمیان اختلافا پیدا ہو چکے ہیں تو ہمیں ان اختلافات سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ تم واپس جاؤ اُچ

میں داخل ہو جاؤ کسی نہ کسی طرح مناسب موقع پر شہر کی رانی سے ملاقات کرو اور میری طرف سے اسے یہ پیغام دو کہ اگر وہ اُچ شہر کو کسی نہ کسی طرح فتح کرا دے تو میں اس سے شادی کر لوں گا۔"

سلطان شہاب الدین غوری کے ان الفاظ پر مخبر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اس پر سلطان مسکرایا، کہنے لگا۔

"اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے اگر وہ ہمارا کام کر دیتی ہے تو میں اسے مسلمان کر کے شادی کر لوں گا۔"

سلطان کا جواب سن کر مخبر خوش ہو گیا تھا پھر کہنے لگا۔

"سلطان محترم! میں ابھی واپس جاتا ہوں رات کے وقت راجہ دلپت رائے کے علاوہ اس کی رانی، راج کمار اور راجکماری فصیل پر چڑھ کر لشکریوں کا جائزہ لیتے ہیں اور ان کا حوصلہ بڑھاتے ہیں میں اس وقت کوئی مناسب موقع جان کر رانی سے علیحدہ ملاقات کر لوں گا اور آپ کا پیغام اسے پہنچاؤں گا اور اس کے بعد جو جواب دے گی اس سے آپ کو مطلع کر دوں گا۔"

اپنے مخبر کے ان الفاظ پر سلطان شہاب الدین خوش ہو گیا تھا پھر مخبر وہاں سے مڑ کر شہر کی طرف چلا گیا تھا جب کہ سلطان شہاب الدین اپنے خیمے کا رخ کر رہا تھا۔

سورج جب غروب ہو گیا اور شہر کی فصیل کے اوپر روشنیوں کا انتظام کر دیا گیا تب راجہ دلپٹ رائے اپنی رانی، راج کمار اور راج کماری کے ساتھ اپنے راج محل سے نکلا اور حسب معمول اس نے شہر کی فصیل کا رخ کیا تھا جس وقت وہ فصیل کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جانے لگے تھے تو اس وقت اتفاق سے رانی اپنے شوہر، بیٹے اور بیٹی سے پیچھے رہ گئی تھی۔ اس سے مخبر نے فائدہ اٹھایا اور رانی کے قریب گیا اور انتہائی رازداری اور سرگوشی میں رانی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اگر آپ اس طرح میرے آپ کے قریب آنے اور گفتگو کی جرأت کرنے کا برا نہ منائیں تو میں آپ کے لئے سلطان شہاب الدین کا پیغام رکھتا ہوں۔"

ان الفاظ پر اُچ کی رانی چونکی پھر مخبر کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"تم یہیں رکو میں اپنے شوہر، بیٹے اور بیٹی سے بات کر کے لوٹتی ہوں، یہاں سے ہلنا نہیں۔"

اس پر رانی تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر اپنے شوہر کے قریب گئی اور راجہ رائے کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"آپ لوگ فصیل کا جائزہ لیں شہر کے اندر جو لشکر ہے، میں اس کا جائزہ فصیل کے اوپر ہی آتی ہوں۔"

دلپت رائے نے اس سے اتفاق کیا پھر رانی سیڑھیاں اتری، جہاں مخبر وہاں آئی اور مخبر کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"میرے ساتھ آؤ ......"

مخبر اس کے ساتھ ہولیا، رانی فصیل کی سیڑھیوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتی گئی پھر کہنے لگی۔

"اب تم کہو، تمہارے سلطان نے میرے نام کیا پیغام بھیجا ہے......؟"

ہچکچانے کے انداز میں ایک بار اس مخبر نے رانی کی طرف دیکھا، رانی نے اس کے چہرے کے تاثرات کو بھانپ لیا تھا اس لئے کہ اس وقت فصیل کے ساتھ جلنے والی مشعلوں کی وجہ سے خوب روشنی ہو رہی تھی، رانی نے اس کا حوصلہ بڑھانے کے لئے پھر اسے مخاطب کیا۔

"دیکھو، تم ہچکچاؤ نہیں، جو بھی پیغام تمہارے سلطان نے میرے لئے بھجوایا ہے بلا تامل مجھ سے کہہ دو۔"

اس پر اس مخبر نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر رانی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ کے نام سلطان شہاب الدین کا پیغام یہ ہے کہ اگر آپ شہر پر سلطان کا قبضہ کرا دیں تو سلطان آپ سے شادی کر لے گا۔"

اس پیغام پر اُچ کی رانی چونکی تھی چہرے پر تبسم نمودار ہوا تھا، آنکھوں میں خوشی کی چکا چوند پیدا ہوئی تھی پھر رانی مخبر کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"تم بہت اچھا پیغام لے کر آئے ہو، میں اپنے راجہ کے فیصلوں سے انتہا درجہ تنگ اور نالاں آ چکی ہوں، شروع سے میں اس بات کی خواہاں تھی کہ لڑے بغیر شہر سلطان کے حوالے کر دینا چاہیے اور سلطان کو خراج ادا کر کے اس کی اطاعت قبول کر لینی چاہیے اس طرح نہ صرف اُچ کے لوگ محفوظ رہتے بلکہ میرے خاندان کو بھی نقصان نہ پہنچتا۔ اب جو تم پیغام لے کر آئے ہو، یہ میرے لئے بڑا خوش آئند ہے۔ واپس جا کر سلطان سے کہنا کہ میری عمر تو اب شادی کرنے کی نہیں ہے، میری طرف سے

سلطان کو یقین دلانا کہ میں دو دن تک شہر پر سلطان کا قبضہ کرا دوں گی لیکن شرط یہ ہے کہ سلطان کو میری بجائے میری راج کماری سے شادی کرنا ہوگی۔ واپس جا کر اپنے سلطان کو یہ پیغام دینا اگر اسے منظور ہو تو پھر میں اپنے کام کی ابتدا کروں گی۔"

رانی کی اس پیش کش پر مخبر بڑا خوش ہوا تھا کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"رانی! اگر میں آپ کو یہاں کھڑے کھڑے اس بات کی ضمانت دوں کہ اگر آپ شہر پر قبضہ کرا دیں تو سلطان راج کماری سے شادی کر لے گا تو کیا آپ یقین کر لیں گی...... اس لئے کہ جو سلطان آپ سے شادی کرنے کی حامی بھر رہا ہے کیا وہ آپ کی بیٹی سے شادی کرنے پر رضامند نہ ہوگا۔"

مخبر کی اس گفتگو سے رانی بڑی خوش ہوئی تھی کہنے لگی۔ "اگر یہ بات ہے تو واپس جاؤ، سلطان سے کہنا دو دن انتظار کرے۔ اس کے بعد میں شہر کے دروازے کھول دوں گی۔ سلطان فاتح کی حیثیت سے داخل ہو لیکن شہر میں کسی کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا ہر ایک شخص کو امان دی جائے گی۔"

اس موقع پر مخبر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"جو کچھ آپ کہہ رہی ہیں ایسا ہی ہوگا۔ میں ابھی شہر سے باہر نکلتا ہوں، سلطان کو آپ کا پیغام دیتا ہوں ......"

یہاں تک کہتے کہتے مخبر کو رک جانا پڑا اس لئے کہ رانی پھر بول اٹھی۔

"سنو! اس سلسلے میں میرے کچھ تحفظات بھی ہیں اگر میں اپنے طور پر شہر سلطان کے حوالے کرتی ہوں تو پھر اُچ شہر میں میرے لئے خطرات بھی اٹھ کھڑے ہوں گے اس لئے کہ لشکر کے اندر کچھ سالار اور لشکری میرے شوہر کے ہمنوا بھی ہیں اور جب میں شہر سلطان کے حوالے کر دوں گی تو ان لوگوں سے مجھے میری بیٹی اور میرے بیٹے کو بھی خطرہ ہوگا وہ ہمیں قتل بھی کر سکتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد رانی رکی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"واپس جا کر سلطان سے یہ بھی کہنا کہ جب سلطان میری بیٹی سے شادی کر لے گا تو جہاں وہ میری بیٹی کو اپنے ساتھ لے جائے گا، وہاں میں بھی بیٹی کے ساتھ رہوں گی۔ اُچ میں قیام نہیں کروں گی۔ جہاں تک میرے بیٹے کا تعلق ہے، میں اسے یہاں سے نکال کر محفوظ جگہ کی طرف روانہ کر دوں گی۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو؟"

مخبر نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے سر کو خم کیا پھر کہنے لگا۔

''جو کچھ آپ کہہ رہی ہیں ایسا ہی ہوگا آپ جو وعدہ کر رہی ہیں، اس پر عم
اور جو وعدہ میں آپ سے کر کے جا رہا ہوں خداوند نے چاہا تو اس پر عمل کیا جا۔
مخبر کی اس گفتگو سے رانی خوش ہوگئی تھی لہٰذا مخبر تو شہر سے باہر نکلنے کے
پناہ کا رخ کر رہا تھا جب کہ رانی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے فصیل کے اوپر جا رہی
فصیل کے اوپر جا کر رانی اس جگہ گئی جہاں پر راجہ دلیپ فصیل کی حفاظت
سالاروں سے گفتگو کر رہا تھا اور اس کے ایک طرف راج کماری اور راج کما
کھڑے تھے۔ ہاتھ کے اشارے سے رانی نے انہیں اپنے قریب آنے کو کہا۔
کا اشارہ پا کر راج کماری سون کرن اور راج کمار دیوداس دونوں رانی کے قریب
انہیں فصیل سے چند سیڑھیاں نیچے لے گئی، ایک جگہ بیٹھ گئی پھر دونوں کو مخاطب
کہنے لگی۔

''میرے دائیں بائیں بیٹھ جاؤ اور جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں، اسے غور سے
دیوداس اور سون کرن دونوں کچھ پریشان اور فکرمند ہو گئے تھے۔ تاہم ا
کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ اس موقع پر رانی چمپانیر نے کچھ سوچا پھر ان
مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میں نے تم دونوں سے متعلق کچھ فیصلے کیے ہیں میں چاہتی ہوں تم ان پر
اس طرح اپنی جانیں محفوظ کر لو گے۔ پہلے میں نے جو سون کرن سے متعلق فیصلہ
وہ غور سے سنو۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رانی رکی کچھ سوچا پھر وہ کہہ رہی تھی۔

''اپنے مطلب کی طرف آنے سے پہلے میں تم دونوں پر یہ بھی واضح کر دو
دونوں کو محفوظ رکھنے کے لئے، تم دونوں کی جانوں کی حفاظت کے لئے میں نے جو
کیا ہے اس سے روگردانی نہ کرنا ......''

رانی یہیں تک کہنے پائی تھی کہ اس کا راج کمار دیوداس بول اٹھا۔

''ماتا! اس پر پہلے بھی کبھی ہم نے آپ کے فیصلے سے روگردانی کی ہے آپ
کیا کہنا چاہتی ہیں ...... میں اور سون کرن دونوں واضح کرتے ہیں جو کچھ آپ کہیں
اس پر عمل کیا جائے گا۔''

دیوداس کی اس گفتگو سے چمپانیر کو کچھ حوصلہ ہوا تھا پھر کہنے لگی۔

''میرے بچو! آج نہیں تو کل مسلمانوں کے سلطان نے اس شہر کو فتح کر لینا

وہ ایک فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہوگا تو شہر کے لشکر کا تو وہ قتل عام
ے گا ہی تمہارا باپ، میں اور تم دونوں بھی اس قتل عام سے نہیں بچو گے۔ بلکہ شہر
اندر جس جس نے بھی مسلمانوں کے سامنے رکاوٹ کھڑی کرنے کی کوشش کی،
ے گھاٹ اتار دیا جائے گا اور حکمران خاندان کا تو ہر صورت میں خاتمہ کر دیا
ے گا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے بیٹے! میں نے اپنے طور پر مسلمانوں کے سلطان
رابطہ قائم کیا ہے ایسا میں تم دونوں کی حفاظت اور بہتری کے لئے کر رہی ہوں۔
تمہارا باپ شہر مسلمانوں کے حوالے کرنے پر رضامند نہیں ہو رہا اس سے پہلے وہ
ے باہر بدترین شکست اٹھا چکا ہے اب جب کہ اسے آس پاس سے بھی مدد کی کوئی
ہیں پھر بھی وہ اپنی بات پر قائم ہے۔

میرے بچو! جو فیصلہ میں نے کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ شہر سلطان شہاب
ن غوری کے حوالے کر دیتے ہیں۔ سلطان جب اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل
تو کسی کو گزند نہیں پہنچایا جائے گا۔ سلطان سون کرن کو اپنے حرم میں داخل کر لے
اس طرح سون کرن سلطان کی ملکہ بن کر رہے گی۔ شہر میں کسی قسم کا کوئی قتل عام
نہیں ہوگا اس کے بعد میں نے سون کرن اور اپنے متعلق مزید فیصلہ یہ کیا ہے کہ
یں شہر سلطان کے حوالے کرتی ہوں تو یہاں شہر کے اندر اور لشکر میں ہمارے کچھ
ے اٹھ کھڑے ہو سکتے ہیں جو تمہارے پتا کے ہم نوا ہیں اور وہ ہمیں نقصان پہنچا
ہیں ان کے نقصان سے بچنے کے لئے اُچ شہر کی فتح کے بعد میں اور سون کرن
ں سلطان کے ساتھ چلی جائیں گی۔

یہ پہلا فیصلہ سون کرن سے متعلق ہے تم دونوں بہن بھائی ابھی اس سے متعلق
ارائے نہ دینا، پہلے میرا دوسرا فیصلہ سنو۔

دوسرا فیصلہ دیوداس! تمہارے متعلق ہے تم کل کسی وقت اپنے باپ کو بتائے بغیر
اسے روانہ ہو جانا سیدھا اپنے ماموں کے پاس ہانسی جانا۔ ہانسی کے نواح میں
ائے سرسوتی کے کنارے تمہارے ماموں کی ایک نہیں کئی حویلیاں ہیں اور حویلیاں
الکھوا نا ہیں میں بھائی کے نام خط لکھ دوں گی ان حویلیوں میں سے ایک حویلی وہ
ارے حوالے کر دے گا، وہاں تم پرسکون زندگی کی ابتدا کرنا اگر حالات مزید ہمارے
الف ہو گئے تو جہاں میرا اور سون کرن کا مستقل قیام ہوگا تمہیں بھی وہاں بلا لیں
''

رانی چمپانیر جب خاموش ہوئی تب دونوں بہن بھائی کچھ دیر خاموش ر دیوداس بولا اور کہنے لگا۔

"ماتا! جو فیصلہ آپ نے میری بہن سون کرن سے متعلق کیا ہے اس سے اتفاق کرتا ہوں بلکہ میں خوش ہوں کہ میری بہن مسلمانوں کے سلطان کی بیوی ملکہ بن جائے گی۔ پہلے اس سلسلے میں سون کرن کی رائے لیتے ہیں اس کے بع اپنے متعلق آپ سے کہتا ہوں۔"

دیوداس کے ان الفاظ کے جواب میں رانی نے راج کماری سون کرن کی ط دیکھا پھر کہنے لگی۔

"بیٹی! بول تیری کیا رائے ہے......؟"

جواب میں سون کرن کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، کہنے لگی۔

"ماتا! جو فیصلہ آپ نے میرے حق میں کیا ہے میں سمجھتی ہوں وہی میرے بہتر ہے، میں سلطان سے شادی کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

سون کرن کا یہ فیصلہ سن کر رانی خوش ہو گئی تھی، دیوداس کے چہرے پ مسکراہٹ بکھر گئی تھی پھر دیوداس چمپانیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ماتا! جو فیصلہ سون کرن نے کیا ہے، اس سے مجھے حوصلہ ہوا ہے اب میں تم اور سون کرن سے متعلق مطمئن ہو جاؤں گا، آپ کے کہنے پر میں کل ہانسی کی ط روانہ ہو جاؤں گا لیکن میری ایک خواہش ہے وہ جب تک میری وہ خواہش پوری نہی گی، ماتا میں کہیں بھی سکون سے نہ رہ سکوں گا۔"

چمپانیر نے تیز نگاہوں سے اس کیطرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"کیسی خواہش ہے......؟"

دیوداس کچھ شرمایا، پھر کہنے لگا۔

"ماتا! آپ جانتی ہیں، میں نہروالا کی راج کماری کمار دیوی کو پسند کرتا ہوں ہرصورت میں اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں......"

یہاں تک کہتے ہوئے دیوداس کو رک جانا پڑا اس لئے کہ رانی چمپانیر بول تھی۔

"دیوداس! ابھی تم بالک ہو اس وقت اگر تم کمار دیوی کو حاصل بھی کر لو حاصل کرنے سے کیا فائدہ ...... چند برس ٹھہر جاؤ، اس دوران کمار دیوی بچپنے سے

کر جوانی میں داخل ہو جائے گی پھر تم اسے حاصل کر سکتے ہو۔"

چونکنے کے انداز میں دیوداس نے پوچھا۔

"وہ کیسے ماتا......؟"

جواب میں چمپانیر مسکرائی، کہنے لگی۔

"وہ ایسے کہ جب اُچ پر سلطان کا قبضہ ہو جائے گا، سون کرن سلطان کے حرم میں چلی جائے گی تو میں اور سون کرن دونوں سلطان کے ساتھ رہیں گی، سلطان مستقل یہاں قیام نہیں کرے گا، میرے خیال میں واپس جائے گا۔ واپس جانے سے پہلے میں سلطان کو اس بات پر آمادہ کر لوں گی کہ وہ اپنے بعد وہ جس شخص کو بھی اُچ کا حاکم مقرر کرے وہ نہروالا اور اردگرد کے دوسرے ہندی شہروں کو اجازت دے کہ جس طرح پہلے لوگ یہاں آ کر شادیوں کے تہوار میں شامل ہوتے تھے، اسی طرح یہ تہوار منعقد ہوتا رہے اور مسلمان اس سلسلے میں کوئی مزاحمت نہ کریں۔ سلطان یہ بات مان جائے گا اور جس کو یہاں حاکم مقرر کرے گا اسے تاکید بھی کر دے گا کہ اسکی غیر موجودگی میں جس طرح پہلے اُوشا دیوی کا تہوار لگتا تھا اسی طرح تہوار لگنے دیا جائے۔

جب یہ کام ہو جائے گا تو بیٹے تم کچھ برس انتظار کرنا اس کے بعد تم ہانسی سے اپنے کچھ مسلح جوانوں کو لے کر دیوی کے تہوار میں شرکت کرنے کیلئے یہاں آنا اور مناسب موقع جان کر کمار دیوی کو اٹھا کر اپنے ساتھ ہانسی لے جانا۔"

رانی جب خاموش ہوئی تب خوشی کا اظہار کرتے ہوئے راج کماری سون کرن بول اٹھی اور اپنے بھائی دیوداس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بھائی! ماتا ٹھیک کہتی ہیں، تہوار کے موقع پر کمار دیوی کو اٹھانا کوئی مشکل کام نہیں ہے اس لئے کہ تہوار کے لئے نہروالا کا راجہ پورا ایک ہفتہ یہاں قیام کرتا ہے اس کے خیمے نصب ہوتے ہیں اور یہاں قیام کے دوران عموماً راج کماری محافظوں کے بغیر ہی ادھر اُدھر گھوڑ دوڑ کے لئے نکل جاتی ہے اور جب وہ ایسا کرے تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسے اٹھا لینا اور ہانسی لے جانا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سون کرن رکی تب رانی دوبارہ اپنے بیٹے دیوداس کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"بیٹے! اس موقع پر میں تم سے ایک کام کی بات بھی کہوں گی اسے تم میری طرف سے نصیحت سمجھ سکتے ہو، ہو سکتا ہے یہ شہر جب سلطان کے حوالے ہو جائے تو ہم دونوں

ماں بیٹی سلطان کے ساتھ چلی جائیں تو ایک عرصہ ہماری تم سے ملاقات نہ ہ دوران میں تم فکرمند نہ ہونا......''

چمپانیر کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے دیوداس بول

''ماتا! میں فکرمند نہیں ہوں گا میں چونکہ اپنے ماموں کے ہاں رہ رہا ہو لئے مجھے وہاں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے مجھے اُچ کی جائداد چھن جانے ک غم اور صدمہ نہیں ہوگا اس لئے کہ ماموں مجھے انتہا کی حد تک چاہتے ہیں ان کا بیٹا ہے وہ بھی مجھے سگے بھائیوں کی طرح پیار کرتا ہے، لہٰذا وہاں ہر طرح ۔ لئے اپنائیت ہوگی آپ اس سلسلے میں کوئی فکر نہ کریں لیکن آپ جو مجھے نصیحت ک تھیں، وہ کریں۔''

چمپانیر کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر کہنے لگی۔

''نصیحت تمہارے لئے یہ ہے کہ وہاں پر رہتے ہوئے جب تم جانو کہ ا کمار دیوی کو اپنا لینا چاہئے تب اسے یہاں سے اٹھانے کا جتن کرنا اور جب یہاں سے اٹھا کر ہانسی لے جاؤ تو وہاں اس کے ساتھ جبر یا زبردستی نہ کرنا میر ہو تم اسے اپنے پاس رکھنا، اس کے ساتھ سختی کی بجائے پیار سے پیش آنا اور ا ضرورت کا خیال رکھنا اگر تم اس کا اس قدر خیال رکھو گے اس کی عزت اس کی حفاظت کرو گے تو وہ آپ سے آپ تمہاری طرف مائل ہو جائے گی، شادی ا اس وقت کرنا جب تمہیں یہ احساس ہو جائے کہ کمار دیوی تمہیں پسند کرنے لگی۔ تمہاری زندگی اور تمہارے جیون کا ساتھی بننا چاہتی ہے۔

اگر تم ایسا کرو گے تو بیٹے یاد رکھنا، کمار دیوی ساری عمر تمہارے ساتھ خوش ر اور اپنی زندگی کی آخر سانسوں تک تمہاری خدمت کرتی رہے گی، اس صورت میں کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کر سکو گے۔''

چمپانیر رکی پھر کچھ سوچتے ہوئے دوبارہ کہہ رہی تھی۔

''میرے خیال میں آؤ، تمہارے پتا کے پاس چلتے ہیں۔ بیٹے! کل تم بتائے بغیر یہاں سے ہانسی کی طرف روانہ ہو جانا، اپنے ساتھ جس قدر مال و اور نقدی لے جانا چاہو، لے جا سکتے ہو۔ تمہیں کوئی ممانت نہیں ہے۔''

چمپانیر کی ان ساری تجویزوں سے اس کے بیٹے دیوداس اور بیٹی سون کرن اتفاق کیا تھا پھر وہ سیڑھیوں سے اٹھ کر فصیل پر اس طرف ہو لئے تھے جہاں ا

راجہ جلتی مشعلوں کی روشنی میں فصیل کے ایک حصے کا جائزہ لے رہا تھا۔

طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق دیوداس اگلے روز اُچ سے دریائے سرسوتی کے کنارے ہانسی کی طرف چلا گیا تھا، صرف دو دن بعد مناسب موقع جان کر رانی چمپانیر نے اُچ کے راجہ دلپت رائے کا خاتمہ کر دیا اور اس کے بعد اس نے اُچ شہر کے دروازے کھول دیے، اس طرح شہر کی فصیل توڑے بغیر شہاب الدین غوری اُچ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

رانی نے جب شہر کے دروازے کھول دیئے تب سلطان شہاب الدین اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔

سلطان شہاب الدین غوری نے چند روز اُچ میں قیام کرنے کے بعد شہر کے نظم و نسق کو اپنے طور طریق کے مطابق درست کیا اس دوران راجہ دلپت رائے کی راج کماری کو مسلمان کر کے سلطان شہاب الدین غوری کے حرم میں داخل کر دیا گیا، چند روز تک راج کماری اُچ میں سلطان کے ساتھ رہی پھر سلطان نے اسے اور اس کی ماں کو غزنی بھیج دیا تا کہ انہیں وہاں اسلامی تعلیمات اور قرآن سے بہرہ ور کیا جائے۔

سلطان شہاب الدین نے اگرچہ اس مرد مار رانی کے توسط سے اُچ شہر کو فتح کرنے کا اپنا کام نکال لیا تھا لیکن وہ دل ہی دل میں اس سے ناراض بھی تھا کیونکہ اس نے اپنے شوہر سے بے وفائی کرتے ہوئے اس کا خاتمہ بھی کر دیا تھا۔

لہٰذا وہ ان ماں بیٹیوں کو قابل اعتماد نہ سمجھتا تھا کچھ ہی دنوں بعد رانی کا غزنی میں انتقال ہو گیا، بیٹی نے بھی شہاب الدین کی ملکہ بن کر کوئی خاص فائدہ نہ اٹھایا اور اپنی ماں کی وفات کے بعد وہ بھی ماں کے رنج و غم میں دنیا سے کوچ کر گئی تھی۔

سلطان شہاب الدین اُچ، ملتان اور اردگرد کے علاقوں کا نظم و نسق درست کرنے کے بعد نہروالا کے راجہ بھیم دیو پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا لیکن اس دوران غزنی میں کچھ حالات ایسے رونما ہوئے کہ سلطان شہاب الدین غوری کو واپس غزنی جانا پڑا لہٰذا اس نے ملتان، اُچ اور اردگرد کے علاقوں کا حاکم اپنے سالار علی کرماخ کو مقرر کیا اور نہروالا پر حملہ آور ہونے کی بجائے اپنے لشکر کے ساتھ غزنی کی طرف چلا گیا تھا۔

O❖O

راج کماری کمار دیوی، اس کی ماتا راج کنول اور بھائی رام دیو ایک روز اپنے راج محل کے ایک کمرے میں بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے، سورج غروب ہو چکا تھا، رات نے گہرا ہونا شروع کر دیا تھا، اس موقع پر راج کنول نے اپنے بیٹے رام دیو کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"رام دیو، میرے بیٹے! تمہارے پتا جی لشکر گاہ کی طرف گئے تھے، اس سے پہلے کبھی انہوں نے لشکر گاہ میں اتنی دیر نہیں لگائی، دیکھو، رات گہری ہو رہی ہے ابھی تک وہ لوٹے نہیں تم ایسا کرو لشکر گاہ کی طرف جاؤ، پتا کرو کہ تمہارے پتا جی ابھی تک وہاں سے کیوں نہیں لوٹے۔ ان کا اب تک نہ لوٹنا کسی غیر معمولی واقعہ کے باعث بھی ہو سکتا ہے۔"

رام دیو اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔

"میں ابھی جاتا ہوں، پتا جی کو لے کر آتا ہوں پھر سب اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھائیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی رام دیو اس کمرے سے باہر نکل گیا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد رام دیو لوٹ آیا اور اس کے ساتھ اس کا باپ راجہ بھیم دیو بھی تھا، کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنی ماتا راج کنول کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مجھے لشکر گاہ میں جانے کی ضرورت پیش ہی نہیں آئی، پتا جی راستے ہی میں مل گئے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی دونوں باپ بیٹا آگے بڑھ کر نشستوں پر بیٹھ گئے تھے، اس موقع پر راج کنول نے کسی قدر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے شوہر راجہ بھیم دیو کو مخاطب کیا۔

"اس سے پہلے آپ نے لشکر گاہ میں کبھی اتنی دیر نہیں لگائی۔ دیکھیں، وقت کیا ہو گیا ہے......؟"

بھیم دیو کچھ سنجیدہ اور پریشان تھا، اپنی رانی راج کنول کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"آج غیر معمولی حالات پیش آئے ہیں، جن کی بناء پر مجھے لشکر گاہ میں دیر ہوئی ہے۔ میرے پاس تم لوگوں کے لئے ایک بری خبر بھی ہے۔"

بھیم دیو کے ان الفاظ پر کمار دیوی، راج کنول اور رام دیو تینوں پریشان ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ بھیم دیو نے پھر کہنا شروع کیا۔

"اس سے پہلے غزنی کا مسلمان سلطان شہاب الدین غوری ملتان اور اُچ کو فتح کرنے کے بعد واپس غزنی چلا گیا تھا حالانکہ جو اطلاعات مجھے ملی تھیں، جو آثار نمودار ہوئے تھے۔ ان کے مطابق اُچ کو فتح کرنے کے بعد اس نے ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہونا تھا لیکن غزنی کے کچھ حالات کی وجہ سے اسے اپنے لشکر کے ساتھ واپس جانا پڑا۔ اب جو خبریں ملی ہیں، ان کے مطابق ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے شہاب الدین غوری اپنے علاقوں سے نکل کر ہندوستان میں داخل ہو چکا ہے اور اب وہ ہمارے علاقوں کا رخ کرے گا۔

مستقر میں مجھے اس لئے دیر ہوگئی کہ میں نے اپنے تیز رفتار قاصد قنوج اور بنارس کے راجہ جے چند، اجمیر کے راجہ پرتھوی راج اور دہلی کے راجہ گوبند رائے کی طرف روانہ کیے ہیں، انہیں ساری صورت حال سے آگاہ کیا ہے اور شہاب الدین غوری کے خلاف ان سے مدد طلب کی ہے، مجھے امید ہے کہ شہاب الدین غوری کے ہم پر حملہ آور ہونے سے پہلے پہلے ہماری مدد کے لئے ان تینوں راجاؤں کی طرف سے لشکر پہنچ جائیں گے۔ جب ایسا ہوگا، تب میرے خیال میں ہم شہاب الدین غوری کو اپنے علاقوں سے مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

بھیم دیو جب خاموش ہوا تب راج کماری کمار دیوی بولی اور اپنے پتا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"پتا جی! کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم صرف اپنی لشکری طاقت پر بھروسہ کرتے ہوئے شہاب الدین غوری کا مقابلہ کریں۔ کیا ہم اکیلے اس کا مقابلہ کر کے اسے شکست سے دوچار نہیں کر سکتے۔"

کمار دیوی کے خاموش ہونے پر بھیم دیو نے کچھ سوچا پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔

"بیٹی! اس سے پہلے شہاب الدین غوری ملتان اور اُچ کو فتح کر چکا ہے اس لئے
سے اس کے لشکریوں کے حوصلے بلند ہیں، ان حالات میں جب وہ ہمارے علاقوں
حملہ آور ہوں گے تو مجھے خدشہ ہے کہ ملتان اور اُچ کی طرح کہیں ہمیں بھی شکست نہ
جائے اور ہم اپنے علاقوں سے محروم نہ ہو جائیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بھیم دیو رکا تو انتہائی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے
راج کماری کمار دیوی کہنے لگی۔

"پتا جی! جہاں تک ملتان کا تعلق ہے تو وہاں کے قرامطیوں کو کوئی شک نہیں
شہاب الدین غوری نے شکست دی تھی اور شکست دے کر ملتان پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن
جہاں تک اُچ کا تعلق ہے یہاں تو شہاب الدین غوری نے سیاست سے کام لیا۔ اگر
اُچ کی رانی چمپانیر غداری نہ کرتی اور اپنے راجہ دلپت رائے کا کام تمام کر کے شہر پناہ
کے دروازے مسلمانوں کے لئے نہ کھولتی تو شہاب الدین غوری اُچ پر کیسے قبضہ کر سکتا
تھا......؟"

بھیم دیو کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

"بیٹی! چمپانیر نے مسلمانوں کے لئے شہر پناہ کے دروازے کھول کر کوئی برا کام
نہیں کیا اگر وہ راجہ دلپت رائے کا خاتمہ کر کے شہر کے دروازے مسلمانوں کے لئے نہ
کھولتی تب بھی شہر مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو جانا تھا۔ بیٹی! تمہیں یاد ہوگا، شہر سے باہر
شہاب الدین غوری نے راجہ دلپت رائے کے لشکر کو بدترین شکست دی تھی اور راجہ
شکست اٹھا کر شہر میں محصور ہو گیا تھا بلکہ اس کی شکست کی وجہ سے ہمیں بھی کافی
نقصان اٹھانا پڑا اس کی مدد کے لئے ہم نے جو لشکر بھیجا تھا، اس پر بھی شہاب الدین
غوری کے لشکر کے ایک حصے نے شب خون مارا اور ہمارے اکثر لشکریوں کو موت کے
گھاٹ اتار دیا۔

بیٹی! اُچ کی رانی چمپانیر اگر سلطان شہاب الدین غوری کے لئے اُچ کے
دروازے نہ بھی کھولتی تب بھی اُچ شہر کو مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو جانا تھا۔ ملتان کو فتح
کرنے اور پھر اُچ شہر کے نواح میں دلپت رائے کے لشکر کو بدترین شکست دینے کے
بعد مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو چکے تھے۔ دلپت رائے شہر میں محصور ہو چکا تھا۔
مسلمانوں نے شہر کی مکمل طور پر ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ چمپانیر اگر چند دن تک شہر پناہ
گیا ہے...زے نہ کھولتی تو دلپت رائے خود مسلمانوں سے صلح کرنے پر مجبور ہو جاتا، اس

لئے کہ شہر کے اندر کھانے پینے کی اشیاء کا قحط پڑ چکا تھا اور مجبوراً دلپت رائے کو ایسا کرنا
پڑتا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے رکا، کچھ سوچا پھر باری باری اپنی رانی راج
کنول اور راج کماری کمار دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"چمپانیر اُچ کی رانی اور سون کرن سے متعلق بھی میرے پاس ایک خبر ہے، ان کا
انجام بہت برا ہو چکا ہے۔"

بھیم دیو کے ان الفاظ پر رانی راج کنول نے چونکتے ہوئے پوچھ لیا۔

"کیا ہوا ان دونوں ماں بیٹی کو......؟"

دکھ کا ایک لمبا سانس لیتے ہوئے بھیم دیو کہنے لگا۔

"جیسا کہ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ چمپانیر نے اپنی راج کماری سون کرن کو
سلطان شہاب الدین غوری کے حرم میں داخل کر دیا تھا، دونوں مسلمان ہو گئی تھیں۔
سون کرن کو مسلمان کرنے کے بعد ہی شہاب الدین غوری نے اپنے حرم میں داخل کیا
تھا۔ وہ ان دونوں ماں بیٹی پر کوئی زیادہ اعتماد نہیں کرتا تھا اس لئے کہ شادی کے چند ہی
دن بعد اس نے دونوں ماں بیٹی کو غزنی بھجوا دیا خود اپنے لشکر کے ساتھ اُچ ہی میں مقیم
رہا۔ وہاں ان دونوں کی اسلامی تعلیمات کے مطابق تربیت ہوتی رہی اس کے بعد اپنے
لشکر کے ساتھ شہاب الدین غوری بھی غزنی چلا گیا۔ وہاں چند ماہ بعد چمپانیر انتقال کر
گئی اور اس کے مرنے کے چند ہی دن بعد راج کماری سون کرن بھی اپنی ماں کے دکھ
اور غم میں اس دنیا سے کوچ کر گئی۔ اس طرح ان دونوں ماں بیٹی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔"

بھیم دیو جب خاموش ہوا تب کمار دیوی نے کسی قدر خوشی اور اطمینان کا اظہار
کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"پتا جی! آپ کے چہرے کے تاثرات بتاتے ہیں کہ آپ شہاب الدین غوری
کے ہم پر حملہ آور ہونے کی وجہ سے فکرمند اور پریشان ہیں۔ پتا جی! ہم نہ ملتان کے
قرامطی ہیں اور نہ اُچ کے راجہ دلپت رائے جیسے ہیں کہ اس کی رانی اپنے ہی راجہ سے
بے وفائی کرتے ہوئے مکاری کا مظاہرہ کر کے شہاب الدین غوری سے مل جائے گی۔
ہم شہاب الدین غوری کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ پتا جی! کم از کم میں تو بے حد خوش
ہوں اس لئے کہ مجھے اس جنگ کے دوران اپنا مقصود حاصل کرنے کا موقع مل جائے
گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے کمار دیوی رکی اس کے بعد پھر اپنے بھیم دیو کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''پتا جی! میں پہلے سے آپ کو بتائے دیتی ہوں کہ میں مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لوں گی۔ موقع پر آپ مجھے منع نہ کیجئے گا ورنہ میں آپ کی بات نہیں مانوں گی۔''

بھیم دیو مسکرایا، کہنے لگا۔

''بیٹی! میں تمہیں روکوں گا نہیں لیکن میں یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ تم اپنے لشکر کی اگلی صفوں کی طرف جاؤ۔ میں تمہیں صرف یہاں تک اجازت دے سکتا ہوں اپنے لشکر کے بیچ میں رہتے ہوئے اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھانا۔ اس طرح جب لشکر کے بیچ میں رہ کر اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھاؤ گی تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں ہمارے لشکری بہتر کارگزاری کا مظاہرہ کریں گے۔ جب انہیں یہ خبر ہو گی کہ راجہ اور اہل خانہ کے ساتھ جنگ میں حصہ لے رہا ہے تب انہیں نہ صرف اس سے اطمینان خوشی نصیب ہو گی بلکہ اس سے ان کے حوصلے اور ولولے بھی بڑھیں گے اور وہ بہتر انداز میں حملہ آوروں کا مقابلہ کر پائیں گے۔''

بھیم دیو یہاں تک کہنے کے بعد رکا پھر چونکنے کے انداز میں راج کماری کمار دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹی! تم نے اپنی باتوں میں کہا تھا کہ شہاب الدین غوری کے حملہ آور ہونے کے باعث تم اپنا مقصود حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گی۔ میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔ کیا کہنا چاہتی ہو......؟''

کمار دیوی کے چہرے پر بڑی خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگی۔

''پتا جی! یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایبہ شہاب الدین غوری کا ایک لشکری ہے۔ جب شہاب الدین غوری یہاں پر حملہ آور ہو گا تب ظاہر ہے، ایبہ بھی اس لشکر میں شامل ہو گا۔ جنگ کے دوران میں اگر ایبہ کا خاتمہ نہ کر سکی تو کم از کم اسے نقصان ضرور پہنچاؤں گی۔ پتا جی، میری زندگی کا مقصود اب یہی ہے کہ میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کراؤں گی۔''

کمار دیوی کے خاموش ہونے پر بھیم دیو کسی قدر فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹی! میں تمہیں تمہارے ارادوں سے باز رہنے کی تلقین تو نہیں کروں گا لیکن تمہیں یہ ضرور نصیحت کروں گا کہ جنگ کے دوران تم اکیلی ادھر اُدھر مت ہونا، لشکر کے وسطی حصے میں رہنا۔ بیٹی! جہاں تم بے خطا نشانہ رکھتی ہو تو یہ بات بھی اپنے ذہن میں رکھنا کہ ایبہ تم سے بھی بہتر انداز کا تیغ زن اور تیر انداز ہے۔''

بھیم دیو رکا پھر پہلے سے بھی زیادہ فکرگیر آواز میں کہنے لگا۔

''بیٹی! میں تم سے یہ بھی کہوں گا کہ تم ایبہ سے انتقام لینے کا ارادہ ترک کر دو صرف اپنے لشکر میں رہتے ہوئے اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھانا۔ بیٹی! ایبہ سے انتقام لینے کے لئے تمہیں اپنے لشکر کی اگلی صفوں کی طرف جانا پڑے گا۔ جہاں شہاب الدین غوری کے لشکری جنگ میں مصروف ہوں گے۔ وہیں تم ایبہ کو دیکھ سکتی ہو ...... اسے اپنا نشانہ، اپنا ہدف بنا سکتی ہو لیکن میں تمہیں جنگ کے دوران اس حصے میں جانے کی اجازت نہیں دوں گا اس لئے کہ وہاں نہ صرف تلواریں چل رہی ہوں گی، ڈھالیں ٹکرا رہی ہوں گی، فضاء کے اندر بھالے اور تیر بھی تیر رہے ہوں گے اور کسی بھی وقت کوئی ناقابل برداشت حادثہ پیش آ سکتا ہے جسے میں برداشت نہیں کروں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد بھیم دیو اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''اس موضوع پر بعد میں بھی گفتگو ہو سکتی ہے۔ بھوک لگی ہے، پہلے کھانا کھائیں۔''

بھیم دیو کے اٹھنے کے بعد راج کنول اور رام دیو بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ آخر کمار دیوی بھی اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی۔ چاروں اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

O❖O

سلطان شہاب الدین غوری اپنے لشکر کے ساتھ نہروالا کے نواح میں پہنچا تو نہروالا کا راجہ بھیم دیو اپنے لشکر کے ساتھ پہلے ہی نہروالا کے نواح میں کھلے میدانوں میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھا گویا وہ وہیں سلطان شہاب الدین سے ٹکرانے کا عزم کیے ہوئے تھا۔

نہروالا کے نواح میں حالات شہاب الدین غوری کے کچھ خلاف دکھائی دے رہے تھے اس لئے کہ نہروالا کے راجہ بھیم دیو نے اجمیر کے راجہ پرتھوی راج، قنوج کے راجہ جے چند اور دہلی کے راجہ گوبند رائے سے سلطان شہاب الدین کے خلاف مدد طلب کر لی تھی گوبند رائے جو دہلی کا راجہ تھا، وہ اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کا بھائی بھی تھا۔

اب حالات کچھ اس طرح شہاب الدین غوری کے خلاف ہوئے تھے کہ ان تینوں راجاؤں نے بھیم دیو کی مدد کرنے کا یقین دلا دیا تھا۔ ساتھ ہی بھیم دیو کو یہ بھی پیغام بھیج دیا تھا کہ وہ اپنی طرف سے بھی سلطان شہاب الدین کے لشکر کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ شہاب الدین کی آمد سے پہلے نہروالا نہیں پہنچیں گے۔ اس طرح شہاب الدین کو شک ہو جائے گا کہ اجمیر، دہلی اور قنوج کے راجہ بھی نہروالا کے راجہ کی مدد کے لئے آ گئے ہیں۔ اس بنا پر وہ بھی تینوں، چاروں قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی اہتمام کر لے گا۔

تینوں راجاؤں نے بھیم دیو کو یقین دلایا تھا کہ جس دن شہاب الدین غوری نہروالا کے نواح میں پہنچے گا، اسی دن وہ بھی نہروالا کے نواح میں پہنچیں گے۔ جس وقت بھیم دیو کے ساتھ سلطان شہاب الدین غوری اپنی جنگ کی ابتدا کرے گا تو تینوں راجہ اپنے لشکروں کے ساتھ ادھر اُدھر منڈلاتے رہیں گے اور پھر عین وقت پر شہاب الدین پر ضرب لگائیں گے اور اس کی فتح کی بجائے ناکامی کو یقینی بنا کر رکھیں گے۔

اب صورت حال یہ تھی کہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا تھے، بھیم دیو خوش تھا اس لئے کہ اسے پیغام مل چکا تھا کہ تینوں راجہ پہنچ چکے ہیں اور میدان جنگ

ے ذرا فاصلے پر سرگرداں ہیں تو کسی بھی وقت جنگ کے دوران شہاب الدین پر ضرب سکتے ہیں۔ دوسری طرف شہاب الدین کو ابھی تک خبر نہ ہوئی تھی کہ بھیم دیو کی مدد ے لئے تین مزید راجہ پہنچ چکے ہیں اس کے مخبر کام کر رہے تھے لیکن اجمیر، دہلی اور قنوج ے راجہ کچھ اس طرح گمنام راستوں سے ہوتے ہوئے وہاں پہنچے تھے کہ مخبروں کو خبر ں نہ ہونے پائی تھی۔

بھیم دیو اپنی جگہ مطمئن تھا اس نے پہلے حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لہٰذا ب دونوں لشکر اپنی صفیں درست کر چکے تب بھیم دیو نے اپنے لشکر کو سکون دل کو آزردہ ر دینے والے سیل حرص و ہوس کی طرح آگے بڑھایا اس کے بعد وہ شہاب الدین ے لشکر پر دلوں کو ویران کر دینے والی خاموش آتش سیال وظلم کے گہرے اندھیروں ں وحشتوں کے رقص اور آندھیوں میں دروازوں پر دستک دینے والے تند جھونکوں کی فار اور خونی جذبات کے اندھیاؤں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان شہاب الدین نے بھی بھیم دیو پر ضرب لگانے کے لئے تکبیریں بلند رتے ہوئے اپنے لشکریوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا تھا اور یہ حکم ملتے ہی اس کے شکری اس طرح آگے بڑھے جیسے کناروں سے باہر نکل کر بہنے والے دریاؤں کے مڈتے سیلاب اپنی کارروائی شروع کرتے ہیں اس کے بعد سلطان شہاب الدین اس کے سالار اور لشکری بھی بھیم دیو کے لشکر پر ضبط کے غلاف پھاڑ کر خد و خال بگاڑ دینے الے صحرائی گراؤز ریت کے گرداب کھڑے کرتی رفتار کی کالی آندھیوں آرزوؤں، میدوں، خصلتوں اور تمناؤں کا خون کرتی غصے اور نفرت کی گرجتی کڑکتی برق کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

دونوں طرف کے لشکری شور کی لہروں، پتھر کے نگر کی تیز آندھیوں، چیختے لمحوں کے جھکڑوں، زنگ آلود سوچوں اور وحشت بھری بے نام طلب کی تڑپ کی طرح ایک دوسرے کا خاتمہ کرنے کے لئے حملہ آور ہونے لگے تھے۔

میدان جنگ میں ظلم کی آندھیاں جبر کے جھکڑ بغض و عداوت کے سرطان، آفت جان بنتے تعصب بھرے ہیولے ناچ اٹھے تھے۔ ہر شے کو چاٹتی قضاء زیست کو اپنے سائے جگاتے خونی تماشے اندیشوں کے سیل بے امان کی طرح جسم اور روح کے درمیان دوریاں پیدا کرنے لگے تھے۔

راجہ بھیم دیو اپنی جگہ مطمئن اور پرسکون تھا اس لئے کہ اسے اطمینان تھا کہ بس

تھوڑی ہی دیر تک اجمیر و قنوج اور دہلی کے راجہ جب مختلف سمتوں سے مسلمانوں ضرب لگائیں گے تو مسلمانوں کے پاس پسپا ہونے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں رہے اسی بنا پر بھیم دیو، اس کا راج کمار رام دیو اور راج کماری کمار دیوی اپنے لشکر اندر گھوڑوں کو ادھر اُدھر بھگاتے ہوئے اپنے لشکریوں کو للکارتے ہوئے ان کا حوصلہ رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

عین اسی لمحہ جبکہ کمار دیوی اپنے لشکر کی اگلی صفوں کے قریب اپنے گھوڑے بھگاتے ہوئے بلند آواز میں چیختی چلاتی اپنے لشکریوں کا حوصلہ بلند رکھنے کی کوشش رہی تھی، سنسناتا ہوا ایک تیر آیا اور اس کے گھوڑے کے کان میں پیوست ہو گیا تھا۔

اس تیر کے کمار دیوی کے گھوڑے کے کان میں پیوست ہونے پر راج کماری دیوی چونکی تھی حیران اور پریشان بھی ہوئی تھی ...... اپنے سامنے دیکھا تھا کہ شاید چلانے والا نظر آئے لیکن ابھی وہ اسی جستجو میں تھی کہ ایک اور تیر آیا اور اس کے گھوڑے کے دوسرے کان میں پیوست ہو گیا تھا...... گھوڑا بیخ پا ہو کر اچھل کود کرنے لگا تھا وقت کمار دیوی گھوڑے کو سنبھالنے کی کشمکش میں تھی اور گھوڑا بے چینی اور بے تابی اظہار کرتے ہوئے دولتیاں جھاڑنے لگا تھا کہ ایک اور سنسناتا ہوا تیر آیا اور کمار دیوی کے بازو میں پیوست ہو گیا گو کمار دیوی اپنے جسم پر مضبوط زرہ پہنے ہوئے تھی لیکن زرہ کی کڑیوں کو چیرتا ہوا اس کے بازو میں گھسا تھا گو زخم زیادہ نہیں آیا تھا لیکن اس باوجود کمار دیوی پر ایسی وحشت، ایسا خوف طاری ہوا تھا کہ وہ گھوڑے کو سنبھال نہ سکی گھوڑے کی اچھل کود کی وجہ سے نیچے گر گئی اس لئے کہ اس کا بازو زخمی ہو چکا تھا۔

گھوڑے سے گرنے کے بعد کمار دیوی نے سب سے پہلے اپنے بازو میں پیوست ہونے والا تیر نکالا، تیر کے پروں پر چھوٹا سا ایک کپڑا بھی بندھا ہوا تھا، اس کپڑے دیکھتے ہی کمار دیوی کا رنگ خوف اور وحشت سے پیلا ہو گیا، کمار دیوی نے جلدی جلدی کپڑے کی طرف دیکھا، اس پر ایک تحریر تھی، لکھا تھا۔

"میں ایبہ ہوں ...... میں نے تم پر تین تیر چلائے ہیں چاہتا تو تینوں تیر تیرے دل میں پیوست کر سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا حالانکہ اس سے پہلے میں تمہارے سپہ سالار کا صرف ایک ہی تیر سے خاتمہ کر چکا ہوں۔ آئندہ اس طرح بے باکی سے اگلی صفوں کی طرف نہ آنا ورنہ ماری جاؤ گی۔"

کمار دیوی کپڑے پر لکھی ہوئی تحریر ابھی پڑھ ہی رہی تھی کہ اس کا باپ بھیم دیو اور بھائی رام دیو بھی وہاں پہنچ گئے، دونوں نے اپنے گھوڑوں سے اتر کر کمار دیوی کو اٹھایا، ایک لشکری بھاگا ہوا آیا، کمار دیوی کے گھوڑے کے کانوں میں جو تیر پیوست ہوئے تھے وہ تیر اس نے نکال دیے، گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپائی، گھوڑا کسی حد تک پرسکون ہو گیا تھا اتنی دیر تک بھیم دیو اور رام دیو کپڑے پر لکھی ہوئی تحریر بھی پڑھ چکے تھے۔

اس موقع پر بھیم دیو نے اپنے بیٹے رام دیو کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"بیٹے! وقت ضائع نہ کرو، کمار دیوی کو فوراً پیچھے پڑاؤ میں یا راج محل میں لے جاؤ۔ یہاں اس کا گرنا ہمارے لئے بدشگونی کا باعث بھی بن سکتا ہے اگر لشکریوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ راج کماری اپنے گھوڑے سے گر کر ختم ہو چکی ہے تو یاد رکھنا لشکر کے اندر بھگدڑ مچ جائے گی اور اگر تینوں راجہ ہماری مدد کے لئے پہنچ بھی گئے تب بھی وہ ہماری شکست کو فتح میں تبدیل نہ کر سکیں گے۔"

بھیم کے کہنے پر اس کا بیٹا رام دیو فوراً حرکت میں آیا، کمار دیوی کو سہارا دے کر اپنے گھوڑے پر بٹھایا وہ پھر گھوڑے کو بھگاتا ہوا لشکر کے پیچھے پڑاؤ کی طرف لے گیا تھا۔

اس وقت جبکہ جنگ اپنے عروج پر تھی اور سلطان شہاب الدین غوری، اس کے سالاروں اور لشکریوں کے تیز حملوں کی وجہ سے بھیم دیو کے لشکر کی حالت آہستہ آہستہ شکست سے قریب ہوتی جا رہی تھی اس لئے کہ بھیم دیو کے لشکر کی اگلی صفوں کو مسلمانوں نے مکمل طور پر کاٹ چھانٹ کر رکھ دیا تھا اور جس وقت وہ اگلی صفوں کو روندنے، ان کا خاتمہ کرنے کے بعد بھیم دیو کے لشکر کے وسطی حصے اور دوسرے پہلو پر ضرب لگانے کے لئے آگے بڑھے تھے، عین اسی لمحہ ایک طرف سے اجمیر کا راجہ پرتھوی راج اور دہلی کا راجہ گوبند رائے نوحہ کرتے وقت سسکیاں بھرتی ہواؤں اور جوش مارتی ظلمتوں میں بربادی کی کندہ کاری کی طرح سلطان شہاب الدین کے لشکر کے پہلو پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ سلطان شہاب الدین اور اس کے سالار بھی نئے حملہ آوروں سے متعلق سدباب کرنے کا سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک دوسرے پہلو سے قنوج کا راجہ جے چند دلوں میں الجھن پیدا کرتی سفاک مرمر کی یورش، اندھے کالے غاروں سے نکلتی بے کنار اذیتوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اب حالت یکسر تبدیل ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے جہاں سلطان شہاب الدین کے

مقابلے میں بھیم دیو کے لشکری شکست اور ہزیمت کے قریب پہنچ گئے تھے، وہاں ا
خود سلطان شہاب الدین کے لشکر کی حالت صحرا کی لا انتہا پیاس اور دکھ بھری داستا
جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

سلطان شہاب الدین نے جب دیکھا کہ ہندوستان کے دوسرے راجہ بھی نہر
کے راجہ بھیم دیو کی مدد کے لئے پہنچ گئے ہیں اور ان میں سے ہر راجہ کے لشکر کی تع
سلطان شہاب الدین کے لشکر سے کہیں زیادہ ہے تب شہاب الدین نے اپنے لشکر
کو موت کے منہ میں ڈالنے کی بجائے انہیں پسپا ہونے کا حکم دیا، اس طرح بڑی تیز
سے سلطان شہاب الدین اپنے لشکر کو سمیٹتا ہوا پیچھے ہٹ گیا تھا اس نے پسپائی اختیار
تھی۔

چاروں راجاؤں نے مل کر اتنی جرات نہ کی کہ پیچھے ہٹتے شہاب الدین پر حملہ آ
ہو کر اس کا تعاقب کرتے۔ اس بنا پر بڑے محفوظ طریقے سے شہاب الدین اپنے لشک
لے کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ ہندوستان میں سلطان شہاب الدین کی متحدہ راجوں
خلاف یہ پہلی شکست تھی۔

سلطان شہاب الدین غوری کو پسپا کرنے کے بعد دہلی کا راجہ گوبند رائے، اجمیر
راجہ پرتھوی راج اور قنوج کا راجہ جے چند بھیم دیو کے پاس جمع ہوئے۔ بھیم دیو
انہیں چند دن اپنے ہاں قیام کرنے کی دعوت دی لاکھ ان کی منت سماجت کی لیکن انہو
نے ان خدشات کا اظہار کیا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ شہاب الدین یہاں سے شک
کھانے کے بعد واپس پلٹے اور جب اسے خبر ہو کہ اجمیر، دہلی اور قنوج کے راجہ ا
اپنے لشکر کے ساتھ نہر والا پہنچ چکے ہیں تو وہ کہیں ان کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر ان
قابض ہی نہ ہو جائے۔ ان خدشات کے تحت تینوں راجہ وہاں نہیں رکے۔ جنگ
فوراً بعد وہ اپنے اپنے علاقوں کی طرف کوچ کر گئے تھے اس بنا پر بھیم دیو بھی اپنے
کو لے کر نہر والا میں داخل ہوا تھا۔

بھیم دیو جب اپنے راج محل میں کمار دیوی کی خواب گاہ میں داخل ہوا۔ ا
موقع پر کمار دیوی بستر پر لیٹی ہوئی تھی اس کی ماتا راج کنول اور بھائی رام دیو قر
بیٹھے ہوئے تھے۔ بھیم دیو فکر مند سا آگے بڑھا، ایک نشست پر بیٹھا۔ اس موقع پر

نے اسے مخاطب کیا۔
"پتا جی! جس وقت آپ نے مجھے کمار دیوی کو لشکر کے پیچھے پڑاؤ میں لے جانے
لئے کہا تھا، اس وقت میں اسے پڑاؤ میں لے آیا تھا بعد میں جب اجمیر، قنوج اور
کے تینوں راجاؤں نے شہاب الدین غوری کے لشکر پر حملہ کر دیا تب مجھے اپنی فتح کا
ن ہو گیا تھا، لہٰذا کمار دیوی کو پڑاؤ سے میں یہاں لے آیا ابھی ابھی طبیب اس کا زخم
ہ کر پٹی باندھ کر گیا ہے اور ساتھ ہی کہہ گیا ہے، فکر کی کوئی بات نہیں زخم جلد ٹھیک ہو
ئے گا۔"

رام دیو جب خاموش ہوا تب کچھ دیر اداس اور افسردہ سی خاموشی کمرے میں
ری رہی اس کے بعد بھیم دیو، کمار دیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"میری بچی! میں نے تمہیں کہا تھا کہ جنگ کے دوران اگلی صفوں کی طرف مت
لیکن تو نے وہی کچھ کیا جس سے میں نے منع کیا تھا۔ میں نے دیکھا تو اپنا گھوڑا
اتے ہوئے اور اپنے لشکریوں کا دل بڑھاتے ہوئے اگلی صفوں کی طرف گئی تھی اور
خدشات کا مجھے ڈر تھا، آخر وہ ہو کر رہے۔"
وہ رکا پھر اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
"کمار دیوی! میری بیٹی مجھے ایبہ کی طرف سے پہلے ہی خطرہ اور خدشہ تھا۔ جب
اطلاع دی گئی کہ ایبہ شہاب الدین غوری کے لشکر میں شامل ہو چکا ہے تب یہ
ت پختہ ہو گئی تھی کہ وہ شہاب الدین غوری کا ہی ایک لشکری ہے۔ جب شہاب
ین غوری کے نہر والا پر حملہ کی خبریں آئی تھیں تو ایبہ ہی کو سامنے رکھتے ہوئے میں
تمہیں تنبیہہ کی تھی کہ لشکر کی اگلی صفوں کی طرف مت جانا۔ میری بیٹی! تو جانتی ہے
ا سے پہلے اُچ کے راجہ کی مدد کے لئے جو ہم نے لشکر بھجوایا تھا، اس کے سالار کو
نے صرف ایک تیر مار کر ہلاکت کے غار میں پھینک دیا۔ تو جانتی ہے اس کا نشانہ
ے خطا ہے۔
تجھے یہ بھی خبر ہے، میری بیٹی کہ اُوشا دیوی کے تہوار میں تو نے تو صرف اپنی بالی
ا تیر پیوست کیا تھا اس نے تمہاری بالی کے علاوہ جس چھوٹے سے کیل کے ساتھ بالی
ائی تھی، اس کیل کے سوراخ تک کو اپنا ہدف بنا کر تیر اندازی کا کمال دکھا دیا تھا۔"
بھیم دیو جب خاموش ہوا تب کمار دیوی بے پناہ غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہنے
ی۔

''پتا جی! اس نے دو تیر میرے گھوڑے کے کانوں میں مارے، میرے گھ
زخمی کیا ...... تیسرا تیر اس نے میرے بازو پر مارا اب میں اسے زندہ نہیں چھو
...... ہر صورت میں اسے قتل کروں گی اور قتل بھی خود کروں گی۔''

کمار دیوی کی اس گفتگو پر رام دیو کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار نمودار تھے، پھر اپنی بہن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کمار دیوی! تم پھر پاگل پن کی باتیں کرنے لگی ہو، تمہیں ایبہ کا احسان م چاہیے کہ اس نے تمہارا کام تمام نہیں کر دیا اس نے ایک تیر مار کر ہمارے سالار کا کر دیا تھا تم پر تو اس نے تین تیر چلائے اور جو کچھ اس نے کیا ہے، وہ تجھے خوف کرنے کے لئے کیا ہے اگر وہ تمہارا خاتمہ کرنا چاہتا تو پہلا تیر جو اس نے تمہ گھوڑے پر مارا، وہی تمہارے لئے کافی تھا۔

کیا تم یہ نہیں سوچتی ہو کہ ایبہ جیسا بے خطا تیر انداز جو جنگ کی افراتفر درمیان تمہارے بھاگتے ہوئے گھوڑے کے دونوں کانوں میں تیر پیوست کر سکتا۔ اپنا تیر تمہارے دل کے آر پار نہ کر سکتا تھا۔ اس نے جان بوجھ کر تمہارے بازو کو بناتے ہوئے تیر چلایا ہے۔''

رام دیو رکا پھر بات کو آگے بڑھا رہا تھا۔

''یہ بھی تو سوچو کہ اتنے فاصلے سے اس نے دو تیروں سے تمہارے گھوڑے کانوں کو چھیدا ...... تمہارے گھوڑے کے کان بھی چھوٹے ہیں اور دونوں تیر تمہار گھوڑے کے کانوں کے پار ہو گئے، پھر بھی تم کہتی ہو کہ تم اس سے انتقام لوگی، اگر نے انتقام لینا ہوتا تو اس جنگ میں تمہارا کام تمام کر چکا ہوتا اور پھر تم اس سے سلوک کی امید بھی کیوں رکھتی ہو۔ وہ یہاں سے بھاگا، تم نے اسے بھاگنے کی وج پوچھی بلکہ اگر وہ بھاگا تھا تو تم اس کی حوصلہ افزائی کرتی، اس کے ساتھ تمہاری سگائی چکی تھی۔ اس بنا پر راج محل میں اس کی حیثیت بڑی اعلیٰ و ارفع تھی لیکن تم نے ا فراموش کیا۔ تم نے اس کے صرف یہاں سے بھاگنے کے معمولی جرم میں اسے راج سے نکال کر محل کے خادموں کے کمرں کی طرف بھجوا دیا۔ یہیں پر اکتفا نہیں کیا بلک نے اس کے پاؤں میں ہاتھیوں والی بھاری زنجیر ڈال دی۔ اب یہ اس کی ہمت ہے زنجیر اتار کر وہ بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

تمہیں تو بھگوان کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے تمہارا خاتمہ نہیں کر دیا، د

تین تیر چلانے کی کیا ضرورت تھی۔ جو ایبہ تمہارے گھوڑے کے چھوٹے سے کان کو چھید سکتا ہے، کیا وہ تمہاری جان لینے کے لئے تمہیں اپنا ہدف نہیں بنا سکتا ......؟''

رام دیو جب خاموش ہوا تب ہٹ دھرمی اور ضد کا مظاہرہ کرتے ہوئے کمار دیوی کہنے لگی۔

''بھائی! کچھ بھی ہو جائے، اب میں اسے چھوڑوں گی نہیں۔ اگر اسے جان سے نہ مار سکی تو اسے اپنے تیروں سے چھید کر ضرور رکھ دوں گی۔''

رام دیو نے پھر اسے تلخ لہجہ میں مخاطب کیا۔

''پھر وہی انتقام کی باتیں کرتی ہو۔ اگر تم اس سے انتقام لوگی تو کیا وہ جوابی کارروائی نہیں کرے گا ...... اگر تم اسے اپنے تیروں سے چھیدو گی تو کیا وہ تمہارے سامنے لٹھ لے کر آئے گا، جوابی کارروائی نہیں کرے گا ...... یہ نہیں سوچتی کہ تیغ زنی اور تیر اندازی میں وہ تم سے بہت آگے ہے کیا تم میں اتنی ہنرمندی ہے کہ جنگ کے دوران بھاگتے گھوڑے کے کان میں تیر پیوست کر سکو ...... بالکل ناممکن۔ کم از کم میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ تم یہ کام نہیں کر سکتی ہو۔''

رام دیو کی اس گفتگو میں کمار دیوی رو دینے والے انداز میں کہنے لگی۔

''بھائی! کچھ بھی ہو جائے، میں جنگ کے دوران بھاگتے گھوڑے کے کان میں تیر پیوست کر سکوں یا نہ کر سکوں لیکن یہ میرا پکا اور مصمم ارادہ ہے کہ میں اسے اپنے تیروں سے چھلنی ضرور کروں گی۔''

جواب میں رام دیو بھی بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اچھا اگر چھلنی کر سکتی ہو تو کر دکھانا اور پھر جب وہ بھی تمہارے خلاف کارروائی کرے گا تو تمہیں بھی سمجھ آ جائے گی کہ چھلنی کسے کہتے ہیں ......؟''

اس موقع پر بھیم دیو نے بھی دخل اندازی کی اور کہنے لگا۔

''تم دونوں بہن بھائی آپس میں کیوں الجھ رہے ہو ...... اس موضوع پر بعد میں بھی بات کی جا سکتی ہے۔ کمار دیوی! میری بیٹی پہلے یہ کہو کہ تم اب زخم میں تکلیف تو محسوس نہیں کر رہی۔''

جواب میں کمار دیوی اٹھ کر بیٹھ گئی پھر کہنے لگی۔

''پتا جی! کوئی اتنا بڑا اور گہرا زخم نہیں ہے ...... میں زرہ پہنے ہوئے تھی ...... ایبہ کے تیر نے گو زرہ کی کڑیاں توڑ کر مجھے زخمی کیا ہے لیکن زخم اتنا گہرا نہیں ہے ......

طبیب کہہ رہا تھا، دو چار دن میں بالکل ٹھیک ہو جائے گا ...... آپ کو پریشان اور ف ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

کماری دیوی جب خاموش ہوئی تب کچھ سوچتے ہوئے رام دیو تھوڑی دیر تک غور سے اپنے باپ بھیم دیو کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

"پتا جی! میں سمجھتا ہوں کہ دہلی، قنوج اور اجمیر کے راجاؤں کو شہاب الدین کے خلاف اپنی مدد کے لئے بلا کر ہم نے غلطی کی ہے۔"

رام دیو آگے بھی کچھ کہنا چاہتا تھا پر چونکنے کے انداز میں بھیم دیو نے اس طرف دیکھا پھر غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"کیا ہم قنوج، دہلی اور اجمیر کے راجاؤں کو اپنی مدد کے لئے نہ بلاتے او سارا علاقہ سجا کر اور سنوار کر شہاب الدین غوری کو دعوت دیتے کہ آؤ، ہمارے علا میں آ کر حکومت کرو۔ اس لئے کہ ہم ان علاقوں پر حکومت کرتے ہوئے ناکام ہو ہیں۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو ......؟"

بھیم دیو کے اس طنزیہ انداز میں رام دیو کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔

"پتا جی! میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں۔ یہاں آنے کے بعد میں نے ا معاملے پر بڑا غور و فکر کیا۔ جس وقت شہاب الدین غوری ہم پر حملہ آور ہونے ک پیش قدمی کر رہا تھا، اس وقت ہی ہمیں اس کی طرف صلح اور دوستی کا ہاتھ بڑھانا چا تھا۔ میرے خیال میں اگر ہم ایسا کرتے تو وہ ہمارے علاقوں پر ہرگز حملہ آور نہ ہوتا۔

اب دیکھیں جب اُچ کی رانی نے شہر پناہ کے دروازے اس پر کھول دیے تو میں داخل ہونے کے بعد اس نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ راجہ کو تو رانی نے خود ہلاک کر دیا تھا اور ہلاک بھی اس بنا پر کیا تھا کہ سلطان شہاب الدین اس کی ر کماری سون کرن سے شادی کر لے اور شہاب الدین نے اپنا وعدہ بھی پورا کیا۔ ا شہر کو فتح کرنے اور راجہ ولپت رائے کے مارے جانے کے بعد مسلمانوں کو دلپ رائے کے بیٹے دیوداس سے خطرہ ہو سکتا تھا کہ ان کے جانے کے بعد وہ کوئی لشکر کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچائے گا لیکن جہاں تک مجھے بتایا گیا ہے، مسلمانوں دیوداس سے متعلق پوچھا ہی نہیں اور وہ مسلمانوں کے شہر میں داخل ہونے سے صر ایک دن پہلے اپنی ماتا کے کہنے پر دریائے سرستی کے کنارے اپنے ماموں کے ہا ہانسی کی طرف چلا گیا تھا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد رام دیو جب خاموش ہوا تب کسی قدر جھنجھلاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے کماری دیوی کہنے لگی۔

"بھائی! تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم شہاب الدین غوری کے سامنے ہتھیار ڈالتے، اس سے صلح اور فرمانبرداری کی بھیک مانگتے۔ یاد رکھو ...... اگر ہم ایسا کرتے تو وہ ہم پر خراج کی رقم مقرر کرتا جس کے تحت سالانہ ہمیں اسے خراج ادا کرنا پڑتا اور اگر ہم نہ ادا کرتے تو ایک بار پھر وہ ہمارے شہر پر چڑھ دوڑتا۔ اب جبکہ ہم اسے شکست دے چکے ہیں تو اس سے ہمیں کیا خطرہ ہے ...... مجھے امید ہے کہ نہروالا کے نواح میں یہ شکست شہاب الدین کو عبرت کا سامان فراہم کرے گی اور آئندہ وہ ہمارے علاقوں کا رخ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

کماری دیوی جب خاموش ہوئی تب رام دیو کہنے لگا۔

"میری عزیز بہن! یہ تیری بھول ہے۔ اگر نہروالا کے باہر شہاب الدین غوری کو شکست نہ ہوئی ہوتی تو شاید وہ نہروالا پر حملہ کرتا لیکن اب جب کہ نہروالا کے نواح میں اسے شکست ہو چکی ہے تو وہ ایک بار پھر نہروالا پر حملہ ضرور کرے گا اور ہر صورت میں ہم سے شکست کا انتقام لے گا۔"

رام دیو کے خاموش ہونے پر اس کی طرف عجیب سے انداز میں دیکھتے ہوئے بھیم دیو کہنے لگا۔

"رام دیو! میرے بیٹے تم گول مول سی باتیں کر رہے ہو جس کی مجھے سمجھ نہیں آ رہی کھل کر کہو کہ کہنا کیا چاہتے ہو......؟"

"پتا جی! میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ یہ جو ہم نے شہاب الدین غوری کے مقابلے کے لئے اجمیر و دہلی اور قنوج کے راجاؤں کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا تھا تو اس کا ردعمل عن قریب آپ پر ظاہر ہو گا۔"

خدشات بھری آواز میں بھیم دیو نے پوچھ لیا۔

"کیسے خدشات ......؟"

رام دیو پھر کہہ رہا تھا۔

"پتا جی! نہروالا کے نواح میں شکست اٹھانے کے بعد شہاب الدین غوری یوں ہی نہیں بیٹھا رہے گا میں وثوق سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن میرا دل کہتا ہے کہ اب وہ انتقام لینے کا عجیب و غریب طریقہ استعمال کرے گا۔ اسے تو خبر ہو گئی ہے، اسے اجمیر و دہلی

اور قنوج کے راجاؤں کی مدد کی وجہ سے یہاں شکست اٹھانی پڑی ہے۔ میرا انداز کہ کچھ عرصہ تک وہ ہماری طرف تو رخ نہیں کرے گا، پہلے اجمیر، دہلی اور قنوج او پاس کے دیگر علاقوں کا رخ کرے گا اور ان کی کمر توڑے گا۔ انہیں اپنے سامنے اور بے بس کر کے رکھے گا۔ اس کے بعد یاد رکھئے گا، اپنے لشکر کے ساتھ وہ ہمارا رخ کرے گا اور ہم سے اپنی شکست کا انتقام ضرور لے گا۔"

رام دیو کے خاموش ہونے پر بھیم دیو بھی تھوڑی دیر تک سوچوں میں غرق رہا سوچتا رہا پھر بڑی سنجیدگی میں اپنے بیٹے رام دیو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بیٹے! میں نہیں کہتا کہ تمہاری سوچیں غلط ہیں، درست بھی ہو سکتی ہیں ل شہاب الدین غوری کوئی اتنی بڑی اور مہان قوت بھی نہیں رکھتا کہ یہاں سے شک اٹھانے کے بعد وہ ہندوستان کے دوسرے راجاؤں کا رخ کرے اور باری باری سب کو زیر کرنے کے بعد ہم سے اپنی شکست کا بدلہ لینے میں کامیاب ہو جائے۔ جہا تک میرا اندازہ ہے، یہاں سے شکست کھانے کے بعد وہ سیدھا غزنی کا رخ کرے اور اس شکست کے باعث ملنے والی شرمندگی کے باعث میرا اندازہ ہے کہ وہ آئ ہندوستان کا رخ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔

شہاب الدین غوری کی ایک بات مجھے بہت اچھی لگی ہے جس کی خبر مجھے بعد م ہوئی۔ میرے مخبروں نے مجھے بتایا تھا کہ اُچ کو فتح کرنے کے بعد کچھ عرصہ اس اُچ میں قیام کیا، وہاں اس نے اپنا حاکم علی کرماخ کو مقرر کیا اور وہاں سے غزنی جا سے پہلے اپنے والی علی کرماخ کو بڑی سختی سے اس نے ہدایات جاری کی تھیں کہ جس طرح اس سے پہلے اُچ میں اوشا دیوی کا تہوار منایا جاتا تھا، اس نے حکم جاری کر دیا آنے والے بھی دور میں بھی ہندوؤں کو یہ تہوار منانے سے نہ روکا جائے۔ میں سمجھ ہوں کہ یہ اس کا بہت اچھا اور دانشمندانہ فیصلہ ہے کہ اس نے یہاں کے مقامی لوگو کے دھرم میں دخل اندازی نہیں کی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بھیم دیو رکا کچھ دیر تک بڑی پیار بھری محبت میں اپ بیٹے رام دیو کی طرف دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"رام دیو! میرے بیٹے میں تمہاری سوچوں، تمہارے اندازوں کی ہرگز مخالف نہیں کر رہا۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ حالات میں اب کوئی تبدیلی نہیں ہو گی لیکن میرا اندازہ ہے کہ شہاب الدین غوری آئندہ ہندوستان میں داخل ہونے کی جرات نہیں

کرے گا۔ تاہم اگر اس نے کوئی بڑا لشکر اکٹھا کر بھی لیا تب بھی میرے اندازوں کے مطابق وہ ہمارے علاقوں کا رخ نہیں کرے گا۔ ملتان اور اُچ تک اپنے آپ کو محدود رکھے گا۔ ہاں اگر اس نے زیادہ ہی بڑا لشکر جمع کر لیا اور زیادہ پر پرزے نکالنے کی کوشش کی تو میرا اندازہ ہے کہ لاہور کو اپنے قبضے میں کر لے گا یا زیادہ سے زیادہ آگے دریائے ستلج تک کے علاقے کو اپنی عملداری میں شامل کر کے خاموش اور مطمئن ہو جائے گا۔ اس موضوع کو چھوڑو پہلے مل کر کھانا کھاتے ہیں۔ کھانا یہیں کمار دیوی کے کمرے میں کھا لیتے ہیں۔"

اس پر کمار دیوی اٹھ کھڑی ہوئی، کہنے لگی۔

"پتا جی! نہ میں بیمار ہوں نہ اتنی زخمی کہ چل پھر نہ سکوں۔ کھانے کا اہتمام جہاں روز ہوتا ہے، وہیں کھایا جائے گا۔"

کمار دیوی کی اس گفتگو سے بھیم دیو خوش ہو گیا تھا پھر اپنے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"رام دیو، میرے بیٹے! کھانا کھانے کے بعد دونوں باپ بیٹا لشکر گاہ کی طرف چلیں گے۔ جنگ میں زخمی ہونے والوں کی دیکھ بھال کرنا ہو گی۔"

پھر چاروں اپنی جگہوں سے اٹھ کر کمار دیوی کی خواب گاہ سے نکل گئے تھے۔

O❖O

ہندوستان میں نہروالا کے نواح میں مختلف راجاؤں کے لشکر سے ہزیمت اٹھا کے بعد سلطان شہاب الدین غوری نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ وہ واپس غزنی گیا اور ہی تیزی سے دو اہم کام شروع کر دیئے تھے۔

پہلا یہ کہ غزنی کی بھٹیوں میں بڑی تیزی سے ہتھیار بننے لگے تھے۔

دوسرا یہ کہ اس نے نئے لشکری بھرتی کرتے ہوئے ان کی تربیت کا کام شروع دیا تھا۔

اس طرح ہندوستان میں اپنے جس کام کی تکمیل شہاب الدین غوری کرنا چاہتا اس کے لئے بڑی تیزی سے وہ تیاریاں کرنے لگا تھا۔

ایک روز سلطان شہاب الدین غوری غزنی شہر سے باہر تربیت کے کھلے میدانوں میں لشکر میں شامل کیے جانے والے نئے لشکریوں کے کام کا جائزہ لے رہا تھا کہ غز شہر کا ایک تاجر سفید رنگ کے ایک انتہائی توانا اور بڑے قد کاٹھ کے گھوڑے کی باگ پکڑے اس میدان کے قریب نمودار ہوا۔

اس توانا اور دراز قد اور خوب لمبے گھوڑے کی پیٹھ پر جو زین اور دوسرا ساز تھا وہ بھی بالکل نیا اور چمکتا ہوا تھا۔ گھوڑے کی باگ تھامے غزنی کا وہ تاجر اس جگہ آیا جہاں سلطان شہاب الدین غوری اپنے سالاروں میں سے قطب الدین ایبک، حسین خرمیل ایبہ، ناصر الدین قباچہ، تاج الدین یلدوز، غیاث الدین خلجی، محمد علی غازی، لشکر کے قاضی شمس الدین بلخی اور کچھ دوسرے امرا کے ساتھ کھڑا تھا۔

وہ تاجر اس گھوڑے کی باگ پکڑے جب سلطان شہاب الدین کے قریب گیا تو سلطان نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ سلطان کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا اس لئے کہ وہ تاجر سلطان شہاب الدین غوری کا جاننے والا تھا اور غزنی کے تاجروں میں اس کی بڑی اہمیت تھی۔

قریب جا کر بڑی ارادت مندی اور عقیدت میں اس تاجر نے شہاب الدین اور

آس پاس کھڑے سب لوگوں کو بلند آواز میں سلام کہا۔ سب نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر سلطان شہاب الدین نے اس تاجر کو مخاطب کیا۔

”یہ جو گھوڑا تم نے پکڑ رکھا ہے، یہ کہاں سے لائے ہو...... ایسا عمدہ گھوڑا میں نے اپنی زندگی میں بہت کم دیکھا ہے۔ قد کاٹھ، اپنی اونچائی، لمبائی اور جسمانی ساخت میں یہ عام گھوڑوں سے بالکل مختلف ہے۔ بھاگنے میں کیسا ہے......؟“

تاجر مسکرایا، کہنے لگا۔

”سلطان محترم! میں کیا جانو یہ بھاگنے میں کیسا ہے...... اس لئے کہ آج تک نہ اس پر کوئی سوار ہوا نہ پتہ چلا کہ بھاگنے کا کیسا ہے...... بدک جاتا ہے بیخ پا ہو جاتا ہے بیٹھنے نہیں دیتا۔“

سلطان کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر کہنے لگا۔

”اگر تمہیں بیٹھنے نہیں دیتا، بیخ پا ہے تو پھر اسے تم کیوں اپنے پاس رکھے ہوئے ہو...... کیوں اسے پال رکھا ہے...... جب اس کا تمہیں فائدہ ہی نہیں ہے تو کیوں اس کی باگ تھامے پھرتے ہو......؟“

سلطان شہاب الدین غوری کے ان الفاظ پر وہ تاجر مسکرایا، کہنے لگا۔

”سلطان محترم! یہ عربی گھوڑا ہے اور میں نے چند دن پہلے ایک بھاری رقم کے عوض ایک ایرانی تاجر کے ہاتھوں خریدا ہے۔ میں خود بھی گھوڑوں کا تاجر ہوں۔ اس جیسا اچھا اور توانا گھوڑا میں نے اپنی زندگی میں آج تک نہیں دیکھا۔ میرے بیٹوں میں سے کچھ نے اور کچھ میرے جاننے والوں نے اس پر سواری کرنا چاہی لیکن یہ اپنی پیٹھ کے نزدیک بھی نہیں آنے دیتا۔ سلطان محترم! یہ گھوڑا جہاں بذات خود اچھوت ہے وہاں اس گھوڑے کا جو ساز ہے وہ ابھی اچھوت ہے اس پر بھی ابھی تک کوئی نہ بیٹھا ہے نہ سوار ہوا ہے۔ سلطان محترم! میں یہ گھوڑا نہ اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں نہ یہ میرے کام کا ہے۔ تاجر ہوں، گھوڑوں کا لین دین کرتا ہوں ایک جگہ سے خرید کر دوسری جگہ فروخت کر دیتا ہوں۔ منافع معقول مل جاتا ہے۔ سلطان محترم! اگر آپ انکار نہ کریں تو یہ گھوڑا میں آپ کی نذر کرنے آیا ہوں، میری طرف سے اسے تحفتاً قبول کریں۔“

سلطان شہاب الدین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، تاجر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”پہلے وہ رقم بتاؤ جو ادا کر کے تم نے یہ گھوڑا خریدا۔ میں اس گھوڑے کو پسند کر چکا

ہوں۔ جو رقم تمہاری اس پر خرچ ہوئی ہے وہ بھی مجھ سے لو اور جو منافع لینا چاہتے ہو بھی کہو۔"

تاجر کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! آپ سے بڑے دیرینہ تعلقات ہیں، منافع تو ایک طرف ر مجھ پر گھوڑے کی جو اصل رقم ہے وہ بھی حرام ہے۔ میں اسے آپ کی نذر کرتا ہوں میری دل شکنی نہ کیجئے گا۔ میں اس گھوڑے کو خاص طور پر آپ کو تحفے میں پیش کر کے لئے لایا ہوں۔ میں چاہتا ہوں، اس گھوڑے پر پہلی سواری آپ ہی کریں۔ اگ آپ اس پر بیٹھ کر جب آپ اپنے لشکریوں کی رہنمائی کریں گے تو میرے لئے یہ ایک سعادت اور اعزاز ہو گا کہ سلطان نے میری طرف سے تحفے میں دیے جانے وا گھوڑے پر بیٹھ کر لشکریوں کی کمان داری کی۔"

وہ تاجر جب خاموش ہوا تب آہستہ آہستہ سلطان اس گھوڑے کی طرف بڑھا گھوڑے کی باگ پکڑ کر جب سلطان نے اس کی گردن تھپتھپائی اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور جب سلطان نے اپنا ہاتھ زین پر رکھا تو گھوڑے نے اپنے کان بالکل سیدھے کر لئے تھے، بڑی تیزی سے کنوتیاں بدلنے لگا تھا۔ منہ اس نے بالکل آگے سیدھا کر تھا اور اس نے اپنے جسم کی ساخت بالکل یوں بنا لی تھی جیسے اگر تھوڑی دیر تک مزید زین پر ہاتھ رکھا گیا تو وہ دولتیاں جھاڑنا شروع کر دے گا۔

گھوڑے کی یہ حالت دیکھتے ہوئے جہاں سلطان مسکرا رہا تھا، وہاں ارد گرد کھڑے دوسرے لوگ بھی محظوظ ہو رہے تھے۔ تاجر ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ سلطان شہاب الدین تھوڑی دیر تک اس گھوڑے کی گردن تھپتھپاتا رہا تاجر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم یہ گھوڑا مجھے تحفتاً دے چکے ہو۔ اب میں اس گھوڑے کا مالک ہوں۔ اگر میں اس گھوڑے کو اپنی طرف سے کسی عزیز کو پیش کرنا چاہوں تو تمہیں اعتراض تو نہیں ہو گا۔"

جواب میں تاجر مسکرایا، کہنے لگا۔

"سلطان محترم! کس قسم کی باتیں کرتے ہیں جب یہ گھوڑا ہے ہی آپ کا تو میری طرف سے جس کو چاہے آپ دے دیں۔"

سلطان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کچھ دیر سوچا پھر ایبہ کی طرف دیکھتے

ہوئے کہنے لگا۔

"ایبہ! میرے قریب آؤ......"

ایبہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا سلطان کے قریب گیا۔ سلطان نے اس گھوڑے کی باگ ایبہ کی طرف بڑھائی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ایبہ...... یہ گھوڑا تمہارا ہے، آج سے یہ گھوڑا تمہاری سواری میں رہے گا اور تمہاری ملکیت ہے۔ دیکھو، اس موقع پر میں تمہیں ایک نصیحت بھی کروں گا۔ بیٹے! چند سال بعد تم بچپنے کی حدود سے نکل کر جوانی کے صحراؤں میں داخل ہو جاؤ گے۔ اس وقت تک اس گھوڑے کو سدھاتے رہو۔ میں جانتا ہوں، تم بہترین سوار ہو۔ سوار نہیں بلکہ شہسوار ہو۔ بڑے بڑے اڑیل، بڑے بڑے بیخ پا گھوڑوں پر سواری کرنے کا ہنر جانتے ہو۔ یہ گھوڑا سنبھالو، اس پر سواری کرتے رہو اور ساتھ ہی ساتھ اسے جنگی تربیت دیتے ہوئے اسے سدھاتے بھی رہو۔"

ایبہ مسکرایا، سلطان کا شکریہ ادا کیا۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی پھر سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اس پر سواری کر کے دیکھ لوں۔"

سلطان شہاب الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

"تاجر تو کہتا ہے، یہ گھوڑا پیٹھ پر بیٹھنے ہی نہیں دیتا اور اگر تم سواری کرنا چاہتے ہو تو یہ بھی کر کے دیکھ لو۔ تمہیں کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اب یہ گھوڑا تمہارا ہے۔"

ایبہ مسکرایا، گھوڑے کی دونوں باگیں اس کے سر کے دائیں بائیں لے گیا۔ گردن کے قریب جہاں گھوڑے کے ایال کافی لمبے اور گھیرے تھے اور ادھر ادھر پھیلے ہوئے تھے وہاں اس نے دونوں باگوں کو اپنے بائیں ہاتھ کی مٹھی میں زور سے پکڑ لیا پھر گھوڑے کو اس جگہ ذرا ہٹا لیا جہاں سلطان اپنے سالاروں اور امراء کے ساتھ کھڑا تھا۔ گھوڑے کا رخ تربیت کے میدان کے مخالف سمت کیا۔ اس کے بعد دائیں ہاتھ سے گھوڑے کے پیٹ کے قریب اس نے ٹھوکر لگائی جس پر گھوڑا بھاگ کھڑا ہوا ساتھ ہی ایبہ بھی بھاگنے لگا۔ بھاگتے بھاگتے ایبہ نے چیتے کی سی جست لگائی اور دوسرے ہی لمحے وہ گھوڑے کی پیٹھ پر تھا۔

اس کے بعد ایبہ گھوڑے کو ایڑھ پہ ایڑھ لگائے دوڑانا شروع ہو گیا تھا۔ اس نے

تربیت گاہ کے کئی چکر گھوڑے کو خوب بھگاتے ہوئے لگائے۔ جس وقت وہ گھوڑ سرپٹ دوڑا رہا تھا، سلطان شہاب الدین نے تاجر کی طرف دیکھ کر کہنا شروع کیا۔

"تم کہتے تھے کہ اس گھوڑے پر کوئی بیٹھ نہیں سکتا۔ ذرا میرے اس نوعمر مجاہد دیکھو، گھوڑے پر اس طرح سوار ہوا ہے جیسے چیتا اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ پھر گھوڑے کو پوری رفتار سے بھگا رہا ہے تھوڑی دیر تک گھوڑے کو تھکا مارے گا۔"

تھوڑی دیر تک گھوڑے کو بھگانے کے بعد سلطان شہاب الدین کے قریب ایبہ نے گھوڑے کو روک لیا ساتھ ہی گھوڑے کے منہ پر ہاتھ پھیرتا رہا پھر اس کی گر تھپتھپائی، اس موقع پر سلطان شہاب الدین آگے بڑھا، ایبہ کی بیٹھ تھپتھپائی، ا مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اس گھوڑے پر سواری کر کے ایبہ آج تم نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ گھوڑے کو یہاں باندھو، میدان میں اترو اور نئے لشکریوں کی تربیت کا کام سرانجام شروع کرو۔ میں اب واپس شہر کی طرف جاؤں گا۔"

اس کے ساتھ ہی سلطان شہاب الدین غوری اپنے امراء کے ساتھ شہر کی طر چلا گیا تھا جبکہ اس کے سالار نئے لشکریوں کی تربیت کا کام سرانجام دے رہے تھے۔

نہروالا کا راجہ بھیم دیو اور اس کی رانی راج کنول اپنی خواب گاہ میں بیٹھے ہو تھے کہ خواب گاہ میں ان کا بیٹا رام دیو بھاگتا ہوا داخل ہوا، اسے اس طرح آتے دیکھ دونوں میاں بیوی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ بھیم دیو اپنے بیٹے رام دیو کو مخاطب کر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ رام دیو قریب آیا اور اپنے ماتا پتا دونوں کو مخاطب کر کے لگا۔

"یہ آپ کمار دیوی کو سمجھائیں، اس کی مت ماری گئی ہے ہر روز یہ کوئی نہ کوئی ا کام کرنا شروع کر دیتی ہے ......"

رام دیو کو یہاں تک کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہو رانی راج کنول بول اٹھی تھی۔

"بیٹے! تجھے اس سے کیا شکایت ہے ...... اب اس نے کیا حرکت کی ہے جو تجھے ناگوار گزری ہے ......؟"

رام دیو نے پھر پہلے سے بھی زیادہ غصہ اور خفگی میں کہنا شروع کیا۔

"ماتا! اس نے راج مندر کے پنڈت اودھے مل کو بلایا ہے اس کے ساتھ وہ راج ر جائے گی اور وہاں دیوی دیوتاؤں کے سامنے کھڑی ہو کر سوگند کھائے گی کہ وہ اس تک شادی نہیں کرے گی جب تک ایبہ کو قتل نہیں کرے گی۔"

راج کنول کے چہرے پر بے زاری کے آثار نمودار ہوئے اور دکھ بھرے انداز کہنے لگی۔

"اس کمار دیوی کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ کوئی نہ کوئی نیا کام شروع کر دیتی ہے نے خود اپنی حرکتوں سے ایبہ کو ضائع کیا ورنہ وہ بہت اچھا لڑکا تھا اگر یہ اسے پیار رہتی، اس سے ہمدردی کا اظہار کرتی تو وہ کبھی یہاں سے نہ بھاگتا۔ اس کے ساتھ ، اس کا بہترین جیون ساتھی ثابت ہوتا اور ساتھ ہی ہمارے لشکر میں بھی ایک سود اضافہ ہوتا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد راج کنول رکی پھر اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"تم دونوں باپ بیٹا یہیں رکو، میں ذرا اسے سمجھاتی ہوں۔"

بھیم دیو نے اپنی رانی راج کنول کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا پھر کہنے لگا۔

"اسے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ وہ کرنا چاہتی ہے، اسے کر لینے دو۔ ، ایبہ کو قتل تو وہ اس وقت کرے گی جب وہ اس کے ہاتھ آئے گا۔ وہ شہاب ین غوری کا ایک لشکری ہے۔ شہاب الدین غوری یہاں سے ہزیمت اٹھا کر غزنی جا ہے تو کیا یہ اسے غزنی جا کر قتل کرے گی۔ اس موقع پر اسے کسی کام سے روکنے کا دہ ہی نہیں ہے۔ خواہ مخواہ میں گھر کے ماحول کو خراب کرنے کی کیا ضرورت ہے ...... دیو! میرے بیٹے، تم بھی سنو ...... اسے پنڈت اودھے مل کے ساتھ جانے دو، سوگند ھانے دو۔ اس سے کیا ہوتا ہے ...... کیا سوگند کھانے کے بعد وہ اس قابل جائے گی کہ ایبہ کو قتل کر دے گی اور پھر یہ بھی سوچو کہ ایبہ اس کے مقابلے میں کوئی ڑی تو نہیں ہے کہ جب چاہے گی یہ اس پر وارد ہو کر اس کا خاتمہ کر دے گی۔ تیغ زنی تیراندازی کے ہنر میں وہ اس سے کہیں آگے ہے۔ لہٰذا اس کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ بیٹے! تمہیں اس کے کاموں میں مزاحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ وہ کرنا ہتی ہے اسے کرنے دو۔"

پھر بھیم دیو نے رام دیو کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب ہی بٹھا لیا اور کہنے لگا

"ہم تینوں یہاں بیٹھتے ہیں بیٹے! جو کچھ وہ کرنا چاہتی ہے اسے کرنے دو۔ دیکھو،

سوگند کھانے کے بعد وہ فوراً اس قابل تو نہیں ہو جائے گی کہ یہاں سے اڑ کر غزنی جائے گی اور ایبہ کا کام تمام کر دے گی۔ سوگند کھانے سے کیا ہوتا ہے؟"

رام دیو اپنے پتا کے سمجھانے پر مطمئن ہو گیا تھا۔ اپنے باپ کے پاس وہ بڑ جب کہ بھیم دیو اور اس کی رانی، رام دیو کے آنے سے پہلے جس موضوع پر گفتگو رہے تھے، اسی پر گفتگو کرنے لگے تھے۔ اس گفتگو میں اب رام دیو بھی شریک ہو تھا۔

دوسری طرف راج کماری کمار دیوی بڑی بے چینی سے راج محل کے سامنے احاطہ میں کھڑی تھی۔ یہاں تک کہ راج محل کے صدر دروازے سے راج مندر کا پنڈت اودھے مل داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی کمار دیوی خوش ہو گئی تھی۔ اودھے مل تیز قدم چلتا ہوا کمار دیوی کے سامنے آیا، زمین کی طرف جھکتے ہوئے اس نے کمار دیوی تعظیم دی پھر بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہنے لگا۔

"راج کماری! آپ نے مجھے طلب کیا ہے............"

کمار دیوی کے خوبصورت لبوں پر تبسم نمودار ہوا۔ پہلے اس نے اثبات میں گر ہلائی پھر اپنی شیریں اور جلترنگ سی آواز میں کہنے لگی۔

"ہاں میں نے ہی آپ کو بلایا ہے۔"

"خیریت تو ہے۔" پنڈت نے فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

"سب خیریت ہے۔ میں آپ کے ساتھ ذرا راج مندر جانا چاہتی ہوں۔ آ جانتے ہیں، اس مسلمان لڑکے کو میں اب اپنا سب سے بڑا اور خطرناک دشمن سمجھ ہوں۔ میں آپ کے ساتھ ذرا مندر جا کر دیوی دیوتاؤں کے سامنے یہ سوگند کھانا چاہ ہوں کہ جب تک میں اس مسلمان لڑکے ایبہ کو قتل نہیں کروں گی، اس وقت تک شاد نہیں کروں گی۔"

کمار دیوی کے یہ الفاظ سن کر پنڈت اودھے مل خوش ہو گیا تھا۔

"واہ، واہ ...... کیا ارادہ، کیا عزم ہے۔ اس سے بہتر کوئی اور کام ہو ہی نہیں سکتا اگر آپ یہ کرنا چاہتی ہیں تو پھر وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے......؟"

"چلیں میرے ساتھ ......" کمار دیوی مسکراتے ہوئے چپ چاپ پنڈت اودھے مل کے ساتھ ہو لی تھی۔

وہ راج مندر میں داخل ہوئی اور وہاں اس نے بڑی عاجزی اور انکساری سے اپ

ی، دیوتاؤں کے سامنے کھڑے ہو کر یہ سوگند (قسم) کھا لی تھی کہ جب تک وہ ایبہ کو ل نہیں کرے گی، اس وقت تک شادی نہیں کرے گی۔

سلطان شہاب الدین غوری لگاتار ایک سال تک غزنی میں اپنی جنگی تیاریوں میں مروف رہا۔ اپنے لشکر میں اضافہ کرتا رہا۔ غزنی کی بھٹیوں میں اسلحہ تیار ہوتا رہا۔ اں تک کہ ایک سال بعد یعنی ہجری 575 میں وہ غزنی سے نکلا اب اس نے ارادہ کیا ا کہ ہندوستان کے راجاؤں پر حملہ آور ہونے کے لئے راستے میں جس قدر شہر پڑتے اب پر قبضہ کر لے تا کہ جب وہ ہندوستان کے راجاؤں پر حملہ آور ہو کر یہاں اپنی ت قائم کرنے کا ارادہ رکھے تو راستے اس کے لئے بالکل پر امن اور سرکشی اور ات سے صاف ہوں۔

غزنی سے نکلنے کے بعد سلطان شہاب الدین نے پشاور کے نواح میں ان علاقوں حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا جو ابھی تک اس کی عملداری میں نہ تھے۔ تاریخ میں یہ اقے اس وقت بکرام، پرشور اور فرسور کے نام سے پکارے جاتے تھے۔

ان علاقوں پر سلطان شہاب الدین نے بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ لغار کی۔ یہاں جو قوت بھی اس کے سامنے آئی، اسے اس نے رگید کر رکھ دیا اور ان اقوں پر اس نے قبضہ کر لیا۔ اس طرح گویا اس نے دریائے سندھ تک کے سارے اقے کو اپنی عملداری میں شامل کرتے ہوئے اور اپنے ماتحت لاتے ہوئے اپنے لئے محفوظ بنا دیا تھا اس کارروائی کی تکمیل کے بعد سلطان شہاب الدین نے اپنے لشکر کے اتھ چند دن تک پشاور میں قیام کیا۔

تاریخ کے اوراق میں پشاور شروع سے ہی بڑا اہم شہر ہے۔ یہ شہر دریائے باڑہ کے بائیں کنارے کے قریب جمرود سے گیارہ میل اور درہ خیبر کے داخلے پر واقع ہے ہرامیں ایک حفاظتی فصیل اس شہر کے اردگرد تھی اور اس شہر کے سولہ دروازے تھے۔

تاریخ کے اوراق میں پشاور کا ذکر سب سے پہلے ریاست گندھارا کے ایک حصے ی صورت میں ملتا ہے جو ایک بدھ سلطنت تھی۔

سکندر اعظم کے حملے کے بعد پشاور کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔ 326 ق م میں سکندر کے لشکر نے جن دو علیحدہ راستوں سے دریائے سندھ کی طرف کوچ کیا تھا ن میں سے ایک راستہ پشاور اور درۂ خیبر کے ذریعہ تھا۔

اگرچہ یونانیوں کے اس پہلے حملے نے پشاور پر کچھ خاص اثرات نہ چھوڑ
تھے۔ تاہم سکندر کی واپسی کے بعد بدھ مت پشاور اور کابل تک پہنچ گیا۔

ساتویں صدی کے آخر میں پشتون یہاں آئے جنہوں نے آتے ہی سندھ ک
میدانی علاقہ اپنے قبضہ میں کرلیا حالانکہ اس سے پہلے یہ علاقہ لاہور کے حاکموں
تحت ہوا کرتا تھا اس کے بعد دریائے سندھ کے مغرب اور دریائے کابل کے
کے درمیانی پہاڑی علاقے پر یہ لوگ قابض ہو گئے۔ پشتون چونکہ مہمان نواز ہونے
ساتھ ساتھ بلا کے جفاکش، جرات مند، غیور، دلیر اور سرفروش و جاں نثار قسم کے
تھے لہٰذا اپنی انہی اعلیٰ اوصاف کی وجہ سے ان علاقوں پر انہوں نے اپنی گرفت مضبو
لی۔

دسویں صدی عیسوی میں جب سلطان سبتگین نے لاہور کے راجہ جے پا
شکست دی تو پشاور غزنویوں کے قبضہ میں چلا گیا اور گیارھویں صدی کے پہلے چو
حصے تک محمود غزنوی نے ہندوستان پر اپنے حملوں کے دوران پشاور ہی کو اپنے
مرکز بنائے رکھا۔ اس کے بعد یہ شہر تقریباً سو سال تک غزنویوں کے تحت رہا۔

غزنویوں کے بعد یہاں پر مختلف حکمران حکومت کرتے رہے یہاں تک کہ
آئے اس کے بعد 1505ء میں درۂ خیبر کے راستے بابر حملہ آور ہوا۔ پشاور کے
اس نے باجوڑ اور سوات کو بھی اپنا مطیع بنالیا تھا۔

اورنگ زیب اور اس کے جانشین 1738ء تک یہاں حکومت کرتے رہے
کے بعد اس شہر پر ایران کے بادشاہ نادر شاہ کا قبضہ ہو گیا۔ اس کی وفات کے بعد
عالم اسلام کے عظیم فرزند اور رجل عظیم احمد شاہ درانی نے قندھار میں اپنی حکومت قا
تو پشاور پر بھی اس کا قبضہ ہوا۔ 1815ء میں یہ سارا علاقہ سکھوں نے فتح کرلیا
1818ء میں سکھوں کے حکمران رنجیت سنگھ نے یہاں اپنے ایک ساتھی ہری سنگھ کو
مقرر کیا تھا۔

1849ء میں یہ علاقہ پوری طرح انگریزوں کی مملکت میں شامل کر دیا گیا
پشاور اور گرد و نواح کے سارے علاقے کو پنجاب کی حکومت کا انتظامی ضلع بنا دیا
تھا۔ 1901ء میں شمال مغربی سرحدی صوبہ کے نام سے ایک علیحدہ صوبہ بنا دیا گیا
پشاور کو اس صوبہ کا صدر مقام قرار دیا گیا۔

بہرحال سلطان شہاب الدین غوری نے پشاور کے گرد و نواح کے علاقے کو

ں کرنے کے بعد پیش قدمی کی اور اب اس نے لاہور کا رخ کیا تھا۔ لاہور پر
ت آخری غزنوی بادشاہ خسرو ملک حکومت کرتا تھا۔

جہاں تک لاہور کا تعلق ہے تو کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے اوتار رام چندر جی اور
بیوی سیتا کے بیٹے لایالو نے اپنی ماں کی یاد میں دریائے راوی کے کنارے یہ شہر
اد تھا۔ یہ شہر لاہور، لوہار و لوہور کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے اور آخر میں اس
لاہور بن کر رہ گیا۔

اس شہر کے گرداگرد بعد کے زمانوں میں ایک فصیل اور 13 دروازے بنائے گئے
ن دروازوں کے نشانات اب بھی ملتے ہیں اور جہاں یہ دروازے بنائے گئے تھے،
قریبی آبادیاں ان ہی نام سے منسوب ہیں۔ جیسے لوہاری دروازہ، شیرانوالہ دروازہ

سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ آور ہو کر اس شہر پر قبضہ کرلیا اور ہجری
میں لاہور سمیت شمالی ہند کے بہت سے علاقوں کو فتح کیا اور اس فتح کی یاد میں
میں اس نے ایک مسجد تعمیر کرائی جب سلطان محمود غزنی واپس غزنی جانے لگا تو اپنی
سے اس نے اپنے منظور نظر غلام ایاز کو لاہور کا حاکم مقرر کیا آج بھی محمود غزنوی
م ایاز کی قبر پرانے شہر میں چوک رنگ محل میں موجود ہے۔

برصغیر کے مشہور شیخ اور صوفی بزرگ علی ہجویری بھی یہاں کافی عرصہ رشد و ہدایت
شنی پھیلاتے رہے۔ ان کا مزار بھی یہیں ہے۔ 1186ء تا 1190ء کے عرصہ
ری خاندان اور اس کے غلام یہاں حکمرانی کرتے رہے۔ ان میں قطب الدین
کا بھی شمار ہوتا ہے جس کا مزار لاہور کے مشہور بازار انارکلی کے قریب واقع ہے۔

اس کے بعد خلجی خاندان نے یہاں حکومت کی جو لگ بھگ ڈھائی سو سال تک
پر حکومت کرتے رہے۔ اس عرصہ میں منگولوں نے کئی بار حملہ آور ہو کر اس شہر کو
د تاراج کیا۔ کہتے ہیں جب سلطان مبارک شاہ لاہور آیا تو یہاں صرف کھنڈر
تھے۔

اس نے شہر کو دوبارہ تعمیر کروایا، اس کے بعد لاہور لودھیوں کے زمانے میں بھی
شہور اور معروف رہا۔

آخر درہ خیبر اور پشاور سے گزرنے کے بعد مغل بابر کی سرکردگی میں لاہور پر
ا ہوئے شہنشاہ بابر نے اپنے بیٹے کامران کو یہاں کا والی مقرر کیا۔ دریائے راوی

کے کنارے کامران کے حکم سے ایک بارہ دری تعمیر کی گئی تھی۔ اس بارہ در
کے آثار آج بھی ملتے ہیں۔

بابر کے بیٹے ہمایوں کے زمانے میں لاہور شورشوں کی آماجگاہ بنا رہا یہا
شہنشاہ اکبر نے اپنے زمانے میں لاہور کی از سر نو تعمیر کروائی اور لاہور کی
گرداگرد فصیل اور مختلف دوازے اسی زمانے میں تعمیر کیے۔

لاہور کا قلعہ تو بہت پرانا اور پہلے سے موجود تھا لیکن اکبر کے زمانے
دوبارہ پختہ تعمیر کیا گیا۔ اکبر ہی کے زمانے میں مشہور افراد عرفی اور فیضی تک
قیام کیا۔ شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں یہاں ایک عالی شان مسجد تعمیر کی گئی جس
وزیر خان رکھا گیا جو اب بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ شاہدرہ کے قریب
مقبرہ بھی اسی دور کی یادگار ہے۔ اورنگ زیب کو لاہور آنے کا موقع تو بہت
اس کی کوششوں سے شاہجہان کے عہد میں تعمیر کردہ بعض یادگاروں کو محفوظ کر
ہوا۔ اسی عہد میں دنیا کی مشہور اور معروف شاہی مسجد بھی تعمیر کی گئی جو فن تعمیر
نمونہ خیال کی جاتی ہے۔

مغلوں کے زوال کے بعد پشاور کی طرح لاہور پر بھی سکھوں کی حکوم
گئی اور سکھوں کے بعد یہاں انگریزوں کی حکومت قائم ہو گئی تھی۔

سلطان شہاب الدین غوری نے ہجری 575 میں اپنے لشکر کے ساتھ لا
کیا۔ لاہور پر اس وقت غزنی خاندان کی حکومت تھی اور غزنویوں میں سے
خسرو ملک یہاں حکومت کرتا تھا۔ کسی دور میں یہاں غزنویوں کی حکومت بڑ
مضبوط تھی لیکن اب وہ حالت نہ تھی۔

خسرو ملک کے دور میں دہلی کے راجہ گوبندرائے اور اجمیر کے راجہ پرتھو
بار حملہ آور ہونے کی وجہ سے خسرو ملک کی حالت کمزور ہو چکی تھی۔ اس کے عا
بیشتر افغانوں کی یورش بھی جاری رہتی تھی جن کا مقابلہ کرتے کرتے خسرو ملک
چکا تھا۔

غزنویوں کے آخری تاجدار خسرو ملک کو جب خبر ہوئی کہ سلطان شہا
اپنے لشکر کے ساتھ لاہور پر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہا ہے تب اس نے ا
اسی میں جانی کہ سلطان شہاب الدین کی فرمانبرداری اختیار کر لے۔ لہٰذا اس

ا راستہ اختیار نہ کیا۔ پہلے وہ اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا تا کہ حالات کا
ائزہ لے کہ سلطان شہاب الدین کے کیا ارادے ہیں۔

سلطان شہاب الدین غوری جب اپنے لشکر کے ساتھ لاہور پہنچا اور اسے خبر ہوئی
کہ آخری غزنوی حکمران خسرو ملک سلطان شہاب الدین سے جنگ نہیں کرنا چاہتا اور
ن سے صلح کا خواہاں ہے تب سلطان شہاب الدین نے بھی جنگ کرنے کا ارادہ ترک
کر دیا۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے غزنوی حکمران خسرو ملک نے اپنا ایک نوعمر بیٹا،
یک ہاتھی اور چند تحائف کے ساتھ سلطان شہاب الدین کی خدمت میں بھیجا اور سلطان
ہاب الدین کو پیش کش کی کہ میں صلح کا خواہاں ہوں۔ اس کے لئے آپ میرے بیٹے
کو اپنے پاس ضمانت کے طور پر رکھ سکتے ہیں۔

خسرو ملک کی اس گفتگو سے سلطان شہاب الدین بڑا متاثر ہوا۔ لاہور پر اس نے
ملہ آور ہونے کا ارادہ ترک کر دیا اور واپس غزنی چلا گیا۔ لاہور پر شہاب الدین غوری
کے حملہ آور نہ ہونے کا سب سے زیادہ دکھ اور صدمہ جموں کے راجہ چکر دیو کو ہوا۔ اس
لئے کہ ماضی میں غزنوی حکمرانوں کے ہاتھوں جموں کے حکمرانوں کو کافی نقصان پہنچا
تھا۔ اس لئے وہ غزنوی حکمرانوں کو اپنا بدترین دشمن خیال کرتے تھے۔ جس وقت
سلطان شہاب الدین اپنے لشکر کے ساتھ لاہور پر حملہ آور ہونے کے لئے مشرق کا رخ
کیے ہوئے تھا تب جموں کا راجہ چکر دیو بڑا خوش تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ سلطان شہاب
الدین لاہور پر حملہ آور ہو کر آخری غزنوی حکمران خسرو ملک کو لاہور کی حکومت سے
محروم کر کے لاہور کو اپنی عملداری میں شامل کر لے اس طرح اس کی خواہش تھی کہ
غوریوں کے ہاتھوں غزنویوں کی حکومت تباہ و برباد ہو۔

لیکن جب سلطان شہاب الدین غوری خسرو ملک سے صلح کر کے اور اسے لاہور
کی حکومت پر برقرار رکھنے کے بعد غزنی چلا گیا تب چکر دیو کو بڑا دکھ اور صدمہ ہوا اور
منہ کی جاننے والوں کے سامنے اس بات کا ذکر بھی کیا کہ سلطان شہاب الدین غوری
کو اگر لاہور پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ نہیں کرنا تھا تو ان علاقوں کی طرف آنے کا
قصد کیا تھا۔ اس نے اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ کاش سلطان شہاب الدین غوری
لاہور پر حملہ آور ہو کر خسرو ملک کو حکمرانی سے محروم کر دیتا۔

دوسری طرف خسرو ملک کو بھی خبریں پہنچ گئی تھیں کہ جموں کے راجہ چکر دیو سلطان

شہاب الدین غوری کو اس طرح لاہور پر قبضہ کیے بغیر واپس چلے جانے کا بڑا دکھ صدمہ ہوا ہے۔ خسرو ملک نے بھی اپنے من میں ٹھان لی تھی کہ اگر زندگی میں کبھی بلا تو جموں کے راجہ چکر دیو سے اس کے ان خیالات اور مکروہ ارادوں کا انتقام ضرور ا گا۔

لاہور کے حاکم خسرو ملک کو اپنا فرمانبردار اور مطیع بنانے کے بعد سلطان شہا الدین غوری غزنی چلا گیا تھا۔ وہاں جا کر پھر اس نے اپنی جنگی تیاریوں کو اپنے پر پہنچایا۔ اس کے بعد لشکر لے کر پھر نکلا، ملتان کا رخ کیا۔ ملتان سے اُچ کی طر گیا۔ اُچ کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ وہ سندھ میں داخل ہوا۔ تین ماہ تک وہ سندھ مختلف شہروں اور قصبوں پر حملہ آور ہوتا رہا اور سندھ کے سارے ساحلی علاقوں کے سا ساتھ سندھ کے اندرونی شہروں اور قصبوں کو بھی اس نے تین ماہ کے اندر اندر فتح لیا۔ فتح ہونے والے شہروں میں پرانا شہر دیبل بھی شامل تھا۔ تاریخ میں دیبل کا دیول بھی لکھا گیا ہے۔ یہ سندھ کی قدیم بندرگاہ اور ایک نامور شہر تھا۔ یہ دریائے سند کے مغربی جانب ایک کھاڑی کے دہانہ پر واقع تھا۔ سب سے پہلے محمد بن قاسم ہجری 92 میں اس شہر کو فتح کیا تھا۔

اس وقت یہاں کا حکمران راجہ داہر تھا اس پر الزام تھا کہ دیبل کے مقام پر قزاقوں نے بعض ایسی کشتیوں کو لوٹ لیا جو مسلمان مرد اور عورتوں کو لنکا سے عراق مکہ لے جا رہی تھیں۔

مسلمان حکمرانوں نے اس کام میں راجہ داہر کو بھی ملوث سمجھا۔ لہٰذا محمد بن قاسم دیبل یا دیول پر حملہ آور ہونے کے لئے بھیجا۔

اپنے لشکر کے ساتھ محمد بن قاسم دیبل پہنچا، یہاں عرب اپنے ساتھ منجنیقیں لائے تھے اور ہندوستان میں منجنیقوں کے استعمال کرنے کا یہ پہلا موقع تھا۔ شہر پر حملہ آور ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے اسے فتح کر لیا۔ شہر پر قابض ہونے کے بعد محمد قاسم نے مغلوب غیر مسلموں کے سامنے نرم شرائط پیش کیں اور ذمیوں کی حیثیت انہیں پورے حفظ و امان کا یقین دلایا تھا۔ اس شہر میں محمد بن قاسم نے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی ساتھ ہی ساتھ اس نے دیبل میں ایک نیا محلہ بھی تعمیر کرایا اور اس میں نے لگ بھگ 4 ہزار عرب خاندان آباد کیے اس دور میں دیبل یہاں کا ایک بارونق تھا بحری تجارت اور کاروبار کا مرکز تھا اس کے باشندوں کی بڑی تعداد تاجروں اور کاری

گروں کی تھی۔

بہر حال دیبل یا دیول سمیت شہاب الدین غوری نے تین ماہ میں پورے سندھ کو فتح کیا اور وہاں اپنی طرف سے اپنے ایک امیر سیف الملوک کو سندھ کا حاکم بنانے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ شہاب الدین پلٹا۔ اپنے لشکر کے ساتھ اس نے پھر ایک مہم شروع کی۔ دریائے راوی اور دریائے چناب کے درمیانی سارے علاقوں کو فتح کرتا ہوا اب وہ سیالکوٹ پہنچا۔

سیالکوٹ تاریخ کے اوراق میں ایک انتہائی اہم اور قدیم شہر شمار کیا جاتا ہے۔ مورخین کی اس سے متعلق پہلی رائے یہ ہے کہ اس خوبصورت اور قدیم شہر کی بنیاد ایک راجہ نے رکھی تھی جس کا نام سلاَ تھا اور سلاَ نام کا یہ راجہ ہندوستان کے مشہور اور قدیم پانڈو خاندان کا ماموں تھا۔ اس نے یہاں ایک قلعہ بھی بنوایا تھا اور اس شہر کا نام اس نے اپنے نام کی مناسبت سے سل کوٹ رکھ دیا تھا جو بعد میں بگڑ کر سیالکوٹ بن گیا۔ بعد میں ہندوستان کے راجہ بکرماجیت کے عہد میں ایک ہندو راجہ سالی وہان نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔

مورخین کی دوسری رائے اس شہر سے متعلق یہ ہے کہ سیالکوٹ ایک انتہائی قدیم شہر ہے اور پہلے یہاں سکالا نام کا ایک پرانا اور قدیم شہر ہوا کرتا تھا اور اسی سکالا نام کے کھنڈرات پر یہ شہر آباد کیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یونانی بادشاہوں کے زمانے میں یہ شہر الوتھی ڈیمس خاندان کے بادشاہوں کا دارالحکومت بھی بنا رہا لیکن بعد میں اس پر وحشی اور خونخوار ہن قبائل حملہ آور ہوئے اور سیالکوٹ پر انہوں نے قبضہ کر لیا۔

سلطان شہاب الدین غوری سیالکوٹ آیا، اسے فتح کرنے کے بعد وہاں اس نے ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ تعمیر کروایا۔ اس کے بعد سیالکوٹ اور گرد و نواح کے جس قدر علاقے اس نے فتح کیے تھے، وہاں کا حاکم اس نے اپنے سالار حسین خرمیل کو بنایا اور خود اپنے لشکر کے ساتھ وہ غزنی کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ سیالکوٹ پر سلطان شہاب الدین کا قبضہ ہونے کا لاہور کے غزنوی حاکم خسرو ملک کو بڑا دکھ اور افسوس ہوا تھا اس لئے کہ سیالکوٹ کو وہ اپنی عملداری میں خیال کرتا تھا۔

اپنے بعد اپنے سالار حسین خرمیل کو سیالکوٹ کا والی بنانے کے بعد شہاب الدین غوری جب واپس غزنی چلا گیا تو خسرو ملک نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا تہیہ کر لیا اس نے آس پاس کے ہندوؤں کے علاوہ ایک بے دین قوم کھکڑ کو بھی اپنے ساتھ ملا

لیا۔

یہ کھکر لا مذہب اور بے دین قسم کے لوگ تھے۔ غیر مسلم تھے، دریائے سندھ لے کر کوہ سوالک کے دامن تک کے سارے علاقوں میں آباد تھے اور اپنے ان علا سے نکل کر وہ آس پاس کے علاقوں پر حملہ آور ہوتے اور دوسری قوموں اور قبیلو انہوں نے جینا حرام کر رکھا تھا۔

کہتے ہیں کہ یہ ہنگامے برپا کرنے کے بڑے شوقین تھے اور اس حد تک متعص تھے کہ ان کے آس پاس کی آبادیاں، ان کے ظلم وستم سے عاجز آ چکی تھیں خاص طور پشاور اور اس کے گرد و پیش کے مسلمانوں کا تو انہوں نے جینا مشکل کیا ہوا تھا۔

ان لامذہب کھکروں نے خدا پرست مسلمانوں کے لئے پنجاب کا سفر کرنا مشکل کر دیا تھا۔ یہ لوگ کسی مذہب یا اصول کے پابند نہیں تھے۔

اپنی لڑکیوں کے ساتھ ان کا برتاؤ انتہائی برا اور بھیانک ہوا کرتا تھا۔ ان لوگو کے ہاں یہ رواج تھا کہ جب ان کی کوئی لڑکی جوان ہو جاتی تو لڑکی کا باپ یا بھائی ا کا بازو پکڑ کر اپنے مکان کے دروازے پر آ کھڑا ہوتا تھا۔

راستہ چلنے والوں کو لڑکی کی خریداری کے لئے بلایا جاتا۔ اگر خوش قسمتی سے کو شخص اس لڑکی کو پسند کر کے خرید لیتا تو وہ لڑکی اسی وقت اس کے حوالے کر دی جا تھی ورنہ اس بے زبان لڑکی کو گاہک نہ ملنے کی وجہ سے وہیں موت کے گھاٹ اتار اس کے بوجھ سے نجات حاصل کر لی جاتی تھی۔

ان لوگوں میں ایک بڑا دستور یہ بھی تھا کہ ایک عورت کئی کئی شوہروں کی زو ہوتی تھی۔ جو شوہر اس عورت کے گھر جاتا وہ باہر دروازے پر اپنا نشان لگا جاتا تھا ک دوسرے شوہروں کو اس کی موجودگی کا علم رہے ایسے عالم میں کوئی دوسرا شوہر عورت کے مکان پر جاتا تو وہ نشان دیکھ کر اندازہ کر لیتا کہ اس وقت عورت تنہا نہیں ہے لہٰذا وہ فو واپس چلا جاتا۔

بہرحال دوسروں کو تکلیف پہنچانے میں یہ قوم بڑی ماہر تھی اور خاص طور مسلمانوں کی دل آزادی سے تو بہت ہی خوش ہوتے تھے۔ الغرض یہ قوم ایک زمانہ تک اسی وحشیانہ انداز میں زندگی بسر کرتی آ رہی تھی اور دریائے سندھ سے لے کر سوالک تک انہوں نے ظلم وستم اور بربریت کا دور دورہ کھڑا کر رکھا تھا۔

(سوالک سے مراد وہ خطہ زمین ہے جو گنگا اور دریائے ستلج کے درمیان اور ہمالی

کے جنوب میں واقع ہے اور ہانسی تک چلا جاتا ہے۔ سوالک کے کوہستانی علاقے سے مراد اس حصے کا پہاڑی اور دامن کوہ کا علاقہ ہے۔ کسی دور میں ہانسی اس علاقے کا مرکزی شہر ہوا کرتا تھا)

لاہور کا غزنوی حکمران خسرو ملک جب کھکروں اور شورش پسند ہندوؤں کو لے کر سیالکوٹ پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوا تب سب سے پہلے اس کے خلاف جموں کا راجہ چکر دیو حرکت میں آیا۔

چکر دیو کو غزنوی خاندان سے پرانی دشمنی اور عداوت تھی اسے جب خبر ہوئی کہ لاہور کا حاکم خسرو ملک سیالکوٹ پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کر رہا ہے تب اس نے وقت ضائع کیے بغیر دو کام کیے۔

پہلا یہ کہ اس نے تیز رفتار قاصد غزنی کی طرف روانہ کیے اور خسرو ملک کے سیالکوٹ پر حملہ آور ہونے کی اطلاع سلطان شہاب الدین غوری کو دی اور اسے یہ بھی یقین دلایا کہ اگر آپ اپنے لشکر کے ساتھ لاہور پر حملہ آور ہوں اور خسرو ملک کو لاہور کی حاکمیت سے ختم کر کے لاہور کو اپنی عملداری میں شامل کر لیں تو میں آپ سے پورا تعاون کروں گا۔

جموں کے راجہ چکر دیو نے سلطان شہاب الدین غوری کو یہ بھی یقین دلایا کہ اگر آپ لاہور پر حملہ آور ہوں تو وہ لاہور پر حملہ آور ہونے میں سلطان شہاب الدین غوری کی مدد کرے گا اور خسرو ملک کوئی خاص مزاحمت نہ کر سکے گا۔

دوسرا کام جموں کے راجہ چکر دیو نے یہ کیا کہ اپنے تیز رفتار قاصد اس نے سیالکوٹ کی طرف روانہ کیے۔ سیالکوٹ میں اس وقت سلطان شہاب الدین غوری کی طرف سے اس کا سالار حسین خرمیل حاکم تھا۔ حسین خرمیل کو چکر دیو نے پیغام بھیجا کہ مجھے خبر ہو چکی ہے کہ لاہور کا حاکم خسرو ملک تم پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں بالکل فکر مند نہ ہونا۔ جس قدر لشکر تمہارے پاس ہے اسے لے کر سیالکوٹ میں نئے تعمیر ہونے والے قلعے میں محصور ہو جانا۔

چکر دیو نے خرمیل کو یہ بھی تجویز پیش کی تھی کہ جب خسرو ملک تم پر حملہ آور ہو تو تم قلعے کے اندر محصور ہو جانا۔ قلعے کے اندر سے تم خسرو ملک پر حملہ آور ہونا۔ باہر کی طرف سے میں خسرو ملک پر حملہ آور ہوتا رہوں گا۔ اس طرح وہ دو طرفہ حملوں سے تنگ آ کر واپس لوٹ جانے پر مجبور ہو جائے گا۔ ساتھ ہی چکر دیو نے حسین خرمیل کو یہ بھی

اطلاع دے دی تھی کہ اس نے اپنے تیز رفتار قاصد غزنی کی طرف روانہ کر دیے اور خسرو ملک کے سیالکوٹ پر حملہ آور ہونے کی اطلاع اس نے سلطان شہاب الدین کو کر دی ہے۔

راجہ چکردیو سے متعلق مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس نے نہ صرف سلطان شہاب الدین غوری کے پاس قاصد بھیج کر خسرو ملک کے خلاف ہر ممکن امداد کا عہد کیا تھا بلکہ سیالکوٹ میں جو قلعہ شہاب الدین غوری نے تعمیر کرایا تھا، وہ بھی اسی راجہ کے ایما پر تعمیر کرایا گیا تھا۔

دوسری طرف لاہور کا حاکم خسرو ملک اپنا لاؤ لشکر لے کر سیالکوٹ کی طرف بڑھا۔ سیالکوٹ پر حملہ آور ہوا، سیالکوٹ پہنچ کر اسے خبر ہوئی کہ اس کے لئے دو طرفہ مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی ہے جب وہ سیالکوٹ کے قلعے پر حملہ آور ہوتا تو پشت کی جانب سے جموں کا راجہ چکردیو اس پر حملہ آور ہو جاتا اور اگر وہ پلٹ کر راجہ چکردیو پر ضرب لگانا چاہتا تو قلعے سے حسین خرمیل نکل کر اس کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو جاتا۔ اس طرح سیالکوٹ پر حملہ آور ہونے کے بعد خسرو ملک ایک طرح سے چکی کے پاٹوں میں پسنے لگا تھا۔

اگر اس کے مقابلے میں اکیلا حسین خرمیل ہوتا تو یقیناً خسرو ملک سیالکوٹ کو فتح کر کے دوبارہ اس پر قابض ہو جاتا لیکن جموں کے راجہ نے غزنویوں کے خلاف اپنی دشمنی اور عداوت کو نبھاتے ہوئے حسین خرمیل کا پورا پورا ساتھ دیا۔ اس طرح سیالکوٹ کا محاصرہ طول پکڑنے لگا اور دور دور تک خسرو ملک کو اپنے لئے کوئی کامیابی اور کامرانی کی امید دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اسی دوران اسے خبریں پہنچنے لگیں کہ غزنی میں سلطان شہاب الدین کو بھی خبر ہو چکی ہے کہ خسرو ملک سیالکوٹ پر حملہ آور ہو چکا ہے اور یہ کہ سلطان شہاب الدین ایک لشکر کے ساتھ کوچ کرتے ہوئے لاہور کا رخ کر رہا ہے۔ یہ اطلاعات ملنے کے بعد خسرو ملک نے سیالکوٹ کا محاصرہ ترک کر دیا اور اپنے لشکر کے ساتھ لاہور کی طرف چلا گیا۔

خسرو ملک کے سیالکوٹ پر حملہ آور ہونے سے سلطان شہاب الدین بڑا برافروختہ ہوا تھا لہٰذا ہجری 582 میں ایک زبردست لشکر لے کر اس نے لاہور کا رخ کیا تھا۔

خسرو ملک لاہور میں قلعہ بند ہو گیا۔ سلطان شہاب الدین غوری لاہور پہنچا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا خسرو ملک چند روز تک تو قلعے میں محصور رہا اس کے بعد سلطان

شہاب الدین غوری سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے ترکیبیں سوچنے لگا۔ آخر جب اس نے اندازہ لگا لیا کہ سلطان شہاب الدین غوری لاہور فتح کیے بغیر نہیں لوٹے گا اور اگر اس نے محاصرے کو طول دینے کی کوشش کی تو ہو سکتا ہے، سلطان شہاب الدین غوری اس کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی بھی کرے لہٰذا ایک روز کافی سوچ بچار کے بعد اس نے قلعے کا دروازہ کھول دیا اور گردن جھکائے بڑی ندامت اور عاجزی کے ساتھ سلطان شہاب الدین غوری کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

سلطان شہاب الدین غوری بھی خسرو ملک کے ساتھ اچھا پیش آیا۔ خسرو ملک، سلطان شہاب الدین کو شہر میں لے کر آیا۔ اس طرح لاہور سلطان شہاب الدین غوری کے ہاتھوں فتح ہوا اور جہاں اس نے پہلے اپنے سالار علی کرماخ کو ملتان اور اُچ کا والی مقرر کیا تھا وہاں اس نے لاہور کو بھی علی کرماخ ہی کے تحت کر دیا تھا۔

یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ سلطان شہاب الدین غوری غزنی کی طرف روانہ ہوا۔ خسرو ملک اور اس کے بیٹے کو اس نے اپنے بڑے بھائی غیاث الدین غوری کے پاس اس کے مرکزی شہر فیروز کوہ کی طرف روانہ کر دیا۔

خسرو ملک اور اس کا بیٹا جب فیروز کوہ میں سلطان غیاث الدین غوری کے پاس پہنچے تو اس نے باپ بیٹے کو جرستان کے ایک قلعے میں قید کر دیا بعد میں خسرو ملک اور اس کے بیٹے دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور یوں سلطان محمود غزنوی کے خاندان کا آخری چراغ بھی گل ہو گیا۔

○❖○

ایک روز راج کماری کمار دیوی اپنی خواب گاہ میں اپنی ماتا راج کنول کے
بیٹھی ہوئی کسی موضوع پر گفتگو کر رہی تھی کہ کمار دیوی کا بڑا بھائی رام دیو اس کم
میں داخل ہوا، اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی، اسے اس حالت میں د
ہوئے راج کنول اور کمار دیوی دونوں ماں بیٹی اس کی طرف دیکھنے لگی تھیں رام
چپ چاپ آگے بڑھا اور بہن اور ماں کے سامنے بیٹھ گیا۔

راج کنول تھوڑی دیر تک بڑی غور سے اس کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

''رام دیو! میرے بیٹے، تمہارے چہرے کے تاثرات بتاتے ہیں کہ تم کچھ
چاہتے ہو اور اگر ایسا ہے تو جو کہنا چاہتے ہو، کہہ ڈالو۔''

رام دیو کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی پھر کہنے لگا۔

''ماتا! آپ کا اندازہ درست ہے دراصل میں اپنی پیاری بہن کمار دیوی سے
کہنا چاہتا ہوں۔''

کمار دیوی نے چند ثانیوں تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر منہ بسور
ہوئے کہنے لگی۔

''مجھ پر آپ طنز ہی کریں گے اور کیا کرنا ہے...... اب آپ میرے سامنے ا
ذکر کریں گے اور میری بجائے اس کی طرف داری کریں گے ......''

کمار دیوی کے ان الفاظ پر پہلے کی نسبت زیادہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ا
دیو کہنے لگا۔

''میری بہن! اچھا ہوا تو نے خود ہی ایبہ کا ذکر کر دیا اور میں ایبہ سے متعلق ت
سے کچھ کہنے آیا تھا۔ یوں جانو، میں تمہارے لئے دو خبریں لے کر آیا ہوں۔ ایک ا
ہے اور ایک بری۔''

رام دیو کے ان الفاظ پر راج کنول اور کمار دیوی دونوں ماں بیٹی کسی قدر پر
کا اظہار کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ اس موقع پر کمار دیوی نے رام

کو مخاطب کیا۔

''بھائی! اگر تمہارے پاس میرے لئے دو خبریں ہیں، اچھی اور بری تو پہلے میں
بری اور بعد میں اچھی خبر سننا پسند کروں گی۔''

رام دیو نے کچھ سوچا پھر کمار دیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میری اچھی بہن! تمہارے لئے بری خبر یہ ہے کہ تمہارے پاس ایبہ سے انتقام
لنے کا بہترین موقع تھا لیکن تم نے اسے ضائع کر دیا۔''

کمار دیوی نے چونکنے کے انداز میں رام دیو کی طرف دیکھا اور پوچھ لیا۔

''بھائی! کھل کر کہو، ایبہ سے انتقام لینے کا کون سا موقع تھا...... کیسا موقع تھا......
میں تو اس سے متعلق بالکل بے خبر ہوں۔''

رام دیو اس بار کچھ سنجیدہ ہو گیا، کہنے لگا۔

''میری بہن! ہم خوش تھے کہ ہم نے نہروالا کے نواح میں سلطان شہاب الدین
غوری کو یہاں سے بھگا مارا ہے۔ ہم یہ بھی خوش تھے کہ ہندوستان کے دوسرے راجہ
ہماری مدد کے لئے آئے۔ میری بہن! جن خدشات کا میں نے اظہار کیا تھا، وہ
خدشات اٹھنا شروع ہو گئے ہیں۔ میں نے پتا جی سے اور تم لوگوں سے کہا تھا کہ ہم
نے نہروالا میں سلطان شہاب الدین غوری کے خلاف ہندوستان کے دوسرے راجاؤں کو
اپنی مدد کے لئے بلا کر غلطی کی ہے۔ ہمیں ویسے ہی اپنے طور پر سلطان شہاب الدین
غوری سے صلح کر لینی چاہیے تھی۔ ہم نے ایسا نہیں کیا اور پھر دوسرے راجاؤں کی مدد
سے سلطان شہاب الدین غوری کو شکست دینے کے بعد ہم بڑے مطمئن اور خوش تھے کہ
اب شہاب الدین ادھر کا رخ نہیں کرے گا۔ پتا جی نے تو ایک بار یہ بھی کہہ دیا تھا کہ
نہروالا کے نواح میں ایک بار شکست کھانے کے بعد شہاب الدین غوری ہندستان میں
داخل ہونے کی جرات اور ہمت نہیں کرے گا لیکن اب وہ یہ جرات اور ہمت کر چکا
ہے۔

یہاں سے جانے کے بعد اس نے تیاری کی، ہندوستان میں داخل ہوا، پہلے اس
نے پشاور کے گردونواح کے علاقے کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنایا۔ اب پشاور بھی اس
کے تحت ہے۔ اس کے علاوہ اس نے پھر ملتان اور اُچ کا رخ کیا۔ یہاں سے وہ سندھ
کی سرزمینوں میں داخل ہوا۔ صرف تین ماہ کے مختصر عرصہ میں اس نے سندھ کو فتح کر
کے وہاں اس نے اپنا حاکم مقرر کر دیا ہے۔

میری بہن! مجھے افسوس ہے کہ سلطان شہاب الدین غوری ہمارے ہمسائے سے ہو کر واپس چلا گیا۔ ایبہ اس کے لشکر میں شامل تھا اور اپنے ہمسائے کی سرزمین میں ایبہ سے انتقام لینے کے لئے تمہارے پاس بہترین موقع تھا لیکن تم نے ضائع کر اس لئے کہ سندھ کو فتح کرنے کے بعد ایبہ سلطان شہاب الدین غوری کے ساتھ واپس چلا گیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد رام دیو رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ تھا۔

"بات یہیں تک ختم نہیں ہوئی۔ سندھ سے واپس جانے کے بعد انہوں دریائے راوی اور چناب کے سارے درمیانی علاقوں کو فتح کرتے ہوئے اپنی فتوحات کشمیر تک پھیلا دیا اور اب جو نئی خبریں آئی ہیں، اس کے مطابق سلطان شہاب الدین غوری لاہور پر بھی حملہ آور ہوا۔ لاہور کو بھی فتح کر کے اس نے اپنی عملداری میں داخل کر لیا ہے اس طرح لاہور تک سارا علاقہ اس کی مملکت میں شامل ہے ہر کوئی اس مطیع اور فرمانبردار ہے۔

میری بہن! اب میرے انداز کے مطابق دو محاذ کھل سکتے ہیں۔ پہلا محاذ یہ کھل سکتا ہے کہ سلطان شہاب الدین پھر ایک بار ملتان اور اُچ کا رخ کرے گا اور وہاں سے نہروالا کی طرف آئے گا۔ نہروالا کے نواح میں جو اسے شکست ہوئی تھی، اس انتقام ہم سے لینے کی کوشش کرے گا۔

میرے دوسرے اندازے کے مطابق اگر وہ ملتان اور اُچ نہ آیا اور نہروالا پر حملہ آور نہ ہوا تو پھر وہ لاہور سے آگے پنجاب کے مشرقی علاقوں کی طرف پیش قدمی شروع کرے گا۔ اس کے بعد جو جو راجہ اس کے سامنے آئے گا، اسے وہ رگیدتا ہوا روندتا چلا جائے گا اور میرے اندازے بتاتے ہیں کہ ایک نہ ایک دن ہماری بھی باری آئے گی اس وقت تم لوگوں کو میری باتیں بہت یاد آئیں گی۔"

رام دیو جب خاموش ہوا تب بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے کمار دیوی کہنے لگی۔

"بھائی! ہر بات کو اپنے خلاف اور منفی رخ پر نہ لے جایا کرو، شروع میں بھائی نے مجھ سے کہا تھا کہ تم میرے لئے ایک بری اور ایک اچھی خبر لے کر آئے ہو۔ بری خبر تو تم نے کہہ دی، اچھی خبر تو کہی نہیں ہے۔"

رام دیو پھر عجیب سے انداز میں مسکرایا، کہنے لگا۔

"میری بہن! تم سمجھی ہی نہیں، اچھی خبر تو میں نے تم سے کہہ دی ہے۔"

"وہ کیسے......؟" کمار دیوی نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

"وہ اس طرح کہ اب جب کہ میرے اندازوں کے مطابق سلطان شہاب الدین غوری دوبارہ نہروالا پر حملہ آور ہو گا تو تمہیں ایبہ سے انتقام لینے کا موقع مل جائے گا۔ کیا یہ تمہارے لئے خوشخبری نہیں ہے......؟" بڑے غور سے کمار دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے رام دیو نے کہا تھا۔

اس کے ان الفاظ کے جواب میں کمار دیوی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ رام دیو بول اٹھا۔

"دیکھ میری بہن! اگر شہاب الدین غوری ملتان اور اُچ کی طرف آتے ہوئے نہروالا پر حملہ آور نہ ہوا تو پھر وہ لاہور سے آگے پیش قدمی کرے گا اور ہندوستان کے وسطی راجاؤں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔ وہ راجہ چونکہ نہروالا کے نواح میں سلطان شہاب الدین کے خلاف ہماری مدد کر چکے ہیں لہٰذا سلطان شہاب الدین اگر ان پر حملہ آور ہوا تو وہ بھی ہمیں اپنی مدد کے لئے بلائیں گے اور ہمیں ان کی مدد کے لئے جانا پڑے گا۔ اس طرح اگر سلطان شہاب الدین نہروالا پر حملہ آور نہ ہوا اور اس نے وسطی ہندوستان کے راجاؤں کا رخ کیا اور ان راجاؤں نے ہمیں اپنی مدد کے لئے بلایا تو ظاہر ہے ہمارا لشکر ان کی مدد کے لئے جائے گا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ لشکر میں، میں اور تم بھی پتا جی کے ساتھ شامل ہوں گے۔ جب ایسا ہو گا تب بھی تمہیں ان علاقوں میں ایبہ سے انتقام لینے کا موقع مل جائے گا۔ کیا یہ تمہارے لئے دہری خوشخبری نہیں ہے......؟"

نہروالا کے نواح میں سلطان شہاب الدین کی شکست کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ راج کماری کمار دیوی اپنے بچپنے سے نکل کر بھرپور شباب اور جوانی میں داخل ہو چکی تھی۔ بچپنا رخصت ہونے کے بعد اس میں کافی سنجیدگی بھی آ چکی تھی۔

رام دیو نے جب اسے دو خوشخبریاں سنائیں تب اس کے چہرے پر عجیب سا تبسم نمودار ہوا۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ عجیب سے انداز میں رام دیو کے سامنے جوڑ دیئے اور کہنے لگی۔

"بھائی! یہ تم مجھے خوشخبریاں نہیں سنا رہے بلکہ ایبہ کے حوالے سے مجھ پر
رہے ہو۔"

اس پر رام دیو اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔

"یہاں کسی کی کوئی شنوائی نہیں لہٰذا میں یہاں سے چلا ہی جاتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی وہ کمرے سے نکل گیا تھا۔ جب کہ راج کنول اور کمار
دونوں ماں بیٹی پھر پہلے کی طرح باہم گفتگو کرنے لگی تھیں۔

○❖○

اُچ کا راج کمار دیوداس اُچ سے نکل کر دریائے سرسوتی کے کنارے سرسوتی نام
ے قصبے میں اپنے ماموں کے پاس جا چکا تھا اور یہ قصبہ ہانسی شہر کے قریب تھا۔
یائے سرسوتی کبھی اپنی آب و تاب کے ساتھ بہتا تھا اور اس کے کنارے جو سرسوتی
م کا قصبہ اور شہر تھا، اس کی بھی بڑی اہمیت تھی اس لئے کہ وہاں مویشیوں کی ایک
ت بڑی منڈی لگا کرتی تھی بعد میں سرسوتی شہر کی اہمیت ختم ہو گئی اور یہ سوسہ کے نام
ے مشہور ہو گیا۔

سرسوتی کے نواح میں دریائے سرسوتی کے قریب ہی دیوداس کے ماموں ججک
ے باغ تھے اس کا ایک ہی بیٹا تھا نام جس کا سنگ رام تھا۔ دیوداس نے اپنے ماموں
ر ماموں زاد کے پاس رہائش اختیار کر لی تھی تاہم راج کماری کمار دیوی ابھی تک اس
ے ذہن میں سمائی ہوئی تھی اور اس کی محبت اس کے دل میں اپنے عروج پر تھی۔

ایک روز ججک، اس کا بیٹا سنگ رام اور دیوداس تینوں دریائے سرسوتی کے
کنارے جو باغات تھے، ان میں کام کر رہے تھے۔ سورج جب مغرب کی طرف کافی
ھل گیا تب دیوداس اور سنگ رام نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا اور باغ کے
یک حصے میں جو تین گھوڑے بندھے ہوئے تھے، ان کی طرف گئے۔

ان کے ایسا کرنے پر ججک نے غور سے ان کی طرف دیکھا، کچھ کہنا چاہتا تھا کہ
س کا بیٹا سنگ رام اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بابا! آپ یہیں رہیں، میں اور دیوداس ذرا دریا کے کنارے گھوڑ دوڑ کر کے
وٹتے ہیں۔"

ججک نے اس سے اتفاق کیا۔ دونوں نے اپنے گھوڑوں کو وہاں سے کھولا اور ان
پر سوار ہوئے۔ باغ سے نکل کر دریائے سرسوتی کی طرف ایک چوراہے پر آئے وہاں
دیوداس نے اپنے گھوڑے کو روک لیا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے سنگ رام بھی

اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اسے روک چکا تھا۔

اس چوراہے سے مختلف سمتوں کو شاہراہیں نکلتی تھیں۔ ایک شاہراہ شمال مغرب رخ پر بٹھنڈہ سے ہوتی ہوئی دریائے ستلج کو پار کر کے لاہور کی طرف چلی گئی دوسری جنوب مغرب کے رخ پر بیکانیر سے ہوتی ہوئی جودھ پور کی طرف جاری تیسری شاہراہ شمال مشرق کے رخ پر تھانیسر کا رخ کر رہی تھی۔ چوتھی شاہراہ مشرق کے رخ پر دہلی کی طرف جاتی تھی اور وہاں سے دریائے جمنا اور پھر دریا کو پار کرتی ہوئی مشہور تاریخی شہر قنوج کی طرف چلی گئی تھی۔ جبکہ پانچویں شاہراہ کی طرف ریواڑی اور گوالیار سے ہوتی ہوئی کالنجر اور وہاں سے بائیں جانب اپنا موڑتی ہوئی بنارس کے رخ پر چلی گئی تھی۔

دیوداس نے اس چوراہے پر جا کر جب اپنے گھوڑے کو روک لیا اور گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے سنگ رام نے بھی گھوڑا روک دیا تب کچھ دیر خا رہی پھر سنگ رام نے دیوداس کو مخاطب کیا۔

''دیوداس! کیا بات ہے ...... آج یہیں رک گئے ہو۔ چلو گھوڑ دوڑ شروع کر تمہارا چہرہ بتاتا ہے، تم کہیں خیالوں میں کھو گئے ہو ...... راج کماری کماردیوی کی نہیں آ گئی ......؟''

سنگ رام کے ان الفاظ پر دیوداس چونکا تھا۔ تھوڑی دیر تک غور سے اس کی طر دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''بھائی! تیرا اندازہ درست ہے۔ مجھے واقعی کماردیوی کی یاد آ گئی ہے۔ درا اُچ میں جو اوشا دیوی کا تہوار لگا کرتا ہے، اس میں چند ہی ہفتے باقی ہیں۔ سنگ را میرے بھائی! کماردیوی اب اپنے بچپنے سے نکل کر اپنے شباب اور جوانی میں داخل چکی ہوگی اور اس کی خوبصورتی، اس کا حسن اور اس کی کشش اپنے عروج پر ہوگی۔ سوچتا ہوں کہ اس بار جب اُچ میں اوشا دیوی کا تہوار لگے تو میں اسے اٹھا کر یہ لانے کا کوئی جتن کروں۔ میرے بھائی! اس سلسلے میں مجھے تمہاری ضرورت پیش آ گی۔ اس سلسلے میں، میں نے ماموں سے بھی بات کی تھی لیکن انہوں نے کھل کر کوئی صاف اور واضح جواب نہیں دیا تھا۔''

دیوداس جب خاموش ہوا تب سنگ رام نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور کا شانہ تھپتھپایا پھر کہنے لگا۔

،تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اس سلسلے میں، میں بابا سے بات کر ں۔ وہ پوری طرح ہم سے تعاون کریں گے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ تم کہیں سے طرح بھی کماردیوی کو اٹھا کر یہاں لے آؤ، اسے یہاں راج کماری ہی کی طرح ائے گا۔ پہلے اسے اپنے ساتھ مانوس کرو، جب یہ دیکھو کہ وہ تمہیں چاہنے لگی ہے ے اور اس کے بیاہ کا اہتمام کر دیا جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سنگ رام رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ ا۔

''دیوداس، میرے بھائی! تم میرے پھوپی زاد ہو اور میرے بازو ہو۔ تمہارے لیں ہر کام کر سکتا ہوں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے رورت نہیں ہے۔ جب بھی تم اوشا کے تہوار سے کماردیوی کو اٹھانا چاہو گے، جتنے ں قدر مسلح جوان تم کہو گے، میں تمہیں مہیا کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی نہ کسی تم کماردیوی کو یہاں لانے میں کامیاب ہو جاؤ اور اس طرح کم از کم میرے کو ذہنی اور قلبی سکون تو ملے گا۔''

سنگ رام کے ان الفاظ پر دیوداس کے چہرے پر خوشگوار تبسم نمودار ہوا پھر کہنے

''بھائی! تم نے اپنی گفتگو سے میرا دل خوش کر دیا ہے اب مجھے اوشا دیوی کے کا بڑی بے چینی سے انتظار رہے گا اس بار میں چاہتا ہوں کہ کماردیوی کو ہر صورت اٹھا کر یہاں لایا جائے۔ یہی میری ماتا کی خواہش تھی۔ میں سمجھوں گا اگر میں کمار کو یہاں لانے میں کامیاب ہو گیا تو اپنی ماتا کی خواہش کی تکمیل بھی کر لوں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد دیوداس رک گیا پھر کہنے لگا۔

''جو معاملہ میں طے کرنا چاہتا تھا، میرے بھائی! وہ ہو چکا۔ آؤ اب گھڑ دوڑ شروع تے ہیں ......''

اس کے ساتھ ہی دونوں نے غور سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر اپنے اپنے ڑوں کو ایڑھ لگائی۔ ساتھ ہی وہ دریائے سرسوتی کے کنارے کنارے اپنے گھوڑوں ابٹ دوڑا رہے تھے۔

○❖○

ایبہ اب بچپنے سے نکل کر جوانی بلکہ بھرپور جوانی میں داخل ہو چکا تھا۔ وہ خوب دراز قد اور خوب کڑیل جوان تھا۔ گھڑسواری، تیغ زنی اور تیر اندازی میں اپنا ثانی اور جواب نہ رکھتا تھا۔ شہاب الدین غوری اسے پہلے ہی اپنے بیٹوں کی طرح کرتا تھا اس لئے کہ شہاب الدین کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ اس بنا پر ایبہ کی وہاں بڑی عز بڑا وقار تھا اور ایبہ کے جوان ہونے پر شہاب الدین غوری پہلے کی نسبت اس سے ز محبت کرنے لگا تھا پہلے کی نسبت اس پر زیادہ اعتماد اور بھروسہ کرنے لگا تھا۔

شہاب الدین غوری کچھ عرصہ غزنی میں رہ کر اپنی جنگی تیاریوں کو عروج پر رہا۔ ایک خاصہ بڑا لشکر بھی اس نے تیار کیا اس کے بعد ایک بار پھر اس نے ہندو پر حملہ آور ہونے کی ٹھان لی۔ اس لئے کہ اس کا ارادہ تھا کہ ہندوستان میں ا حکومت کی بنیاد ڈالے گا۔ اس بنا پر اب وہ لاہور سے آگے ہندوستان کے وسطی علا پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا۔

پورے لشکر کے ساتھ مشرق کی طرف کوچ کرنے سے پہلے اس نے ایک لشکر کی سرکردگی میں دیا اور اسے ہراول لشکر اور مقدمتہ الجیش کے طور پر ہندوستان کی طر روانہ کیا۔ ایبہ کے لئے یہ بھی حکم تھا کہ وہ راستے میں آنے والے راستوں اور پلوں دیکھ بھال کرے اور شاہراؤں اور دریاؤں پر بندھے کشتیوں کے پلوں سے گزرتا لاہور جا کر اس کا انتظار کرے۔

جو لشکر اس لئے مختص کیا گیا تھا، اس لشکر کے ساتھ ایبہ نے غزنی سے کوچ کیا منزل پر منزل مارتا ہوا ایک روز سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے اس دریائے چناب کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرنے کا حکم دیا تھا۔

جس وقت اس کے لشکری دریا کے کنارے خیمے نصب کر رہے تھے، ایبہ چپ پرسکون تھا۔ دریائے چناب جس نے جرات رندہ رکھنے والے ہنوں کو گھروں کی رونقو

میں تبدیل کرتے سیالکوٹ کی طرف بڑھتے دیکھا ہو گا۔ دریائے چناب نے طاق نسیان میں تبدیل کرتے ... نے نوواردآریوں کو تعصب کی چٹانیں کھڑی کر کے آزادی پر شب خون مارتے اور گری کے طویل سلسلے کھڑے کرتے دیکھا ہو گا۔ جس نے ایرانیوں کو آگ کو دستگیری سمجھ کر صدیوں کی مسافتوں اور وحشت کی طرح راستوں میں قہقہے لگاتے ... گپتا خاندان کو صدیوں کے پھیلے دکھ اور بربریت کی ترک تاز میں جیون کے ... بھرتے دیکھا۔

اسی چناب نے مسلمانوں کو ضرب تیغ کا آہنگ اور آدمیت کا ضمیر بن کر دوریوں خلیجوں کو قربتوں کے تیز دھاروں میں تبدیل کرتے دیکھا۔ نفرتوں کی بھری آگ محبت کے دیئے روشن کرتے اور اخوت کی راہیں استوار کرتے دیکھا۔

جس نے ظلم کی آگ بھڑکاتے نفرتوں کی فصل بوتے اور انتقام میں سروں کو مینار کھڑے کرتے منگولوں کو بھی دیکھا۔ مٹی کی تصویر کو بدل کر اپنے عروج اور ثروت کو اپنا مقدر بنانے والے خوارزمیوں کو بھاگتی شام ٹوٹتی لہروں کی طرح بھٹکتے و بھاگتے بھی دیکھا۔

بت پرستی کی تاریک پرچھائیوں اور کرودھ کھڑے کرتے سمندر میں بت شکنی کے ... گاڑتے اور جرات مندی کی یورش کرتے غزنویوں کو بھی دیکھا۔ ظلمتوں کے سفر میں شیر کی نوک کی طرح اور کڑکتی فضاؤں، سسکتی ہواؤں میں امرت برساتے بول کی طرح گزر جانے والے غوریوں کا بھی مشاہدہ کیا اور پھر غوریوں کے بعد اس نے شمال کی طرف تخریب کی تند آندھی و درد کی آگ اور نحوست کے ماہ و سال کی طرح بڑھتے ... کے خلاف احمد شاہ ابدالی کو آندھیوں کی یورش و آدم کی عظمت اور عروج اور فتح مندی کی تمہید کی طرح یلغار کرتے اور ترک تاز کرتے دیکھا۔

دریائے چناب جس نے ان گنت شہزادیوں کے قیامت خیز حسن بے شمار راج کماریوں کی مہتاب گھٹاؤں کی سی خوبصورتی، ان گنت ملکاؤں کی پھول سی اداؤں، لا ... اور رانیوں کے سحر خیز تبسم کو اور سب سے بڑھ کر جو کچے گھڑے پر انحصار کرتی کسی کی پاکیزہ محبت کے ثمر کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے تھا۔ اس سہمے خوابوں کے مسافر جیسا ... یاروں کے گھنے سایوں جیسا خاموش اور غمگین شاموں کے غبار راہ جیسا بے حس تھا۔

دریائے چناب جس نے ان گنت غلاموں کے قافلوں، گداگروں کے گروہوں، درگاہوں کے شیوخ، معروف علماء اور خدام دین کو اپنے پاس سے گزرتے دو گھڑی کی

چاہت، سانس بھر کی راحت یا زندگی بھر کا سکون دیا ہو گا۔ اس وقت اشکوں
داستانوں جیسا اداس پوس میں اوس، بھیگی کلیوں جیسا ویران اور بگولوں کی گرد میں
داستانوں جیسا پر اسرار ہو کر بہہ رہا تھا۔

ایبہ دریائے چناب کے کنارے اسی طرح خاموش کھڑا ایک دوسرے کا تعا
کرتی لہروں، دریا کے کنارے کی مٹی کی شکست و ریخت کرتے بہاؤ کو بڑے غور
دیکھ رہا تھا کہ ایک دم چونک پڑا اس لئے کہ اس کی پشت پر خیموں کا شہر آباد ہو چکا
ساتھ ہی سورج غروب ہو گیا تھا اور اس کے پڑاؤ میں مغرب کی اذان سنائی دی
اذان کی آواز سن کر ایبہ چونکا تھا۔ اس کے دائیں بائیں اس کے بہت سے لشکری
میں وضو کر رہے تھے اس نے بھی نیچے بیٹھ کر جوتے اتارتے ہوئے وضو کیا۔ لشکر
میں جا کر اس نے مغرب کی نماز ادا کی اور جب نماز کے بعد وہ اپنے خیمے کی طر
جانے لگا تب اس کا ایک لشکری بھاگتا ہوا اس کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر
کہنے لگا۔

''امیر! میں آپ کے خیمے میں ایک لڑکی کو بٹھا کر آیا ہوں۔ اس وقت آپ د
کے کنارے کھڑے تھے۔ بعد میں مغرب کی اذان ہوئی لہٰذا میں اس وقت آپ
تفصیل نہ بتا سکا۔ وہ لڑکی اس وقت آپ کے خیمے میں ہے......''

اس سے آگے اس لشکری کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی طرف پریشانی
فکرمندی میں دیکھتے ہوئے ایبہ نے پوچھ لیا۔

''تم کس لڑکی کو میرے خیمے میں بٹھا آئے ہو...... وہ کون ہے...... کہاں سے آ
ہے...... کیا چاہتی ہے......؟''

اس پر وہ لشکری فکرمند سا ہو گیا اور ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! وہ لڑکی واقعی دکھی اور ضرورت مند ہے۔ اس علاقے کے کھکروں
سردار کی بیٹی ہے۔ انتہاء درجہ کی خوبصورت، دراز قد ہے۔ میں نے اس سے پوچھا
اپنے گھر سے بھاگ کر کیوں ہمارے پڑاؤ کی طرف آئی ہے تو اس نے کہا ہے کہ اس
باپ اسے ایک بھاری رقم کے عوض ایک بوڑھے سوداگر کے ہاتھ بیچنا چاہتا ہے۔ ا
بوڑھے سوداگر نے ان کی بستی کے اندر قیام کر رکھا ہے۔ سوداگر نے اس لڑکی کے باپ
سے جو کھکروں کا سردار بھی ہے وعدہ کر رکھا ہے کہ ایک ہفتہ کے اندر اندر وہ مطلوبہ
اس لڑکی کے باپ کے حوالے کر دے گا اور لڑکی کو اپنے ساتھ لے کر چلتا بنے گا۔

اب یہ لڑکی نہ فروخت ہونا چاہتی ہے نہ اس بوڑھے کے ساتھ اس کی بیوی کی
سے زندگی بسر کرنا چاہتی ہے اس کا کہنا ہے کہ شاید حالات اس کی مدد کر رہے
قدرت اس پر مہربان ہے جو مسلمانوں کا لشکر یہاں آ کر پڑاؤ کر گیا ہے اور وہ
بستی سے بھاگ کر یہاں آ گئی ہے۔ اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ اگر مسلمان یہاں آ کر
نہ کرتے تو پھر وہ جس روز اسے سوداگر کے حوالے کیا جانا تھا، اسی روز دریائے
میں چھلانگ لگا کر اپنے آپ کو موت کی لہروں کے حوالے کر دیتی۔''

وہ لشکری جب رکا تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے ایبہ کہنے لگا۔

''اگر وہ اپنی بستی سے بھاگ کر ہماری خیمہ گاہ میں داخل ہوئی ہے تو تم اسے
خیمے میں کیوں بٹھا آئے ہو...... اسے سمجھاتے کہ واپس اپنے ماں باپ کے گھر
جائے۔ اس طرح گھر سے بھاگنا بڑا معیوب اور شرم ناک ہے..........''

ایبہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ وہ لشکری بول اٹھا۔

''امیر! میں خود اس کو آپ کے خیمے کی طرف نہیں لے کر گیا۔ اس نے اس بات
خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ لشکر کے امیر سے ملاقات کرنا چاہتی ہے۔ اس بنا پر میں
آپ کے خیمے کی طرف لے گیا۔''

ایبہ ایک طرف ہو لیا اور اس لشکری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اچھا آؤ میرے ساتھ......!''

وہ لشکری چپ چاپ ایبہ کے ساتھ ہو لیا۔ ایبہ جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو وہ
لڑکی خیمے کے وسطی بانس کے ساتھ انتہائی پریشانی اور فکرمندی کی حالت میں کھڑی تھی۔

خیمے میں جلتی چھوٹی سی مشعل کی روشنی میں ایبہ نے دیکھا، وہ ننگی سچائی سرود جمال
کی خوبصورت، شبنم کی گفتگو، بہاروں کے کلام سی حسین، جوئے محبت کی روانی اور
چاہتوں کے معتبر گھٹاؤں جیسی سندر تھی۔ اس کا گلاب بدن، اس کے صندلی بازو، جذب
و کشش کی لہروں سے اس کے خدوخال مشعل کی روشنی میں سے محبتوں کا خمار، رسیلی اور
میٹھی پھوار بنائے ہوئے تھے۔

خیمے میں داخل ہوتے ہی لڑکی کو مخاطب کر کے ایبہ نے پوچھ لیا۔

''تم کون ہو...... اور کیا چاہتی ہو......؟''

اس سوال پر وہ لڑکی چونکی، سنبھلی پھر کسی قدر جرات مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے
کہنے لگی۔

"آپ دیکھ رہے ہیں، میں ایک لڑکی ہوں اور پناہ لینے کے لئے آئی ہوں۔"
ایبہ نے محسوس کیا، اس کے بولنے کے انداز اور اس کی آواز میں سنہرے خوا
کا ایک جمالیاتی شعور تھا۔

ایبہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"تم اپنے گھر سے بھاگ کر یہاں کیوں آ گئی ہو ...... اس طرح تو تم اپنے باپ کے لئے بے عزتی کا باعث بن جاؤ گی۔"

لڑکی نے پھر جرات مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میں بھاگ کر یہاں کیوں آئی ہوں ...... یہ ساری داستان میں آپ کے سا سے کہہ چکی ہوں اور اس نے آپ سے تفصیل کہہ دی ہو گی۔ اگر میں غلطی پر نہیں آپ اس لشکر کے امیر ہیں۔"

جواب میں جب ایبہ نے اثبات میں گردن ہلائی تب وہ لڑکی پھر کہہ رہی تھی۔

"میرا نام شدکل ہے۔ امیر! جہاں عورتوں کی آنکھوں سے سارے خواب چھ لئے جائیں، اسے گلیوں کے گندے پانی کی روانی سمجھا جائے، اس کی ذات کو بھو کے آنکھوں کی رقاصہ، اس کے مقدر کو پیاس کا تاریخی ورثہ خیال کیا جائے، اس زندگی کو ننگ و عار کا نصاب بنا دیا جائے اور جہاں اس کے خوش رنگ خوابوں کو خو تعبیروں سے مرصع کر دیا جائے۔ امیر! ایسے معاشرے میں لڑکیاں اسی طرح گھر بھاگتی ہیں۔

ہمارے یہاں عورت کو بکھرے قصوں، کھوئی کہانیوں سا ارزاں خیال کیا جاتا ہے بے ضمیر روشنی اور سرابوں و عذابوں کی دھول جیسا بے وقعت سمجھا جاتا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد شدکل جب رکی تب ہاتھ کے اشارے سے ایبہ نے ا ایک نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ بیٹھ گئی تب اپنے اس لشکری کو لے کر ایبہ وہاں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد شدکل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مجھے تمہارا نام شدکل بتایا گیا ہے۔ دیکھو ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہم تمہیں ا لشکر میں رکھ نہیں سکتے۔ ہمارے لشکر میں اس وقت ایک بھی عورت نہیں ہے۔ ا ہمارے لشکر میں عورتیں ہوتیں تو ہم تمہیں ان کے اندر رکھتے، پناہ دیتے اور اگر تھوڑی دیر تک تمہارے لواحقین تمہیں تلاش کرتے ہوئے یہاں آ گئے اور تمہیں ہم مانگا تو ہم کیا جواب دیں گے۔"

ایبہ جب رکا تب لڑکی تھوڑی دیر تک بڑی بے چارگی سے اس کی طرف دیکھتی پھر کہنے لگی۔

"میں نے مسلمانوں سے متعلق بہت کچھ سن رکھا ہے۔ یہ بھی سن رکھا ہے کہ سلمان عورت کی بڑی عزت، اس کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ دکھی انسانوں، لاچاروں بے کسوں کی آماجگاہ بھی بنتے ہیں۔ ظالموں اور بربریت کا کھیل کھیلنے والوں کے لاف مظلوموں کی مدد بھی کرتے ہیں پھر آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں ......؟ میں آپ کے لشکر میں پناہ لینے کے لئے آئی ہوں۔ میں ایک باعصمت، آبرومند کی ہوں۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میں خوبصورت ہوں، پرکشش ہوں بھاگ کر کہیں ی کسی من پسند نوجوان کے ساتھ شادی کر کے اپنی زندگی کا رخ بدل سکتی تھی پر میں یا نہیں کرنا چاہتی۔ جہاں تک آپ کے لشکر گاہ میں میرے رہنے کا تعلق ہے تو میں انتی ہوں تھوڑی دیر پہلے آپ لوگوں نے یہاں پڑاؤ کیا ہے آپ مغرب کی طرف سے ئے اور دریائے چناب کو عبور کرنے کے بعد مشرق کا رخ کریں گے۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر کا مقدمتہ الجیش ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے سلطان شہاب الدین بقیہ لشکر کے ساتھ لاہور کا رخ کرے گا اور پھر آگے بڑھ کر ختلف سمتوں پر حملہ آور ہو گا۔

میں آپ کے لشکر میں عورت بن کر نہیں رہوں گی، نوجوان ہوں حرب و ضرب کے ہنر بھی جانتی ہوں۔ سپاہیانہ لباس میں آپ لوگوں کے ساتھ جنگوں میں حصہ لوں گی، ساتھ ہی میں یہ بھی پیش کش کرتی ہوں، آپ اس لشکر کے امیر ہیں۔ مجھے اس لشکر میں رہنے دیجئے گا۔ میرے کردار، میرے اخلاق، میرے اٹھنے بیٹھنے، میری بول چال، میرے سلوک اور میرے رویے کا بغور جائزہ لیجئے گا۔ اگر آپ میرے ان سارے اوصاف سے مطمئن ہوں تو میں چاہوں گی کہ آپ مجھ سے شادی کر لیں۔ اگر آپ مجھ میں کوئی عیب، کوئی کمی یا کوئی خامی دیکھیں تو اپنے لشکر کے جس لشکری سے بھی آپ مجھے بیاہ دیں گے، میں زندگی بھر آپ کی ممنون اور شکرگزار رہوں گی۔ ساتھ ہی یہ بھی پیش کش کرتی ہوں کہ آپ کے لشکر میں رہتے ہوئے میں اسلام قبول کر لوں گی اس لئے کہ ہم لوگ بے دین اور لا مذہب لوگ ہیں۔ ہمارے ہاں بیٹی کو فروخت کیا جاتا ہے۔ اسے گھر سے باہر لا کھڑا کیا جاتا ہے اگر کوئی گاہک رقم دے کر خرید لے تو اس کے حوالے کر کے اسے روانہ کر دیا جاتا ہے اور گاہک نہ ملے تو موت کے گھاٹ اتار دیا

جاتا ہے۔ آپ خود سوچیں ایسے معاشرے میں کیا لڑکی اور عورت کے ساتھ یہ ظلم اور اس کے حقوق پر بربریت کا شب خون نہیں ہے۔"

شدکل کی اس گفتگو کا جواب ایبہ دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ ایبہ کا ایک سالار اس کے خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا اور کسی قدر پریشانی اور فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! اس لڑکی کے کچھ عزیز و اقارب اسے تلاش کرتے ہوئے ہمارے لشکر میں داخل ہوئے ہیں میں نے انہیں اس جگہ روکا ہے جہاں لشکر کے لئے کھانا تیار ہو رہا ہے۔ اسے تلاش کرنے کے لئے آنے والے دو ہیں۔ ایک بوڑھا ہے دوسرا جوان۔ بوڑھے نے اپنا نام دھرم دت اور جو جوان ہے اس نے اپنا نام گل چند بتایا ہے۔ ان میں سے جو بوڑھا دھرم دت ہے اس کا کہنا ہے کہ اسے چند لوگوں نے خبر دی ہے کہ ہماری لڑکی مسلمانوں کے پڑاؤ کی طرف بھاگی ہے وہ اس لڑکی کو تلاش کرتے ہوئے پڑاؤ میں داخل ہوئے ہیں اور آپ سے ملاقات کرنے کے خواہش مند ہیں۔"

ایبہ نے اس سالار کو ہاتھ کے اشارے سے خیمے کے اندر بلا لیا جب وہ داخل ہوا، ایبہ نے اسے اپنے قریب ہی بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ بیٹھ گیا تب ایبہ نے شدکل کو مخاطب کیا۔

"دیکھ لڑکی! جن خدشات کا تم نے اظہار کیا تھا، وہ آخر ظاہر ہوئے۔ پہلے یہ بتاؤ کہ یہ دو جو تمہیں تلاش کرنے کے لئے آئے ہیں، ان سے تمہارا کیا رشتہ ہے......؟"

شدکل بے چاری پریشان اور فکر مند ہو گئی تھی ایک دم اس نے کوئی فیصلہ کیا، آگے بڑھی، عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنی گردن کو خم کرتے ہوئے اس نے ایبہ کے دونوں پاؤں پکڑ لئے پھر رو دینے والی آواز میں وہ کہہ رہی تھی۔

"امیر! میں آپ کو آپ کے خدا اور آپ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا واسطہ دیتی ہوں۔ مجھے تلاش کرنے والوں کے ساتھ واپس نہ بھیجئے گا ورنہ یہاں سے واپس جانے کے بعد وہ میرے تن سے میری گردن علیحدہ کر کے مجھے دریا میں پھینک دیں گے۔ اس سے بہتر ہے آپ اپنے ہاتھوں سے میرا گلا گھونٹ کر مجھے دریا برد کر دیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد شدکل مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ایبہ نے فوراً اس کے ہاتھ پکڑ کر علیحدہ کیے۔ پاؤں اس نے پیچھے کھینچ لئے تھے کسی قدر ہمدردی سے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ یہ کون ہیں......؟"

شدکل بے چاری کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے، کہنے لگی۔

"دھرم دت میرا باپ اور گل چند میرا بھائی ہے۔ میں ایک بار پھر آپ کی منت کرتی ہوں کہ مجھے آپ ان کے ساتھ واپس نہ بھیجئے گا۔ اگر آپ مجھے اپنے پڑاؤ میں نہیں رکھنا چاہتے تو نہ سہی میں آپ پر زور نہیں دیتی پہلے انہیں واپس کر دیجئے گا۔ اس کے بعد مجھے دریا کنارے لے جایئے گا، اپنے ہاتھوں سے میری گردن کاٹ کر دریا میں پھینک دیجئے گا۔ اس لئے کہ میں اب واپس گھر نہیں جانا چاہتی۔ اگر میں نے ایسا کیا تو یہ لوگ مجھے بڑی ذلت اور کرب کی موت ماریں گے۔"

شدکل جب خاموش ہوئی تو بڑی بے بسی کے عالم میں ایبہ نے اپنے چھوٹے سالار کی طرف دیکھتے ہوئے مخاطب کیا۔

"میرے بھائی! تم ہی کچھ بولو ہمیں کیا کرنا چاہیے......؟"

لمحہ بھر کے لئے چھوٹے سالار نے ایبہ کی طرف دیکھا پھر بڑی سنجیدگی میں کہنے لگا۔

"امیر! تلاش کرنے والے اسے تلاش کرتے پھریں، لڑکی مظلوم ہے۔ یہ بے بس ہے، جس وقت اس نے اپنے لشکریوں کو اپنی مظلومیت کی داستان سنائی تھی، میں اس وقت وہاں موجود تھا۔ وہ لوگ اسے کیوں زبردستی کسی بوڑھے کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ مجھ سے مشورہ مانگتے ہیں تو میں یہ کہوں گا۔ اگر یہ ہمارے لشکر میں رہتی ہے تو ہمارا کیا حرج ہے؟"

وہ سالار جب خاموش ہوا تو ایبہ چھاتی تانتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں کسی پر اپنی مرضی، اپنا ارادہ، اپنا فیصلہ مسلط نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اب جب کہ تم بھی میرے ہم خیال ہو تو میں کہتا ہوں کہ اس لڑکی کو واپس نہیں کیا جائے گا۔ جب تک یہ چاہے، ہمارے لشکر میں قیام کر سکتی ہے۔ جب یہ جانا چاہے گی، کوئی اس کی راہ نہیں روکے گا۔ لشکر میں یہ اگر کسی کے ساتھ شادی کرنا چاہے گی، تب بھی اس کا اہتمام کر دیا جائے گا اور اسے ایک باوقار اور باعزت زندگی بسر کرنے کا موقع فراہم کیا جائے گا۔"

ایبہ کے ان الفاظ پر شدکل ایسی خوش ہوئی تھی کہ آگے بڑھی، ایبہ کے دونوں ہاتھ اپنے نرم و گداز اور خوبصورت ہاتھوں میں لے کر اس کے ہاتھوں کو چوما، پر ایبہ نے

ایک دم اپنے ہاتھ پیچھے کھینچ لئے، کہنے لگا۔
"یہ تم کیا کرتی ہو ...... تمہیں اس قدر ہمارا ممنون ہونے کی ضرورت نہیں
پناہ حاصل کرنا تمہارا حق بنتا ہے۔ ہر مظلوم کی اعانت کرنا ہم مسلمانوں کا فرض
دیکھو! تمہارا باپ، تمہارا بھائی تمہیں تلاش کرنے کے لئے آئے ہیں۔ وہ مجھ
چاہتے ہیں یہ بات اب تم دل میں بٹھا لو کہ ہم اب تمہیں ان کے حوالے نہیں کر
گے لیکن فی الحال تم دوسرے خیمے میں چلی جاؤ۔ میں انہیں یہاں بلاتا ہوں۔ گفتگو
ہوں اور دیکھتا ہوں، وہ کس ردعمل کا اظہار کرتے ہیں ...... فکرمند نہ ہونا، تم نے میر
اللہ، میرے رسول (ﷺ) کا واسطہ دیا ہے۔ اللہ کے تقدس اور اپنے رسول (ﷺ)
کے احترام میں تو ہم اپنی گردنیں بھی کٹوا سکتے ہیں۔"
ایبہ رکا پھر اپنے سالار کی طرف دیکھتا ہوئے کہنے لگا۔
"تم ایسا کرو، اس لڑکی کو اپنے ساتھ لے جاؤ، جن خیموں کے اندر خورد و نوش
سامان رکھا ہوا ہے فی الحال اسے وہاں بٹھا دو۔ اس دوران میں اس کے باپ اور بھا
کو بلاتا ہوں اور پھر دیکھتا ہوں وہ کیا کہتے ہیں؟"
ایبہ رکا پھر دوبارہ اپنے اس سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"اسے سامان والے خیمے میں بٹھا کر تم میرے پاس آ جاؤ۔"
پھر اس نے اپنے سامنے بیٹھے لشکری سے کہا کہ وہ شنکل کے باپ اور اس کے
بھائی کو اس کے خیمے میں لے کر آئیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ لشکری خیمے سے نکل گیا تھا۔
تھوڑی دیر بعد وہ لشکری شنکل کے باپ دھرم دت اور بھائی گل چند کو لے کر
وہاں آیا جب وہ خیمے میں داخل ہوا تو ایبہ اور اس کے چھوٹے سالار نے اپنی جگہ سے
اٹھ کر ان کا خیر مقدم کیا ان سے مصافحہ کیا۔ اپنے سامنے انہیں بیٹھنے کے لئے کہا۔ دھرم
دت اور گل چند دونوں بیٹھ گئے پھر انہیں مخاطب کرتے ہوئے ایبہ کہنے لگا۔
"میرے سالار نے مجھے بتایا ہے کہ تم دونوں کسی لڑکی کی تلاش میں ہو۔ تمہیں شبہ
ہے کہ وہ لڑکی بھاگ کر ہمارے پڑاؤ کی طرف آئی ہے۔ پہلے یہ کہو کہ وہ لڑکی گھر سے
بھاگی کیوں ...... اور تمہارا اس سے کیا رشتہ ہے ...... ؟"
اس سوال پر دھرم دت بولا۔
"میرا نام دھرم دت ہے۔ میں اس کا باپ ہوں، یہ نوجوان جو میرے ساتھ ہے
یہ گل چند ہے، اس کا بھائی ہے۔ وہ کچھ گھریلو تنازعات کی وجہ سے گھر سے بھاگی ہے

اور ہمیں کچھ بتانے والوں نے بتایا ہے کہ وہ آپ کے پڑاؤ کی طرف بھاگ کر آئی
تھی۔"
دھرم دت جب خاموش ہوا تب ایبہ کہنے لگا۔
"دیکھو، میں اس لشکر کا امیر اور سالار ہوں۔ ہم لوگوں کی تربیت اور ہم لوگوں کی
تنظیم و ترتیب تم لوگوں سے بہت مختلف ہے۔ وہ لڑکی ہمارے پڑاؤ میں داخل نہیں ہوئی
اگر داخل ہوئی ہوتی تو اس کی اطلاع مجھے کی جاتی۔ اس لئے کہ میرے لشکر کا کوئی بھی
لشکری میری رضامندی کے بغیر ایسا کام نہیں کر سکتا، اس کے باوجود اگر تم ہم پر شبہ یا
ہم پر شک کرتے ہو تو اٹھو، میں تمہارے ساتھ کچھ آدمی کر دیتا ہوں۔ سارے رہائشی
خیموں کی تلاشی لے لو۔ اگر لڑکی تمہیں ملے تو اسے اپنے ساتھ لے جانا۔"
دھرم دت اور گل چند گہری سوچوں میں کھو گئے تھے۔ عجیب سے انداز میں دونوں
نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر دھرم دھت ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"نہیں ...... مسلمانوں کے امیر، نہ ہم آپ پر شک کرتے ہیں نہ شبہ۔ میں جانتا
ہوں کہ اگر ہماری لڑکی آپ کے پڑاؤ میں داخل ہوئی ہوتی، آپ کے کسی لشکری نے بھی
اسے پناہ دی ہوتی تو آپ کو خبر ضرور ہوتی۔ جب آپ کہتے ہیں کہ وہ یہاں نہیں آئی تو
ہم تسلیم کرتے ہیں۔ آپ کی بڑی مہربانی، ہم آپ کے ممنون ہیں کہ آپ نے ہمیں
اپنے پڑاؤ کے خیموں کی تلاشی لینے کی اجازت دے دی۔ ہم اب جاتے ہیں لیکن آپ
سے گزارش کرتے ہی کہ اگر آنے والے دنوں میں جب تک یہاں آپ کا پڑاؤ ہے وہ
لڑکی آپ کے پڑاؤ میں آئے یا پڑاؤ کے اردگرد منڈلائے یا پناہ لینے کی کوشش کرے تو
اسے مہربانی کر کے میرے ہاں پہنچا دیجئے گا۔ میری بستی آپ کے پڑاؤ کے جنوب
مغرب کی رخ پر ہے۔"
اس کے ساتھ ہی دھرم دت اور گل چند اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے ایک بار پھر
ایبہ کا شکریہ ادا کیا۔ مصافحہ کیا پھر وہاں سے نکل گئے تھے۔
جب وہ خیمے سے باہر نکلے تو ایبہ نے وہاں بیٹھے اپنے لشکری کو بڑی رازداری
سے مخاطب کیا۔
"ان کے پیچھے پیچھے جاؤ، جب یہ خیمہ گاہ سے نکل کر اپنی بستی کی طرف چلے
جائیں تب واپس آ کر مجھے اس کی اطلاع کرو۔"
وہ لشکری چپ چاپ خیمے سے نکلا کچھ فاصلہ رکھ کر دھرم دت اور گل چند کے پیچھے

ہولیا تھا۔ کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ وہ لشکری ایبہ کے خیمے کے دروازے پر نمو
ہوا، کہنے لگا۔

”امیر! وہ دونوں اپنی بستی کی طرف چلے گئے ہیں۔“

ایبہ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے جانے کے لئے کہا پھر اپنے چھوٹے سالا
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم ایسا کرو، اپنے اور میرے خیمے کے درمیان ایک خیمے کا اہتمام کراؤ
لڑکی کو اس خیمے میں منتقل کر دو ...... خیمے میں اس کے قیام و آرام اور اس کے کھا
بھی اہتمام کرو ...... ساتھ ہی اپنے لشکریوں کا جائزہ لو ...... جو لشکری سب سے دبلا
ہو، جسمانی ساخت میں اس لڑکی سے ملتا جلتا ہو، فی الحال اس سے اچھا اور صاف
لباس لے لو ...... وہ اس لڑکی کو دو کہ پہن کر گزارہ کرے ...... اس کے بعد ہم
یہاں سے کوچ کریں گے تو کسی مناسب جگہ پر اس کی ضروریات اور اس کے لباس
اہتمام کر دیں گے۔“

وہ سالار خیمے سے باہر نکل گیا تھا چند خیمے چھوڑ کر وہ آگے بڑھا، اس خیمے
دروازے پر رکا جس میں ضرورت کا سامان رکھا ہوا تھا اور جس میں وہ شدکل کو بٹھا
گیا تھا۔

شدکل اس وقت خیمے میں نہیں تھی اس پر سالار پریشان ہو گیا پھر خیمے میں دا
ہوا اور دھیمی سی آواز میں شدکل کو پکارا۔

شدکل ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی، وہ سامان کے پیچھے چھپی بیٹھی تھی۔ اس پر
سالار مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”لڑکی! تم نے مجھے پریشان کر دیا۔ میں تو سمجھا تھا، تم یہاں سے بھی بھاگ
ہو۔ تم یہیں بیٹھو، میں تمہارے لئے ایک خیمہ نصب کرواتا ہوں۔ اس میں تمہارے
کا اہتمام کرنے کے بعد تمہیں وہاں لے جاتا ہوں۔“

شدکل اس کے قریب آئی اور جستجو بھرے انداز میں پوچھا۔

”کیا میرا باپ اور بھائی چلے گئے ہیں ......“

”ہاں، وہ تو چلے گئے ہیں ......“ گردن اثبات میں ہلاتے ہوئے اس سالار
جواب دیا۔

شدکل کے چہرے پر پرسکون تاثرات نمودار ہوئے پھر اسے مخاطب کر کے

لگی۔
”اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو کیا میں تم لوگوں کے امیر سے مل سکتی ہوں۔“

وہ سالار ایک طرف ہٹ کر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”بی بی! مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آؤ، میں تمہیں امیر کے خیمے میں لے جاتا
ہوں۔“

مسکراتے ہوئے شدکل باہر نکلی، رات اب گہری ہوتی جا رہی تھی۔ جنوب مشرق
سے چاند طلوع ہو چکا تھا ہر چیز چاندنی اور شبنم میں نہانے لگی تھی۔

وہ سالار شدکل کو لے کر ایبہ کے خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا پھر ایبہ کو مخاطب
کر کے کہنے لگا۔

”امیر! یہ آپ سے ملنا چاہتی ہے۔ اسے فی الحال یہیں رہنے دیں، میں اس کا
خیمہ نصب کرا کر ضروریات کی چیزوں کا وہاں اہتمام کر کے آپ کو اطلاع کرتا ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی وہ سالار وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ شدکل خیمے میں داخل ہوئی،
ہاتھ کے اشارے سے ایبہ نے جس نشست کی طرف اشارہ کیا تھا وہاں وہ چپ چاپ
جا کر بیٹھ گئی، کچھ دیر تک خیمے میں خاموشی رہی اس دوران شدکل کی گردن جھکی رہی،
خیمے میں آخر ایبہ کی آواز سنائی دی۔ اس نے شدکل کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

”اب کن سوچوں میں ڈوب گئی ہو ...... کیا تم پچھتا رہی ہو کہ یہاں سے نکل کر
کیوں اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ نہ چلی گئی ......“

شدکل ان الفاظ پر بدک سی گئی تھی چونکی تھی۔ احتجاجی انداز میں اس نے ایبہ کی
طرف دیکھا تھا پھر کہنے لگی۔

”امیر! یہ بات نہیں ہے، اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ جانے پر میں موت سے
بغل گیر ہونے کو ترجیح دوں گی۔ گردن جھکا کر میں یہ سوچ رہی تھی کہ جو احسان، جو
اخلاقی مظاہرہ آپ نے میرے ساتھ کیا ہے، اس کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرنے کے
لئے کیا الفاظ استعمال کروں۔“

ایبہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

”نہ تمہیں میرا ممنون ہونے اور نہ شکریہ ادا کرنے کے لئے اچھے اور مناسب
الفاظ تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔“

شدکل ان الفاظ کا کوئی جواب دینا چاہتی تھی کہ ایبہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ تم بھوک اور پیاس محسوس کر رہی ہو۔"

شنکل نے دکھ کا ایک لمبا سانس لیا پھر کہنے لگی۔

"امیر! آپ ٹھیک کہتے ہیں دراصل میرے باپ اور میرے بھائی نے مجھے گھر کے ایک کمرے میں بند کر دیا تھا گزشتہ دو دن سے مجھے بھوکا پیاسا رکھا گیا تھا تاکہ میں اپنے باپ اور بھائی کی بات مان جاؤں۔ آج مغرب کے قریب جب مجھے آواز آئی کہ میرے کمرے کا دروازہ کھلنے لگا ہے تو میں جان بوجھ کر فرش پر گر گئی اور یہ ظاہر کیا کہ میں نقاہت کے باعث بے ہوش ہو چکی ہوں اس وقت میرا بھائی گھر پر نہیں تھا کہیں گیا ہوا تھا۔ میرا باپ اور میری ماں گھر پر تھے۔ مجھے فرش پر بے سدھ اور بے ہوش پڑے دیکھ کر میرے ماں باپ پریشان ہو گئے تھے۔ مجھے اس حالت میں دیکھ کر میرا باپ، میری ماں سے یہ کہتا ہوا باہر بھاگا کہ میں طبیب کو بلا کر لاتا ہوں۔

جونہی میرا باپ بھاگ کر مکان سے باہر نکل گیا، میں فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ اپنی ماں کی منت سماجت کی کہ مجھے بھاگ جانے دو۔ میری ماں پہلے بھی میری طرف داری کرتی رہی تھی۔ میں نے اپنی ماں سے کہا کہ جب بھائی اور باپ واپس آئیں اور میرے بھاگنے کی تم سے جواب طلبی کریں تو تم کہنا جب تم طبیب کو بلانے کے لئے گئے تھے تو ایک دم اپنی جگہ سے اٹھی، تمہیں دھکا دے کر ایک طرف گرا دیا اور بھاگ گئی۔

امیر! میں کچھ اس طرح اپنے گھر سے بھاگنے میں کامیاب ہوئی۔ اب کسی نے مجھے بھاگ کر ادھر آتے دیکھ لیا ہوگا تو میرے باپ اور بھائی سے کہہ دیا ہوگا کہ میں مسلمانوں کے پڑاؤ کی طرف بھاگی ہوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد شنکل رکی پھر بڑی عاجزی اور انکساری سے ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"امیر! اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا مجھے پانی مل سکتا ہے۔ میں سخت پیاس محسوس کر رہی ہوں۔"

فکر خیز انداز میں ایبہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"دیکھو! تم خالی پیٹ ہو...... تم نے دو دن سے کھانا نہیں کھایا...... ابھی پانی نہ پیو...... میں کھانا منگاتا ہوں۔ کھانا کھانے کے بعد پانی پینا۔"

شنکل منت کرنے کے انداز میں کہنے لگی۔

"میں زیادہ نہیں پیوں گی صرف دو گھونٹ پیوں گی......"

شنکل کو رک جانا پڑا اس لئے کہ ایبہ بول اٹھا۔

"اچھا میں تمہیں پانی پلاتا ہوں......"

جونہی ایبہ اٹھا...... شنکل کو نہ جانے کیا ہوا، ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی، کہنے لگی۔

"امیر! آپ اتنی بڑی زحمت میرے لئے کرنے لگے ہیں۔ آپ بتا دیں پانی کہاں ہے...... اور پھر میرے لئے ایک اور مسئلہ بھی ہے۔"

ایبہ نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"کیا مسئلہ......؟"

"کیا میں لا مذہب ہوتے ہوئے آپ کے برتن میں کھا پی سکوں گی۔"

ایبہ نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"تم یہیں رکو......"

پھر وہ خیمے کے کونے میں گیا...... پانی کا ایک پیالہ آدھا بھر کر لوٹا اسے پیش کیا، کہنے لگا۔

"ہم مسلمان ہیں۔ انسانیت کی قدر کرنے والے ہیں۔"

شنکل کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔ بڑی ممنونیت سے ایبہ کی طرف دیکھا، پانی کے چند گھونٹ لئے پیالہ جہاں سے ایبہ نے دیا تھا وہاں رکھنا چاہتی تھی کہ ایبہ نے پیالہ اس سے لے لیا اور اس سے کہنے لگا۔

"تم بیٹھو، تکلفات میں نہ پڑو۔"

شنکل اپنی جگہ پر بیٹھ گئی، پیالہ رکھنے کے بعد ایبہ بھی اس کے سامنے آیا پھر ایبہ نے اسے مخاطب کیا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ تم لوگ لا مذہب ہو۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تم لوگ ہندو بھی نہیں ہو لیکن ہو بے دین پھر تم لوگ کیا کرتے ہو......؟"

شنکل نشست پر بیٹھ گئی پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"امیر کیا پوچھتے ہیں، ہمارے لوگ ایک طرح کے لا مذہب، بے دین ہیں۔ انسان پرستی کرتے ہیں جب کوئی ان سے پوچھتا ہے کہ انسان پرستی کیوں کرتے ہو تو وہ کہتے ہیں کہ یہ طریقہ کار قدیم اور ازل سے ہے۔

ہمارے قبائل کے بڑے لوگوں کا کہنا ہے کہ انسان کی پوجا اور انسان کو خالق اور

رازق سمجھنا اور انسان کے آگے سر جھکانا زمانہ قدیم سے ہے اور زندہ انسانوں کے
مردہ انسانوں کی بھی پوجا پاٹ کی جاتی تھی۔

ہمارے لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ روح اپنی مرضی کی مالک ہے جب چا
سے نکل سکتی ہے اور واپس آ سکتی ہے۔ اسی بنا پر ہمارے لوگ مردوں سے خوف
ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ نہ جانے کب مردے زندہ ہو کر واپس آ جائیں۔ اس لئے
کی ضروریات ان کی قبروں پر رکھ دیتے ہیں۔

میں نے یہ بھی سنا ہے کہ قدیم دور میں جب کوئی سردار یا بزرگ مر جاتا
اس کی بیوی اور غلاموں کو بھی قتل کر کے اس کے ساتھ ہی دفن کر دیا جاتا ہے۔
سے ڈرنا اور دنیاوی مصائب کو ان کی طرف منسوب کرنے کا نتیجہ بڑا بھیانک نکلا
اسی ڈر اور خوف کی وجہ سے لوگوں نے مُردوں کو مافوق الفطرت قوت تسلیم کرتے
ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قدیم انسان کو اپنے فانی ہونے کا احساس ہو گیا تو خو
نیستی نے اسے زندہ انسان کے احترام اور پرستش کی طرف مائل کر دیا۔
طاقتوروں اور سرداروں کو مافوق الفطرت قوتوں کا مالک سمجھا جانے لگا اور یہ احتر
قدر بڑھا کہ ایسے لوگوں کی طرف دیکھنا اور ان کی طرف پشت کر کے بیٹھنا ب
ادبی اور جرم قرار دیا جانے لگا سرداروں کے ساتھ مذہبی لوگوں اور جادوگروں کی
کا بھی رواج عام ہونے لگا۔"

(انسان پرستی کا باقاعدہ آغاز مصر سے ہوا۔ ان کے ہاں دیوتاؤں کے ساتھ
مردہ پرستی بھی رائج تھی۔ یہ مردہ پرستی آگے چل کر انسان پرستی میں تبدیل ہو گئی۔

مصر کے بادشاہ خود کو سورج دیوتا کا مظہر سمجھتے تھے۔ بادشاہ کے جسم کو دیوتا
قرار دیا جاتا تھا جو وفات کے بعد بھی قابل پرستش خیال کیا جاتا تھا۔ قدیم
تہذیبوں سے ایسے خطابات کا پتہ چلتا ہے جن میں بادشاہ کو خدا بلکہ اس سے اعلیٰ
کا حامل قرار دیا جاتا تھا۔ دیوتاؤں کے مقابلے میں سب سے زیادہ قوی اور
بادشاہ کی ذات خیال کی جاتی ہے۔

مصر میں فرعون خاندان کے اکثر بادشاہوں نے یہ القاب استعمال کر رکھے
چند ایک فرعونوں کو چھوڑ کر دیگر تمام فرعون خدا بنے بیٹھے تھے۔ یہی حال با
بادشاہوں کا تھا۔ ان میں سے نمرود کا ذکر بھی خدا ہی کی حیثیت سے کیا جاتا ہے۔

ہندوستان میں ہندوؤں کے ہاں بھی یہ عقیدہ ہے کہ دیوتا انسانی شکل میں نمودار
ہوتے ہیں چنانچہ وشنو و نرسنگ، کرشن اور رام وغیرہ بھگوان ہی کا روپ قرار دیے گئے
نیز یہ بھی سمجھا گیا کہ بھگوان کسی بھی روپ میں اور کسی بھی ذات میں پیدا ہو سکتا

یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ جب بھگوان کسی بھی روپ میں ظاہر ہوتا ہے تو اسے
دی خواہشات سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ اس کی بنا پر جوگیوں، سنیاسیوں اور ایسے
دوسرے لوگوں کی پرستش بھی شروع ہو گئی۔

مصر کے بعد بادشاہ پرستی سب سے زیادہ یونان اور پھر جاپان میں رہی۔ قدیم
نیوں میں ہر سال بادشاہ کی سال گرہ بڑے دھوم دھام سے منائی جاتی تھی۔ مرنے
بعد بھی اس کی پوجا برقرار رہتی تھی بلکہ اسے دیوتاؤں میں شامل کر لیا جاتا تھا۔ ہومر
کتابوں میں ایسے دیوتاؤں کا تذکرہ ملتا ہے جو انسان تھے اس کے باوجود غیر فانی
ے جاتے تھے۔ ان سے متعلق یہ عقیدہ عام تھا کہ وہ قادر مطلق ہیں اور جب چاہیں
کو دنیا میں ظاہر کر دیں۔ قدیم یونانیوں کے اسی عقیدے پر یونانی فلسفے نے کاری
ب لگائی اور غورث، ارسطو، افلاطون جیسے فلسفیوں کے فلسفہ نے دیوتاؤں کے نظام
نات میں دخل دیا اور انسان کو مجبور محض قرار دے دیا گیا اور دیوتاؤں کے غیر فانی
نے کے عقیدے کی جگہ عناصر اربعہ کے بقاء نے لے لی۔ یونانیوں کے بعد یونانیوں
ے انسان پرستی اور شاہ پرستی کا عقیدہ رومنوں میں چلا گیا۔ ان کے سلاطین مسجود
لق بن گئے۔ سکندر اعظم کے باپ فلپ مقدونی کی پرستش اس کی زندگی ہی میں
نے لگی تھی اور اس نے بادشاہ پرستی کو باقاعدہ قانونی شکل دے دی تھی۔

رومنوں کے بادشاہ آگسٹس کے مرتے ہی رومنوں کی سینٹ نے فیصلہ صادر کر دیا
اسے خداؤں کے زمرے میں شامل کر لیا جائے۔ بادشاہ کی پرستش سے انکار کرنے
لوں کو سزا دی جاتی تھی۔ آگے چل کے ان بادشاہوں کے باقاعدہ مجسمے تیار کر کے ان
کا پوجا پاٹ اور پرستش کا کام شروع کر دیا گیا تھا۔

رومنوں کے بعد یورپ کی اکثر اقوام بھی انسان پرستی کی طرف مائل رہیں خصوصاً
نانی لوگ دیوتاؤں کے بار بار انسانی روپ میں پیدا ہونے پر یقین رکھتے تھے۔
بادشاہ کو خدا سمجھا جاتا تھا۔ ان کا زبردست احترام کیا جاتا تھا۔ ان کے عتاب سے بچنے
کے لئے طرح طرح کے جتن کیے جاتے تھے۔ قربانیاں پیش کی جاتی تھیں۔ نذرانے

چڑھائے جاتے تھے۔

مشرق بعید میں انسان پرستی کی سب سے بڑی مثال بدھ مت کے پیروکاروں جاپانیوں کے ہاں ملتی ہے۔ بدھ مت کے پیروکاروں نے مہاتما بدھ کو خدائی کا مظہر دے رکھا ہے اور اس کے مجسموں کی پرستش کرتے ہیں۔ جاپانیوں کے ہاں بادشاہ پوجا اب تک رائج ہے۔ وہاں بادشاہ کو دیوی دیوتاؤں کی اولاد قرار دیا جاتا ہے اور وہاں سب سے پہلے جس بادشاہ کی پوجا شروع ہوئی، اس کا نام ایموتیتو تھا۔

جاپان میں شاہی محل قومی مذہب کا مرکز بن گیا اور بادشاہ کو آسمان کا بیٹا ق دے کر سارے اختیارات اس کے ہاتھ میں دے دیئے گئے۔ تاریخ میں اس سے ب مثال اور نہیں مل سکتی کہ آج سے ڈھائی ہزار سال بیشتر جاپان میں جس خاندان نے شجرہء نسب دیوتاؤں سے ملایا تھا، آج تک وہی خاندان وہاں بڑے احترام کے سا حکمرانی کر رہا ہے)

انسان پرستی سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے بعد جب شنکل رکی اس کی طرف بڑھی، حیرت اور تعجب سے دیکھتے ہوئے ایبہ کہنے لگا۔

"میں تو سمجھتا تھا، تم کوئی معمولی سی لڑکی ہو لیکن تمہارا تو بہت علم ہے۔ تمہاری.........."

ایبہ کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ بیچ میں شنکل بول اٹھی کہنے لگی۔

"امیر! میں تو ایک سادہ سی لڑکی ہوں۔ میرے پاس کیا علم ہوتا ہے یوں جا ہمارے سارے قبائل ہی جاہلیت کی بنا پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ساری پرانی رسو کو گلے لگائے ہوئے ہیں۔ میں نے جو آپ سے باتیں کہی ہیں، مجھے یہ باتیں نہ نے سکھائیں نہ میں نے اپنے قبیلے کے کسی شخص سے یہ حاصل کیں۔ یہ ہمارے اکثر و بیشتر مسلمانوں کے ایک عالم سیف الدین آتے رہتے ہیں۔ وہ سو تشریف لاتے ہیں اور یہاں ہمارے قبائل کے اندر وہ اسلام کی تبلیغ کا کام سر دیتے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے کچھ شاگرد بھی ہوتے ہیں جو کچھ میں نے آپ سامنے کہا ہے، یہ ساری باتیں مجھے ان سے ہی معلوم ہوئیں۔ اس لئے کہ وہ ا ساتھیوں کے ساتھ آ کر اکثر ہمارے قبائل میں وعظ و نصیحت کا کام کرتے رہتے ہیں ابھی تک ہمارے قبائل میں ان کے ہاتھ پر کسی نے اسلام قبول نہیں کیا لیکن اس باوجود انہوں نے ہمت نہیں ہاری باقاعدگی کے ساتھ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تش

تے ہیں اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔"

یہاں تک کہتے کہتے شنکل کو رک جانا پڑا اس لئے کہ ایک آدمی کھانے کے برتن ائے خیمے میں داخل ہوا تھا۔ کھانے کے برتن اس نے وہاں رکھ دیئے خود باہر نکل گیا ا موقع پر شنکل کو مخاطب کر کے ایبہ کہنے لگا۔

"تمہیں اب سخت بھوک لگی ہے، چلو کھانا شروع کرو۔"

شنکل نے پھر بڑی حیرت اور تعجب سے ایبہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

"کیا میں آپ لوگوں کے برتنوں میں کھا سکتی ہوں......؟"

ایبہ خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم پھر بے تعلق کی باتوں پر اتر آئی ہو۔ دیکھو تمہیں بھوک لگی ہے، کھانا شروع رو۔"

اس پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے شنکل کہنے لگی۔

"میں ایک شرط پر کھانا کھانا شروع کرتی ہوں۔ امیر! جیسا کہ آپ جانتے ہیں، ل دن سے بھوکی ہوں اگر میں زیادہ کھا گئی تو آپ نہ میرا تمسخر اڑایئے گا اور نہ ......"

اس پر ایبہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

"اچھا ایسا کرتے ہیں میں یہاں سے اٹھ کر دوسری طرف بیٹھ جاتا ہوں تم آرام ے پرسکون ماحول میں جس قدر کھانا چاہتی ہو، کھا لو۔ جو بچے گا وہ میں کھا لوں گا۔"

اس پر شنکل دھیمی دھیمی مسکراہٹ میں کہنے لگی۔

"نہیں امیر! یہ بات نہیں ہے یہ کھانا تو چار آدمیوں کے لئے کافی ہے۔"

"اگر چار آدمیوں کے لئے کافی ہے تو شروع کرو۔" شنکل نے کھانے کی طرف ھ بڑھائے۔ اس پر دونوں کھانے لگے تھے۔ کھانے کے بعد جو نوجوان کھانا لایا تھا، ہ جب خالی برتن لینے کے لئے آیا تو ایبہ بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ شنکل بھی ڑی ہو گئی۔ اس موقع پر ایبہ نے اسے مخاطب کیا۔

"اب تم میرے ساتھ آؤ، میں تمہیں وہ خیمہ دکھاتا ہوں جہاں تم آرام کرو گی۔"

وہ لشکری کھانے کے برتن لے گیا۔ ایبہ بھی شنکل کو لے کر خیمے سے نکلا قریب ا ایک خیمے کے پاس آیا۔ خیمے میں ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی جس پر ایک صاف ستھرا ر لگا ہوا تھا ایبہ کہنے لگا۔

"اب تم اس خیمے میں گھس جاؤ، آرام کرو۔ جہاں تمہیں دو دن سے کھانے کی ضرورت تھی وہاں تمہیں آرام اور سکون کی بھی ضرورت ہے۔ دیکھو، فکر مند نہ کوئی شخص تمہارے خیمے میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس لشکر گاہ میں اگر کوئی تمہاری طر میلی نگاہ سے دیکھے تو اس کی گردن کاٹ دی جائے گی۔ میلی نگاہ سے دیکھنے والوں اگر میں بھی شامل ہوا تو میں خود کی گردن بھی کاٹ سکتا ہوں۔"

ایبہ کے ان الفاظ پر شنکل بے حد متاثر دکھائی دے رہی تھی۔ چپ چاپ ا خیمے میں داخل ہوئی، جا کر بستر پر بیٹھ گئی...... ایبہ وہاں سے مڑا، اپنے خیمے کی طر چلا گیا۔ اگلے روز ایبہ نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا تھا۔ بڑی ت سے آگے بڑھتا ہوا وہ لاہور جا پہنچا تھا۔ اس نے چند روز وہاں قیام کیا ہوگا سلطان شہاب الدین غوری بھی اپنے دیگر سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ لاہو گیا تھا۔

O❖O

سلطان شہاب الدین غوری نے چند روز تک اپنے پورے لشکر کے ساتھ لاہور نواح میں قیام کیے رکھا اس کے بعد اس نے وہاں سے کوچ کیا۔ اب وہ اپنے لشکر ساتھ بٹھنڈہ کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔

لاہور پر چونکہ سلطان شہاب الدین غوری کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اس سے پہلے جب ی حکمران کمزور ہو گئے تھے تو اردگرد کے راجہ اکثر و بیشتر لاہور پر حملہ آور ہوتے ے تھے۔ شہر پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس بناء پر لاہور کی غزنوی حکومت ن کے راجوں کے حملہ کی وجہ سے کمزور ہو گئی تھی لہٰذا لاہور میں اپنے مرکز کو مستحکم مضبوط کرنے کے لئے سلطان شہاب الدین چاہتا تھا کہ اردگرد جو عام شہر ہیں ان لہ آور ہو کر انہیں بھی اپنی عملداری میں شامل کر لیا جائے۔ انہی خیالات کے تحت ب الدین غوری نے بٹھنڈہ کا رخ کیا تھا۔ بٹھنڈہ ان دنوں بڑا اہم شہر تھا اور اجمیر راجہ پرتھوی راج کی سلطنت میں شامل تھا۔ پرتھوی راج ہندوستان کا سب سے ر راجہ خیال کیا جاتا تھا اور مزید یہ کہ دہلی کا راجہ گوبند رائے اس کا بھائی تھا۔ اس ا ان دونوں بھائیوں کی طاقت ہندوستان میں سب سے زیادہ تھی لیکن ان کی پرواہ بغیر بڑی تیزی سے سلطان شہاب الدین بٹھنڈہ کی طرف بڑھا۔ بٹھنڈہ میں پہلے راجہ پرتھوی راج کا ایک خاصہ بڑا لشکر تھا اس کے علاوہ جب اسے خبر ہوئی کہ سلطان ب الدین بٹھنڈہ پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے تو بٹھنڈہ کے لشکر کی کے لئے اس نے اجمیر سے اپنے لشکر کا ایک اور حصہ روانہ کر دیا تھا۔ ساتھ ساتھ ہی ے بھائی دہلی کے راجہ گوبند رائے سے بھی کہا تھا کہ وہ بٹھنڈہ کی حفاظت کے لئے روانہ کرے جس کے جواب میں اس نے بھی اپنے کچھ دستے بٹھنڈہ کی حفاظت لئے روانہ کر دیئے تھے۔

بٹھنڈہ میں جو اس وقت راجہ پرتھوی راج کا لشکر تھا اس کے پاس جب اجمیر اور

دہلی دونوں طرف سے کمک پہنچ گئی تو وہ سلطان شہاب الدین غوری کا مقابلہ کر لئے شہر سے باہر نکلا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئے۔ حملہ ہونے میں سلطان شہاب الدین نے پہل کی تھی اور جب دونوں لشکر اپنی صفیں کر چکے تب سلطان شہاب الدین مقامی لشکر پر سرد راتوں کے تنہا اندھیروں میں ایام کی نامہربانیوں، سناٹوں کے جنگل میں فضاؤں کو منجمد رات کی خواہشوں کو بر دینے والی قیامت خیز محرومیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

بھٹنڈہ کے لشکر نے بھی فی الفور جوابی کارروائی کی وہ بھی سلطان شہاب ا کے لشکر پر سانپ کی طرح رینگتی سرکش ہواؤں کی موجوں، سرابوں، عذابوں کا ا دینے والے ناموافق اور ویران موسموں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

بھٹنڈہ کے نواح میں زیست کو خون آلود کرتے گہرے خوف کے فسوں اور اندھیروں سی وحشت میں گمراہ کر کے بھٹکا دینے والے پرانے المیوں کا رقص شرو گیا تھا۔ میدان جنگ میں ساعتوں میں اترتی آوازوں کی طرح موت نزول کرتی زندگی کو کچے رنگوں سے لکھی تحریروں کو مٹانے لگی تھی۔

آخر سلطان شہاب الدین غوری کے مقابلے میں بھٹنڈہ کے لشکر کو بدترین شک ہوئی۔ ان میں سے کچھ لشکری اجمیر اور کچھ لشکری دہلی کی طرف بھاگ گئے۔ سل شہاب الدین آگے بڑھا اور بھٹنڈہ شہر پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔

اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کو سلطان شہاب الدین کے بھٹنڈہ پر قبضہ کر ل بے حد دکھ اور صدمہ ہوا لہٰذا اس نے تیز رفتار قاصد ہندوستان کے مختلف راجاؤ طرف روانہ کیے اور ان سے التجا کی کہ اگر ہم فرداً فرداً شہاب الدین غوری کا م کرتے رہے تو ایک ایک کر کے وہ سب کو مغلوب کر لے گا اور ہندوستان میں ا حکومت، ان کے راج کا قصہ پاک کر کے رکھ دے گا۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ سب اپنے لشکر کے ساتھ پہنچیں تاکہ شہاب الدین غوری کو ہندوستان کی سرزمین سے باہر کیا جائے۔

ایک روز راج کماری کمار دیوی تربیت گاہ کے میدان میں معمول سے ز مشقت کرنے کے بعد رات گئے کافی دیر تک سوتی رہی تب اس کے دروازے دار کھٹکا ہوا تھا۔

تیز دستک پر اپنی خوابگاہ کے نرم و گداز بستر سے وہ نکلی، اپنے بال، اپنا لباس درست کیا۔ دستک کے جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اسی لمحہ اس کا بھائی رام دیو اس کی خواب گاہ میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے اس کی ماتا راج کنول بھی تھی۔

کمار دیوی کو دیکھتے ہی رام دیو کسی قدر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری بہن! تم کبھی دن چڑھے تک سوئی تو نہیں ہو آج کیا معاملہ ہے؟''

اس پر کمار دیوی انگڑائی لے کر اپنی تھکن اتارتے ہوئے کہنے لگی۔

''بھائی! گزشتہ دن میں کافی دیر تک تربیت گاہ میں کام کرتی رہی اس بناء پر تھکاوٹ ہو گئی تھی جس کی وجہ سے دیر تک سوتی رہی ہوں۔''

پھر اچانک کمار دیوی چونکی اس لئے کہ اس نے دیکھا رام دیو اس وقت جنگی لباس میں تھا۔ حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''بھائی! کیا بات ہے...... آج یہ لباس تم نے کیونکر اور کیسے پہن لیا......؟''

اس سوال پر رام دیو کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کمار دیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میری بہن! میں اور پتا جی لشکر لے کر دریائے سرسوتی کا رخ کر رہے ہیں اس لئے کہ......''

رام دیو کو رک جانا پڑا۔ راج کماری کمار دیوی اس کی بات کاٹتے ہوئے بول اٹھی تھی۔

''آپ اور پتا جی کہیں جانے کے لئے تیار بھی ہوئے اور مجھے خبر ہی نہیں کی۔ آپ جانتے ہیں کہ میں لشکر میں شامل ہوں گی یہاں بے کار نہیں پڑی رہوں گی۔''

''میں جانتا ہوں تم لشکر میں شامل ہونا پسند کرو گی اس لئے تو میں تمہیں جگانے آیا ہوں لہٰذا اگر جانا ہے تو فی الفور تیار ہو جاؤ۔ ابھی تم نے کھانا بھی کھانا ہو گا۔ اتنی دیر تک لشکر بھی تیار ہو جائے گا پھر یہاں سے کوچ کیا جائے گا۔''

رام دیو کے خاموش ہونے پر کمار دیوی نے پھر پوچھ لیا۔

''بھائی! یہ تو آپ نے بتایا نہیں لشکر اتنی دور دریائے سرسوتی کی طرف کیوں جائے گا...... وہاں کیا حادثہ پیش آ گیا ہے...... دریائے سرسوتی کا علاقہ تو اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کی عمل داری میں پڑتا ہے۔ کیا اس پر کوئی مصیبت نازل ہو گئی ہے......؟''

جواب میں بڑی سنجیدگی میں رام دیو کہنے لگا۔

"میری بہن! تمہارا اندازہ درست ہے۔ سلطان شہاب الدین پرتھوی راج کے علاقوں پر حملہ آور ہوا ہے اور اس کے ایک شہر بٹھنڈہ پر اس نے قبضہ کر لیا ہے۔ اب سلطان شہاب الدین کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگاتے ہوئے پرتھوی راج نے یہی محسوس کیا ہے کہ وہ اکیلا اور اسکا بھائی دہلی کا راجہ گوبند رائے تو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا اپنی مدد کے لئے انہوں نے ہندوستان کے مختلف راجاؤں کو بلا بھیجا ہے تاکہ ایک متحدہ لشکر کی صورت میں شہاب الدین کا مقابلہ کیا جائے اور اسے ان سرزمینوں سے مار بھگایا جائے۔"

رام دیو کے اس انکشاف پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کمار دیوی کہنے لگی۔

"ایبہ سے انتقام لینے کے لئے میرے خیال میں مجھے اس سے بہتر موقع اور کوئی نہ ملے گا شاید حالات خود مجھے ایبہ پر مسلط کرنے کے لئے مواقع میسر کر رہے ہیں۔"

کمار دیوی جب رکی تو طنزیہ انداز میں اسے مخاطب کر کے رام دیو کہنے لگا۔

"کیا اب تم ایبہ کو پہچان پاؤ گی ...... اس وقت وہ لڑکا تھا اب بھرپور جوانی کو پہنچ چکا ہوگا۔ قد اس کا پہلے ہی لمبا تھا اب مزید دراز قد ہو چکا ہوگا۔"

رام دیو کے ان الفاظ پر کمار دیوی مسکرائی، کہنے لگی۔

"بھائی! ابھی تو وہ جوان ہی ہوا ہوگا۔ وہ بوڑھا بھی ہو گیا تب بھی میں اسے پہچان پاؤں گی۔ بھائی! تم جانتے ہو اس نے میرے شریر کو چھوا تھا، میرا بازو تھاما تھا۔ اگر میں اسے شکل سے نہ بھی پہچان سکوں تب بھی میں اس کے شریر کو چھو کر اندازہ کر لوں گی کہ وہ ایبہ ہے۔"

اتنا کہنے کے بعد کمار دیوی رکی پھر دوبارہ اپنے بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"بھائی! آپ تھوڑی دیر انتظار کریں میں ابھی مختصر سا کھانا کھا کر لباس تبدیل کر کے تیار ہو جاتی ہوں۔"

رام دیو نے اس سے اتفاق کیا پھر وہ اس کی خواب گاہ سے باہر نکل گیا تھا۔ راج کماری کمار دیوی نے اپنی ماں کے ساتھ مل کر جلدی جلدی پہلے کھانا کھایا اس کے بعد جنگی لباس پہنا اور تیار ہو کر اصطبل کی طرف گئی۔ وہاں رام دیو نے پہلے ہی اس کا گھوڑا تیار کر دیا تھا اور وہ اصطبل سے باہر کھڑا اس کا منتظر تھا۔ دونوں بہن بھائی اپنے گھوڑوں

پر سوار ہوئے اس موقع پر رام دیو نے کمار دیوی سے کہا۔

"اب ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ پتا جی لشکر گاہ میں بڑی بے چینی سے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ میں انہی کے پاس سے تمہیں لینے کے لئے آیا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ جونہی ہم دونوں بہن بھائی وہاں پہنچیں گے، لشکر وہاں سے کوچ کر جائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی دونوں بہن بھائیوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگائی۔ راج محل سے وہ باہر نکلے۔ مستقر میں گئے ان کے مستقر میں پہنچنے کے ساتھ ہی نہروالا کا راجہ بھیم دیو، نہروالا سے دریائے سرسوتی کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

دریائے سرسوتی کے کنارے قلعہ نما عمارت کے کمرے سے اُچ کا سابق راج کمار دیوداس نکلا۔ وہ کمرے کے دروازے کے قریب ہی آیا تھا کہ سامنے کی طرف سے اس کا ماموں زاد سنگ رام آتا دکھائی دیا۔ آتے ہی سنگ رام نے دیوداس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا پھر بڑی ہمدردی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بھائی! میں تمہارے لے ایک بڑی اچھی خبر لے کر آیا ہوں۔"

دیوداس، سنگرام کو کھینچتے ہوئے اپنے کمرے میں لے گیا۔ دونوں آمنے سامنے نشستوں پر بیٹھ گئے پھر بڑی دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے دیوداس کہنے لگا۔

"اب کہو بھائی! تم میرے لئے کیا اچھی خبر لے کر آئے ہو......؟"

سنگرام نے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر بڑے غور سے دیوداس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"تمہارے لئے اچھی خبر یہ ہے کہ نہروالا کا راجہ اپنے لشکر کے ساتھ دریائے سرسوتی کی طرف آ رہا ہے۔ یقیناً اس کے لشکر میں اس کا بیٹا اور بیٹی دونوں شامل ہوں گے۔ جن حالات کے تحت وہ آ رہے ہیں وہ تو تمہیں خبر ہی ہے کہ بٹھنڈہ پر مسلمانوں کے سلطان شہاب الدین نے قبضہ کر لیا ہے۔ اب اجمیر کا راجہ پرتھوی راج شہاب الدین غوری کو بھگانا چاہتا ہے۔ اس بناء پر اس نے ہندوستان کے سارے راجوں سے شہاب الدین غوری کے خلاف مدد طلب کر لی ہے اسی طلبی کے جواب میں نہروالا کا راجہ بھیم دیو اپنے لشکر کے ساتھ دریائے سرسوتی کا رخ کیے ہوئے ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سنگرام رکا پھر بڑے دلچسپ انداز میں وہ دیوداس کی

طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"دیوداس! میرے بھائی، جہاں تک مجھے اطلاع ملی ہے اس کے مطابق ہندوستان کے سارے راجہ دریائے سرسوتی کے کنارے ترائن کے میدان میں جمع ہوں گے یہ میدان ہم سے کچھ زیادہ دور نہیں ہے جیسا کہ تم نے کہا ہے کہ راج کماری کمار دیوی گھڑ دوڑ کی بڑی شوقین ہے ترائن کے میدانوں میں قیام کے دوران بھی اگر وہ گھڑ دوڑ کے لئے ادھر ادھر نکلتی ہے تو میں سمجھتا ہوں، ہم دونوں بھائی اس پر نگاہ رکھیں گے اپنے ساتھ کچھ مسلح جوانوں کو بھی لے جائیں گے۔ خود سامنے نہیں آئیں گے۔ مسلح جوانوں کے ذریعہ راج کماری کو اٹھائیں گے اور اسی عمارت میں لا کر اسے رکھ لیں گے اس کے بعد اس سے اچھا سلوک کریں گے میرے خیال میں اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر تمہیں راج کماری کو اپنی طرف مائل کرنے میں کوئی زیادہ دقت پیش نہیں آئے گی۔"

سنگرام کے اس انکشاف پر دیوداس کی خوشی، اس کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی جست لگانے کے انداز میں اپنی جگہ سے وہ اٹھا سنگ رام کو اپنے ساتھ لپٹا لیا کئی بار اس کی پیشانی پر بوسہ دیا پھر بھرپور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

"میرے بھائی! تو نے تو آج میرا دل خوش کر دیا ہے نہروالا کا راجہ اگر اپنے لشکر کے ساتھ ترائن کے میدانوں کا رخ کر رہا ہے تو میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ راج کماری لشکر میں شامل ہو گی اگر ایسا ہوا تو پھر میں ترائن کے میدانوں سے اٹھا کر اسے یہاں لانے کی کوشش ضرور کروں گا۔"

دیوداس کے خاموش ہونے پر سنگرام پھر بول اٹھا۔

"میرے بھائی! یہ بھی خبریں آئی ہیں کہ راجہ پرتھوی راج اور اس کا بھائی گوبند رائے اور کچھ دوسرے راجہ اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ دریائے سرسوتی کے کنارے ترائن کے میدانوں کا رخ کر رہے ہیں میرے خیال میں ہمیں بھی اس لشکر میں شامل ہو جانا چاہیے، ہم جنگ نہیں کریں گے لیکن ان ہنگاموں کے دوران کمار دیوی پر نگاہ رکھیں گے اور جونہی راج کماری کمار دیوی نے اپنے لشکر گاہ سے نکل کر گھوڑ دوڑ کے لئے ادھر ادھر جانا چاہا اپنے مسلح جوانوں کے ذریعہ اسے پکڑ لیں گے اور یہاں لے آئیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سنگرام رکا پھر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

"اب اٹھو چلتے ہیں، اس سلسلے میں کچھ مسلح جوانوں کو بھی پہلے سے تیار کرنا

اور کچھ احتیاطی تدابیر بھی اختیار کرنا ہوں گی جس کمرے میں راج کماری کمار دیوی کو رکھنا ہے اس کی تزئین بھی کرنی ہے اور اس کمرے میں اس کی ضرورت کی ہر شے بھی ہونی چاہیے۔"

دیوداس نے سنگرام کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ہوئے اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

○❖○

بٹھنڈہ فتح کرنے کے بعد ایک روز سلطان شہاب الدین غوری شہر میں ایک
قطب الدین ایبک، حاجب محمد علی غازی، وزیر ضیاء الملک، محمد عبداللہ سنجری، عبدالر
گیلانی اور کچھ دوسرے سالاروں اور امرا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایبہ وہاں نمودار
اور سلطان شہاب الدین کے سامنے رکا، بلند آواز میں سلام کہا پھر سلطان کو مخاطب
کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! آپ نے مجھے طلب کیا ہے۔"

سلطان شہاب الدین نے مسکراتے ہوئے گردن اثبات میں ہلائی، ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے سامنے ایک خالی جگہ پر بیٹھنے کے لئے کہا جب ایبہ بیٹھ گیا تو کچھ دیر خاموشی رہی اس دوران سب خاموش تھے لیکن قطب الدین ایبک دھیمے دھیمے انداز میں مسکرا رہا تھا یہاں تک کہ سلطان شہاب الدین غوری نے ایبہ کو مخاطب کیا۔

"ایبہ، میرے بیٹے! میں جانتا ہوں تم نے چند ہفتے نہروالا کی راج کماری کے پاس قیام کیا تھا اور اس قیام کے نقوش ضرور تمہارے دل پر ثبت ہوئے ہوں گے اور تم نے راج کماری کو پسند کرنا شروع کیا ہو گا اس سے محبت کرنے لگے ہو گے۔ راج کماری بھی تمہیں چاہنے لگی ہو گی لیکن حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ تمہیں وہاں سے نکلنا پڑا۔ اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ نہروالا کی راج کماری کمار دیوی کو چھوڑ کر کوئی ایسی لڑکی ہے جو تمہیں پسند آئی ہو۔ جس نے تمہارے دل میں گھر کر لیا ہو اور جس کے لئے تمہارا دل چاہتا ہو کہ تم اسے اپنی زندگی کا ساتھی بناؤ۔"

سلطان شہاب الدین غوری جب خاموش ہوا تو عجیب سے انداز میں سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے ایبہ کہنے لگا۔

"سلطان محترم! شہر کے انتظامی معاملات کو چھوڑ کر آج یہ نیا اور انوکھا موضوع

کیسے چھیڑ گیا......؟"

"یہ موضوع چھیڑنا چاہیے اس لئے کہ جس قدر میرے سالار اور امراء اس وقت یہاں بیٹھے ہوئے ہیں سب شادی شدہ ہیں، سوائے تمہارے۔ میں چاہتا ہوں، تمہاری بھی شادی کسی مناسب جگہ ہو جائے ایسی جگہ جہاں تمہاری پسند ہو۔"

سلطان کے خاموش ہونے پر ایبہ نے غور سے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"سلطان محترم! میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں ...... میرے لئے آپ ہی سب کچھ ہیں ...... اگر آپ چاہتے ہیں کہ مجھے شادی کر لینی چاہیے تو میں کر لیتا ہوں ...... جہاں آپ شادی کا اہتمام کریں گے، وہاں ہی کر لوں گا ...... اس لئے کہ میں خیال کرتا ہوں کہ آپ جو بھی فیصلہ کریں گے، اس میں میری بہتری ہو گی۔"

ایبہ کے اس گول مول جواب پر سب ہنس دیے تھے۔ سلطان شہاب الدین غوری کے چہرے پر بھی تبسم نمودار ہوا تھا پھر سلطان کہنے لگا۔

"ایسے گول جواب دینے کے تم ماہر ہو۔ پہلے یہ کہو کہ اس لڑکی شنکل سے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو اس وقت ہمارے لشکر میں موجود ہے اور جس نے بٹھنڈہ کے نواح میں بے بھرپور انداز میں جنگ میں حصہ لیا تھا۔ میں تو اسے دیکھتے ہی دنگ رہ گیا۔ وہ بہترین تربیت یافتہ لشکریوں کی طرح جنگ میں حصہ لے رہی تھی اور رہی بھی تمہارے پہلو بہ پہلو۔"

ایبہ مسکرایا، کہنے لگا۔

"سلطان محترم! مجھ اکیلے کے ہاں کہنے سے کیا ہوتا ہے ...... اس لڑکی کے نہ جانے کیا ارادے ہیں ...... جنگ میں وہ میرے پہلو بہ پہلو اس لئے حصہ لیتی رہی کہ مجھے وہ اپنا محسن اور مربی خیال کرتی ہے۔ ایسا کرنا اس کی ایک مجبوری بھی ہے۔ اپنا گھر چھوڑ کر اس کے پاس کوئی ایسا ٹھکانہ نہیں جہاں وہ آرام و سکون سے رہ سکے اور جہاں شادی کرنے کے لئے وہ اپنی منشاء، اپنی رضامندی کا اظہار کر سکے۔ یہاں وہ ہمارے لشکر میں ایک مجبور و محض ہے۔ یہاں اس سے متعلق جو بھی فیصلہ کیا جائے گا، اس کے لئے وہ بے چاری ہاں کرے گی ہو سکتا ہے ......"

یہاں تک کہتے کہتے ایبہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ سلطان شہاب الدین غوری اس کی بات کاٹتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ایبہ! بات مختصر ہونی چاہیے میں نے تم سے صرف یہ پوچھا ہے، تمہا
خیالات اس سے متعلق کیسے ہیں ......؟''

ایبہ سنجیدہ ہو گیا فوراً کہنے لگا۔

''سلطان محترم! وہ ایک بڑی اچھی لڑکی ہے خوبصورت ہے اور اب تک جو
اس کے ساتھ رہتے ہوئے اسے سمجھ سکا ہوں، اس کے مطابق وہ وفادار اور جان نثا
ہے۔''

سلطان شہاب الدین کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔

''اگر تمہارے خیال میں وہ ایسی ہے تو پھر آج شام تمہارے ساتھ اس کے
کا اہتمام کیا جائے گا جہاں تک اس لڑکی کے خیالات جاننے کا تعلق ہے تو میں
انکشاف کروں اس کے لئے میں نے چند دن پہلے قطب الدین ایبک کو اس کام پر
کیا تھا۔ قطب الدین ایبک اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کو اس کا باپ یہاں
ہے اس کے لواحقین بھی یہاں نہیں ہیں لہٰذا وہ قطب الدین ایبک ہی کو اپنا باپ سم
اس کے سامنے اپنی رائے کا اظہار کرے کہ وہ کسے پسند کرتی ہے جس سے اس
شادی کا اہتمام کیا جائے۔ ایبہ! پہلے تو وہ لڑکی بڑی ہچکچائی جہاں وہ خوبصورت ہے و
وہ شرمسار بھی ہے پھر جب قطب الدین ایبک نے اس کا حوصلہ بڑھایا تو اس
صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ وہ تمہیں پسند کرتی ہے اور تم سے شادی کرنے کی خواہش
ہے۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو......؟''

ایبہ کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔

''سلطان محترم! اب آپ مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں، اگر یہ پسند لڑکی کی ہے تو
میں انکار نہیں کروں گا۔''

ایبہ کا یہ جواب سن کر وہاں بیٹھے سارے سالار اور امراء سلطان شہاب الد
سمیت سب خوش ہو گئے تھے اس پر سب سے پہلے سلطان شہاب الدین نے ایب
مبارکباد دی پھر سب سالار اور امیر اٹھ کر ایبہ کو مبارکباد دینے لگے تھے۔ اسی شا
سلطان شہاب الدین غوری نے ایبہ اور شنکل کے نکاح کا اہتمام کر دیا تھا، نکاح
پہلے شنکل اپنی مرضی اور رضا مندی سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئی تھی۔

سلطان شہاب الدین نے چند ہفتوں تک بھٹنڈہ شہر ہی میں قیام کیا یہاں تک
اس نے وہاں سے غزنی کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا، کوچ سے پہلے اس نے بہاؤالد

سے بھٹنڈہ کا حاکم مقرر کیا ایک ہزار چالیس کے لگ بھگ سوار اس کی
پنی طرف سے بھٹنڈہ کی حفاظت پر مقرر کیے اور وہ بھٹنڈہ سے روانہ ہونا ہی چاہتا تھا
اری میں
کے مخبروں نے اطلاع دی کہ اجمیر کا راجہ دہلی کے راجہ گوبند رائے کے ساتھ
شہاب الدین پر حملہ آور ہونے کے لئے دریائے سرسوتی کے کنارے ترائن کے
ن میں پہنچ چکا ہے اور اس نے اپنی مدد کے لئے ہندوستان کے دوسرے راجاؤں
بلا لیا وہ بھی ترائن کے میدان میں پہنچ چکے ہیں۔

ن سال سلطان شہاب الدین اپنے آپ کو بھٹنڈہ تک ہی محدود رکھنا چاہتا تھا
ے کہ اس کے پاس کوئی بڑا لشکر نہیں تھا جس کے ساتھ وہ ہندوستان کے راجاؤں
لگا کر مزید فتوحات حاصل کرتا لیکن جس وقت ہندوستان کے راجہ ترائن کے
میں جمع ہوئے، تب انہیں نظر انداز کر کے اپنے لشکر کے ساتھ واپس غزنی جانا
شہاب الدین نے مردانگی کے خلاف جانا لہٰذا جس قدر لشکر اس کے پاس تھا
لے کر وہ آگے بڑھا اور ترائن کے میدان میں راجاؤں کے متحدہ لشکر کے سامنے
ں نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

اجمیر کے راجہ پرتھوی راج اور اس کے بھائی دہلی کے راجہ گوبند رائے دونوں
ں کے پاس جو لشکر تھا، اس میں دو لاکھ سوار لگ بھگ تین ہزار ہاتھی تھے۔ باقی
ں کے لشکری اس کے علاوہ تھے۔ ترائن کے میدانوں میں آخر ایک دوسرے سے
نے کے لئے دونوں لشکر اپنی اپنی صفیں درست کرنے لگے۔ پرتھوی راج اور گوبند
دونوں نے تین ہزار ہاتھیوں کو اپنے لشکر کے آگے رکھا۔ مسلمانوں کے لئے یہ بڑا
ا مرحلہ تھا ہاتھیوں سے نمٹنے کے لئے وہ پیش بندی کرنے لگے تھے۔ اس کے علاوہ
سلطان شہاب الدین نے دشمن کے لشکر کا جائزہ لیا تو اس کے اپنے لشکر سے دشمن
ر کئی گنا بڑا تھا جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی، دشمن کے لشکریوں کے سر ہی سر دکھائی
تھے۔

جنگ شروع ہونے سے پہلے پرتھوی راج، اس کے بھائی گوبند رائے اور دوسرے
ؤں کے لشکر کی کیفیت عجیب و غریب تھی۔ ہتھیاروں کے بجنے کی آوازیں دور دور
سنائی دے رہی تھیں، بڑے بڑے طبل، بڑے بڑے قرنے بجا بجا کر لشکریوں کو
مانوں کے خلاف جوش دلایا جا رہا تھا۔ لشکر کے آگے تین ہزار ہاتھی مست انداز میں
سونڈیں لہراتے ہوئے چیخ چنگھاڑ رہے تھے۔

آخر دونوں لشکر ترائن کے میدان میں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے
میدان دہلی سے 40 کوس کے فاصلے پر دریائے سرسوتی کے کنارے واقع
طرف کے لشکری جی توڑ کر لڑے اپنی جانبازی کے جوہر دکھانے لگے، راجاؤں
تعداد میں بہت زیادہ تھا۔ سلطان شہاب الدین کے لشکری کم تھے لہٰذا مختلف
مسلمان لشکریوں کے قدم اکھڑنے لگے۔

سلطان شہاب الدین کے لشکر کا میمنہ اور میسرہ خالی ہونے لگے تھے اس
وہاں راجاؤں کے لشکر کا بہت زیادہ دباؤ تھا۔ قلب لشکر میں البتہ ابھی تک افر
مچی تھی اور لشکری ڈٹ کر دشمن پر حملہ آور ہو رہے تھے اور ان کے حملوں کو روک
تھے۔

سلطان شہاب الدین کے لشکر کی تنظیم و ترتیب بکھر گئی، لشکر کے اندر ا
پھیل گئی تب اس وقت جبکہ سلطان شہاب الدین غوری اپنے قلب لشکر
مصروف جنگ تھا، اس کا ایک امیر اس کے پاس آیا اور سلطان کو مخاطب کر
لگا۔

”سلطان محترم! ہمارے لشکر کے میمنہ اور میسرہ دونوں کے امراء جو کہ خاند
پروردہ اور پرداختہ ہیں خوفزدہ اور بدحواس ہو کر میدان جنگ سے فرار کا راستہ
چکے ہیں اس کے علاوہ مقدمۃ الجیش کے افغانی اور خلجی سردار بھی جو ہمیشہ بڑھ
باتیں کیا کرتے تھے، اس وقت میدان جنگ سے غائب ہیں اس لئے میرا خیا
آپ بھی جنگ سے کنارہ کشی کر لیں اور لاہور کی طرف روانہ ہو جائیں۔“

کہتے ہیں شہاب الدین کو اپنے اس امیر کا مشورہ پسند نہ آیا اور اس نے
جرات سے کام لیتے ہوئے قلب لشکر کے باقی ماندہ سپاہیوں کی رفاقت میں
جان توڑ حملہ کیا۔

اس معرکہ میں شہاب الدین غوری نے ایسی جانبازی اور مردانگی کے جوہر
کہ دوست دشمن سب ہی عش عش کرنے لگے اس کے حملوں کی تعریفیں کر
تھے۔

جس وقت شہاب الدین غوری بھرپور انداز میں دشمن پر ضربیں لگا رہا تھا اس
اچانک دہلی کے راجہ گوبند رائے کی نظر اس پر پڑی اس نے اپنا ہاتھی شہاب ال
طرف بڑھایا ...... شہاب الدین نے جب دیکھا کہ گوبند راؤ اپنا ہاتھی آگے

ہ حملہ آور ہونا چاہتا ہے تب شہاب الدین نے اپنا نیزہ سنبھال کر کچھ اس
ر مارا کہ نیزے کا ایک حصہ گوبند راؤ کو لگا اور اس کے دونوں دانت ٹوٹ
ن

موقع پر اپنے ہاتھی کو بڑھاتا ہوا گوبند رائے قریب آ گیا تھا...... اپنی تلوار بلند
نے شہاب الدین غوری پر گرائی ...... شہاب الدین دفاع نہ کر سکا اس لئے
اس نے گوبند راؤ کو نیزہ مارا تھا اور اس وقفے کے دوران ابھی تک وہ اپنی
نہ کر سکا تھا جس کی وجہ سے گوبند رائے کا تلوار کا وار شہاب الدین پر اثر
شہاب الدین بری طرح زخمی ہو گیا۔

ممکن تھا کہ شہاب الدین غوری اس زخم کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو کر اپنے
ے گر جاتا کہ ایک خلجی لشکری نے بڑی پھرتی سے سلطان کو اس مصیبت سے
وہ سلطان شہاب الدین غوری کے گھوڑے پر چڑھ گیا اور اسے اپنی گود میں
گھوڑے کو لے کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔

لشکری سلطان شہاب الدین کو لے کر ان امیروں اور سالاروں کے پاس پہنچا
جنگ چھوڑ کر بیس کوس کے فاصلے پر جا کر خیمہ زن ہو چکے تھے لشکریوں نے
ان کو سلامت دیکھا تو ان کی پریشانی ختم ہوئی، شہاب الدین اس شکست کے
لشکر کو لے کر واپس ہوا۔

تے ہیں غورستان واپس پہنچ کر سلطان شہاب الدین نے میدان جنگ سے
لے افغانی امیروں سے تو کچھ نہ کہا لیکن خلجی اور غوری امیروں کو سخت سزا دی
گھوڑوں کے توبڑوں میں کچے جو بھر کر ان امیروں کی گردنوں میں لٹکا دیئے اور
انہیں سارے شہر میں پھرایا ساتھ ہی شہاب الدین غوری نے ان کے لئے
جو امیر اپنے توبڑے کے کچے جو نہ کھائے گا اسے قتل کر دیا جائے گا اس حکم
ان امیروں نے اپنی جانوں کی سلامتی کو غنیمت سمجھا اور توبڑے کے کچے جو کھا
اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کیا۔

لیکن سلطان شہاب الدین کے میدان جنگ سے بچ نکلنے کا واقعہ اس طرح بھی
تے ہیں کہ جب گوبند رائے کے ہاتھوں زخمی ہو کر سلطان شہاب الدین زمین
تو شام تک وہ میدان جنگ ہی میں پڑا رہا کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی
لشکری اسے اچھی طرح پہچانتے نہ تھے۔ جب سورج غروب ہو گیا تو تھوڑی

رات گزرنے کے بعد شہاب الدین کے غلاموں کا ایک گروہ سلطان کو تلاش کر کے پاس سے گزرا اس وقت تک سلطان کو کچھ ہوش آ چکا تھا، اس نے اپنے آواز پہچان کر انہیں اپنے پاس بلایا اور تمام واقعہ بیان کیا۔

کہتے ہیں وفادار غلام اپنے سلطان کو صحیح سلامت دیکھ کر بہت خوش اسے وہاں سے اٹھا کر اس جگہ لے گئے جہاں میدان جنگ سے فرار ہو امیروں اور لشکریوں نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔

سلطان شہاب الدین غوری کو شکست اٹھانے اور غورستان کی طرف کے بعد اجمیر کا راجہ پرتھوی راج اپنے دوسرے راجاؤں کے ساتھ مل کر بٹھ آور ہوا۔ بٹھنڈہ میں اس وقت صرف ایک ہزار چالیس مسلمان لشکری تھے، ا کمال جرات مندی سے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا اور یہاں تک دشمن کو انہوں شہر میں داخل ہونے نہ دیا آخر محاصرہ جب طول پکڑ گیا تو شہر میں قحط کے آثار شروع ہو گئے جس کی بنا پر بہاؤالدین ٹونکی نے شہر راجہ پرتھوی راج کے حوا اس طرح بٹھنڈہ جو سلطان شہاب الدین غوری نے فتح کیا تھا وہ پرتھوی راج لے لیا۔

جس روز سلطان شہاب الدین غوری جنگ سے پسپا ہو کر واپس چلا گیا اگلے روز سنگرام اور دیوداس دریائے سرسوتی کے کنارے ایک جگہ بیٹھ گئے۔ اور گوبند رائے کے لشکر بٹھنڈہ میں تھے تاہم نہروالا بھیم دیو اپنے لشکر کو لے کر چکا تھا۔ دریائے سرسوتی پر بیٹھنے کے بعد دیوداس نے انتہائی افسردہ انداز ماموں زاد سنگرام کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"بھائی! میری بدقسمتی کہ اتنے روز تک راج کماری کمار دیوی کے یہاں باوجود میں اسے میدان سے اٹھا کر اپنے ہاں نہ لا سکا۔ ہماری بدقسمتی کہ جتنا کے باپ کا لشکر یہاں قیام کیے ہوئے رہا، اس دوران کمار دیوی گھوڑ دوڑ کے نکلی ہی نہیں اور اس کے لشکر میں داخل ہو کر اسے اٹھانا صریحاً اپنی موت کو دعو کے برابر تھا۔ لہٰذا مجھے اپنی ناکامی پر بے حد دکھ اور صدمہ ہے۔"

دیوداس جب خاموش ہوا تب سنگرام کہنے لگا۔

"جب تمہیں اس کو اٹھانے کا موقع ہی نہیں ملا تو پھر افسوس کرنے سے

ابھی تمہارے پاس اسے اٹھا کر یہاں لانے کا ایک بہترین موقع ہے۔ دیکھو! اُچ تہوار لگنے میں چند ہفتے باقی رہ گئے ہیں۔ میرے خیال میں، میں اور تم اپنے کچھ مسلح آدمیوں کو لے کر اُچ کا رخ کریں گے اور وہاں سے ہر صورت میں راج کماری کمار دیوی کو اٹھا لانے کی کوشش کریں گے اس لئے کہ تمہارا کہنا ہے کہ جب بھی تہوار کے موقع پر کمار دیوی وہاں آتی ہے تو وہاں گھوڑ دوڑ کے لئے ضرور اپنی خیمہ گاہ سے باہر نکلتی ہے۔"

سنگرام کی اس گفتگو کے جواب میں دیوداس کے چہرے پر کسی قدر اطمینان کے سائے نمودار ہوئے تھے پھر کہنے لگا۔

"بھائی! تمہارا کہنا درست ہے، اب ہمیں راج کماری کمار دیوی کو اوشا دیوی کے تہوار ہی میں اٹھانا پڑے گا اور یہ کام بڑی ہوشیاری اور احتیاط سے کرنا ہوگا۔"

دیوداس مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سنگرام اٹھ کھڑا ہوا۔ دیوداس کا ہاتھ پکڑ کر اس نے اٹھایا پھر کہنے لگا۔

"اچھا فکرمند نہ ہو ابھی تہوار شروع ہونے میں کافی دن ہیں آؤ فی الحال گھر چلتے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی دونوں دریائے سرسوتی کے کنارے سے اٹھ کر دریا کے قریب ہی اپنی قلعہ نما حویلی کا رخ کر رہے تھے۔

○❖○

نہروالا کا راجہ بھیم دیو حسب سابق اپنے اہل خانہ اور اپنے لواحقین کے ساتھ اُن شہر میں اوشا دیوی کے تہوار میں شرکت کے لئے پہنچا تھا اس کے محافظ دستے پہلے کی طرح اس کے ساتھ تھے اور اوشا دیوی کے مندر کے سامنے جو کھلا میدان تھا وہاں پہلے کی طرح خیمے نصب کر دیے گئے تھے اور سب لوگ تہوار میں حصہ لینے لگے تھے۔

جب سے تیر اندازی اور تیغ زنی میں ایبہ نے راج کماری کمار دیوی کو نیچا دکھایا تھا اور اس کا بازو تھاما تھا تب سے تہوار کے اندر کمار دیوی کی تیر اندازی کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا تھا اور پھر اب کمار دیوی اپنے شباب، اپنی جوانی کو پہنچ چکی تھی۔

حالات کی ستم ظریفی اور راجہ بھیم دیو اور اس کے اہل خانہ کی بدقسمتی کہ اس تہوار میں دیوداس اور سنگرام دونوں اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ حصہ لے رہے تھے وہ اس تاک میں تھے کہیں علیحدگی میں کمار دیوی انہیں ملے اور وہ اسے اٹھا کر لے بھاگیں۔

تہوار کے تیسرے روز رام دیو اور کمار دیوی دونوں بہن بھائی گھڑ دوڑ کے لئے نکلے دونوں بہن بھائی اس شاہراہ پر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑانے لگے تھے جو اُچ سے نہروالا کی طرف جاتی تھی

وہ اُچ سے لگ بھگ ایک فرسنگ مشرق میں گئے ہوں گے اور وہاں سے" مڑنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ اچانک کچھ مسلح جوان وہاں نمودار ہوئے۔ رام دیو اور کمار دیوی دونوں بہن بھائی مسلح تھے آنے والے جب مسلح جوانوں نے انہیں گھیرنے کی کوشش کی تو دونوں بہن بھائی نے خوب مزاحمت کی۔ آنے والے اپنے چہروں کو ڈھانپے ہوئے تھے وہ تعداد میں چونکہ زیادہ تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے کمار دیوی کو قابو میں کر لیا رام دیو نے جب دیکھا کہ آنے والے اس کی بہن کو اپنی گرفت میں کر رہے ہیں تو اس نے بھرپور مزاحمت کی۔ مزاحمت کے دوران وہ کافی زخمی بھی ہو گیا تھا۔
دوسری طرف مسلح جوانوں نے کمار دیوی کے منہ پر کپڑا اور اس کے ہاتھ پشت؛

باندھ دیے رام دیو پہلے ہی زخمی ہو چکا تھا انہوں نے اسے مزید نقصان نہیں پہنچایا۔ بس اتنا کیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر وہاں پھینک دیا اور کمار دیوی کو لے کر وہ پہلے سیدھا نہروالا کی طرف گئے کچھ دور جانے کے بعد ان کے سامنے ایک چوراہا آ گیا تھا۔ اس چوراہے پر ایک شاہراہ تو سیدھی آگے نہروالا کی طرف چلی گئی تھی دوسری ملتان کا رخ کر گئی تھی۔ وہ مسلح جوان جنہوں نے کمار دیوی کو اٹھایا تھا، حقیقت میں دیوداس اور سنگرام کے آدمی تھے اور وہ خود دونوں بھی ان میں شامل تھے۔

اب وہ کمار دیوی کو لے کر اپنے گھوڑوں کو اس شاہراہ پر سرپٹ دوڑا رہے تھے جو وہاں سے ملتان کا رخ کر رہی تھی۔

دیوداس اور سنگرام دونوں اپنے ساتھیوں کے ساتھ کمار دیوی کو لے کر ملتان کی طرف دور تک اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے رہے جب وہ کافی دور نکل گئے تب سنگرام نے اپنے گھوڑے کو روک لیا اس کی طرف دیکھتے ہوئے دیوداس بھی رک گیا اور دوسرے مسلح جوانوں نے بھی اپنے آپ کو روک لیا تھا۔ دیوداس نے کمار دیوی کو اپنے سامنے بٹھا رکھا تھا اور اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اس کے منہ کے علاوہ اس کی آنکھوں پر بھی پٹی باندھ دی گئی تھی۔

جب گھوڑوں کو روک لیا گیا تب دیوداس نے سنگرام کا نام لئے بغیر اسے مخاطب کیا۔

"بھائی! تم نے گھوڑوں کو کیوں روک لیا ......؟"

جواب میں سنگ رام اپنا گھوڑا دیوداس کے قریب لایا، اپنا منہ دیوداس کے کان کے قریب لے گیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"دیکھ جو کچھ میں کہنے لگا ہوں، یہ کمار دیوی کو پتہ نہیں چلنا چاہیے۔"

میرے عزیز بھائی! ہمارے گھوڑوں کے سموں کے نشانات کو دیکھتے ہوئے راج کماری کو حاصل کرنے کے لئے ہمارا تعاقب بھی کیا جا سکتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو ہم دونوں ہی نہیں ہمارے مسلح ساتھیوں کی جانیں بھی خطرے میں پڑ جائیں گی۔

وہ سامنے بائیں جانب دیکھو، کتنے اونچے اونچے جھاڑ جھنکار ہیں۔ تم یہیں رکو میں اپنے کچھ ساتھیوں کو ساتھ لیتا ہوں اور وہاں سے کچھ جھاڑ جھنکار کاٹتے ہیں۔ ہم آگے آگے رہیں گے۔ ہمارے تین ساتھی پیچھے رہیں گے۔ وہ اپنے گھوڑوں پر سوار رہتے ہوئے اس جھاڑ جھنکار کو سموں سے باندھ کر اپنے پیچھے پیچھے گھسیٹتے لائیں گے تا کہ

ہمارے گھوڑوں کے سموں کے نشانات مٹتے چلے جائیں اور کوئی ہمارا تعاقب نہ کر سکے۔"

سنگرام کے ان الفاظ پر دیوداس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر سرگوشی کے انداز میں اسے کہنے لگا۔

"میرے بھائی! جو کچھ تم کہہ رہے ہو، یہی درست ہے اور ایسے ہی کرو۔"

اس کے بعد دیوداس نے پہلے کی نسبت زیادہ دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

"دیکھو بھائی! راستے میں نہ مجھے اور نہ تمہیں ایک دوسرے کا نام لینا ہوگا نہ ہی راستے میں آنے والے مقامات کا ذکر کرنا ہوگا تاکہ سفر کے دوران کمار دیوی کو یہ خبر ہی نہ ہو کہ اسے اٹھانے والے کون ہیں اور کہاں اسے لے جایا جا رہا ہے۔"

سنگرام نے اس سے اتفاق کیا پھر اپنے گھوڑے سے وہ نیچے کودا کچھ ساتھیوں کو لیا، شاہراہ کے کنارے جو جھاڑ جھنکار تھے، ان میں سے کچھ کو کاٹا، ان کے تین حصے کیے اور ان تین حصوں کو رسیوں سے باندھ دیا گیا۔

پھر مسلح ساتھیوں میں سے تین کو پیچھے رکھا گیا، باقی سب آگے رہے اس کے بعد وہ پہلے کی طرح اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے جبکہ ان کے پیچھے رہنے والے تین ساتھی رسیوں کو پکڑ کر اس جھاڑ جھنکار کو اپنے پیچھے گھسیٹتے جا رہے تھے۔ اس طرح ان کے گھوڑوں کے سموں کے نشانات مٹتے چلے جا رہے تھے۔

کچھ دیر تک وہ اسی طرح ملتان کی طرف جانے والی شاہراہ پر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے رہے اس کے بعد انہوں نے اپنا رخ دائیں جانب پھیرا تھا۔ یوں دیوداس اور سنگرام دونوں بڑی برق رفتاری سے رات بھر سفر کرتے ہوئے دریائے سرسوتی کا رخ کر گئے تھے۔

دوسری طرف راجہ بھیم دیو اور اس کی رانی راج کنول دونوں اپنی خیمہ گاہ میں کمار دیوی اور رام دیو کے نہ لوٹنے کی وجہ سے بڑے پریشان اور فکرمند تھے اس موقع پر راج کنول نے اپنے تفکرات کا اظہار کرتے ہوئے بھیم دیو کو مخاطب کیا۔

"بچوں نے گھوڑ دوڑ کے لئے پہلے کبھی اتنی دیر نہیں لگائی تھی آپ ان کا پتہ تو کرائیں۔"

اس پر بھیم دیو اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔

"تم ٹھیک کہتی ہو، میں خود بھی ان کی طرف سے فکرمند ہوں۔ میں کچھ مسلح جوانوں کو بھیجتا ہوں جو ان کا پتہ کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی بھیم دیو خیمے سے نکل گیا تھا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا، راج کنول اسی طرح پریشان اور فکرمند بیٹھی تھی۔ بھیم دیو اس کے قریب ہو بیٹھا اور کہنے لگا۔

"پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے کچھ جوانوں کو ان کے پیچھے روانہ کیا ہے ہوسکتا ہے دونوں بہن بھائی کہیں رک گئے ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر تک پتہ چل جاتا ہے کہ وہ کہاں ہیں۔"

کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ وہ مسلح جوان لوٹے ان میں سے دو جوان زخمی رام دیو کو لے کر بھیم دیو کے خیمے میں داخل ہوئے۔ رام دیو کو اس حالت میں دیکھتے ہوئے بھیم دیو اور راج کنول کے رنگ پیلے ہوگئے تھے۔ اس موقع پر راج کنول اپنے سینہ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہنے لگی۔

"کیا ہوا میرے بیٹے کو......؟"

اندر آنے والے مسلح جوانوں میں سے ایک بھیم دیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ہم اپنے شہر نہروالا کی طرف جانے والی شاہراہ پر ان کی تلاش کے لئے نکلے۔ لگ بھگ ایک فرسنگ آگے راج کمار پڑے تھے۔ ان کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے یہ زخمی تھے۔ ان کے ہاتھ پاؤں کھول کر ہم یہاں لے آئے ہیں۔"

رام دیو کی یہ حالت دیکھتے ہوئے بھیم دیو اور راج کنول کی حالت ناقابل برداشت تھی پھر بین کرتی آواز میں راج کنول نے پوچھا۔

"راجکماری کمار دیوی کہاں ہے......؟"

آنے والوں میں سے ایک پھر بول اٹھا۔

"مالکن! راج کماری کا کچھ پتہ نہیں چلا کہ کہاں ہے۔"

اس موقع پر رام دیو بول اٹھا اور ان دونوں مسلح جوانوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم دونوں جاؤ، میں پورے حالات اپنے ماتا پتا کو بتاتا ہوں۔"

وہ دونوں مسلح جوان باہر نکل گئے۔ اس کے بعد جو رام دیو اور کمار دیوی پر بیتی تھی، اس کی تفصیل اس نے بھیم دیو اور راج کنول سے کہہ دی تھی

بھیم دیو فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور راج کنول کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے

لگا۔

"کمار دیوی کو اٹھا لے جانے والے دور نہیں گئے ہوں گے۔ میں ابھی ان تعاقب میں مسلح جوان بھیجتا ہوں۔ ساتھ ہی میں طبیب کو بھی بھیجتا ہوں، رام دیو زخموں کی مرہم پٹی کر دے گا۔"

اس کے ساتھ ہی بھیم دیو انتہائی غصے اور غضبناکی کی حالت میں خیمے سے نکل تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد بھیم دیو جب خیمے میں لوٹا اس وقت تک طبیب رام دیو زخموں کی مرہم پٹی کرنے کے بعد جا چکا تھا، اداس اور افسردہ سا بھیم دیو وہاں بیٹھ پھر اپنے بیٹے رام دیو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بیٹے! جو لوگ تم دونوں بہن بھائی پر حملہ آور ہوئے کیا ان میں سے تم نے کس پہچانا، وہ کون لوگ تھے؟"

رام دیو کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

"پتا جی! وہ اپنے چہروں پر ڈھاٹے چڑھائے ہوئے تھے۔ اس بنا پر میں انہ جان پہچان نہیں سکا کہ وہ کون تھے؟"

رام دیو جب خاموش ہوا تب راج کنول دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"میرا اندازہ ہے کہ یہ کام ایبہ کا ہے۔ اس نے ہی کمار دیوی کو اٹھا کر انتقام کی تکمیل کرنے کی کوشش کی ہو گی۔ اتنا بڑا قدم ایبہ کے سوا کوئی اٹھا بھی نہیں سکتا۔"

راج کنول جب خاموش ہوئی تب رام دیو نے اس کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔

"ماتا جی! آپ کا اندازہ درست نہیں ہے۔ ہم پر حملہ آور ہونے والے کمار دیوی کو اٹھا لے جانے والے مقامی لوگ تھے۔ ان کے لباس ہندوانا تھے۔ مسلمانوں جیسے نہیں تھے اور پھر ان کے سر ننگے تھے مسلمان عموماً سروں پر عمامہ رکھتے ہیں۔ ان کے ننگے سر بھی بتاتے تھے کہ وہ ہندو تھے۔ ماتا جی! میرا اندازہ ہے کہ یہ کام ایبہ کا نہیں نہ ہی ایبہ اتنا گھٹیا کام کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ اگر ایبہ کمار دیوی کو حاصل ہی کرنا چاہتا تو پھر اسے نہروالا سے بھاگنے کی کیا ضرورت تھی ...... میرا تو اندازہ یہ ہے کہ اسے کمار دیوی میں کوئی دلچسپی تھی ہی نہیں۔ جس وقت اوشا دیوی کے تہوار میں اس نے تیغ زنی اور تیر اندازی کا مقابلہ کمار دیوی سے جیتا تھا تو ہم نے اسے کہہ دیا تھا کہ ہم ہر صورت

انہیں اسے اپنے ساتھ لے کر جائیں گے میرا اندازہ ہے کہ وہ اس بنا پر ہمارے ساتھ ہو لیا کہ کہیں ہم اس کے ساتھ زبردستی نہ کریں، اس کا خیال ہو گا کہ چند دن نہروالا میں رہے گا پھر موقع پا کر بھاگ جائے گا۔ اس سے زیادہ نہ اس کا کوئی ارادہ تھا اور نہ ہی اس کے اور کوئی مقاصد تھے۔

پتا جی! آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ایبہ کو ہم نے کمار دیوی سے منسوب کر دیا تھا۔ کمار دیوی بھی اسے بے انتہا انداز میں چاہنے بھی لگی تھی۔ اس کی چاہت کے باوجود وہ ہمارے ہاں سے بھاگ نکلا۔ اس کا یہاں سے بھاگنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اس کی راج کماری کمار دیوی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی، پتا جی! میری بہن کو اٹھانے والے ایبہ کے علاوہ کچھ اور لوگ ہیں اور ان کا ہر صورت میں ہمیں سراغ لگانا ہو گا ورنہ وہ اسے نقصان پہنچائیں گے، داغ دار کر دیں گے۔"

اس سے آگے رام دیو کچھ نہ کہہ سکا۔ اس لئے کہ راج کنول نے تڑپ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا پھر تینوں اس کمرے میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگے تھے۔ انہوں نے شام کا کھانا بھی نہ کھایا تھا۔

جیسے تیسے کر کے وہ رات ان تینوں نے کاٹی تھی پوری رات اضطرابی حالت میں جاگتے رہے تھے۔ راج کنول آہیں بھرتی رہی تھی۔ اگلے روز کا سورج جب کافی چڑھ آیا تو وہ مسلح جوان لوٹ کر آئے جنہیں بھیم دیو نے راج کماری کمار دیوی کو تلاش کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ ان کی آمد پر بھیم دیو، راج کنول اور رام دیو تینوں خیمے سے باہر نکل آئے تھے انہیں امید تھی کہ شاید وہ کوئی مفید معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے۔

لیکن بھیم دیو جب ان کے سامنے آیا اور ان سے کمار دیوی سے متعلق استفسار کیا تب ان جوانوں کا جو سرکردہ تھا وہ بھیم دیو کو تعظیم دیتے ہوئے کہنے لگا۔

"مالک! ہم نے کمار دیوی کو بڑا تلاش کیا۔ رات کے وقت مشعلیں جلا کر ہم شاہراہ پر آگے بڑھتے رہے جو شاہراہ یہاں سے ہمارے شہر نہروالا کی طرف جاتی ہے، کمار دیوی کو اٹھانے والوں نے کچھ دور تک اس شاہراہ پر ہی سفر کیا اس کے بعد جہاں ایک چوراہا آتا ہے وہاں سے ایک شاہراہ ملتان کی طرف جاتی ہے وہاں انہوں نے اپنا رخ بدلا، نہروالا کی طرف جانے کی بجائے انہوں نے ملتان کا رخ کر لیا تھا ان کے گھوڑوں کے سموں کی نشانات پر ہم آگے بڑھتے رہے، راستے میں ہمیں سورج بھی

طلوع ہو گیا اس طرح ہمارا کام آسان ہو گیا رات کے وقت ہماری آگے بڑ
رفتار کم تھی اس لئے کہ مشعلوں کی روشنی میں ہمیں گھوڑوں کے سموں کا کھوج لگ
تھا۔ دن کے وقت ہم بڑی تیزی سے آگے بڑھے ہم خوش تھے کہ گھوڑوں کے ان
کے پیچھے پیچھے ہم اس جگہ پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے جہاں کمار دیوی کو ا
والے اسے لے کر گئے ہیں لیکن ہماری بدقسمتی کہ اس شاہراہ پر تھوڑا مزید آگے
کے بعد بھاگنے والوں کے گھوڑوں کے نشان یکسر ہی ختم ہو گئے تھے۔ ایسا لگتا تھا
نے وہاں جانے کے بعد اپنے گھوڑوں کے نشانات مٹانے کا اہتمام کر لیا ہو اور پھر
بدقسمتی کہ جس شے سے بھی انہوں نے گھوڑوں کے نشانات مٹائے وہ نشانات بھی
گئے اس لئے کہ رات جو تیز ہوا چلتی تھی، اس نے سارے ہی سراغ ختم کر
دیے۔ اس بنا پر ہم آپ کے پاس لوٹ آئے ہیں۔"

بھیم دیو کے کہنے پر جوان وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ ان کے جانے کے
بڑے دکھ اور غم میں بھیم دیو کہنے لگا۔

"یہ جو بھاگنے والوں کے گھوڑوں کے نشانات ملتان کی طرف گئے ہیں اس
مجھے شک پڑتا ہے کہ کمار دیوی کو ایبہ ہی لے کر گیا ہے۔ اب میں بھگوان سے یہ بھی
مانگتا ہوں کہ کمار دیوی کو یہاں سے اٹھا کر ایبہ لے گیا ہو اس لئے کہ میں جانتا ہوں
اسے نقصان نہیں پہنچائے گا اس کی عزت، اس کی آبرو کی حفاظت بھی کرے گا۔
کے علاوہ اگر کوئی میری بیٹی کو اٹھا کر لے گیا ہے تو وہ اس کے لئے انتہا درجہ کا نقص
دہ ثابت ہوگا۔"

اس کے بعد بھیم دیو نے اپنے کچھ سرکردہ آدمیوں کو بلوایا اور وہاں سے کو
کرنے کا حکم دیا تھوڑی دیر بعد ساری خیمہ گاہ اکھاڑ لی گئی اور اپنے محافظ دستوں
ساتھ بھیم دیو، راج کنول اور رام دیو اُچ سے نہروالا کی طرف چلے گئے تھے۔

راج کماری کمار دیوی کی آنکھوں سے جب پٹی کھلی تو وہ ایک انتہائی آرا
کمرے میں تھی اور اس وقت اس کے سامنے دیوداس، سنگرام اور ان دونوں کے سا
ایک بوڑھا کھڑے تھے۔ دیوداس کو وہاں دیکھتے ہی راج کماری کا چہرہ غصے سے سر
ہو گیا تھا تاہم حالات کو دیکھتے ہوئے اس نے ضبط کیا کچھ دیر پریشانی میں ادھر اد
دیکھتی رہی پھر دیوداس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"اس کا مطلب ہے تم مجھے اٹھا کر لانے والے ہو۔ یہ تو کہو تم نے مجھے اوشا دیوی
کے تہوار سے کیوں اٹھایا...... کیوں میرے بھائی کو زخمی کر کے تم نے وہاں پھینک دیا
مجھے یہاں لانے سے تمہارا کیا مقصد ہے......؟"

دیوداس نے غور سے کمار دیوی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"راجکماری! میں جھوٹ نہیں بولوں گا میں ہی تمہیں لے کر آیا ہوں، میرے ساتھ
سنگرام ہے۔ یہ میرا ماموں زاد ہے۔ اس کام میں اس نے بھی میری مدد کی ہے۔ تمہیں
یہاں لانے کا ایک ہی مقصد ہے۔ میرے ساتھ شادی کر لو۔ اس کے علاوہ میں کچھ نہیں
چاہتا۔ نہ تمہیں نقصان پہنچاؤں گا۔ یہاں تمہاری عزت اور تمہاری عفت بھی محفوظ رہے
گی لیکن میرا ایک ہی مطالبہ ہے کہ تمہیں مجھ سے شادی کرنا ہوگی۔"

دیوداس کے خاموش ہونے پر اس کی طرف گھورتے ہوئے کمار دیوی کہنے لگی۔

"اگر میں تم سے بیاہ کرنے سے انکار کر دوں تب......!!"

دیوداس نے اس کے اس جواب کا برا نہیں مانا، کہنے لگا۔

"اگر تم مجھ سے شادی نہیں کرو گی تو یوں جانو، ساری عمر یہیں رہو گی۔ ایک قیدی
کی حیثیت سے اس کمرے میں بند رہو گی۔ تاہم میں تمہیں یہ عہد اور وچن دیتا ہوں کہ
جب تک تم یہاں رہو گی تمہاری عزت، تمہاری آبرو محفوظ رہے گی۔ نہ ہی تمہیں کوئی
جانی نقصان پہنچایا جائے گا۔ میرا بس ایک ہی مقصد ہے کہ تم مجھ سے شادی کرنے پر
رضامند ہو جاؤ۔ یہ حویلی میرے ماموں کی ہے اور تم اس کی دوسری منزل پر ہو۔"

اس کے بعد دیوداس رکا پھر مزید کمار دیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اس کمرے میں تمہاری ضرورت کا سارا سامان موجود ہے۔ تمہیں اغوا کرنے
سے پہلے یہ کمرہ خاص طور پر تمہارے ہی لئے تیار کیا گیا تھا۔ وہ سامنے جو لکڑی کی
الماری ہے اس میں تمہارے لئے قسم قسم کے رنگ رنگ کے قیمتی ملبوسات ہیں جو چاہو،
اس میں سے نکال کر پہنو۔ یہ بوڑھا شخص جو سامنے کھڑا ہے، اس کا نام رام داس ہے۔
یہ تمہاری خدمت پر رہے گا۔ جو بھی چیز چاہیے، اسے بتا دینا جس کمرے میں تم اس
وقت بیٹھی ہو، اس کا کوئی دروازہ نہیں یہ جو دروازہ تم بائیں طرف دیکھ رہی ہو یہ
دوسرے کمرے کی طرف کھلتا ہے دونوں کمرے تمہارے تصرف میں رہیں گے۔ ساتھ
والے کمرے کا ایک دروازہ باہر کھلتا ہے جسے باہر سے زنجیر لگی رہے گی، تم ابھی تھکی
ہاری ہو آرام کرو خوب سوچو میں نے جو تمہیں پیش کش کی ہے اس پر غور کرو اس کے

بعد مجھے جواب دینا۔ جب کبھی بھی تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو دوسرے کمرے کا دروازہ اندر سے کھٹکھٹانا رام داس آئے گا اور جو چیز تم منگواؤ گی، تمہیں مہیا کرے گا۔ ایک اور بات یاد رکھنا یہاں سے بھاگنے کی کوشش نہیں کرنا اس لئے کہ اس حویلی سے نکلنے کے زیادہ دروازے نہیں ہیں باہر نکلنے کا ایک ہی دروازہ ہے اسے بھی تم چور دروازہ کہہ سکتی ہو اور وہاں بھی کڑا پہرہ ہے اگر تم نے یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی تو پھر یوں جانو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گی۔ میں اور میرا ماموں زاد اب جاتے ہیں، کسی چیز کی ضرورت ہوا کرے تو رام داس کو بتا دینا۔ چند دن کا وقفہ ڈال کر میں پھر تمہارے پاس آؤں گا اتنی دیر تک تم غور و فکر کر لو پھر مجھے کوئی جواب دینا۔"

اس کے ساتھ ہی دیوداس اور سنگرام وہاں سے چلے گئے تھے۔

اس موقع پر راج کماری کمار دیوی نے رام داس سے کچھ مزید معلومات حاصل کرنا چاہیں، مثلاً اس جگہ کا محل وقوع وہ عمارت کہاں ہے جہاں اسے بند رکھا گیا ہے لیکن شاید رام داس کو پہلے ہی سے تنبیہہ کر دی گئی تھی اس نے زبان بند رکھی۔ کمار دیوی کو کچھ نہ بتایا تھوڑی دیر تک اس کے پاس کھڑا رہنے کے بعد وہ بھی وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس طرح دن تیزی سے گزرنے لگے تھے اور کمار دیوی بے چاری ان کمروں کے اندر ایک اسیر اور قیدی کی حیثیت سے دن گزارنے لگی تھی۔

ایک روز کمار دیوی اس کمرے میں اپنی نشست پر بیٹھی گہری سوچوں میں غرق تھی کہ ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا اور جس کمرے میں وہ بیٹھی ہوئی تھی، اس میں دیوداس اور بوڑھا رام داس داخل ہوئے تھے ان دونوں کو دیکھتے ہی کمار دیوی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ دیوداس مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"راج کماری! جب ہم آئیں تو تمہیں اٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے خیال میں تمہیں سوچنے فکر کرنے کے لئے کافی دن مل گئے ہیں۔ آج میں نے سوچا کہ تم سے پوچھوں کہ تم نے کیا فیصلہ کیا ہے......؟"

دیوداس یہاں تک کہنے کے بعد رکا، کچھ سوچا پھر دوبارہ راجکماری کمار دیوی کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"کمار دیوی! شادی تو تم نے کہیں نہ کہیں کرنی ہی ہے...... کیا یہ بہتر نہیں کہ مسلمان کی بجائے تم اپنے دھرم کے کسی شخص سے شادی کرو اور پھر مجھ میں کیا برائی ہے؟ ......ٹھیک ہے اُچ شہر فتح ہو چکا ہے میں راج کمار نہیں رہا پر میرے پاس زندگی بسر

رنے کے لئے راج کماروں جیسے ذرائع موجود ہیں اور پھر کیا تم ایک مسلمان ایبہ سے
ادی کرتے ہوئے اچھی لگتی ہو......؟"

دیوداس جب خاموش ہوا تب تلخ انداز میں کمار دیوی کہنے لگی۔

"کس نے تمہیں کہا کہ میں ایبہ نام کے اس مسلمان سے شادی کر رہی ہوں؟"

حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے دیوداس کہنے لگا۔

"اس سے تمہاری سگائی تو طے ہو چکی تھی۔"

"یہ سگائی وگائی سب ختم ہو گئی......"

غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کمار دیوی نے جواب دیا تھا۔ اس کے بعد کمار دیوی نے ایبہ کے وہاں سے بھاگنے کی تفصیل مختصر انداز میں کہہ دی تھی۔

راجکماری کمار دیوی سے یہ تفصیل سن کر دیوداس کے چہرے پر گہری مسکراہٹ بکھر گئی تھی، کچھ سوچا پھر کمار دیوی کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"کمار دیوی! اگر ایبہ کے ساتھ تمہاری سگائی ختم ہو چکی ہے اور وہ نہروالا سے بھاگ کر کہیں جا چکا ہے تو پھر تمہیں مجھ سے شادی کرنے پر کیا اعتراض ہے؟"

دیوداس کے اس سوال پر کچھ دیر تک راج کماری کمار دیوی گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھتی رہی پھر بڑی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"تم نے مجھے حاصل کرنے کا ایک انتہائی نامعقول طریقہ اختیار کیا ہے۔ تم نے مجھے اغوا کیا، میرے بھائی کو بری طرح زخمی کیا اور وہاں اسے پھینک آئے۔ ایسی حالت میں تم میرے باپ کے پاس جاتے تو یقیناً تمہارے لئے سخت بلکہ سخت ترین سزا تجویز کرتا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ میرے واپس جانے کا اہتمام کرو کبھی نہ کسی روز میرے باپ کو خبر ہو ہی جائے گی کہ مجھے اغوا کرنے والے تم ہو اور یہاں تم نے مجھے اسیر بنا رکھا ہے۔"

دیوداس بڑی ڈھٹائی سے کمار دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"کمار دیوی! واپسی کا خیال تو اب ذہن سے نکال دو۔ تمہارے پاس اب دو ہی راستے ہیں یا تو مجھ سے شادی کرو گی یا ساری عمر اسی اسیری میں گزار دو گی۔"

راج کماری کمار دیوی کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتی رہی پھر دیوداس کو مخاطب کیا۔

"تمہارا کہنا درست ہے کہ شادی تو مجھے کرنا ہی ہے...... کسی نہ کسی کو تو اپنے جیون کا ساتھی بنانا ہی ہے لیکن تمہارے ساتھ شادی کرنے کے لئے میری ایک شرط

ہے......"

دیوداس خوشی سے چونک اٹھا تھا۔

"کیسی شرط......؟"

کمار دیوی کے چہرے پر سختی اور غصہ پھیل گیا تھا۔ پھر بھاری آواز میں کہنے لگی
"جس دن تم ایبہ کا سر کاٹ کر میرے پاس لاؤ گے، اسی دن میں تم سے شادی
لوں گی...... بولو کیا کہتے ہو......؟"

دیوداس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی اپنی جگہ پر اچھل پڑا، کہنے لگا۔

"مجھے منظور ہے۔"

اس کے ساتھ ہی وہ بھاگتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ دیوداس تقریباً بھاگتا ہوا جب عمارت کے دوسرے حصے میں گیا تو وہاں بھاگتے بھاگتے سنگرام سے ٹکرا گیا اس سنگرام تعجب اور حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"دیوداس! میرے بھائی، کیا ہو گیا تمہیں...... یوں بھاگتے ہوئے کیوں آر
ہو......؟"

جواب میں پھولی سانسوں کے ساتھ دیوداس نے راج کماری کمار دیوی کے ساتھ ہونے والی ساری گفتگو کی تفصیل کہہ دی تھی۔ دیوداس کے خاموش ہونے پر سنگرام غصے اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"اس نے شادی کی پیشکش کر دی اور تم نے بخوشی اسے قبول کر لیا...... واہ دیوداس کیا تم ایبہ کا سر کاٹ سکو گے...... میرا اپنا اندازہ ہے، وہ ایبہ کو اب بھی پسند کرتی ہے اس نے ایبہ کا سر کاٹ کر لانے کی جو پیشکش کی ہے وہ اس بنا پر کی ہے کہ اگر تم ایبہ سے ٹکراؤ گے تو ایبہ کا سر کاٹنا تمہارے بس کا روگ نہیں ہے...... لہٰذا ایبہ تمہارا سر کاٹ دے گا اس طرح راج کماری کی جان تم سے چھوٹ جائے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سنگرام تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ دوبارہ اپنے ماموں زاد دیوداس کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"دیوداس! حماقت کی باتوں پر اعتبار نہ کرو، یہ شرط لگا کر کمار دیوی تمہارا خاتمہ کرانا چاہتی ہے، ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچو جس طرح تم نے ایبہ سے متعلق مجھے تفصیل بتائی تھی اس کے مطابق وہ اپنے بچپن ہی میں لاجواب تیغ زن اور بے مثال تیر

ز تو جوان ہو کر وہ آندھی اور طوفان کی شکل اختیار کر چکا ہو گا۔ کیا تیغ زنی
ز اب تم اس کا مقابلہ کر سکو گے...... کیا تم یہاں سے اکیلے اپنے مسلح جوانوں کو لے کر
جا کر اس کا خاتمہ کرو گے...... کیا وہاں سے زندہ لوٹ سکو گے...... چلو اگر کسی اور
ے سلسلے میں ایبہ اگر یہاں آ جاتا ہے جس طرح پہلے وہ سلطان شہاب الدین غوری
شکر میں رہ کر ترائن کی جنگ میں حصہ لے چکا ہو گا اس طرح اگر وہ دوبارہ آتا ہے
یا تم مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہو کر ایبہ کا سر کاٹ کر راج کماری کمار دیوی کی
پوری کر سکتے ہو......؟"

دیوداس کے سارے ولولے، سارا جوش، ساری خوشی اور سارا احساس اطمینان
رہا۔ بڑی بے بسی سے سنگرام کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

"بھائی! تم نے بڑی بھیانک تصویر کھینچ دی ہے اب تم ہی بتاؤ مجھے کیا کرنا
ے؟"

سنگرام مسکرایا، اس کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

"دیوداس! خاموش رہو، اس موضوع پر بعد میں سوچیں گے۔ ایبہ کا سر کاٹنے سے
ن سوچنا بھی مت یہ خیال بھی اپنے ذہن میں نہ لانا ورنہ اپنی جان سے ہاتھ دھو
گے۔ میں تمہیں یہ بھی بتا دوں، اس شرط کا بھول کر کسی سے ذکر بھی مت کرنا اگر
ت ایبہ تک پہنچ گئی تو یاد رکھنا بڑا طوفان کھڑا ہو گا ہو سکتا ہے اپنے تحفظ کے لئے وہ
ی حرکت میں آئے اور تمہاری گردن کاٹ کر رکھ دے۔"

سنگ رام کے ان الفاظ پر خوف و دہشت سے دیوداس کپکپا اٹھا تھا کچھ کہنا چاہتا
سنگرام نے پھر اس کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

"اب لعنت بھیجیں ان باتوں پر آؤ گھڑ دوڑ کا وقت ہو گیا ہے، گھڑ دوڑ کے لئے
ے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی دونوں اصطبل کا رخ کر رہے تھے۔

○❖○

سلطان شہاب الدین غوری دریائے سرسوتی کے کنارے ترائن کے میدانوں میں ہزیمت اٹھانے کے بعد بڑا برہم اور انتہائی غصے کی حالت میں غزنی چلا گیا تھا۔ وہاں اس نے وقت ضائع نہیں کیا دن رات ایک کر کے نہ صرف اپنے لشکر کو استوار کرنا شروع کیا بلکہ لشکریوں کی تربیت کا بھی کام شروع کر دیا تھا۔ کہتے ہیں اپنی اس شکست کا بدلہ لینے کے لئے سلطان نے اپنی صحت کو نظر انداز کر دیا تھا۔

صرف ایک سال کے قلیل عرصے میں ہی سلطان شہاب الدین نے ایک خاصہ بڑا لشکر تیار کر لیا تھا مورخین لکھتے ہیں کہ اب اس کے لشکر کی تعداد لگ بھگ ایک لاکھ سے زائد لشکریوں پر مشتمل ہو گئی تھی۔

سلطان شہاب الدین کا یہ لشکر زیادہ تر ترکوں و خلجیوں اور افغانی لشکریوں پر مشتمل تھا اور اس لشکر کو لے کر وہ مشرق کی طرف روانہ ہوا تھا تاہم اپنے کسی سالار، اپنے کسی مشیر اور اپنے کسی لشکری تک کو اس نے یہ نہیں بتایا کہ وہ ایک لاکھ سے زائد لشکر کو لے کر کدھر کا رخ کرے گا کس پر حملہ آور ہونے کی ابتدا کرے گا۔

مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس بار سلطان شہاب الدین نے کسی سے مشورہ نہیں کیا کہ دشمن کے مقابلے میں اسے کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے۔

کہا جاتا ہے کہ جب سلطان شہاب الدین اپنے اس عظیم الشان لشکر کو لے کر پشاور کے قریب آ کر خیمہ زن ہوا تو اس کا ایک بوڑھا مشیر جس کی سلطان کی نگاہوں میں بڑی قدر و منزلت تھی وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑی عاجزی اور انکساری میں سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سلطان محترم! اب تک آپ کے کسی جانثار آپ کے کسی سالار و ساتھی کو یہ علم نہیں ہو سکا کہ آپ کا اس لشکر کے ساتھ کس سمت کو ارادہ ہے اور کس دشمن پر آپ حملہ آور ہونے کے لئے اتنا عظیم الشان لشکر لے کر نکلے ہیں۔“

اپنے اس مشیر کے الفاظ پر سلطان شہاب الدین مسکرایا، کہنے لگا۔

”کیا تجھے معلوم نہیں کہ جس دن سے میں نے دریائے سرسوتی کے کنارے ترائن کے میدانوں میں ہزیمت اٹھائی ہے اس دن سے میں نے اپنی بیوی کا منہ نہیں دیکھا نہ ہی لباس تبدیل کیا ہے یہ سارا سال میں نے انتہائی رنج و غم میں بسر کیا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان شہاب الدین رکا پھر اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے اپنے اس بوڑھے مشیر سے کہہ رہا تھا۔

”تمہیں یہ بھی خبر ہو گی کہ جن خلجی اور غوری سالاروں اور امیروں نے میرے خدمت کو نظر انداز کر کے مجھے تنہا میدان جنگ میں چھوڑ دیا تھا...... میں نے اس دن ان کے ساتھ سلام و دعا تک روا نہیں رکھا...... ان نمک حرام امیروں سے مجھے امید نہیں ہے لیکن خداوند قدوس کے بھروسے پر میں اس لشکر کو لے کر ہندوستان پر حملہ آور ہوں گا اور ترائن کے میدان میں اپنی ہزیمت اور شکست کے داغ دور کروں گا۔“

سلطان شہاب الدین کے ان الفاظ کے جواب میں وہ بوڑھا مشیر مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

”سلطان محترم! میری خداوند سے دعا ہے کہ وہ آپ کو کامیاب اور کامران کرے آپ کے دشمنوں کو آپ کے مقابلے میں ناکام و نامراد رکھے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کے سارے سردار و امیر اپنی پچھلی غفلت کی تلافی اس بار خوب کریں گے۔

مجھے یہ بھی امید ہے کہ لشکر کے سارے سالار و سردار ترائن کی پچھلی جنگ کے دامن سے بزدلی کے دھبے اپنے خون سے دھو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنا نیک نام چھوڑنے کا اہتمام کریں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا مشیر رکا پھر اپنے مطلب کی طرف آتے ہوئے کہنے لگا۔

”سلطان محترم! آپ کے اس قدیم نمک خوار کی یہ بھی درخواست ہے کہ آپ اپنے سارے سالاروں اور امیروں کا قصور معاف کر دیں اور انہیں شرف باریابی عطا کریں آپ کا یہ سلوک آپ کے سالاروں اور روساء کو خود بخود راست پر لے آئے گا۔ وہ دل و جان سے اس امر کی کوشش کریں گے کہ گزشتہ بدنامی کو نیک نامی سے بدل

کر اپنے آقا کا حق ادا کریں۔"

مورخین لکھتے ہیں کہ شہاب الدین غوری کو اپنے اس بوڑھے مشیر کی یہ بات
اچھی لگی اور اس نے اسی وقت پشاور کے نواح میں دربار عام منعقد کیا اور ا
سالاروں اور امیروں کو جنہیں وہ ترائن کی پہلی جنگ میں شکست کا ذمہ دار قرار
انہیں ایک طرح سے معاف کیا گراں قیمت خلعتیں اور مرصع خنجر انہیں عطا کیے
کی گزشتہ غفلت کو معاف کر کے آئندہ احتیاط سے کام لینے کی تلقین بھی کی۔

اس کے بعد سلطان شہاب الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ پشاور سے کو
منزل پر منزل مارتا ہوا سلطان شہاب الدین اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھتا رہا
تک کہ وہ ملتان پہنچا۔

ملتان پہنچ کر سلطان شہاب الدین غوری نے اپنے ان سالاروں اور امیرو
مرتبوں میں مزید اضافہ کیا جنہوں نے اس کی غیر موجودگی میں خیر خواہی اور نمک
کا دامن نہ چھوڑا تھا اور جنگ میں ان کی کارکردگی پسندیدہ رہی تھی ملتان میں ا
کے ساتھ چند دن قیام کرنے ے بعد سلطان شہاب الدین نے وہاں سے پھر ک
اب اس کا رخ لاہور شہر کی طرف تھا۔

لاہور پہنچ کر سلطان شہاب الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ شہر کے نواح میں
کیا دوسری طرف ہندوستان کے سارے راجہ سلطان شہاب الدین کے اپنے لش
ساتھ اس طرح نقل و حرکت پر بھی گہری نگاہ رکھے ہوئے تھے لاہور میں پڑاؤ
کے بعد سلطان شہاب الدین غوری نے اپنے ایک امیر کو جس کا نام رکن الدین
سفیر بنا کر اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کی طرف روانہ کیا رکن الدین حمزہ کی یہ خو
کہ وہ مقامی زبانوں کے علاوہ مقامی تہذیب اور ہندوؤں اور آریاؤں کے دیو
سے بھی خوب واقفیت رکھتا تھا۔

رکن الدین حمزہ کو جب اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کے سامنے پیش کیا گیا
الدین نے اسے سلطان شہاب الدین غوری کے حکم کے مطابق اسلام قبول کر
ترغیب دی دوسری صورت اس کے سامنے یہ پیش کی گئی کہ اطاعت قبول کر
سلطان شہاب الدین کو خراج اور جزیہ دینا قبول کرے۔

رکن الدین حمزہ نے اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کے سامنے جب یہ مطالبات
کیے تو پرتھوی راج کا رنگ غصے اور غضبناکی میں تپے ہوئے لوہے کی طرح سرخ

نا انتہائی غضب آلود آواز میں رکن الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"کیا بکواس کرتے ہو ...... اگر تم سفیر نہ ہوتے تو میں تمہاری گردن اڑا دینے کا
م دے دیتا ...... تم ہمیں ہمارا دھرم چھوڑنے کے لئے کہتے ہو ...... ایک ایسا شخص جو
ا سرزمینوں میں در انداز اور گھس بیٹھیا ہے ...... وہ ہمیں اطاعت قبول کرنے اور
راجگزار بن کر رہنے کی پیش کش کر رہا ہے حالانکہ ہم اس قابل ہیں کہ اسے اپنا
راجگزار اپنا مطیع بنا کر رکھیں۔"

پرتھوی راج جب خاموش ہوا تب رکن الدین حمزہ بھی کسی قدر سخت لہجہ میں اسے
اطب کر کے کہنے لگا۔

"راجہ! تم ہمیں اور ہمارے سلطان کو در انداز اور گھس بیٹھیے کہہ کر اپنی توہین کر
ہے ہو، اس طرح تم ہمیں الزام نہیں دے رہے، اپنے آپ کو اپنی قوم کو الزام دے
ہے ہو۔"

ان الفاظ کے جواب میں پرتھوی راج نے کھا جانے والے انداز میں رکن الدین
کی طرف دیکھا کہنے لگا۔

"کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو ...... ہم تمہیں اور تمہارے سلطان کو پھر در انداز اور
گھس بیٹھیے کہتے ہیں ایسا کہنے سے ہم پر کیا فرق پڑتا ہے ......؟"

رکن الدین نے بھی جرات مندی اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنا شروع
کیا۔

"راجہ! تمہارے ان دو الفاظ سے ہماری ذات پر نہیں تمہاری اور تمہاری پوری قوم
پر حرف گیری آتی ہے اس لئے کہ ان سرزمینوں میں اگر ہم در انداز اور گھس بیٹھیے
ہیں تو تم ان پوری سرزمینوں میں اپنی قوم کے ساتھ در انداز گھس بیٹھیے ہو۔
راجہ میں تم سے کہوں کہ اب یہ الفاظ استعمال نہ کرنا اس لئے کہ ایسے الفاظ
استعمال کر کے تم اپنی اور قوم کی توہین کر رہے ہو۔"

اجمیر کا راجہ پرتھوی راج پھر آگ بگولہ سا ہو کر بول اٹھا۔

"ہم یہاں کیسے در انداز اور گھس بیٹھیے ہیں ...... یہ وطن، یہ سرزمین ہم یہاں کے
مالک ہیں۔"

رکن الدین کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی بڑے غور سے پرتھوی راج
کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"راجہ! کیا تم اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ تم اور تمہاری یہ قوم آریہ ہے؟"

پرتھوی راج کی چھاتی تن گئی پہلے جیسے لہجہ میں کہنے لگا۔

"بے شک ہم آریہ ہیں اور ہمیں اپنے آریہ ہونے پر فخر ہے اور یہ زمین ا ورت ہے اور ہم اس کے مالک ہیں۔"

رکن الدین کے چہرے پر معنی خیز سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر پرتھوی راج طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"راجہ! اس بات کو تم تسلیم کر چکے ہو کہ تم آریہ ہو، اب جو کچھ میں کہنا چاہتا یا کہنے لگا ہوں اسے ذرا غور تحمل اور صبر سے سننا، میں تھوڑی سی تفصیل کہوں گا اس بعد راجہ تم جو کچھ کہو گے وہ میں چپ چاپ کھڑا ہو کر سنوں گا۔

راجہ! اگر تم لوگ آریہ ہو تو پھر آریائی باشندے کچھ قبل مسیح بہتر چراگاہوں کی میں پامیر سے چل کر جنوب کی طرف گئے وہاں وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔

ایک حصے نے بخارا اور سمرقند میں آباد ہونا پسند کیا لیکن وہاں کے حالات سا معلوم نہ ہوئے تو ایران کی طرف بڑھے ایران کی طرف بڑھنے والے انہی آریاؤ ایک گروہ ایران کے شمالی علاقے میڈیا میں داخل ہوا دوسرا گروہ مشرقی ایران کی طر آیا پھر جنوب کی طرف بڑھا اور جنوبی ایران کے علاقہ پارس میں آباد ہو گیا۔

اس طرح میڈیا اور پارس کے قدیم باشندے ان نو وارد آریاؤں کے ہا مارے گئے اس لئے کہ ان نو وارد آریاؤں نے ان پر حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ شروع کر دیا تھا اور ایران کی قدیم سرزمین کے باشندے جو ان سے بچ رہے پہاڑوں میں کہیں ادھر ادھر منتشر ہو گئے بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے حملہ آوروں غلامی قبول کر لی۔

آریہ قبائل شروع شروع میں ریوڑ چراتے تھے رفتہ رفتہ کھیتی باڑی بھی کرنے لیکن انہیں یہاں چین نصیب نہ ہوا ان کے پڑوس میں آشوری آباد تھے اور ایک قد شاہراہ میسوپوٹیمیا سے نکل کر زاگروس کے کوہستانی سلسلے سے ہوتی ہوئی میڈیا تک تھی اسی راستے سے آریہ آئے دن آشوریوں پر حملہ کرتے رہتے تھے، انہیں مجبوراً سلامتی کی خاطر آریاؤں کا باجگزار ہو کر رہنا پڑتا تھا۔

راجہ! آریاؤں کے دوسرے گروہ نے ہندوستان کی سرزمین کا رخ کیا جس طر ایران میں آریاؤں نے داخل ہو کر ایران کے قدیم باشندوں کا قتل عام کیا اسی طر

داخل ہو کر آریاؤں نے اپنے قدم جماتے ہوئے ہندوستان کے قدیم ستان میں داخل ... یعنی دراوڑوں کا قتل عام شروع کیا۔ دراوڑ امن پسند باشندے تھے ترقی یافتہ ڑوں کے پجاریوں نے آریاؤں کے لئے نغمے لکھ لکھ کر اور نئے تھے۔ آریاؤں ... بنا کر انہیں دراوڑوں کے خلاف بھڑکایا آریہ چونکہ گورے رنگ کے تھے۔ ستان کے اصل اور قدیم باشندے کالے رنگ کے تھے لہٰذا گوری چمڑی والے ؤں کو ان کے مذہبی پجاریوں نے اجازت دی کہ وہ دراوڑوں کا قتل عام کریں ری ان مذہبی پجاریوں نے سفید فاموں کی برتری اور سیاہ فاموں سے نفرت کی دیتے ہوئے اپنی مذہبی کتابوں کی ترتیب بھی شروع کر دی۔

راجہ! ذرا اپنی مذہبی کتابیں وید کھول کر پڑھنا، جہاں تک میں ان سے متعلق جانتا ہوں یہ سیاہ رنگ والے افراد کی اپنی غلامی کی دستاویز ہیں جنہیں زمانہ بھی نہ مٹا سکا اور گذشتہ کئی ہزار سال سے تمہارے برہمن انہی ویدوں کو کامیاب حربے کے طور پر دوسری قوم کے خلاف استعمال کرتے رہے ہیں۔

راجہ! تم جب اس ملک میں آئے اور تم لوگوں نے گاؤں کے گاؤں اور شہر کے شہر فتح کیے تو تمہارے برہمنوں نے وید منتر پڑھ کر ان کی تائید کر دی کہ بھگوان کی مرضی ہے کہ مفتوح قومیں فاتحین کی غلامی کر لیں اور کبھی سرتابی نہ کریں ورنہ بھگوان ان کو تباہ و برباد کر دیں گے۔

یہی بات تمہارے برہمنوں نے پٹے ہوئے شکست خوردہ دراوڑی افراد کے دل میں بٹھا دی اور ایسی بٹھائی کہ صدیاں بیت گئیں اگر وہ دراوڑ بے چارے تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود مٹھی بھر گورے برہمنوں اور کھشتریوں کے خلاف بغاوت کرنے کا نہ سوچ سکے نہ اپنے سماجی و سیاسی اور مذہبی حقوق مانگ سکے۔

راجہ! اسے ان کی آرام طلبی کے لئے بزدلی کہیے یا امن و شانتی کی خواہش کہ ہندوستان میں ان دراوڑوں یعنی اچھوتوں کی تین گنا آبادی اونچی ذات کے چوتھائی افراد کی غلامی میں کئی ہزار سال سے بے بسی کی زندگی بسر کر رہی ہے اور کبھی انہیں یہ خیال نہیں آیا کہ اونچی ذات کے لوگ انہیں گندا پلید اور اچھوت کیوں سمجھتے ہیں اور ذلیل کیوں جانتے ہیں۔

راجہ! تم آریاؤں کی بدبختی یہ ہے کہ تم میں سے برہمن، چھتری یا بنیا تو اپنے گھر میں غریب و اچھوت عورت ڈال لیتا ہے اور اس سے بچے بھی پیدا کرتا ہے مگر پھر ان

بچوں کو معاشرے میں کوئی مقام نہیں ملتا اور اس کے برعکس نہیں ہوتا یعنی کسی اچھو
اجازت نہیں کہ وہ کسی برہمن یا کسی چھتری عورت کو اپنے گھر ڈال لے اور اس
ذات کے بچے پیدا کر سکے کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ انسانوں کے اس جگھٹے پر
کیوں ہے؟"

یہاں تک کہنے کے بعد رکن الدین رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ
تھا۔

"راجہ تمہارے برہمنوں نے اب اپنی طرف سے وید لکھ لکھ کر ان میں یہ بات
ڈال دی کہ ایشور یعنی خدا اچھوتوں کو پسند نہیں کرتا اور اس نے ازل ہی میں فیصلہ
تھا کہ ہندوستان کے قدیم باشندوں کو آریاؤں کا غلام بنا دے گا اور ان کو ہمیشہ جاہ
برباد رکھے گا اور برہموں اور بنیوں کے ہاتھوں ذلیل و خوار کرتا رہے گا۔ انہیں ہمیشہ
ناپاک کہلائے گا اور تمہیں اعلیٰ ذات کے افراد قرار دے کر زندگی بسر کرنے کے مواقع
فراہم کرے گا۔

راجہ! تم لوگوں کو یہ کس نے اجازت دی کہ تم آریہ اپنے آپ کو تو اونچے کہو
یہاں کے اصل باشندوں جو ان سرزمینوں کے مالک تھے، انہیں اچھوت کہہ کر پکارو۔

راجہ! کبھی تم نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچا ہے کہ کب تک ہندوستان کے اصل
باشندے آریاؤں کی برہمنی اقلیت کے غلام بنے رہیں گے اور اپنی ذلت و مسکنت
محسوس بھی نہیں کریں گے تم لوگوں نے انہیں اپنا داس، چور اور ڈاکو کہنا شروع کر
حالانکہ تم آریاء خود چور اور ڈاکو اور لٹیرے بن کر ان سرزمینوں پر آئے اور یہاں قبضہ
لیا۔ یہاں کے دراوڑوں کی دولت و ثروت دیکھ کر تم آریاؤں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔

یہاں تک تھوڑی دیر تک رکنے کے بعد رکن الدین پھر کہہ رہا تھا۔

"راجہ! جو کچھ میں نے کہا ہے وہ تمہاری سمجھ میں آ گیا ہو گا، ہندوستان کے اصل
باشندے و مالک اور وارث دراوڑ تھے جن میں اکثر کو تم لوگوں نے موت کے گھاٹ
اتار دیا باقی کو جنوب کی طرف دھکیل دیا حالانکہ تم آریاؤں کا اس سرزمین سے کوئی تعلق
نہیں تھا تم پامیر کے رہنے والے تھے۔ اگر تم پامیر سے نکل کر ہندوستان میں آن بسے
ہو تو کیا تم درانداز اور گھس بیٹھیے نہیں ہو۔

راجہ! کوئی قوم پانچ سو سال پہلے کسی ملک میں داخل ہوئی ہو یا پانچ سو سال بعد
اگر بعد میں آنے والوں پر دراندازی اور گھس بیٹھیے کی مہر لگے تو یاد رکھنا راجہ، جو

پہلے ان سرزمینوں میں داخل ہوئے ہوں گے درانداز اور گھس بیٹھیے کی مہر ان کی
بھی لگے گی، لہٰذا اگر تم ہمیں درانداز اور گھس بیٹھیے کہتے ہو تو بادشاہ ہم سے بڑھ
کر تم لوگ درانداز اور گھس بیٹھیے ہو ہم نے ہندوستان میں اتنی قتل و غارت گری نہیں کی
جتنی تم نے قتل و غارت گری کی ہم نے آج تک دراوڑوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا جو ان
سرزمینوں کے اصل وارث اور باشندے تھے اور تم لوگوں نے یہاں کے اصل باشندوں
کا قتل عام کیا اور ان کی تعداد کو کم کیا تاکہ آنے والے دور میں وہ کہیں اپنی وراثت
حاصل کرنے کے لئے تمہارے خلاف علم بغاوت نہ کھڑا کر دیں۔

راجہ! تم آریاؤں نے یہیں تک بس نہ کی بلکہ تم لوگوں نے دراوڑوں کے دیوی و
دیوتاؤں کو بھی بدنام کر کے پامال اور پست کرنے کی کوشش۔ پہلے تم لوگوں نے ان
دیوی دیوتاؤں کو اپنا دیوی دیوتا تسلیم کیا اس کے بعد ان میں عیب کیڑے نکالنے شروع
کیے اور انہیں ذلیل و پست بنا کر رکھ دیا۔

راجہ! اس کی مثال دراوڑوں کے تین دیوی دیوتاؤں کی ہے جسے وہ دیوتاؤں کی
تثلیث کہتے تھے پہلا شیوا جسے وہ مہا دیوتا یعنی بڑا دیوتا خیال کرتے تھے۔ رزق دینے
والا، مخلوق کو پیدا کرنے والا، موت دینے والا اسی کو خیال کرتے تھے یعنی وہ جملہ خدائی
قدرت کا مالک تھا۔

دوسری اس کی بیوی پاربتی۔ یہ شیوا کی بیوی تھی اور پرجا کی دیکھ بھال کرتی تھی
اور تیسرا دونوں کا بیٹا گنیش۔ اسے دراوڑ عقل کا دیوتا خیال کرتے تھے۔ لیکن تم لوگوں
نے کچھ عرصہ تو دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کی ان کا احترام کیا اس کے بعد تم لوگوں
نے ان کے دیوی دیوتاؤں کو مانا ضرور لیکن ان کے حقوق کے اندر تم لوگوں نے اپنی
طرف سے تبدیلی کر دی۔

شیواجی کی اخلاقی اور رزاقی حیثیت چھین کر تم نے اپنے وشنو دیوتا کو دے دی اور
شیواجی کو موت کا دیوتا بنا کر گھناؤنا کام سپرد کر دیا گیا، پاربتی جو پرجا کی دیکھ بھال
کرنے والی دیوی تھی۔ تم لوگوں نے اسے اپنے دیوتاؤں سے کم کرنے کے لئے گانے
بجانے اور موسیقی کی دیوی بنا دی۔ گنیش جو علم و حکمت کا دیوتا خیال کیا جاتا تھا تم لوگوں
نے اسے جنگ و جدل کا دیوتا بنا دیا۔ اگر تم لوگوں کو دراوڑوں سے اتنی ہی نفرت تھی تو
پھر ان کے دیوی دیوتاؤں کو اپنانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا ایسا کر کے تم لوگوں نے خود
اپنے ہاتھوں سے اپنے دین دھرم کی دھجیاں نہیں اڑائیں۔

راجہ! تمہارے برہمن گوشت نہیں کھاتے۔ گوشت کھانے والوں سے نفرت کرتے ہیں مگر تمہاری مقدس کتاب وید گوشت کھانے کی ترغیب دیتی ہے۔ برہمنوں نے اپنی کتاب کے ان احکامات کو چھپانے ے لئے ایسے مندروں پر قبضہ جمانا شروع کر دیا جہاں قربانیاں ہوتی تھیں۔

چنانچہ کلکتہ کی کالی مائی چونکہ بڑی خونخوار دیوی تھی اس کے مندر میں شروع میں گائے کی قربانی کی جاتی تھی وہاں اب بھی قربانی ہوتی ہے برہمن کا لحاظ کرتے ہوئے وہاں گائے کی بجائے اب بھینسے کی قربانی ہوتی ہے اور یہ قربانی برہمنوں کی نگرانی میں ہوتی ہے حالانکہ تمہاری مقدس ویدوں میں گائے کی قربانی کا ذکر موجود ہے۔

راجہ! دین دھرم کے معاملے میں تمہاری ایک اور بے راہ روی اس طرح سامنے آتی ہے کہ جب تم آریہ جنوب کی طرف گئے اور دراوڑوں کے مقابلے میں کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی، ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، تم لوگوں نے ان کے دیوتا شیوا، دیوی پاربتی اور ان کے بیٹے گنیش کو بھی دیوتا اپنا لیا اور جب تم بنگال کی طرف گئے اور بنگال کی سیاہ فام رانی سے بدترین شکست ہوئی اور اس نے حملہ آور ہو کر تم پر مظالم کیے پس تم لوگوں نے اسے بھی اپنی دیوی تسلیم کر لیا تاہم اپنی نفرت کے اظہار کے لئے گلے میں بچوں کی کھوپڑیوں کا ہار اس کی کمر میں ہاتھوں کا گھگرا پہنا دیا گیا یعنی وہ ڈائن تھی بچوں کو کھا جاتی تھی۔ تاہم اب بھی تم ہندو لوگ اسے دیوی تسلیم کرتے ہو اور کلکتہ جانے والے اسے نمسکار کرنے ضرور جاتے ہیں اور پرشاد بھی چڑھاتے ہیں۔''

رکن الدین حمزہ جب خاموش ہوا تب بڑے غور اور کسی قدر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے راجہ پرتھوی راج اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''مسلمانوں کے قاصد تو ہمارے دین دھرم کی بات نہ کر اس لئے کہ یہ ہمارا اپنا دھرم ہے اس میں ہم تبدیلی کریں یا اضافہ کریں یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے رہی بات دراوڑوں کی تم کہتے ہو کہ وہ ان سرزمینوں کے مالک تھے ہم نے ان کی ملکیت اور ان کی وراثت سے انہیں محروم کیا تم جھوٹ کہتے ہو اس لئے کہ دراوڑ نہ ان سرزمینوں کے ملاک تھے نہ وارث۔ تم نے اگر اپنی زندگی میں کسی دراوڑ کو دیکھا ہو تو اندازہ لگاؤ گے کہ ان کے خدوخال، ان کی سیاہ رنگت، اُڑھے چہرے، مضبوط جسم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ یہاں کے رہنے والے نہیں تھے وہ افریقہ کے رہنے والے تھے اور وہاں سے نکل کر یہاں ان سرزمینوں میں آ کر آباد ہو گئے۔ ہم نے اگر پامیر سے اٹھ کر ادھر

کا رخ کیا تو انہیں جنوب کی طرف دھکیل دیا اور خود ان کی شمالی سرزمینوں پر قابض ہو گئے تو ہم نے کون سا جرم اور پاپ کیا ہے......؟''

پرتھوی راج جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے رکن الدین حمزہ کہنے لگا۔

''راجہ! تو نے بھی خوب بات کی اگر دراوڑ بھی ان سرزمینوں کے مالک نہیں تھے تو وہ درانداز اور گھس بیٹھیے تھے۔ تم بھی ان سرزمینوں کے مالک نہیں ہو لہٰذا درانداز ہو۔ لہٰذا تمہارے بعد جب کوئی ان سرزمینوں میں درانداز کی حیثیت سے داخل ہوگا تو تمہیں کیا حق بنتا ہے کہ اسے روکو۔ اس لئے کہ جس جرم سے تم اسے روکنا چاہو گے وہ جرم تم پہلے خود ہی کر چکے ہو۔''

رکن الدین کے خاموش ہونے پر پرتھوی راج کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

''میرے مخبروں نے اطلاع کر دی ہے کہ تمہارا سلطان شہاب الدین غوری اپنے لشکر کے ساتھ لاہور پہنچ چکا ہے اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جس طرح دراوڑ ان سرزمینوں پر آئے جس طرح ہم ان سرزمینوں میں داخل ہوئے اس طرح تم بھی یہاں وارد ہو کر یہاں کامیاب ہو جاؤ گے تو یہ تمہاری بھول، تمہاری غلطی ہے۔ ہم، تم لوگوں کو مار مار کر یہاں سے ایسا بھگائیں گے کہ دوبارہ ان سرزمینوں کا رخ کرنے کی ہمت و جرات نہیں کرو گے۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ اس سے پہلے ترائن کے درمیان میں ہم لوگ تمہیں بدترین شکست دے چکے ہیں شکست اٹھا کر تم لوگ بھاگ بھی گئے بلکہ تمہارا سلطان شہاب الدین غوری میرے بھائی گوبند رائے کی تلوار سے زخمی بھی ہوا اور اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی جب وہ ترائن کے میدانوں میں شکست اٹھا کر بھاگا تو ہم خیال کرتے تھے کہ وہ غزنی پہنچتے پہنچتے راستے میں دم توڑ چکا ہوگا لیکن اگر وہ زندہ بچ گیا ہے اور دوبارہ ترائن کے میدانوں کو آباد کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ہم تیار ہیں اس بار ہم اسے اور اس کے سارے لشکریوں کو واپس نہیں جانے دیں گے ترائن کے میدان ہی میں سب کا قتل عام کریں گے تاکہ پھر ان جیسی دراندازی کرنے کی کسی کو ہمت، جرات اور جسارت نہ ہو۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اجمیر کا راجہ پرتھوی راج خاموش ہو گیا اس کے بعد فیصلہ کن انداز میں رکن الدین حمزہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اب اس موضوع پر مزید میں تم سے کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا واپس اپنے سلطان

شہاب الدین غوری کے پاس جاؤ جو اس وقت لاہور میں قیام کیے ہوئے ہے اور
طرف سے اسے پیغام دو کہ اس کی بہتری، اس کی بھلائی، اس کی عافیت اور خیریت اسی
میں ہے کہ جن قدموں سے وہ لاہور تک پہنچا ہے وہیں سے پلٹے، واپس اپنے شہر
کی طرف چلا جائے اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو پھر اسے اور اس کے لشکریوں میں
کسی کو بھی زندہ سلامت واپس اپنے شہروں کی طرف جانا نصیب نہ ہوگا۔"

اس طرح رکن الدین حمزہ اپنے سلطان شہاب الدین غوری کے کہنے پر ا
سلطان کا پیغام دے کر واپس سلطان کے پاس پہنچ گیا تھا۔

اس کے بعد اجمیر کے راجہ پرتھوی راج نے اپنے کام کی ابتدا کی اس
ہندوستان کے تمام راجاؤں کو اپنی مدد کے لئے خطوط لکھے۔ سب ہی راجاؤں نے اج
کے راجہ پرتھوی راج کا ساتھ دینے کا عہد کیا اور خط ملتے ہی اپنے اپنے لشکر لے کر ا
کی مدد کے لئے چل پڑے اور کچھ ہی دنوں میں تمام ہندوستان کے راجہ اجمیر کے را
پرتھوی راج کے گرد جمع ہو گئے۔

کہتے ہیں اس موقع پر اجمیر کے نواح میں لگ بھگ تین لاکھ راجپوتوں کا ایک لش
جمع ہو گیا تھا ہندوستان کے سارے راجہ تین لاکھ کے اس جرار لشکر کو لے کر نکلے ا
پہلے کی طرح دریائے سرسوتی کے کنارے ترائن کے میدانوں کا رخ کیا۔ دوسری طرف
اس بار سلطان شہاب الدین غوری بھی خم ٹھونک کر ترائن کے میدانوں میں داخل ہوا ا
ہندوؤں کے لشکر کے بالکل سامنے اس نے پڑاؤ کیا تھا اس وقت مورخین لکھتے ہیں کہ
اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کے ساتھ ہندوستان کے لگ بھگ 150 راجہ تھے جب
سلطان شہاب الدین غوری ان کے سامنے ترائن کے میدانوں میں آ کر خیمہ زن ہوا
تب سارے راجہ پرتھوی راج کی سرداری میں ایک جگہ جمع ہوئے اپنے ماتھوں پر سب
سے پہلے انہوں نے بہادری کا ٹیکہ لگایا پھر انتہائی بہادری اور جرات مندی سے کام لینے
اور جنگ کے دوران مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی قسم کھائی۔

ان سارے ہندو راجاؤں نے آپس میں یہ بھی عہد کیا کہ جب تک مسلمانوں کو
بالکل ختم نہ کر لیں، اپنی تلواریں میان میں نہ رکھیں گے اور اس میدان جنگ میں اپنے
اپنے کمالات کا ایسا مظاہرہ کریں گے کہ دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کا نام باقی
رہے گا۔ ہندوستان کے یہ راجہ چونکہ شہاب الدین غوری کو ایک بار شکست دے چکے
تھے اس لئے ان کے حوصلے بہت بڑھے ہوئے تھے۔

سلطان شہاب الدین غوری کے ساتھ جنگ شروع کرنے سے پہلے ہندوستان
سارے راجاؤں نے آپس میں طے کیا کہ ابتدائے جنگ سے پہلے مسلمانوں کو
ن شہاب الدین کو ایک ہدایت نامہ بھیجا جائے اور یہ ہدایت نامہ اس کے لئے
ی تنبیہ ہو اس ہدایت نامہ میں ہندوستان کے سارے راجاؤں نے مل کر ایک خط
ورت میں شہاب الدین کو لکھا جس کا مضمون کچھ اس طرح سے تھا۔

"ہم ہندو راجاؤں کے لشکر کی کیفیت تو تمہیں معلوم ہو گئی
ہوگی، ہمارے ساتھ جس قدر لشکر ہے، وہ تمہیں اور تمہارے لشکر کو
تباہ و برباد کرنے کے لئے کافی ہے۔

معاملہ یہیں تک ختم نہیں ہوتا، دن بدن ہمارے لشکر کی
تعداد بڑھ رہی ہے اس لئے کہ ابھی تک مختلف اطراف اور مختلف
راجاؤں کی طرف سے ہمیں کمک کی صورت میں لشکر مل رہے ہیں
اور ہمارے لشکر کی تعداد روز افزوں زیادہ ہوتی جا رہی ہے اور
جب ہم اپنے لشکر کے ساتھ تمہارے خلاف حرکت میں آئیں گے
تو ہمارے لشکر کے قدموں سے زمین کا سینہ کانپ جائے گا۔

اگر تمہیں اپنی جان عزیز ہے تو اپنے لشکریوں کی غربت پر
رحم کھاؤ۔ ہم نے اپنے دیوتاؤں کے سامنے قسم کھائی ہے کہ اگر تم
ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے ارادے سے باز آ کر واپسی کا
ارادہ کر لو گے تو ہم تم سے کسی قسم کا تعرض نہ کریں گے اور تمہارا
راستہ نہ روکیں گے اور ہم تم پر رحم کھا کر تمہیں واپس جانے کی
اجازت دے دیں گے۔

اور اگر تم نے ہم سے ٹکرانے کا ارادہ کیا، ہم سے جنگ
کرنے کی کوشش کی تو کل صبح ہم اپنے تین ہزار ہاتھیوں اور بے
شمار لشکریوں کے ساتھ میدان جنگ کو میدان حشر بنا دیں گے اور
اس کے نتیجہ میں یقیناً تمہیں شکست کھا کر ذلت و رسوائی کے
ساتھ یہاں سے غزنی کی طرف بھاگنا پڑے گا۔"

پرتھوی راج کے قاصد نے جب یہ خط سلطان شہاب الدین کے سامنے پیش کیا
شہاب الدین نے وہ خط پڑھا تب سلطان نے ان کے خلاف ایک جنگی ترکیب

استعمال کی۔ اس خط کے جواب میں سلطان نے ہندوستان کے راجاؤں کو کہلا بھیجا۔

"مجھے اس امر کا پورا پورا اندازہ ہے کہ آپ کا خط محبت اور ہمدردی کے جذبات سے بھرپور ہے۔ میں آپ کی ہدایات پر ضرور عمل کرتا لیکن کیا کروں میں مجبور ہوں۔ میں اپنے بھائی غیاث الدین غوری کا محکوم ہوں اور اسی کے حکم کے مطابق تم لوگوں سے ٹکرانے کا عزم کیا ہے۔

اگر مجھے اتنی فرصت ملے کہ میں کسی قابل اعتبار قاصد کو اپنے بھائی کے پاس بھیج کر آپ کے لشکر کی کثرت وقوت کا حال لکھ کر بیان کر سکوں اور اپنی کمزوری کی روداد بتا سکوں تو مجھے یقین ہے کہ اس شرط پر صلح ہو سکتی ہے کہ سرحد و پنجاب اور ملتان پر تو غوریوں کا قبضہ رہے اور باقی تمام ہندوستانی علاقے آپ کی حکومت میں چھوڑ دیے جائیں۔"

سلطان شہاب الدین غوری کے اس خط سے ہندوستان کے راجاؤں نے یہ اخذ کیا کہ مسلمانوں کا لشکر واقعی بہت کمزور اور پریشانی کی حالت میں ہے لہٰذا وہ قوت و کثرت کے نشے میں سرشار ہو کر مسلمانوں کی طرف سے بالکل غافل ہو گئے یہی سلطان شہاب الدین غوری چاہتا تھا۔

ہندوستان کے سارے راجاؤں کو یہ جواب دینے کے بعد سلطان شہاب الدین نے دو کام کیے۔ پہلا یہ کہ اپنے لشکر کو اس نے بالکل چاق و چوبند اور مستعد رہنے کا حکم دے دیا اور انہیں تاکید کی کہ وہ کسی بھی وقت دشمن کے خلاف حرکت میں آتا ہوا کاری ضرب لگا سکتا ہے۔ ساتھ ہی اس نے اپنے سارے سالاروں اور لشکر کے عمائدین، امراء اور روساء کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

○❖○

سلطان شہاب الدین غوری کے دائیں جانب قطب الدین ایبک، غیاث الدین خلجی، ایبہ، حسین خرمیل اور کچھ دوسرے سالار اور امرا بیٹھے ہوئے تھے جبکہ دوسری جانب سلطان شہاب الدین کے وزیروں میں سے ضیاء الملک درمشی، محمد عبداللہ سنجری، لشکر کے قاضی شمس الدین بلخی، حاجب محمد علی غازی اور دیگر عمائدین اپنے منصب اور مراتب کے مطابق بیٹھے ہوئے تھے کچھ دیر خاموشی رہی اس دوران سلطان شہاب الدین اپنے سارے سالاروں اور عمائدین کا جائزہ لیتا رہا پھر انتہائی نرم آواز اور شفقت بھرے لہجے میں وہ انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"عزیزان من! دریائے سرسوتی کے نزدیک ترائن کے ان میدانوں میں ہم دوسری بار داخل ہوئے ہیں ترائن کے میدانوں میں، میں جب پہلی بار داخل ہوا تھا تو جنگ شروع کرنے سے پہلے مجھ سے کچھ کوتاہیاں ہوئی تھیں۔ اب میں ان کا اعادہ نہیں ہونے دوں گا۔ تمہیں یاد ہو گا، جہاں کہیں بھی میں نے جنگ شروع کی پہلے اپنے خداوند قدوس کے حضور دعا مانگتا ہوں لیکن ترائن کی پہلی جنگ میں ایسا کرنا بھول گیا تھا۔ شاید میں اپنے خداوند قدوس کی بارگاہ میں اس بات کا مجرم ٹھہرایا گیا اور مجھے اس کی سزا بھی خوب ملی۔ اس بار میں اس کوتاہی کا اعادہ نہیں ہونے دوں گا۔ اب میں نے جو دشمن سے نمٹنے کے لئے لائحہ عمل تیار کیا ہے اس کی تفصیل تم سے کہتا ہوں۔

پہلی بات جو میں واضح کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ دشمن کے پاس اس وقت تین لاکھ کا لشکر بالکل تیار ہے اور دن بدن اس کے لشکر میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اس لئے کہ ہندوستان کے مختلف راجاؤں کی طرف سے لگاتار کمک انہیں مل رہی ہے لہٰذا میں جنگ شروع کرنے میں زیادہ دن نہیں لوں گا اس لئے کہ جوں جوں وقت گزرے گا، دشمن کے لشکر کی تعداد میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اس کی قوت زیادہ مضبوط اور مستحکم ہوتی چلی جائے گی اور میں ایسا نہیں ہونے دینا چاہتا۔

دوسری بات جو میں تم پر واضح کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ دشمن کے پاس تین ہزار سدھائے ہاتھی ہیں جو جنگوں کے دوران پیش قدمی کر کے حملہ آور ہونے کے ماہر ہیں۔ اب ہم نے جہاں تین لاکھ کے لشکر سے نمٹنا ہے وہاں ہمیں تین ہزار ہاتھیوں سے بھی نمٹنا ہوگا۔

جو صورت حال اس وقت ہمارے سامنے ہے اس کے مطابق دشمن کے لشکر کی تعداد ہمارے لشکر سے تین گنا سے بھی زیادہ ہے اور یہ تعداد چار گنا بھی ہو سکتی ہے۔ راجہ پرتھوی راج کا جو قاصد میرے نام خط لے کر آیا تھا اس کا جواب میں نے اس انداز میں دیا ہے کہ وہ ہماری طرف سے تھوڑے غافل ہو جائیں گے میں نے ان سے اپنے بھائی سے مشورہ کرنے کی مہلت مانگی ہے ایسا میں نے جان بوجھ کر کیا ہے میں انہیں جنگ کی طرف سے فی الحال غافل رکھنا چاہتا ہوں اسی غفلت سے میں وہ فائدہ اٹھاؤں گا کہ یہ جو سارا ہندوستان اور اس کی پوری طاقت و قوت ہمارے خلاف امڈ آئی ہے اسے میرے خداوند نے چاہا تو رگید کر رکھ دوں گا۔

دشمن کے خلاف جنگ کی ابتدا کرنے سے پہلے دشمن پر شب خون مارا جائے گا۔ شب خون میں پورا لشکر حصہ نہیں لے گا۔ خاص دستے متعین کیے جائیں گے جو اپنی کارروائی کی تکمیل کریں گے۔ ان دستوں کی کمان داری قطب الدین ایبک، ایبہ اور حسین خرمیل کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دم لینے کے لئے سلطان شہاب الدین رکا اس کے بعد وہ پھر اپنے سالاروں اور عمائدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک حصہ میرے پاس، دوسرا قطب الدین ایبک، تیسرا ایبہ، چوتھا حسین خرمیل کی سرکردگی میں ہوگا۔ لشکر کے وہ دستے جنہیں پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر کیا جاتا ہے، انہیں میں ان لشکریوں میں شامل نہیں کر رہا اگر اس حصے کو بھی شامل کروں تو لشکر کے پانچ حصے بنیں گے۔ پڑاؤ کے لئے جو دستے ہوں گے ان کی کمان داری میں غیاث الدین خلجی کو سونپتا ہوں۔ ضیا الملک درمشی، محمد عبداللہ سنجری اور قاضی شمس الدین بلخی بھی اس کے ساتھ رہیں گے۔ میرے ساتھ میرے نائب کی حیثیت سے محمد علی غازی اور امیر شکار ناصر الدین دونوں ہوں گے۔ میں نے دشمن کے ساتھ دو بدو جنگ کرنے سے پہلے جو ان پر شب خون مارنے کا منصوبہ بنایا ہے اس شب خون کے لئے میں نے اپنے دل میں قطب الدین، ایبہ اور

حسین خرمیل کا انتخاب کیا ہے۔ آپ لوگوں میں سے اگر اس میں سے کوئی تبدیلی کرنا چاہتا ہے تو اس کی اجازت ہے۔ اگر آپ لوگ یہ خیال کرتے ہوں کہ شب خون میں مجھے بھی حصہ لینا چاہیے تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔"

اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے سلطان شہاب الدین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس موقع پر قطب الدین اپنی جگہ سے اٹھا اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! خداوند قدوس کو منظور ہوا تو شب خون کے لئے میں حسین، خرمیل اور ایبہ کافی ہیں۔ اللہ کو منظور ہوا تو آپ دیکھیں گے کہ ایک بار ہم دشمن کی صف کو ہلا کر رکھ دیں گے اور ان پر ثابت کریں گے کہ ترائن کے میدانوں میں اگر ہمیں پسپائی اور ہزیمت اختیار کرنا پڑی تھی تو ہزیمت اور پسپائی کا یہ داغ ہم اپنے دشمن کے ماتھے پر ثبت کرنا بھی جانتے ہیں۔ شب خون ہمارے لئے آسان ہوگا اس لئے کہ ہمیں ہاتھیوں سے نمٹنا ہی نہیں پڑے گا۔ اس موقع پر میں یہ بھی کہوں کہ شب خون بالکل شب کے آخری حصے میں مارا جائے وہ گہری نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور شب کے آخری حصے میں ہمیں دشمن پر ضرب لگانے کا بھی خوب موقع ملے گا۔"

قطب الدین ایبک اپنی بات مکمل کرنے کے بعد جب اپنی نشست پر بیٹھ گیا تب کچھ دیر تک سلطان شہاب الدین غوری اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

"قطب الدین! میرے عزیز جو کچھ تم نے کہا یوں جانو میرے دل کی آواز ہے۔ جو تم نے کہا ہے، میرے بچے ایسا ہی ہوگا مجھے پہلے ہی یقین اور بھروسہ تھا کہ تم، ایبہ اور حسین خرمیل یقیناً دشمن پر جان لیوا شب خون مارنے میں کامیاب رہو گے۔ اس شب خون کو میں سب سے زیادہ اہمیت دے رہا ہوں۔ اسی بنا پر میں نے حسین خرمیل کو بھی غزنی سے طلب کر لیا ہے اب جب کہ شب خون تک معاملہ ہمارے درمیان طے ہو گیا ہے اور جو بات میں آگے کہنا چاہتا ہوں وہ غور سے سننا۔ جس رات دشمن پر شب خون مارا جائے گا اگلے روز دشمن کے ساتھ پورے لشکر کے ساتھ جنگ کی ابتدا کی جائے گی جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں، دشمن کے لشکر کی تعداد تین لاکھ ہے ان کے پاس تین ہزار ہاتھی بھی ہیں۔ میں بھی جانتا ہوں، تمہیں بھی اس بات کا خاصہ تجربہ ہے کہ ہندوستان کے سارے راجہ جب ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کریں گے تو اپنے ہاتھیوں کو آگے رکھیں گے۔ ہاتھیوں کے اندر ان کی صفیں بھی آگے بڑھتی رہیں

گی اس طرح ہمیں بیک وقت دو پیش قدمیوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا ایک ہندوستان
کے لشکریوں کی پیش قدمی اور دوسری ہاتھیوں کی پیش قدمی اور میرے خیال میں اس
جنگ میں ہمارے لئے یہ سب سے بڑا اور مشکل مرحلہ ہوگا۔''

سلطان شہاب الدین غوری رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھا رہا تھا۔

''اس کٹھن مرحلے سے نمٹنے کے لئے میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔ اس کا
اظہار میں تم لوگوں سے کرتا ہوں۔ تم لوگوں سے جو کوئی بھی اس میں تبدیلی کرنا چاہے
اس سے بہتر تجویز پیش کرنا چاہے تو میں کھلے دل سے اس کا خیر مقدم کروں۔ جو تجویز
اس وقت میرے ذہن میں ہے وہ میں تم سے کہتا ہوں۔

شب خون کے اگلے روز دشمن سے ٹکرانے کے لئے ہم لشکر کی صفیں درست کریں
گے۔ ہمارے شب خون کی وجہ سے چونکہ دشمن کو خاصہ نقصان اٹھانا پڑا ہوگا لہٰذا وہ فی
الفور ہم سے انتقام لینے کے لئے جنگ کی ابتدا کرنا چاہے گا۔

صفیں درست کرنے کے بعد ہم ہندوستان کے لشکر کو موقع دیں گے کہ وہ ہم پر
حملہ آور ہونے میں پہل کرے۔ اس طرح ہمارا دشمن اپنے ہاتھیوں اور اپنے لشکر کو آگے
بڑھائے گا۔ ہندوستان کے سارے راجہ جن کی تعداد میری اطلاع کے مطابق سو سے
بھی زیادہ ہے اپنے لشکر کے وسطی حصے میں رہنے کی کوشش کریں گے۔ وہاں وہ اپنے
لشکریوں کا حوصلہ بڑھائیں گے جنگ جاری رکھنے کے لئے انہیں ہدایات جاری کریں
گے۔ اب ہم نے جو سب سے پہلا کام کرنا ہے وہ یہ کہ ہمارا لشکر پہلے کی طرح چار
حصوں میں تقسیم رہے گا۔ ایک حصہ میرے پاس، دوسرا قطب الدین ایبک، تیسرا ایبہ
چوتھا حسین خرمیل۔ ہم چاروں اپنے اپنے لشکر کے کچھ ایسے تیر انداز مقرر کریں گے جن
کے ذمہ صرف یہ کام ہوگا کہ وہ اپنے تیروں سے ہاتھیوں کا نشانہ بنائیں گے دوسرے
لشکری ہاتھیوں کے اندر جو دشمن کے لشکر کی صفیں ہوں گی انہیں اپنا ہدف بنائیں گے۔
کچھ دیر تک ہم دشمن کے ساتھ یہی کھیل کھیلیں گے۔ ہاتھیوں پر تیر اندازی ہوگی
ہاتھیوں کے اندر جو صفیں ہوں گی ان پر حملہ آور ہوا جائے گا اس کے بعد کچھ اس طرح
پسپائی اختیار کی جائے گی کہ دشمن یہ جانیں کہ ان کی یلغار اور پیش قدمی کے سامنے
ہمت ہار بیٹھے ہیں۔ دشمن کے حملوں کا دباؤ برداشت نہیں کر سکے، پسپا ہوئے ہیں اور
شکست اٹھانے کے درپے ہیں۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے دشمن کے لشکر کی اگلی صفیں جو ہاتھیوں کے پیچھے ہوں

ی وہ آگے نکل آئیں گی۔ یعنی پہلے آگے ہاتھی ہوں گے پیچھے لشکر ہوگا۔ لیکن جب
پائی اختیار کریں گے تو ہندوستان کے لشکریوں کے حوصلے بڑھیں گے۔ وہ ہاتھیوں
ے باہر نکل کر ہمارا پیچھا کریں گے ایسی صورت میں دشمن پر ضرب لگانے اور
اپنا ہدف بنانے کے لئے ہم ایک اور تبدیلی کریں گے۔

پہلے لشکر کے چاروں حصے پسپائی اختیار کر کے اپنی پوری طاقت اور قوت کے
دشمن کے ان لشکریوں پر حملہ آور ہوں گے جو ہاتھیوں سے آگے نکل آئے ہوں
ان کا مکمل طور پر صفایا کر دیا جائے گا جب ایسا ہو چکے گا تب میں تکبیر بلند کروں
ے تکبیر کے جواب میں سارے سالار لشکری بھی تکبیریں بلند کریں گے اس وقت
ور حسین خرمیل اپنے اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کے سامنے رہیں گے ایبہ اور قطب
ایک دائیں بائیں ہٹ جائیں گے۔ ایبہ دائیں جانب سے ہوتا ہوا آگے
گا اور دشمن کے بائیں پہلو پر حملہ آور ہوگا۔ قطب الدین ایبک جنگ کے دوران
لشکر کے بائیں پہلو پر ہوگا یہ بھی بائیں طرف ہٹ کر دشمن کے دائیں پہلو پر
لگائے گا۔ اس طرح سامنے کی طرف سے میں اور خرمیل دشمن کے دائیں بائیں
ے قطب الدین اور ایبہ جب ضرب لگائیں گے تو میدان جنگ کا وہ سماں اور
لنا کی مجھے امید ہے کہ دشمن کے لئے نہ صرف شکست کا باعث بنے گی بلکہ ان کے
عبرت خیزی بھی ثابت ہوگی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان شہاب الدین رکا ایک بار اپنے سارے سالاروں
عمائدین کا گہری نگاہ سے جائزہ لیا پھر اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا اور
کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیزو! جو کچھ میں کہنا چاہتا کہہ چکا۔ دشمن سے نمٹنے کے لئے جو لائحہ
عمل میں نے گزشتہ شب مرتب کیا تھا، وہ میں نے تم سے کہہ دیا ہے اب تم میں سے
بھی اس میں تبدیلی لانا چاہے، دشمن کے ساتھ جنگ کے طریقہ کار میں کوئی نیا اور
اضافہ کرنا چاہے تو اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنی تجویز کہے اگر وہ تجویز اچھی ہوئی، قابل
عمل ہوئی تو اس پر یقیناً عمل کیا جائے گا۔

سلطان شہاب الدین غوری کے ان الفاظ کے جواب میں اس کا نہ کوئی سالار اٹھا
نہ امیر یا عمائدین سلطنت میں سے اٹھ کر کسی نے تجویز پیش کی۔ اس پر سلطان کے
چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ اس موقع پر لشکر کے قاضی شمس الدین بلخی اپنی

جگہ پر اٹھے اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

"سلطان محترم! میں سمجھتا ہوں، آپ نے دشمن سے نمٹنے کے لئے جو تجویز کی ہے اس سے بہتر کوئی تجویز ہو ہی نہیں سکتی۔ اس تجویز کو سننے کے بعد کسی کا اپنی جگہ سے اٹھ کر یا کسی امیر کا کھڑے ہو کر اس سے متعلق کچھ نہ کہنا اس کی غمازی ہے کہ سب آپ کی اس تجویز سے متفق ہیں اور اسی پر عمل کیا جائے گا۔ اگر خداوند قدوس کو منظور ہوا تو آنے والی جنگ میں کامرانی اور فتح مندی ہماری ہوگی لیکن آپ سے اس موقع پر گزارش ہے کہ جس رات دشمن پر شب خون مارنا ہوگا آپ تہجد کے بعد اپنے خداوند قدوس کے حضور انتہائی عاجزی کے ساتھ اپنے لشکر کی کامیابی اور فوز مندی کے لئے دعا کیجئے گا۔ میں بھی ایسا ہی کروں گا۔"

اس کے ساتھ ہی قاضی شمس الدین بلخی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ سلطان شہاب الدین غوری تھوڑی دیر تک شمس الدین بلخی کی طرف دیکھتے ہوئے مسکراتا رہا پھر بڑی ... میں کہنے لگا۔

"آپ نے جو کچھ کہا ہے میں اس پر سختی سے عمل کروں گا اور میرا دل کہتا ہے میدان ہمارے ہی ہاتھ میں ہوگا۔"

اس کے ساتھ ہی اپنے سارے سالاروں اور عمائدین کا وہ اجلاس سلطان ... کر دیا تھا۔

دریائے سرسوتی کے کنارے کی عمارت میں ایک روز اُچ کا راج کمار ... اکیلا بیٹھا تھا کہ اس کمرے میں اس کا ماموں زاد سنگرام داخل ہوا۔ سنگرام آگے ... اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ دیوداس تھوڑی دیر تک بڑی غور سے اس کی طرف د... پھر کہنے لگا۔

"میرے بھائی! آج تیرا چہرہ بتاتا ہے کہ یا تو تجھے کوئی خوشی ملی ہے یا تو ... لئے کوئی اچھی خبر لے کر آیا ہے۔"

سنگرام کھل کر مسکرا دیا کہنے لگا۔

"دیوداس! میرے بھائی، تمہارا اندازہ درست ہے یوں جانو مجھے بھی خوشی ... اور تمہارے لئے بھی ایک اچھی خبر ہے۔ دیکھو میرے بھائی! جب تمہارے ... اچھی خبر ہوگی تو لازم ہے میں بھی خوش ہوں گا۔"

جواب میں دیوداس چونکا پھر بڑے غور سے سنگرام کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"میرے بھائی! اگر میرے لئے تمہارے پاس کوئی اچھی خبر ہے تو پھر کہو، دیر کیوں کی۔ کیا یہ اچھی خبر راج کماری کمار دیوی سے تعلق رکھتی ہے ...... کیا تم اس سے ملے ہو، اس نے میری پیش کش پر کوئی مثبت جواب دیا ہے......؟"

سنگرام مسکرایا، کہنے لگا۔

"دیوداس! میرے بھائی، جو کچھ میں کہنے والا ہوں یوں جانو اس کا تعلق کمار دیوی سے ہے بھی اور نہیں بھی۔ بات دراصل یہ ہے کہ راج کماری کمار دیوی نے تمہارے سامنے یہ شرط پیش کی کہ اگر تم ایبہ کو ہلاک کر دو تو وہ تم سے شادی کر لے گی۔

دیکھو! ایبہ کو ہلاک کرنا اس وقت اتنا آسان نہیں تھا اب ایبہ پر حملہ آور ہو کر اسے نقصان پہنچانا یا اس کا خاتمہ کرنا کسی قدر آسان ہے۔

میں نے ایبہ سے متعلق معلومات حاصل کی ہیں وہ کھکروں کے سردار کی ایک لڑکی سے شادی کر چکا ہے۔ وہ لڑکی بڑی جنگجو، بہترین قسم کی تیغ زن ہے اور یہ بھی مجھے خبر ملی ہے کہ وہ جنگوں میں ایبہ کے ساتھ رہ کر عملی طور پر حصہ لیتی رہی ہے۔

اب میں نے دو کاموں کا بندوبست کیا ہے راجہ پرتھوی راج کے لشکر میں میرے کچھ جاننے والوں کے علاوہ کچھ عزیز بھی ہیں۔ تمہارے کام کے سلسلے میں، میں نے ان سے تفصیل کے ساتھ بات کی، انہیں تم سے ہمدردی ہے اور انہوں نے دو تجویزیں پیش کی ہیں پہلی تجویز یہ کہ وہ اس جنگ میں خاص طور پر ایبہ کو اپنا ہدف بنائیں گے اور اس کا سر کاٹنے کی کوشش کریں گے۔ اگر وہ ایبہ کا سر کاٹنے میں کامیاب ہو گئے تو اس کا سر لا کر تمہیں پیش کر دیں گے اور تم وہ سر راج کماری کو پیش کر دینا اور اس طرح تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا اور تم اس سے شادی کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

"دوسرا طریقہ کار وہ کچھ اس طرح اختیار کریں گے کہ اگر وہ ایبہ کو اپنا ہدف نہ بنا سکے یا اس پر حملہ آور ہو کر اسے نقصان نہ پہنچا سکے تو وہ اس کے ساتھ کام کرنے والی اس کی بیوی کو ہلاک کر دیں گے......"

یہاں تک کہتے کہتے سنگرام کو رک جانا پڑا اس لئے کہ بیچ میں دیوداس فوراً بول اٹھا۔

"اصل مسئلہ تو ایبہ ہے اس کی بیوی نہیں...... ہلاک ایبہ کو کرنا ہے اس کی بیوی کو

مارنے سے کیا حاصل؟''

سنگرام نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''ابھی میں نے اپنی بات مکمل نہیں کی جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں سن لو اس کے بعد اعتراض کرنا۔''

سنگرام نے پھر کہنا شروع کیا تھا۔

''ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ جن لوگوں سے میں نے رابطہ قائم کیا ہے انہیں میں نے سمجھا دیا ہے کہ جنگ کے دوران اگر وہ ایبہ کا خاتمہ نہ کر سکیں تو کم از کم اس کی بیوی کو ہلاک کر دیں۔ دیکھ دیوداس! اس جنگ میں حصہ لینے کے لئے نہروالا کا راجہ بھیم دیو اور اس کا بیٹا رام دیو بھی آیا ہوا ہے۔ اپنے جن آدمیوں سے میں نے رابطے قائم کئے ہیں ان سے میں نے یہ بھی گزارش کی ہے کہ جہاں وہ ایبہ کی بیوی کا خاتمہ کریں گے وہاں راج کماری کمار دیوی کے بھائی رام دیو کو بھی ختم کر دیں۔''

سنگرام کے ان الفاظ پر اچھلنے کے انداز میں دیوداس چونک اٹھا تھا پھر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''سنگرام، میرے بھائی! یہ تم کیا کہہ رہے ہو...... تم تو وہ کام کرنا چاہ رہے ہو کہ اگر راج کماری کمار دیوی مجھ سے شادی کرنا چاہے تب بھی کرنے سے انکار کر دے۔ دیکھو، پہلے تو میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ تم ایبہ کی بیوی کو کیوں ہلاک کرنا چاہتے ہو...... اس بے چاری کا کیا قصور...... اس کو ایبہ کے ساتھ ہی رہنے دو اس طرح کم از کم یہ راج کماری کسی موقع پر ایبہ کی طرف تو مائل نہیں ہو سکے گی اور نہ اس کے پاس جا سکے گی۔ خاتمہ تو ہمیں ایبہ کا کرنا چاہیے ساتھ ہی تم نے ایک اور شوشہ کھڑا کر دیا ہے رام دیو کا بھی خاتمہ کرنے لگے ہو کیوں میری قسمت کے غبارے سے ہوا ایک مشت ہی نکالنے لگے ہو۔''

جواب میں سنگرام مسکرایا، کہنے لگا۔

''ابھی تک میں نے اپنی بات مکمل نہیں کی اور تم قبل از وقت بول اٹھے ہو۔ ہاں تو میں رام دیو کو قتل کرنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ دیکھو، جب رام دیو قتل ہو جائے گا تب ہم راج کماری کمار دیوی کے پاس آئیں گے۔

اگر تو ہم ایبہ کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ایبہ کا کٹا ہوا سر اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ اس طرح تم اپنا گوہر مقصود پانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

اگر ہم ایسا نہ کر سکے تو ہم دونوں راج کماری کے پاس جائیں گے اور اس سے کہیں گے کہ کمار دیوی کے بھائی رام دیو نے جنگ کے دوران ایبہ کی بیوی کو ہلاک کر دیا جو اس کے ساتھ جنگ میں حصہ لے رہی تھی اور اس کے رد عمل کے طور پر ایبہ نے کمار دیوی کے بھائی رام دیو کو موت کے گھاٹ اتار دیا جب یہ خبر راج کماری کمار دیوی کے کانوں میں ڈالی جائے گی تو یاد رکھنا، کمار دیوی کے دل میں اگر ابھی تک ایبہ کی محبت نہ سہی ہمدردی کا بھی کوئی جھونکا ہے تو وہ ختم ہو کر رہ جائے گا اور حالات اسے تمہاری طرف آنے سے روک نہیں سکیں گے۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو؟''

سنگرام کی اس ساری گفتگو کے جواب میں خاموش رہ کر دیوداس کچھ دیر سوچتا رہا پھر ہار ماننے کے انداز میں کہنے لگا۔

''سنگرام، میرے بھائی! میں نے کیا کہنا ہے...... مجھے تو راج کماری کمار دیوی کی محبت، اس کا ساتھ چاہیے۔ یہ چیزیں مجھے ایبہ کے قتل کی وجہ سے حاصل ہوں یا اس کی بیوی اور رام دیو کے مرنے سے۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کسی بھی صورت میں مجھے راج کماری کمار دیوی کو اس بات پر آمادہ کرنا ہے کہ وہ مجھ سے شادی کر لے بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں چاہتا۔''

دیوداس کے ان الفاظ سے سنگرام خوش ہو گیا تھا، کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو آؤ، ترائن کے میدانوں کی طرف چلتے ہیں جہاں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان تاریخی جنگ کی ابتدا ہو گئی اور پھر دیکھتے ہیں ہمارا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟''

اس کے ساتھ ہی دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اس کمرے سے نکل کر اپنے آپ کو خوب مسلح کر کے دریائے سرسوتی کے کنارے ترائن کے میدانوں کا رخ کر رہے تھے۔

O❖O

رات اپنی تمناؤں کے آنگن میں رقص کرتی ہر شے ک, زیست کی بے ثباتی کے صے سناتی خواب آلود آنکھوں میں ان گنت سپنوں کی سیج سجاتی کسd بے نام سی سرگوشی کی طرح اپنی منزلوں کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔ محبت کے جزیروں کی طرح آسمان پر آوارہ ابر زمین کی طرف جھکتے پھر زمین کے خشک چہرے کو جھانکتے ہوئے آگے نکل جاتے تھے۔ چاروں طرف نیم تاریک سایوں سے بغل گیر ہوتی ہواؤں اور ساغر کی تہہ میں ڈوبی ہر شے جیسی خاموشی تھی ہر شے اس سنسان صحرا کی طرح خاموش تھی جس میں حد نظر تک نہ کوئی راستہ ہو نہ کوئی منزل ہو۔ اندھیرے میں نہائی ملگجی گداز رات روشنی کی محفل سے بغل گیر ہونے کے لئے بے چین تھی اس لئے کہ رات اپنے انجام کو پہنچ رہی تھی۔ صبح کے آثار مشرق میں نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔

ایسے میں قطب الدین ایبک، ایبہ اور حسین خرمیل اپنے اپنے لشکریوں کے ساتھ بڑی رازداری کے ساتھ دشمن کے لشکر کی طرف بڑھے پھر انہوں نے تین مختلف سمتوں سے اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ تکبیریں بلند کرتے ہوئے فنا کی تختیاں لکھتے، آندھیوں کے وحشت خیز قافلوں، زیست کی دہلیز پر دستک دیتے قضا کے خوفناک گردابوں اور دل و جان کو شکن شکن کر کے تباہی کے تخن تراشتی موت کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

یہ بڑا اچانک اور ایک ہولناک شب خون تھا جو شب کے آخری حصے میں مارا گیا تھا۔ اس شب خون کی وجہ سے ہندوستان کے راجاؤں کے لشکر میں زرد خزاؤں روح کی درماندگی اور خواہشوں کی آوارگی کی سی کیفیت طاری ہونا شروع ہو گئی تھی۔

قطب الدین ایبک، ایبہ اور حسین خرمیل کے حملہ آور ہونے سے راجاؤں کے لشکر میں تقسیم ہوتے زاویوں، خوابوں کی بے ربطی کی طرح افراتفری اور بد نظمی پھیلنا شروع ہو گئی تھی اور پھر اس کے تھوڑی ہی دیر بعد ان کے لشکر کے اندر ہواؤں کے نوحوں، فضاؤں کے ماتم سی زخم خوردہ زبان کی آہ و فغاں جیسی کیفیت طاری ہونا شروع

ہوئی تھی قطب الدین ایبک، حسین خرمیل اور ایبہ نے دریائے سرسوتی کے کنارے کے میدانوں کو ایک طرح سے قتل گاہوں کا مقروض بنا کر رکھ دیا تھا۔

ختم ہوتی رات کے وقت قطب الدین ایبک، ایبہ اور حسین خرمیل کی طرف سے ایک انتہا درجہ کا ہولناک اور جان لیوا شب خون تھا۔ جب تک راجاؤں کے لشکری سنبھل کر جوابی کارروائی کرتے اس وقت تک تینوں مسلمان سالار اپنے کام کو اپنے انجام تک پہنچا چکے تھے۔ دشمن کے ان گنت لشکریوں کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ دشمن کے اندر ایک طرح کی افراتفری اور واویلا انہوں نے برپا کر کے رکھ دیا تھا اور جب انہوں نے دیکھا کہ ہندوستانی لشکری سنبھل کر ان کے مقابل صف آرا ہونے کی کوشش کر رہے ہیں تب تینوں سالاروں نے تکبیریں بلند کیں جو اس بات کا اشارہ تھا کہ اب شب خون کی تکمیل کر کے واپس اپنی لشکر گاہ کی طرف جانا ہے۔ اس کے ساتھ ہی تینوں اپنے اپنے لشکریوں کو لے کر واپس اپنی خیمہ گاہ میں پہنچ گئے تھے۔

اس شب خون سے پہلے ہندوستان کے راجاؤں کے لشکری بڑے خوش تھے ان کے ولولے جوان، ان کا جوش اور ان کی کامیابی کی امیدیں اپنے عروج پر تھیں اس لئے کہ ان کہ راجاؤں، ان کے سالاروں نے ان کے ذہن میں یہ بات ڈال رکھی تھی کہ ہم اس سے پہلے بھی ترائن کے میدانوں میں مسلمانوں کے سلطان شہاب الدین غوری کو بدترین شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر چکے ہیں لہٰذا ترائن کے یہ میدان اب پھر مسلمانوں کے سلطان کی شکست کا نظارہ کریں گے۔

لیکن اس شب خون کے بعد ان کی دلی کیفیت کافی حد تک تبدیل ہو گئی تھی۔ اس شب خون کے باعث ان کے لشکر کے ہزاروں لشکری موت کے گھاٹ اتر گئے تھے۔ جب مشرق کی طرف سے سورج طلوع ہوا تو پڑاؤ کے اندر جدھر نگاہ پڑتی تھی لاشیں ہی لاشیں دکھائی دیتی تھیں لہٰذا اس شب خون کی وجہ سے ہندوستان کے لشکریوں میں ایک طرح کی بد دلی اور کم حوصلگی پھیلی تھی اور مسلمانوں کا شب خون مارنے کا مدعا اور منشاء بھی یہی تھا۔

اگلے روز کا سورج جب طلوع ہوا تو ہندوستان کے سارے راجاؤں نے جنگ کی ابتدا کرنے کا تہیہ کر لیا تھا اس لئے کہ انہیں پتہ چل گیا تھا کہ ان کے لشکر میں چہ میگوئیاں ہونی شروع ہو گئی ہیں کہ مسلمانوں نے ان کے خلاف جو کامیاب اور دہلا دینے والا شب خون مارا ہے تو یہ ان کے لشکر کے لئے ایک طرح کی بدشگونی ہے اس

کے علاوہ بھی طرح طرح کی افواہیں لشکر میں اٹھنے لگی تھیں ان افواہوں پر قابو پا
کے لئے اور لشکریوں کا حوصلہ اور ولولہ قائم رکھنے کے لئے آپس میں صلاح و مشو
کرنے کے بعد سارے راجاؤں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی ابتدا کرنے کا تہیہ ک
لیا تھا۔

راجاؤں نے یہ بھی سوچ لیا تھا کہ اگر یونہی مسلمانوں کے سامنے پڑاؤ کیے رکھا
مسلمانوں کے اس کامیاب شب خون کی وجہ سے دن بدن ان کے لشکر میں بددلی پھیل
شروع ہو جائے گی جو ان کے لئے نقصان دہ ثابت ہو گی لہٰذا انہوں نے جنگ کی ابتد
کرنے کے لئے اپنے لشکر کی صفوں کو ترتیب دینا شروع کر دیا تھا۔ دوسری طرف
سلطان شہاب الدین نے بھی پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق اپنے لشکر کو چا
حصوں میں تقسیم کر کے لشکر کی صفیں درست کر لی تھیں پھر سلطان شہاب الدین اپ
لشکر کے سامنے آیا، گھوڑے کا رخ موڑ کر قبلہ رخ ہوا، سجدے کے انداز میں اس کا
اپنی زین کے ہنے پر جھک گیا تھا پھر وہ انتہائی عاجزی اور انکساری میں دعا مانگتے
ہوئے اپنے خداوند قدوس کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"میرے اللہ! اس بے جہت آسمان تلے اور روز شب کی روانی میں میرے کمزو
شانوں پر میری ملت کی ذمہ داریوں کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے میرے اللہ اگر تیری حمایت
حاصل نہ ہو تو میرے پاس کچھ بھی نہیں تیری نصرت میرے ساتھ نہ ہو تو میرے پا
تنکا بھی نہیں۔

میرے مالک! ہمارا دشمن ہمارے سامنے غم کی عقوبت گاہوں، زمانے بھر کی
وحشت، مجبوریوں کی چادر پھیلاتی موت کی اندھی چاپ خوف بھری تاریکی اور بوند بوند
برستے قہر کی طرح ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے گھور رہا ہے۔

میرے اللہ! تو ہی روشنی کو روشنی سے اور جوہر کو جوہر سے بناتا ہے بحر کے سینے
میں تو ہی بے نام اور انجانے جزیرے کھڑے کرتا ہے پھولوں کے زندان میں تو ہی
خوشبوؤں کو اسیر کرتا ہے تو ہی خوشیاں بانٹتے بگولوں کی طرح آسمان پر بادلوں کی
کشتیوں کو رواں کرتا ہے ارض و سما کے اس طلسم خانے میں میرے اللہ، تو ہی مجھ جیسے
خام کار کو پختہ کار بنانے والا ہے۔

میرے اللہ! تیری بندگی ہی میرا کمال، تیری اطاعت ہی میرا جمال ہے۔ لا
اللہ کی طرف سفر میرا استغراق لبوں کی آنچ میں تیری حمد کی پرچھائیاں ہی میرا ہنر ہے۔

میرے مالک! مجھے تیری حمایت حاصل نہ ہو تو میں صرف دکھ کا نگر ہوں۔ تیری
مایت مجھے حاصل ہو تو میں بھنور کی گرہیں کھول دینے والا طوفان ہوں۔ تیری نصرت
رے ساتھ نہ ہو تو میں زرد پتوں کی بے بس کہانی ہوں۔ تیری نصرت میرے شامل
ال ہو تو پھر میں دشمن کے لئے بحر کی طغیانی ہوں۔

میرے اللہ! مجھے ہمت دے، مجھے استطاعت دے کہ میں درد کی مثلث دائرے
انی مرگ و موت کی الجھن بن کر دشمنوں کی نظر نظر میں ویرانی بھرتا چلا جاؤں۔

میرے اللہ! مجھے ہمت دے کہ میں دشمن پر بے روک رقص شرر رن کے خونی
بادلوں اور تباہی کے اڑتے بادلوں کی طرح حملہ آور ہو کر دشمن کی شکست کو ان کا مقدر
ور اپنی فوزمندی کو یقینی بناتا چلا جاؤں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان شہاب الدین غوری نے اپنا سر زین کے ہنے
ے اٹھایا۔ اس موقع پر اس کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔ ہونٹ کاٹ رہا تھا، ایک
بھرپور نگاہ اس نے اپنے سامنے اپنے لشکر پر ڈالی دائیں بائیں اپنے لشکر کے ساتھ
مستعد کھڑے اپنے سالاروں پر ڈالی پھر اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔
انتہائی انکساری سے ایک بار آسمان کی طرف دیکھا اپنے گھوڑے کا رخ موڑ کر اس کا
منہ مشرق کی طرف کیا اب وہ بڑے غور سے دشمن کے تین سے چار لاکھ کے درمیان
لشکر کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ہندوستان کے راجاؤں کے لشکر کے اندر اس وقت ایک نہ ختم ہونے والا شور برپا
تھا۔ لشکر کے آگے آگے تین ہزار ہاتھیوں کو استوار کیا جا چکا تھا ان پر ان کے مہاوت
بیٹھ چکے تھے۔ ہاتھیوں کے بیچ میں اور ہاتھیوں کے پیچھے لشکر کی صفیں بڑی تیزی سے
درست کی جا رہی تھیں۔ راجاؤں کے لشکر میں مسلمانوں سے گزشتہ شب کے شب خون
کا انتقام لینے کے لئے شور اٹھا ہوا تھا۔

ہندوستان کے زیادہ تر راجے اپنے ہی لشکر کے وسطی حصے میں تھے ان میں سے
کچھ جنگی رتھوں میں سوار تھے کچھ گھوڑوں کی سواری کر رہے تھے لشکر کے اندر ایک ہلچل
برپا تھی آوازوں کا ایک طوفان تھا جو سماعتوں کے پردے پر بازگشت کا ایک خوفناک
تاثر چھوڑتا جا رہا تھا۔ دوسری طرف مسلمانوں کے اندر اگلے حصے میں طبل بج رہے تھے
لشکر کے اندر جگہ جگہ زندہ دل لشکری اونچی آوازوں میں تکبیریں بلند کر رہے تھے
دونوں لشکروں کے اندر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے ایک انوکھا شور اور ولولہ

تھا۔

دونوں لشکر کچھ دیر تک اسی کیفیت میں مبتلا رہے شاید ہر کوئی یہی خیال کر رہا کہ دوسرا حملہ آور ہونے کی ابتدا کرے چونکہ سلطان شہاب الدین غوری نے دشمن نمٹنے کے لئے پہلے ہی اپنا لائحہ عمل تیار کر رکھا تھا اور اس نے پہلے ضرب نہ لگا تہیہ کیا تھا لہٰذا اپنے لشکر کے ساتھ وہ بالکل اپنی جگہ پر کھڑا تھا یہ صورت حال دیکھ ہوئے ہندوستان کے سارے راجاؤں نے آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد مسلمانوں پر پہلے حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا اس فیصلے کے ساتھ ہی ہندوستان راجاؤں کا متحدہ لشکر اس طرح آگے بڑھا جیسے ہڈیاں چبا جانے والی رات خون جانے والے دن میں سراب آثار لمحات کسی پر وارد ہونے کے لئے اپنی پیش قدمی آغاز کرتے ہیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے راجاؤں کا متحدہ لشکر سلطان شہاب الدین غو کے لشکر پر اندوہ اور غم کی حکایتوں اندھی خوئے عہد شکنی ضبط کے آثار پر شب خون ما بے کلی اور کم مائیگی کا احساس دلاتے وحشت خیز کرب کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

اسی لمحہ مسلمانوں کے لشکر نے بھی سلطان کے اشارے پر جوابی کارروائی کا آ کیا تھا اور وہ بھی خوابوں کے اجڑے کھیتوں پر رقص کرتے آندھیوں کے خروش زندگی کے لہو کو نقطہ جوش پر پہنچا دینے والی رگوں میں کھولتی آگ اور ناگ کی طر خوف بھرے پھن پھیلائے موت کے جھکڑوں کی یورش کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

میدان جنگ خون اگلنے لگا تھا ذہن مبہوت آنکھیں پتھرانے لگی تھی۔ حیات کی آرزو برستے لپکتے موت کے شعلوں کی زد میں آ گئی تھی۔ چاروں طرف ان گنت نالوں کا سا شور اٹھ کھڑا ہوا تھا دونوں طرف کے لشکری تڑپ کر بے شمار پھوٹ پڑ والے لاووں کی طرح حملہ آور ہونے لگے تھے۔

تلواریں ڈھالوں سے چیخیں، چیخوں سے آہیں ہونٹوں سے ٹکرانے لگی تھیں مسلمان لشکری تڑپتی برق اور کرب لمحوں کے دکھ کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔

راجاؤں کے متحدہ لشکر نے اپنی طرف سے بڑی کوشش کی کہ وقت ضائع کئے ب مسلمانوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیں لیکن مسلمان جوابی کارروائی بھی کرتے ہو آنسوؤں اور سانحوں کروٹیں لیتے عذابوں کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے ہندوستان طبقاتی جبر پر فطرت کا قہر اور ذات پات کی لعنت پر ویرانیوں کا ستم بن کر نزول کر تھے۔

کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا سلطان شہاب الدین کے تیر انداز ہاتھیوں کو اپنا نشانہ بنائے ہوئے تھے ہاتھیوں کو انہوں نے چھلنی کر کے رکھ دیا تھا جس کی بنا پر ہاتھیوں کے آگے بڑھنے کی رفتار کم ہو گئی تھی اور اس صورت حال میں سلطان کے لشکریوں کو ہندوستان کے راجاؤں کے ان لشکریوں سے ٹکرانے کا موقع مل گیا تھا جو ہاتھیوں کے بیچوں بیچ آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

کچھ دیر تک جم کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے بعد جب سلطان نے تکبیر بلند کی تو اس کی تکبیر کے جواب میں اس کے سالاروں اور سارے لشکر نے بڑے ہولناک انداز میں تکبیریں بلند کیں پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد لشکر آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع ہو گیا تھا۔ اس سے راجاؤں نے اندازہ لگایا کہ مسلمانوں نے ایک بار تکبیریں بلند کر کے اپنے حوصلوں کی تجدید کرتے ہوئے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی ہو گی اور جب انہیں کامیابی نہیں ہوئی تو وہ پسپا ہونا شروع ہو گئے ہیں۔

اب راجاؤں کو یقین ہو گیا تھا کہ مسلمان پسپا ہو رہے ہیں اور اس موقع پر ان پر زور دار حملے کیا جائیں تو اپنی فتح اور ان کی شکست کو یقینی بنایا جا سکتا ہے لہٰذا انہوں نے اپنے لشکریوں کو للکارا اور اس للکار کے جواب میں ان کے لشکری ہاتھیوں کے بیچوں بیچ سے بڑی تیزی کے ساتھ آگے نکلتے ہوئے ایک طرح سے مسلمانوں کا پیچھا کرنے لگے تھے۔

مسلمانوں کی پسپائی بڑی تنظیم اور بڑے نظم کے ساتھ تھی وہ اپنے سامنے حملہ آور ہونے والے راجاؤں کے لشکریوں کو روک بھی رہے تھے اور پیچھے بھی ہٹ رہے تھے جب سلطان شہاب الدین نے دیکھا کہ دشمن کے لشکری اپنے ہاتھیوں سے کافی آگے نکل آئے ہیں تب ایک بار پھر اس نے تکبیر بلند کی اس کی تکبیر کے جواب میں پہلے کی طرح اس کے سالاروں اور لشکریوں نے تکبیریں بلند کیں اس کے بعد میدان جنگ میں ایک نیا انقلاب برپا ہونا شروع ہوا تھا۔

سلطان کے لشکر نے ایک دم پسپائی ترک کر دی پوری طاقت و قوت کے ساتھ جارحیت پر اترا، اس کے بعد سلطان کا لشکر اپنے سامنے دشمن کے لشکر پر بصارتوں کو اندھا کر دینے والے آتشی دائروں، سماعتوں کو بہرہ کر دینے والی کالی گھٹاؤں کی خوفناک کڑک کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یہ تبدیلی ہندوستان کے سارے راجاؤں کے لئے بڑی حیرت انگیز تھی وہ تو اپنی

جگہ خوش اور مطمئن تھے کہ مسلمان اب پسپا ہونا شروع ہو گئے ہیں لہٰذا ان کی شکست کا اعلان ہونے میں بس تھوڑی سی ہی دیر ہے اور اب وہ ایک جگہ اکھٹے ہو کر اپنی طرف سے مسلمانوں کی شکست کا منظر دیکھنے کے لئے بے چین تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان لشکری تو پلٹ کر دھرتی اور آکاش کو روند دینے والے جذبوں اور دل کی خلش میں اضافہ کرتے جذبات کی کھولتی آتش کی طرح حملہ آور ہو گئے ہیں تب ان کے پاؤں تلے سے زمین نکلنا شروع ہو گئی تھی۔ وہ جان گئے تھے کہ یہ مسلمانوں کی چال ہے اور اسی چال کو استعمال کرتے ہوئے وہ اپنی کامیابی کو یقینی بنانا چاہتے ہیں۔

پسپائی ترک کر کے جارحیت اختیار کرنے کے بعد مسلمانوں نے اپنے سلطان کی سرکردگی میں اس قدر پرجوش انداز میں حملے کیے کہ راجاؤں کا وہ لشکر کہ جو اپنے ہاتھیوں سے آگے نکل کر مسلمانوں کے تعاقب میں آیا تھا اس کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

اس کے بعد سلطان کا لشکر بڑی تیزی سے حرکت میں آیا۔ قطب الدین ایبک اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دشمن کے ایک پہلو کی طرف جبکہ ایبہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دشمن کے دوسرے پہلو کی طرف بڑھا تھا جبکہ دشمن کے سامنے خود سلطان شہاب الدین اور حسین خرمیل رہے تھے۔

پھر سلطان کے پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق اس کے لشکریوں میں سے جو بہترین تیر انداز تھے انہیں پہلے کی طرح اپنے تیروں سے ہاتھیوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا جبکہ باقی لشکریوں نے سلطان اور حسین خرمیل کی سرکردگی میں سامنے کی طرف سے راجاؤں کے لشکر پر خوفناک حملے کرنا شروع کر دیے تھے۔

اب راجاؤں نے اپنے لشکریوں کو للکارا، وہ چاہتے تھے کہ ایک بار پھر پوری قوت سے سامنے کی طرف حملہ آور ہوں اور مسلمانوں کے سامنے والے لشکر کو روند کر اپنی فتح کو یقینی بنائیں۔

جس وقت وہ ایسا کر رہے تھے اسی وقت ایک طرف سے ایبہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ موت کے دست خونی اور گرم ہیولوں کے رقص کی طرح دشمن کے دائیں پہلو پر اور بائیں پہلو پر قطب الدین ایبک اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ قضا کی برستی برسات اور قہرمانیت کی اٹھتی امنگوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اب راجاؤں کے لئے کڑی سوچوں کے منجدھار اٹھ کھڑے ہوئے تھے وہ اپنی

ـے اپنی ساری قوت کو اپنے سامنے جھونک کر سلطان کی شکست کو یقینی بنانا ـتھے اور اسی لمحہ ان کے لشکر کے پہلوؤں پر ایبہ اور قطب الدین ایبک نے حملہ ہو کر بڑی تیزی سے اس کے لشکریوں کو کاٹتے ہوئے ان کی تعداد کو کم کرنا شروع

ـدیا تھا۔

اب ان کے لئے ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی سلطان شہاب الدین کے وہ ـی جنہیں سلطان نے صرف ہاتھیوں کو نشانہ بنانے پر مقرر کیا تھا انہوں نے تیر ـزی کرتے ہوئے ہاتھیوں کو چھلنی کر کے رکھ دیا تھا اب ہاتھیوں نے اپنے ردعمل کا ـر کیا اور آگے بڑھنے کی بجائے پلٹے اور اپنے لشکریوں کو روندتے ہوئے بھاگے۔

جس وقت ہاتھی راجاؤں کے لشکر کو روندتے ہوئے پچھلی سمت جا رہے تھے ـلان شہاب الدین نے اس موقع پر بڑا دانشمندانہ قدم اٹھایا۔ ہاتھیوں کے پیچھے ہی ـے اپنے اور حسین خرمیل کے لشکر کو آگے بڑھایا اور جس وقت ہاتھیوں کی وجہ سے دشمن ـلشکری افراتفری اور بدنظمی کا شکار تھے سلطان اور حسین خرمیل نے ان پر حملہ آور ہو ـر بڑی تیزی سے ان کی صفوں کو کاٹ کر رکھ دیا تھا جبکہ یہی کام دائیں ـیں سے قطب الدین ایبک اور ایبہ بھی شروع کر چکے تھے۔

راجاؤں کا متحدہ لشکر چونکہ تعداد میں بہت زیادہ تھا لہٰذا راجاؤں کے حکم پر ـرے ہوئے ہاتھیوں کو لشکر سے باہر نکال کر پڑاؤ سے بھی پچھلی سمت بھیج دیا گیا۔ ـھیوں کے نکل جانے کے بعد راجاؤں نے قدرے اپنے لشکر کو سنبھالتے ہوئے پھر ـنگ کی بھٹی زور و شور سے گرم کر دی تھی۔

ترائن کے میدانوں میں ایک بار پھر پیمانہ روز و شب میں رزم گاہ قلزموں کے مد جزر کی طرح بھڑک اٹھی تھی زندگی موت کی علامت بننے لگی تھی۔ دل کی دھڑکنیں ـقضاء کی آہٹوں میں ڈوبنا شروع ہو گئی تھیں۔ ماہ و سال کی پابندی سے بے نیاز موت زندگی کو اپنی امانت جان کر واپس لینے لگی تھی۔

دریائے سرسوتی کے کنارے ترائن کے میدانوں میں چاروں طرف جسموں کو ـجھلاتی لوک آگ و موت کا کھیل شروع کر چکی تھی۔ راحتیں اور حلاوتیں نفرتوں اور ـشقاوتوں میں تبدیل ہونا شروع ہو گئی تھیں نسلی پاگل پن جسموں کا آشوب بن کر زمانے ـبھر کی وحشتیں اپنے دامن میں سمیٹنے لگا تھا چاروں طرف دونوں لشکروں کے اندر مسائل ـعذاب اور حادثات اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

ہاتھیوں کو اپنے لشکر سے نکالنے کے بعد راجاؤں نے ایک بار پھر اپ
صلاح مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ایک بار پوری طاقت وقوت سے
مسلمانوں پر حملہ کیا جائے اور پہلے کی طرح ترائن کے میدانوں میں ان کی شک
ان کی ہزیمت کو ان کا مقدر بنایا جائے۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد سارے راجاؤں نے جو اس وقت متحدہ لشکر کے ر
میں اپنے لشکریوں کو جنگ کے لئے ابھار رہے تھے اپنے اپنے لشکریوں کو پیغا
کہ ایک بار اپنی پوری طاقت، پوری توانائی اور جانفروشی سے مسلمانوں پر حملہ آ
اور ہر صورت میں ان کی شکست کو یقینی بنانا ہے۔

سارے لشکریوں کو جب یہ پیغام ملا تو ایک بار پھر راجاؤں کے لشکر میں جو
جذبہ پیدا ہوا اور وہ اپنی آخری کوشش کے طور پر اپنی فتح کو یقینی بنانے کے لئے
کی وسعتوں میں زندگی کی گرم بازاری، جذبوں کو خون سے تر کرتی اندھی جنون
خیالوں کو خاک یادوں کو راکھ بناتی عقوبت خیز گھٹاؤں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

راجاؤں کے لشکر کی طرف سے یہ ایک ہولناک اور جان لیوا حملہ تھا ان
لشکریوں نے اپنی پوری طاقت وقوت مسلمانوں کے خلاف صرف کر دی تھی۔

دوسری طرف مسلمانوں کا لشکر بھی اب مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح
پہلے میدان میں چنگھاڑتے جھومتے ہاتھی ان کے لئے مسائل کھڑے کر رہے تھے
ہاتھیوں کے نکلنے کے بعد جب راجاؤں کے لشکر نے پوری طاقت وقوت سے حملہ
اس کا جواب دیتے ہوئے سلطان شہاب الدین کے کہنے پر اس کے سالار اور لشکر
بھی راجاؤں کے متحدہ لشکر پر توہم مٹا دینے والے وارفتہ شوق، غموں کی دھوپ
کی پیاس دکھ کا سانحہ کرب کی داستان اور زمین کا حادثہ بنتے درد و الم کے نصاب
طرح ٹوٹ پڑے تھے جس وقت دونوں طرف کے لشکری اپنے سروں پر کفن باندھ
اپنی اپنی فتح مندی، اپنی اپنی کامیابی اور کامرانی کو یقینی بنانے کے لئے کوشش کر
تھے اس وقت مسلمانوں کی کامیابی اور فتح مندی کا پہلا در کھلا۔

ایبہ جو راجاؤں کے لشکر کے ایک پہلو کی طرف سے حملہ آور ہوتے ہوئے
بڑھا تھا اور اس نے دشمن کے لشکر کی کئی صفیں روند کر دشمن کے لشکر کے وسطی حصے
طرف پیش قدمی کی تھی اس نے دیکھا اس کے سامنے ذرا فاصلے پر دہلی کا راجہ
رائے جو اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کا بھائی تھا اپنے لشکریوں کو للکار رہا تھا پہلے

ار تھا اپنے لشکر کے اندر ادھر ادھر تیزی سے گھومنے کے لئے ہاتھی مناسب نہیں تھا
لئے کہ وہ سست رفتار تھا لہٰذا وہ ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا اور
ے کو ادھر ادھر بھگاتے ہوئے اپنے لشکریوں کو ٹوٹ کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے
لئے ابھار رہا تھا۔

ایبہ اس وقت اپنے کچھ لشکریوں کے نرغے میں تھا جو اس کے آگے پیچھے دائیں
ں دشمن پر ضربیں لگا رہے تھے دہلی کے راجہ گوبند رائے کو دیکھتے ہوئے ایبہ کا خون
ل اٹھا۔ تلوار اس نے زین کے ساتھ ٹکائی، زین کے ساتھ لٹکتی ہوئی کمان سنبھالی
جایا نشانہ لیا، سانس روکی اور اس نے جب تیر چلایا تو اس کا تیر دہلی کے راجہ گوبند
ے کی زرہ کی کڑیوں کو پھاڑتا ہوا اس کے دل کے پار ہو گیا تھا۔ تیر لگنے سے جب
بند رائے جھکا تو اسی وقت آگے پیچھے دو تیر اور آئے اور انہوں نے گوبند رائے کی
ہ کی کڑیوں کو چیرتے ہوئے گوبند رائے کے جسم کو چھلنی کر کے رکھ دیا تھا۔ گوبند
ے گھوڑے سے گر کر دم توڑ گیا تھا۔

گوبند رائے کے ارد گرد جو اس کے لشکری مسلمانوں کے خلاف جنگ آزما تھے
ب انہوں نے دیکھا کہ گوبند رائے تو اپنے گھوڑے سے گر کر ختم ہو گیا ہے تو حوصلہ
بیٹھے اسی لمحہ ایبہ نے اپنے لشکریوں کو للکارا اور پہلے کی نسبت زیادہ اور جذبے کے
اتھ وہ اس سمت سے حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے۔

ایک تو گوبند رائے کے مارے جانے سے راجاؤں کے اس لشکر کے حصوں نے
ا چھوڑا تھا دوسرے ایبہ کے حملوں میں تیزی پیدا ہو گئی تھی لہٰذا اس سمت کی صفیں کی
فیں الٹ گئیں جو لشکری حملہ آور مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے وہ اب جانیں بچا کر
پنے لشکر کے وسطی حصے کی طرف بھاگے جہاں دوسرے بہت سے راجہ اپنے لشکریوں کو
ھار رہے تھے۔

اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کو جب خبر ہوئی کہ اس کا بھائی گوبند رائے جنگ میں
ام آ چکا ہے اور اس طرف کے لشکری پیچھے ہٹ کر وسطی حصے کا رخ کر رہے ہیں تب
اس نے اپنے لشکر کے دوسرے پہلو کے کچھ لشکریوں کو اس طرف جا کر مسلمانوں کی راہ
کنے کا حکم دیا۔

یہ پرتھوی راج کی غلطی تھی جونہی اس نے اپنے لشکر کے دوسرے پہلو سے ایبہ کی
طرف اپنے لشکر کے کچھ حصوں کو روانہ کیا اس سمت سے قطب الدین ایبک نے زور

اور دباؤ ڈالتے ہوئے ان کے لشکریوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔

قطب الدین ایبک کی طرف سے لشکر کے جو حصے پرتھوی راج نے ایبک کی طرف روانہ کیے تھے وہ بھی وہاں تک نہ سکے اس لئے کہ اس طرف سے مسلمان دشمن کو رگیدتے ہوئے بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔

عین اسی لمحہ ایک اور انقلاب برپا ہوا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ سلطان شہاب الدین نے جب دیکھا کہ پہلوؤں کی طرف سے اس کے لشکر کے دونوں حصوں نے دشمن کے پہلوؤں کو بری طرح مجروح کرتے ہوئے ان کے وسطی حصے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا ہے تب سلطان شہاب الدین نے اپنے 12 ہزار چیدہ چیدہ لشکریوں کے ساتھ دشمن پر آخری ضرب لگانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اپنے 12 ہزار سواروں کے ساتھ پرجوش انداز میں شہاب الدین غوری نے پہلے تکبیریں بلند کیں اس کے بعد شہاب الدین غوری زندگی اور موت کا کھیل کھیلنے کے لئے راجاؤں کے لشکر پر تقدیر کے المناک حادثوں، عداوتوں کی متحرک چٹانوں فراموشی کے دیئے روشن کرتے فطرت کے المناک عذاب کی طرح ٹوٹ پڑا تھا سلطان شہاب الدین کے اس طرح حملہ آور ہونے کے ساتھ ہی حسین خرمیل جو سلطان شہاب الدین کے پہلو بہ پہلو کام کر رہا تھا وہ بھی سلطان ہی کے انداز میں دشمن پر ٹوٹ پڑا تھا۔

اب راجاؤں کے لشکر کی حالت یہ تھی کہ وہ تین طرف سے گھر چکے تھے۔ سامنے کی طرف سے سلطان شہاب الدین اور حسین خرمیل موت کا کھیل کھیلتے ہوئے ان کے لشکر کی صفوں کو الٹتے ہوئے ان کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرتے جا رہے تھے۔

جب کہ ان کے لشکر کے دونوں پہلوؤں کی طرف سے قطب الدین ایبک ایسہ زور دار حملے کرتے ہوئے ان کے لشکر کے وسطی حصے کی طرف بڑی تیزی سے بڑھنے لگے تھے۔

ان خوفناک حملوں کے دوران ہندوستان کے بہت سے راجہ بھی مارے گئے دہلی کا راجہ گوبند رائے پہلے ہی مارا جا چکا تھا اور اس کی وجہ سے لشکر کے اندر بددلی پھیلی ہوئی تھی اور جو مزید راجہ جنگ میں کام آئے اب ان کے لشکری جی چھوڑ بیٹھے بھاگ کھڑے ہوئے۔

سلطان شہاب الدین کے ہاتھوں ہندوستان کے ایک سو سے زائد راجاؤں کے لشکر کی یہ بدترین شکست تھی۔ اجمیر کے راجہ پرتھوی راج نے اس موقع پر بچے کھچے لشکریوں کو سنبھالا دینے کی بڑی کوشش کی لیکن اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اس لئے کہ اس نے اندازہ لگایا کہ جنگ کی ابتدا میں اس کے ساتھ جو لشکر تھا وہ مسلمانوں کے لشکر سے لگ بھگ تین گنا سے بھی زیادہ تھا اور اب جس وقت پسپائی اختیار ہوئی تو ان کے لشکر کا اس قدر قتل عام ہوا کہ جو لشکر بچا اس کی تعداد مسلمانوں کے لشکر کے برابر ہو گئی تھی۔

اجمیر کے راجہ پرتھوی راج نے جب دیکھا کہ چاروں طرف پسپائی و بھاگ دوڑ مچ گئی ہے اور اس کے دوسرے راجاؤں کے لشکری اپنی اپنی جانیں بچاتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے ہیں تب پرتھوی راج کے سامنے بھی بھاگ کر اپنی جان بچانے کے علاوہ کوئی راستہ نہ تھا اس بنا پر اس نے اپنے گھوڑے کی باگیں موڑیں اور بھاگ کھڑا ہوا۔ سلطان شہاب الدین غوری یہ ساری صورت حال دیکھ رہا تھا جنگ ایک طرح سے رک چکی تھی مسلمان فتح عظیم حاصل کر چکے تھے اس موقع پر سلطان شہاب الدین غوری نے بھاگتے دشمن کا بری طرح تعاقب کیا اور ان کی تعداد مزید کم کی ساتھ ہی اس نے کچھ دستے مقرر کیے اور ان کے ذمہ یہ کام لگایا کہ وہ ہر صورت میں اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کو زندہ گرفتار کر کے اس کے پاس لائیں۔

پرتھوی راج نے بھاگ کر اجمیر کی طرف سے نکل جانے کی پوری کوشش کی لیکن اس کی بدقسمتی تھی کہ شہاب الدین نے جو دستے اسے گرفتار کرنے کے لئے مقرر کیے تھے وہ اس کے اور اپنے درمیان فاصلوں کو بڑی تیزی سے سمیٹتے رہے یہاں تک کہ دریائے سرسوتی کے کنارے انہوں نے پرتھوی راج کو جا لیا اسے گرفتار کر لیا اور اسے اپنے حلقے میں لے کر سلطان شہاب الدین کی طرف مڑے تھے۔

اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کو جب سلطان شہاب الدین کے سامنے پیش کیا گیا تب سلطان کافی دیر تک اسے سر سے پاؤں تک دیکھتا رہا اس دوران اس کے چہرے پر غصہ کی سرخی اور پیشانی پر غضبناکی کی سلوٹیں نمایاں ہو گئی تھیں اس کے بعد وہ پرتھوی راج کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تو تم ہو اجمیر کے راجہ پرتھوی راج ...... ذرا اپنی حالت کا مشاہدہ کرو ......تم تو ہندوستان کے سارے راجاؤں کو اپنے ساتھ ملا کر اور انہیں میرا دشمن بنا کر جنگ سے

پہلے وقت کے بدترین جبر و تشدد کے خنجروں اور کالے مکروہ خناس جیسی گفتگو کر
تھے۔

پرتھوی راج! اس جنگ کی ابتدا ہونے سے پہلے میں نے جو قاصد تمہاری طرف
امن و سلامتی کا پیغام دے کر بھیجا تم نے نہ صرف اس کی توہین کی بلکہ میرا اور میرے
دین کا تمسخر بھی اڑایا۔

پرتھوی راج! اگر تم میرے قاصد اور میری ذات کی توہین کرتے تمسخر اڑاتے تو
تمہارا یہ رویہ یقیناً میرے لئے برداشت اور درگزر کرنے کا تھا لیکن میرے دین کا تمسخر
اڑاتے وقت جو الفاظ تم نے استعمال کیے تھے ان کی چبھن تو میں اب تک اپنے دل
میں محسوس کرتا ہوں جو الفاظ تم نے میرے قاصد سے کہے تھے وہی الفاظ اس نے آکر
میرے سامنے بیان کر دیے تھے ...... جانتے ہو وہ الفاظ سن کر میں نے اپنی طبیعت
اپنے نفس کے مطابق کھانا پینا چھوڑ دیا تھا اور میرے اس امن و سلامتی کے پیغام کے
دوسرے راجاؤں سے مشورہ کرنے کے بعد جو خط تو نے میرے نام لکھا میں نے اس
خط کو پڑھنے کے بعد محسوس کیا کہ اس خط میں میرے لئے لفظوں کا زہر و حروف کے
تیر تھے۔ تیرے غرور کے تیشے، تیری تخریب کاری کی آتش تھی۔ تیرے لہجے کی نفرت
نخوت تیری خود پرستی کا کینہ میں نے محسوس کیا تھا۔ اس خط میں، میں نے تیری بے کا
کی ضرب اور اپنے لئے روح کا کرب بھی محسوس کیا تھا۔

اجمیر کے راجہ پرتھوی راج! ذرا میرے حوصلے، میرے صبر و تحمل پر بھی نگاہ ڈال
...... ہندوستان کے سرزمین میں دو بار مجھے پسپائی کا سامنا کرنا پڑا ...... ایک نہر والا کے
راجہ کے سامنے دوسری بار یہیں انہی ترائن کے میدانوں میں لیکن میں نے ہمت نہیں
ہاری ...... حوصلہ نہیں ہارا اور تم سارے راجہ صرف ایک بار میرے ہاتھوں شکست اٹھانے
کے بعد طوفانوں کے سامنے حسن و خاشاک طرح اڑ کر رہ گئے ہو۔

پرتھوی راج! میں اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ تاریک شب کی ردا میں تاریکیاں
چنتی مشعلوں کی طرح غزنی سے ہندوستان کی طرف آتا تھا جہاں میرے لئے ہر موڑ پر
امتحان ہر گام پر ایک آزمائش تھی اس کے باوجود میں نے اپنے عزم کو ڈگمگانے نہیں
دیا۔

پرتھوی راج! جنگ سے پہلے تو تو گردوں کا سینہ چیرنے، فضاؤں کی نبض روکنے،
ہواؤں کی سانسوں کی حبس لمحوں کا شکار کرنے، تشنگی کا فریب دے کر شریانوں میں نشتر

ی باتیں کرتا تھا اس وقت تو نے یہ کیوں نہ سوچا کہ کبھی کبھی وقت کا سیل رواں
ر خواب کا فرق مٹا دیتا ہے۔ کبھی کبھی زیست کے سراب بھی حشر سامان دشمن
تے ہیں کبھی کبھی ایک سہما ہوا پنچھی بھی بد دلی کے زخم دے جاتا ہے۔
پہلے تو تو بڑا بولتا تھا اب اپنی انا کی شکست تلے تو زندان کی سنگلاخ فصیلوں جیسا
رد جبر کی چکی تلے پسی ماضی کی گونجوں جیسا خاموش اور سلگتے مہیب اندھیروں
و ریزہ سانسوں جیسا پرسکوت کیوں کھڑا ہے کچھ بولو، میں نے اب تک جو کچھ
اس کا کم از کم جواب تو دینا چاہیے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان جب خاموش ہوا تب بڑی عاجزی اور بڑی
کا مظاہرہ کرتے ہوئے پرتھوی راج کہنے لگا۔

”یقیناً مجھ سے خطا، مجھ سے غلطی ہوئی ہے ...... میں اپنے ماضی کے رویہ کی
مانگتا ہوں ...... معذرت خواں ہوں۔“

اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کے ان الفاظ پر سلطان کے چہرے پر ہلکا سا مگر طنزیہ
نمودار ہوا تھا پھر پرتھوی راج کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”اب معافی مانگتے ہو جب پانی سے سر گزر چکا ہے ...... جب سارا معاملہ ختم ہو
ہے ...... جب چاروں طرف آتش فشاں پھٹ چکے ہیں تم نے پہلے کیوں نہیں سوچا
وقت کا وحشی ناگ بڑے بڑے فرعونوں، بڑے بڑے سرکشوں اور بڑے بڑے
وں کو اندیشوں کے دروازے پر لا کھڑا کرتا ہے۔ تو نے پہلے کیوں نہ غور و فکر
کام لیا کہ پتھروں کے شہر میں کبھی کبھی نازک سا کوئی آئینہ بھی انقلاب برپا کرنے
لث بن جاتا ہے ...... تو نے پہلے کیوں نہ اپنی ذات پر غور کیا اور یہ سوچا کہ آج تو
تا ہے کل تیرا تنزل بھی تیرا سامنا کر سکتا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان خاموش ہوا کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ پرتھوی راج کو
ب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”ذرا اپنے حال اور ماضی کا تقابلی جائزہ تو لے یہ شکست اٹھانے سے پہلے تو اہل
ما کی ساری دانشوری، فہم و ادراک کی ساری برتری حسن تخیل کی ساری دلکشی اور شمع
ہاں کی ساری ہی روشنی اپنی ذات سے وابستہ کرتا تھا اس لئے کہ تو نے میری دشمنی
ہوا کھڑا کر کے ہندوستان کے سارے راجاؤں کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور وہ تیرے
کا بن کر ایک طرح سے تمہارے ماتحت کام کرنے پر تیار ہو گئے تھے اس وقت تو

تیرے پیر زمین پر نہیں لگتے تھے۔ اب ذرا اپنی حالت کا جائزہ لے اس وقت تو تیرے سامنے مٹی کے عارضی گھروندے بنتے بگڑتے بیکار کھلونے اور بنجر دھرتی کی بدقسمتی کر کھڑا ہے۔"

سلطان کی اس ساری گفتگو کے جواب میں پرتھوی راج کچھ نہ بولا خاموش اس موقع پر اپنے سامنے کھڑے اپنے سالار حسین خرمیل کی طرف سلطان نے عجیب سے انداز میں دیکھا اور مخصوص اشارہ کیا۔

یہ اشارہ پاتے ہی حسین خرمیل اپنے کچھ مسلح جوانوں کے ساتھ حرکت میں پرتھوی راج کو پکڑ کر پڑاؤ سے باہر لے جایا گیا اور وہاں اس کا خاتمہ کر دیا گیا۔

اسی دوران ایک لشکری پڑاؤ کی طرف سے بھاگا ہوا آیا سیدھا سلطان شہاب الدین کے سامنے کھڑے ایبہ کی طرف گیا اور ایبہ کے کان میں کوئی رازدانہ گفتگو کرنے لگا تھا۔

سلطان شہاب الدین غوری انہیں بڑے غور سے دیکھ رہا تھا، آنے والے لشکری نے نہ جانے ایبہ کا کان میں کیا کہا کہ ایبہ کا رنگ فکر مندی اور دکھ میں پیلا سرسوں ہو کر رہ گیا تھا۔ سلطان کے سامنے سے ہٹ کر وہ پڑاؤ کی طرف جانے کو تھا کہ سلطان نے اسے مخاطب کیا۔

"ایبہ! میرے بیٹے، میرے پاس آؤ۔"

ایبہ کے ساتھ ساتھ وہ لشکری بھی اپنی جگہ پر رک گیا تھا۔ جس نے ایبہ کے کان میں کچھ کہا تھا ایبہ سلطان کے سامنے آن کھڑا ہوا سلطان نے بڑی شفقت میں اسے مخاطب کیا۔

"بیٹے! کیا معاملہ ہے ...... اس لشکری نے جو کچھ تمہارے کان میں کہا ہے اسے سن کر تمہارا چہرہ فوراً تبدیل ہو گیا ہے ...... میں تمہارے چہرے پر پیلاہٹ اور فکرمندی کے آثار دیکھتا ہوں ...... بتاؤ کیا بات ہے ......؟"

کچھ دیر تک ایبہ کچھ نہ کہہ سکا اپنے ہونٹ کاٹتا رہا۔ اس دوران جواب طلب سے انداز میں جب سلطان نے آنے والے لشکری کی طرف دیکھا تب وہ لشکری بول اٹھا۔

"سلطان محترم! میں پڑاؤ کی طرف سے آیا ہوں۔ پڑاؤ میں ایبہ کی بیوی کو کسی نے قتل کر دیا ہے ...... ایبہ کے خیمے میں اس کی بیوی مردہ حالت میں پڑی ہے......

وہاں ایک کاغذ بھی پڑا ہوا ہے جس کے اندر وہ خنجر گڑا ہوا ہے جس کے ساتھ ایبہ کی بیوی کو ہلاک کیا گیا ہے۔"

یہ خبر سن کر سلطان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا...... چپ چاپ پڑاؤ کی طرف چل ایبہ اور دوسرے سالار سلطان کے پیچھے پیچھے تھے...... سلطان جب ایبہ کے خیمے میں داخل ہوا تو وہاں فرش پر ایبہ کی بیوی کی لاش پڑی ہوئی تھی...... لاش کے قریب ہی ایک کاغذ پڑا تھا اس کاغذ کے اندر ایک خون آلود خنجر گڑا ہوا تھا اور کاغذ پر ایک تحریر بھی دکھائی دے رہی تھی...... سلطان نے خنجر کھینچ کر کاغذ سے نکالا...... کاغذ کو اٹھا کر جو اس نے پڑھا تو اس پر یہ تحریر مرقوم تھی۔

"وہ لڑکی جو اپنے باپ اور بھائیوں سے بغاوت کر کے بھاگی ہو، اس کا انجام یہی ہونا چاہیے۔"

کاغذ پر لکھی تحریر پڑھ کر سلطان نے کاغذ ایبہ کی طرف تھما دیا۔ ایبہ نے بھی کاغذ پر لکھی تحریر پڑھی...... کاغذ کو تہہ کر کے اس نے اسے اپنے لباس میں محفوظ کر لیا اس موقع پر ایبہ سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ سلطان نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

"ایبہ! یہ کام تمہاری بیوی کے بھائیوں اور باپ کی طرف سے سرزد ہوا ہے...... وہ اسے فروخت کرنا چاہتے ہوں گے اور یہ فروخت ہونے سے پہلے ہی بھاگ کر ہمارے پاس آ گئی...... وہ اس کی تلاش میں ہوں گے انہیں خبر ہو گئی ہو گی کہ اس نے یہاں ہمارے لشکر میں پناہ لے کر تم سے شادی کر لی ہے لہٰذا وہ کسی مناسب موقع کی تلاش میں رہے ہوں گے اور جنگ کے دوران ان کے آدمی کسی نہ کسی طرح پڑاؤ میں داخل ہو کر اس خیمے میں داخل ہوئے اور اس کا کام تمام کر کے چلتے بنے۔

بیٹے! ایسا گھناؤنا فعل کرنے کے بعد وہ بچ نہیں پائیں گے...... سب سے پہلے ہمیں اس کی تجہیز و تکفین کا کام سرانجام دینا ہو گا پھر چند دن کے وقفہ کے بعد میں چند لوگ تمہارے حوالے کروں گا اور انہیں لے کر تم کھکروں کے وحشی قبائل کی طرف جانا وہاں اس کے باپ اور بھائیوں سے ملنا...... انہیں صورت حال سے آگاہ کرنا اور قبیلے میں پوری تحقیق کرنے کے بعد اس کے باپ اور بھائیوں کا خاتمہ کرنا لیکن یہ احتیاط رہے کہ وہاں کسی بے گناہ کو انتقام کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ اس لئے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ایک عالم دین کھکروں کے قبیلے کے اندر تبلیغ کا کام سرانجام دے رہا ہے اور مجھے امید

ہے کہ اس کی تبلیغ رنگ لائے گی اور یہ کھکر حلقہ بگوش اسلام ضرور ہوں گے۔

بہرحال تمہاری بیوی کا خون رائیگاں نہیں جائے گا ...... قاتل جو کوئی بھی ہیں وہ کتنے ہی دراز دست کیوں نہ ہوں، وہ تعداد میں کتنے ہی کیوں نہ ہوں ان سے اس قتل کا بڑا بھیانک انتقام لیا جائے گا ...... اب آؤ پہلے تمہاری بیوی کے علاوہ جنگ کے دوران کام آنے والے لشکریوں کی تجہیز و تکفین کا کام سرانجام دیں اس کے بعد کسی اور کام کی تکمیل کریں گے۔“

اس کے بعد سلطان اور اس کے سارے سالار حرکت میں آئے، سب سے پہلے ایبہ کی بیوی کے علاوہ جنگ کے دوران جس قدر لشکری شہید ہوئے تھے، ان کی تجہیز و تکفین کا کام سرانجام دیا گیا ...... لشکریوں کے آرام و استراحت کا بندوبست کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا گیا ساتھ ہی ساتھ سلطان شہاب الدین غوری اور اس کے سالار جنگ میں زخمی ہونے والے اپنے سارے لشکریوں کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی کا سامان کرنے کے بعد دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹ کر اپنے قبضہ میں کرنے لگے تھے۔

○❖○

دریائے سرسوتی کے کنارے جس حویلی کے اندر اُچ کے سابق راج کمار دیوداس کا قیام تھا، وہ اس حویلی کے باہر کھڑا تھا کہ ایک طرف سے اس کا ماموں زاد سنگرام اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا ...... دیوداس کے قریب آ کر وہ اپنے گھوڑے سے اترا ...... سنگرام کے اترتے ہی دیوداس بڑی بے چینی اور بڑی بے تابی سے اس کی طرف بڑھا تھا پھر اس نے سنگرام کو مخاطب کیا۔

”میرے بھائی! جس تجویز پر تم عمل کرنا چاہتے تھے اس کا کیا بنا ......؟“

جواب میں سنگرام خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”دیوداس! میرے بھائی، میں نے اپنے جن آدمیوں کو ایبہ کی بیوی اور راج کماری مار دیوی کے بھائی رام دیو کو قتل کرنے کے لئے کہا تھا، وہ یہ دونوں کام سرانجام نہیں دے سکے۔ اس لئے کہ جنگ کے دوران اپنے لشکر سے نکل کر دشمن کے لشکر کے بیچ و بیچ ہو کر دشمن کے پڑاؤ میں جانا ناممکن تھا اور اگر وہ دائیں یا بائیں طرف سے لمبا چکر کاٹتے ہوئے مسلمانوں کے پڑاؤ کی طرف جاتے تو ایسا انہیں گھوڑوں پر سوار رہ کر کرنا پڑتا اور جب وہ گھوڑوں پر سوار مسلمانوں کے پڑاؤ میں داخل ہوتے تو یقیناً وہ پکڑے جاتے اور ان کا خاتمہ کر دیا جاتا۔ اس طرح وہ اس کام کو سرانجام نہیں دے سکے اور پھر اپنے لشکر سے نکل کر اتنا لمبا چکر کاٹ کر وہ پیدل بھی مسلمانوں کے پڑاؤ کی طرف نہیں جا سکتے تھے جس کی بنا پر ان کی طرف سے تو یہ کام ادھورا رہ گیا لیکن بھگوان تمہاری مدد پر آمادہ ہے اس لئے کہ جس وقت مسلمانوں کی جنگ عین عروج پر تھی، اس وقت لڑکی کے لواحقین میں سے کوئی مسلمانوں کے پڑاؤ میں داخل ہوا اور ایبہ کی بیوی کو ہلاک کر دیا گیا۔ یہ خبر مجھے ابھی ابھی ملی ہے۔

دوسری بری خبر جو میں تمہارے لئے لے کر آیا ہوں وہ یہ کہ ہندوستان کے لشکر کو بدترین شکست کی خبر تو مل ہی چکی ہے پر اب جو خبر میں تمہیں کہنا چاہتا ہوں یہ کہ دہلی کا

راجہ گوبند رائے جنگ کے دوران مارا جا چکا تھا کچھ اور راجہ بھی جنگ میں کام آئے۔ ہمارے راجہ پرتھوی راج نے جنگ سے بھاگ کر اجمیر کی طرف جانے کی کوشش کی لیکن دریائے سرسوتی کے کنارے پکڑا گیا ...... اسے مسلمانوں کے سلطان کے سامنے پیش کیا گیا اور اس کی گردن مار دی گئی ہے۔

یہ تو ایک بری خبر ہے ...... بہر حال اتنی بری بھی نہیں اس لئے کہ اس سے پہلے ہندوستان کے متحدہ لشکر کو شکست ہوئی، وہ اس سے بھی بڑی اور بری خبر تھی تاہم تمہارے حق میں ایک دوسرا کام بھی اچھا ہو گیا ہے۔

بھائی میرے! جیسا کہ میں نے اور تم نے تجویز کیا تھا کہ راج کماری کمار دیوی کے بھائی رام دیو کو قتل کر دیں گے اور کمار دیوی سے یہ کہیں گے کہ رام دیو نے ایبہ کی بیوی کو ہلاک کیا تھا اور جواب میں ایبہ نے رام دیو کو قتل کر دیا۔

اب نہ میرے آدمی ایبہ کی بیوی کو ہلاک کر سکے اور نہ رام دیو پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر سکے اس لئے کہ جنگ کے دوران رام دیو ہندوستان کے دوسرے راجاؤں کے بیچ اپنے باپ کے ساتھ تھا اور وہاں اس پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا۔ یہاں بھی لگتا ہے تمہارا کام بھگوان ہی کی طرف سے ہو گیا ہے..... جنگ کے دوران رام دیو بری طرح زخمی ہوا ہے شکست اٹھانے کے بعد اس کا باپ اسے اور اپنے بچے کھچے لشکریوں کے ساتھ نہروالا کی طرف بھاگ گیا ہے ...... میرا خیال ہے کہ نہروالا جا کر رام دیو بچے گا نہیں ...... موت کی گہری نیند سو جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سنگرام جب خاموش ہوا تو الجھن بھری آواز میں دیوداس اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا

”سنگرام! میرے بھائی، مجھے تمہارے اس منصوبہ کی کچھ سمجھ نہیں آئی ...... یہ ایک بے بنیاد سا منصوبہ ہے جس کی وجہ سے میرا کام ہوتا دکھائی نہیں دیتا ...... چلو تمہارے کہنے پر جا کر ہم راج کماری کمار دیوی سے کہہ دیتے ہیں، ایبہ نے ایک لڑکی سے شادی کر لی تھی اور اس جنگ کے دوران اس کے بھائی رام دیو نے ایبہ کی بیوی کو قتل کر دیا اور جوابی کارروائی کرتے ہوئے ایبہ نے رام دیو کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تم یہ کہو یہ داستان کمار دیوی کو سنانے کے بعد ہمارے لئے بہتری اور فائدے کا کون سا پہلو نکلے گا۔“

جواب میں سنگرام مسکرایا، کہنے لگا۔

”تم بھی مورکھ کے مورکھ ہی رہے۔ ہمارے لئے فائدے ہی فائدے بہتری ہی بہتری ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سنگرام رکا کچھ سوچا پھر دیوداس کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”دیوداس! ایبہ کی بیوی کو تو چلو کسی نے قتل کر دیا، میرے خیال میں کسی دشمنی کی بنا پر ماری گئی ہو گی تو ہمارا کچھ کام ہو گیا ورنہ ایبہ پر حملہ آور ہو کر کمار دیوی کی خواہش کے مطابق اسے قتل کرنا میرے بھائی، اندھے کنویں میں چھلانگ لگانے کے مترادف ہے۔ وہ مسلمانوں کے لشکر کے ایک حصے کا سالار ہے ...... مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہو کر اس پر حملہ آور ہونا تو بہت دور کی بات اس کو دور سے دیکھنا بھی اپنی موت کو آواز دینا ہے لہٰذا جو حالات اب تک رونما ہو چکے ہیں ان کے مطابق ہم راج کماری کمار دیوی سے کہتے ہیں کہ ایبہ نے شادی کر لی تھی۔

اگر ہم ایبہ کی شادی کا ذکر کریں گے تو یاد رکھنا کمار دیوی کے ذہن پر یہ پہلی ضرب ہو گی۔ یہ کمار دیوی، ایبہ سے محبت کرتی تھی اسے چاہتی تھی، اسے اپنی زندگی اور جیون کا ساتھی بنانے کا فیصلہ کر چکی تھی جب اسے یہ خبر ہو گی کہ اس کو نظر انداز کرتے ہوئے ایبہ نے کسی لڑکی سے شادی کر لی ہو گی تو وہ ایبہ کے خلاف اس کی نفرت کی یہ پہلی وجہ ہو گی۔

اس کے بعد جب کمار دیوی کو ہم داستان کا دوسرا پہلو سنائیں گے اور یہ کہیں گے کہ جب اس کے بھائی رام دیو کو خبر ہوئی کہ ایبہ نے اس کی بہن کمار دیوی سے شادی کرنے کی بجائے کسی اور لڑکی کو اپنا ہم سفر بنا لیا ہے تو رام دیو، ایبہ کی بیوی پر حملہ آور ہوا خود اس پر حملہ آور ہوا یا اپنے ساتھیوں کے ذریعے کسی نہ کسی طرح اس نے ایبہ کی بیوی کو قتل کروا دیا اور ایبہ کو جب خبر ہوئی کہ رام دیو نے اس کی بیوی کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تو ایبہ بڑے راز دارانہ انداز میں کسی نہ کسی طرح رام دیو پر وارد ہوا اور اسے قتل کر کے رکھ دیا۔ کمار دیوی کے دل میں ایبہ کے خلاف نفرت پیدا کرنے کی یہ دوسری وجہ ہو جائے گی۔ کمار دیوی کو جب خبر ہو گی کہ ایبہ نے اسے ٹھکرا کر کسی سے شادی کر لی تھی اور یہ کہ اس نے اس کے بھائی رام دیو کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تب ایبہ سے اس کی محبت اور پریم تو ختم ہو جائے گا بلکہ اس سے نفرت کرنے لگے گی اور اسی نفرت سے دیوداس، تم نے فائدہ اٹھانا ہے۔

کمار دیوی نے تمہارے سامنے یہ شرط پیش کی تھی کہ اگر تم ایبہ کو قتل کر دو تو وہ تم سے شادی کر لے گی ...... یہ شرط اس بات کی بھی نشان دہی کرتی ہے کہ ایبہ اور کماری کے تعلقات خراب ہو چکے ہیں اور وہ اس کو چھوڑ کر شہاب الدین غوری کے لشکر میں شامل ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے وہ اس کے خلاف ہو گئی ہو گی بہرحال معاملہ کچھ بھی ہو، ہمیں اس سے کوئی غرض و غایت نہیں ہے اب تم نے کمار دیوی کو یہ ساری داستان سنانے کے بعد کہنا ہے کہ ایبہ پر ہاتھ ڈالنا کوئی آسان کام نہیں لہٰذا ان حالات میں ایک ہی صورت سامنے آتی ہے کہ تم مجھ سے شادی کر لو اس کے بعد دونوں میاں بیوی کوئی مناسب موقع جان کر ایبہ پر حملہ آور ہوں گے اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔

میرے خیال میں اپنے بھائی کے قتل کا سن کر کمار دیوی تم سے شادی کر کے ایبہ سے انتقام لینے پر رضا مند ہو جائے گی ...... بس اسے اپنانے کا فی الحال تو یہی طریقہ ہے اور اگر وہ نہ مانی تو پھر اسے جال میں پھانسنے کے لئے کوئی اور طریقہ استعمال کریں گے۔"

سنگرام جب خاموش ہوا تب کسی قدر بے زاری اور اکتاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے دیوداس کہنے لگا۔

"اس کمار دیوی نے خواہ مخواہ میں ہمارے لئے الجھنیں پیدا کر کے رکھ دی ہیں! اگر اس بہانے کو استعمال کرنے کے بعد بھی وہ مجھ سے شادی پر آمادہ نہ ہوئی تو میں اس کا قصہ ہی پاک کر دوں گا ...... نہ رہے بانس نہ بجے بانسری ...... میں اس کی گردن کاٹ کر رکھ دوں گا ...... پر اسے پہلے دھمکی دوں گا، اگر وہ مجھ سے شادی پر آمادہ نہ ہوئی تو پھر قتل ہونے کے لئے تیار رہے۔"

دیوداس کی اس گفتگو کے جواب میں سنگرام کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک طرف سے سنگرام کا باپ آتا دکھائی دیا، دونوں چپ ہو گئے تھے اس کے بعد خاموشی سے حویلی کے اندر چلے گئے تھے۔

○❖○

کمار دیوی بے چاری پنجرے میں بند کسی بے بس پنچھی کی طرح اس حویلی کے ایک کمرے میں پریشانی کے عالم میں ایک نشست پر پڑی ہوئی تھی کمرے میں دیوداس داخل ہوا، اسے دیکھتے ہی کمار دیوی سنبھل کر بیٹھ گئی ...... آہستہ آہستہ دیوداس آگے بڑھا اور کمار دیوی کے سامنے ایک نشست پر بیٹھ گیا ...... کچھ دیر تک کمرے میں خاموشی رہی پھر انتہائی دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے دیوداس کہنے لگا۔

"کمار دیوی! میں تمہارے لئے دو خبریں لے کر آیا ہوں ...... ایک اچھی اور ایک بری ...... تمہارے لئے اچھی خبر یہ ہے کہ ایبہ جسے کسی دور میں تم پسند کرتی تھی اور تم نے اسے اپنا جیون ساتھی بنانے کا تہیہ کر لیا تھا، وہی ایبہ جس نے کبھی تم سے تیغ زنی اور تیر اندازی کا مقابلہ جیتا تھا ...... اس نے ایک لڑکی سے شادی کر لی تھی اب تمہارے یہاں قیام کے دوران ایک بار پھر مسلمانوں کا سلطان ہندوستان پر حملہ آور ہوا جس طرح پہلے ترائن کے میدانوں میں جنگ ہوئی تھی، اسی طرح اب پھر ترائن کے میدانوں میں جنگ ہوئی ہے۔

اس جنگ کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ اس جنگ میں ہندوستان کے سارے راجاؤں کو مسلمانوں کے سلطان کے مقابلے میں بدترین شکست اٹھانا پڑی ہے۔ اس جنگ کے سلسلے میں تمہارے لئے جو اچھی خبر میں لے کر آیا ہوں، وہ یہ ہے کہ تمہارے باپ اور تمہارے بھائی رام دیو نے بھی اس جنگ میں حصہ لیا تھا۔ رام دیو کو شاید خبر ہو گئی تھی کہ ایبہ جس سے تم شادی کرنا چاہتی تھی اس نے کسی اور لڑکی سے شادی کر لی ہے ...... اسے شاید اس فعل کا بڑا صدمہ ہوا لہٰذا اس نے اپنے کچھ آدمی مقرر کیے جنہوں نے مسلمانوں کے پڑاؤ میں داخل ہو کر ایبہ کی بیوی کو قتل کر دیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دیوداس رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"کمار دیوی! یہ تو تمہارے لئے ایک خبر ہے میں سمجھتا ہوں یہ تو تمہارے لئے اچھی

خبر ہے اب دوسری خبر جو میں کہنے لگا ہوں وہ تمہارے لئے بری خبر ہے۔

اب بری خبر کچھ یوں ہے کہ ایبہ کو پتہ چل گیا تھا کہ اس کی بیوی کو قتل کرنے والا تمہارا بھائی رام دیو ہے لہٰذا جنگ کے بعد جس وقت ہمارے لشکر شکست اٹھا کر بھاگے اور مسلمانوں نے ہمارے لشکریوں کا تعاقب کیا تو اس تعاقب کے دوران ایبہ نے تمہارے بھائی رام دیو کو اپنا نشانہ بنایا اور رام دیو کو اس نے قتل کر دیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دیوداس پھر رکا، کچھ سوچا اس کے بعد پہلے کی نسبت زیادہ نرمی میں وہ کمار دیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"کمار دیوی! تم نے میرے سامنے یہ شرط پیش کی تھی کہ اگر میں ایبہ کو قتل کر دوں تو تم مجھ سے شادی کر لو گی ...... اب میں تم پر انکشاف کروں کہ ایبہ کو قتل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے اس لئے کہ وہ سلطان شہاب الدین کے لشکر کے بہترین سالاروں میں سے ایک ہے اور مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہو کر مسلمانوں کے کسی سالار پر ہاتھ اٹھانا تو بہت دور کی بات، اسے میلی نظر سے دیکھنا اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

کمار دیوی! ان حالات میں، میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ فی الوقت میں اور تم شادی کر لیتے ہیں اس کے بعد ہم دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے ایبہ کی تاک میں رہیں گے اور جب بھی مناسب موقع ملا دونوں مل کر ایبہ کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے اس طرح تمہاری شرط شادی کے بعد بھی پوری ہو سکتی ہے۔

کمار دیوی! اب میری اس پیش کش کو ٹھکرانے کی کوشش نہ کرنا، اس لئے کہ میں اب اپنی خواہش کی تشکیل کا انتظار کرتے کرتے تھکتا جا رہا ہوں۔"

دیوداس جب خاموش ہوا تب بڑی فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کمار دیوی کہنے لگی۔

"پہلے میرے چند سوالوں کا جواب دو اس کے بعد جو کچھ تم نے کہا ہے اس کا جواب میں تمہیں دوں گی۔"

میرا پہلا سوال یہ ہے کہ یہ بتاؤ کہ ترائن کے میدانوں میں کتنے راجہ سلطان شہاب الدین سے ٹکرائے؟"

بے حد دکھ اور تاسف کا اظہار کرتے ہوئے دیوداس کہنے لگا۔

"لگ بھگ 150 ہندوستان کے راجاؤں نے شہاب الدین پر حملہ کیا لیکن

ستان کے راجاؤں کی بدقسمتی کہ سلطان نے ہندوستان کے سارے راجاؤں کو ت دی حالانکہ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ سے کچھ اوپر تھی جبکہ ہندوستان لشکر کی تعداد تین لاکھ سے بھی اوپر تھی پھر مزید یہ کہ تین ہزار تربیت یافتہ ہاتھی بھی میں شامل تھے اس کے باوجود بھی ہمارے لشکر کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔"

دیوداس کے خاموش ہونے پر کمار دیوی نے دوسرا سوال داغ دیا۔

"یہ کہو کہ میرا بھائی تو جنگ میں کام آ گیا، میرے باپ کا کیا بنا؟"

دیوداس نے غور سے کمار دیوی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"تمہارا بھائی تو جنگ میں کام آ گیا اور تمہارا باپ اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر لا کی طرف جا چکا ہے۔"

کمار دیوی نے اب تیسرا سوال کیا۔

"اجمیر کے راجہ پرتھوی راج اور اسی جیسی حیثیت کے بڑے بڑے راجاؤں کا کیا ...؟"

اس بار دیوداس پہلے سے بھی زیادہ دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

"دہلی کے راجہ گوبند رائے کو مسلمانوں نے جنگ کے دوران ہی ہلاک کر دیا تھا ند رائے کے علاوہ اور بہت سے راجہ جنگ کے دوران مارے گئے تھے پھر جب ستان کے لشکر کو شکست ہوئی تو اجمیر کا راجہ پرتھوی راج بھاگ کھڑا ہوا لیکن اس کی ی دریائے سرسوتی کے کنارے تعاقب کرنے والے مسلمانوں نے اسے جا پکڑا۔ انوں کے سلطان کے سامنے پیش کیا گیا اور سلطان نے اس کی گردن مار دینے کا الے دیا ...... اب پرتھوی راج اس دنیا میں نہیں ہے۔"

یہ سارے حالات جاننے کے بعد کچھ دیر تک کمار دیوی کی گردن دکھ اور غم میں جھکی ھ بول نہ سکی ...... انتہا درجہ کی فکرمند ہو گئی تھی اس کے بعد وہ کچھ سنبھلی، اپنی ان سیدھی کی اور اپنے سامنے بیٹھے دیوداس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"دیوداس! جو حالات تم نے سنائے ہیں وہ سامنے رکھتے ہوئے میں خود اکیلی ایبہ کو ار کروں گی۔"

کمار دیوی کے ان الفاظ پر دیوداس چونکا ...... اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہنے

"کمار دیوی! یہ تم کیا کہہ رہی ہو ...... تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے ...... تم کیسے اور کس

طرح اکیلی ایبہ پر ہاتھ ڈال سکتی ہو...... کیا تم مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہو گی وہاں اگر تم ایبہ پر حملہ آور ہو گی تو کیا سمجھتی ہو کہ تم بچ کر وہاں سے نکل سکو گی...... میں تو سمجھتا ہوں وہاں تمہیں ایبہ پر حملہ آور ہونے کا موقع ہی نہیں ملے گا...... تمہیں پہلے گرفتار کر کے ایبہ کے سامنے پیش کیا جائے گا جو تمہاری گردن کاٹ کر رکھ دے گا۔"

دیوداس جب خاموش ہوا تو کمار دیوی کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگی۔

"میں ایبہ کو کسی طریقے سے قتل کروں گی اگر تم اسے نہیں مار سکے تو میں تو اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی اس لئے کہ اب وہ میرے بھائی کا قاتل ہے، میں مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہو کر اس پر حملہ آور نہیں ہوں گی۔ سنو دیوداس! میں ایبہ سے شادی کروں گی۔"

دیوداس چونکنے کے انداز میں اپنی جگہ پر اچھل پڑا تھا کہنے لگا۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو...... کبھی کہتی ہو تم اسے قتل کرو گی، کبھی کہتی ہو تم اس سے شادی کر لو گی...... مجھے تمہاری باتوں کی کوئی سمجھ نہیں آتی۔"

طنزیہ سے انداز میں کمار دیوی مسکرائی اور کہنے لگی۔

"میری باتیں صاف اور سیدھی ہیں...... تمہیں سمجھ آ جانی چاہیں۔ دیکھو، میں مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہونے کے بعد ایبہ پر واقعی حملہ آور نہیں ہو سکتی۔ میں......"

یہاں تک کہتے کہتے کمار دیوی رک گئی پھر دوبارہ اس نے دیوداس کو مخاطب کیا۔

"جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں اس سے پہلے یہ بتاؤ کہ مسلمانوں کا لشکر اس وقت کہاں ہے......؟"

دیوداس نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"ہمارے لشکر کو شکست دینے کے بعد مسلمانوں کا لشکر ابھی تک ترائن کے میدانوں ہی میں پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔ ہمارے پڑاؤ میں بہت سا سامان تھا جو ان کے ہاتھ لگ گیا ہے ابھی تک تو میرے خیال میں وہ سامان کو ہی سمیٹ رہے ہوں گے۔"

دیوداس جب خاموش ہوا تب کمار دیوی کہنے لگی۔

"اگر مسلمانوں کے لشکر نے ابھی تک ترائن کے میدانوں میں ہی پڑاؤ کیے ہوئے ہے تب میرا کام آسان ہو گیا ہے۔

دیوداس! میں چاہتی ہوں کہ تم مجھے رہا کر دو، اس حویلی سے نکال دو۔ میں

مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہوں گی، ایبہ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کروں گی۔ ایبہ سے شادی کر لوں گی اور شادی کے بعد جب وہ پہلی رات میرے پاس آئے گا تو میں اسی وقت اس کا کام تمام کر کے مسلمانوں کے لشکر سے بھاگ کھڑی ہوں گی۔"

کمار دیوی جب خاموش ہوئی تب اس کی طرف ناپسندیدگی سے گھورتے ہوئے دیوداس کہنے لگا۔

"نہیں...... ایسا نہیں ہو سکتا نہ ہی ایسا ممکن ہے...... میں تمہیں مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہو کر ایبہ سے شادی کرنے کے لئے یہاں سے نہیں نکالوں گا...... اب تمہارے سامنے ایک ہی راستہ ہے کہ مجھ سے شادی کرو اس کے بعد میں اور تم دونوں مل کر ایبہ کو اس کے انجام تک پہنچائیں گے اس کے علاوہ تمہارے سامنے کوئی راستہ نہیں ہے یہ میں تمہیں آخری موقع دیتا ہوں اس کے بعد سمجھ لینا، میں تمہارے خلاف کوئی انتقامی اور تادیبی کارروائی کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

کمار دیوی فکرمند ہو گئی تھی کچھ دیر سوچا پھر دیوداس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"اگر یہ معاملہ ہے تو پھر مجھے ایک دو دن سوچنے کا موقع دو...... اس کے بعد میں تمہیں آخری جواب دوں گی۔"

دیوداس، کمار دیوی کے ان الفاظ سے کسی حد تک مطمئن ہو گیا تھا پھر وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

O❖O

ایبہ ایک روز اپنے چند مسلح دستوں کے ساتھ دریائے چناب کے کنارے ایک ل
میں داخل ہوا ...... بستی کا جو پہلا شخص اس کے سامنے آیا اس نے ہاتھ کے اشارے
روکا پھر اسے مخاطب کرکے کہنے لگا۔

"میرے عزیز! میں نے تمہاری بستی کے سردار دھرم دت کے ہاں جانا ہے کیا
اس کی رہائش گاہ تک میری راہنمائی کر سکتے ہو ......؟"

وہ شخص جسے ایبہ نے روکا تھا وہ ایبہ اور ایبہ کے ساتھ اس قدر مسلح جوانوں کو دیکھ
ڈر اور سہم سا گیا تھا بڑی لجاجت میں ایبہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اگر آپ دھرم دت سے ملنا چاہتے ہیں تو آپ لوگ میرے ساتھ تشریف لا
میں اس کی رہائش گاہ تک آپ کو لے جاتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی وہ شخص آگے آگے ہو لیا تھا۔

ایک مکان کے آگے وہ شخص رک گیا اور ایبہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"یہ دھرم دت کی رہائش گاہ ہے اور یہی اس بستی کا سردار بھی ہے۔"

ایبہ نے اس کا شکریہ ادا کیا جس پر وہ شخص اجازت لے کر چلا گیا تب ایبہ گھوڑ
سے اترا اور دروازے پر اس نے دستک دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد جب دروازہ کھلا تو دروازہ کھولنے والا دھرم دت کا بیٹا اور شنکل
بھائی گل چند تھا۔

گل چند اور دھرم دت دونوں باپ بیٹا چونکہ پہلے لشکر گاہ میں ایبہ سے مل چکے
لہٰذا دروازہ کھلتے ہی گل چند، ایبہ کو پہچان گیا اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہو
کہنے لگا۔

"مسلمانوں کے سالار آپ یہاں ہماری بستی میں اور وہ بھی ہمارے گھر
دروازے پر ...... خیریت تو ہے؟"

یہاں تک کہنے کے بعد گل چند رکا پھر ایک دم سے دوبارہ بول اٹھا۔

"آپ باہر کیوں کھڑے ہیں، اندر آئیں ...... گھوڑے کو باہر ہی باندھ دیں۔"

اس کے بعد گل چند نے جب گھر سے باہر نکل کر ایبہ کے پیچھے بہت سے مسلح
جوانوں کو دیکھا تب اس کا رنگ فق ہو گیا تھا اور چہرے پر کچھ پریشانی کے آثار بکھر
گئے تھے ...... اسی دوران ایبہ نے اسے مخاطب کیا۔

"تمہارا باپ کہاں ہے ......؟"

گل چند جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ عین اسی لمحہ دھرم دت بھی دروازے پر
نمودار ہوا وہ بھی ایبہ کو دیکھ کر خوش ہوا اور اس نے ایبہ کو بیٹھنے کی پیش کش۔

ایبہ حویلی میں داخل ہوا، مسلح جوان وہیں گلی کے اندر کھڑے رہے دھرم دت اور گل
چند دونوں گلی سے ملحقہ کمرے میں اسے لے گئے جس کا دروازہ گلی میں بھی کھلتا تھا۔

جب تینوں نشستوں پر بیٹھ گئے تب ایبہ نے گفتگو کا آغاز کیا اور دھرم دت کو مخاطب
کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"دھرم دت! میں تم دونوں باپ بیٹے سے ایک سوال کرنے لگا ہوں ...... جھوٹ نہ
کہنا، میرے سامنے اپنی قبائلی سرکشی اور لا مذہب لوگوں جیسے تعصب اور انا پرستی کا اظہار
بھی نہ کرنا ......"

یہاں تک کہتے کہتے ایبہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ دھرم دت فوراً بول اٹھا۔

"آپ کو غلط فہمی ہو چکی ہے میرا نام کبھی دھرم دت اور میرے بیٹے کا نام گل چند ہوا
کرتا تھا اب نہیں ہے ...... الحمدللہ ہم اسلام قبول کر چکے ہیں ...... مسلمان ہیں نہ ہم
میں کوئی تعصب ہے نہ اعلیٰ و ارفع کی بو ...... آپ پوچھیں کیا پوچھنا چاہتے ہیں ...... میں
آپ سے وعدہ کرتا ہوں، جو کچھ پوچھیں گے سچ کہوں گا۔"

ایبہ جہاں دھرم دت کے اس انکشاف پر خوش ہوا وہاں اسے کسی قدر اطمینان بھی ہو
گیا کہنے لگا۔

"شنکلا نام کی تمہاری ایک بیٹی تھی اس کا تم لوگوں نے کیا کیا ......؟"

شنکلا کا نام سن کر دھرم دت اور گل چند دونوں فکرمند اداس اور افسردہ ہو گئے پھر
دھرم دت کہنے لگا۔

"صاحب کیا پوچھتے ہیں مجھ سے اپنی اکلوتی بیٹی کے حق میں بڑا ظلم ہوا وہ اس وقت
گھر سے بھاگی جب ہم نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس لئے کہ ہم دونوں باپ بیٹا

اسے بیچنا چاہتے تھے لیکن ہو برا وقت کا اس وقت جاہلیت ہم پر پوری طرح سوار تھا ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کے رشتوں کے تقدس کا احساس نہیں تھا اب اسلام قبول کرنے کے بعد ہم نے جانا ہے کہ عورت کا اسلامی معاشرے میں بہت بڑا مقام ہے اور اس کی بڑی قدر ومنزلت ہے۔ اب ہمیں اپنی بیٹی کی بہت یاد آتی ہے گھر سے بھاگنے کے بعد نہ جانے وہ بے چاری کہاں کہاں دھکے کھاتی رہی ہوگی ...... کس اندھے کنویں میں گر کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا ہوگا یا بے چاری نے مجبور ہو کر کسی کا گھر آباد کر لیا ہوگا۔"

دھرم دت کی آنکھوں سے اس موقع پر آنسو تانک جھانک کرنے لگے تھے۔ گل چند کی آنکھیں بھی نمناک ہوگئی تھیں۔

دھرم دت جب خاموش ہوا تب حیرانی اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے ایبہ کہنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے تم دونوں نے شنکل کو قتل نہیں کیا ...... اس کے قاتل کوئی اور ہیں۔"

ان الفاظ پر دھرم دت اور گل چند دونوں ایک طرح سے اپنی نشستوں پر اچھل چکے تھے پھر گل چند نے بڑی بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ...... میری بہن کہاں، کیسے قتل ہوئی ...... کس نے اسے قتل کیا ...... اس کی لاش کہاں ہے ...... کس ظالم نے اسے مار دیا ......؟"

گل چند کے ان الفاظ کے جواب میں ایبہ نے بڑے دکھ اور تاسف بھرے انداز میں شنکل کے اس کے لشکر میں پناہ لینے پھر شنکل کو اس کے قریب آنے اور شادی کر لینے کے تمام واقعات کے علاوہ پڑاؤ میں اس کے قتل کیے جانے کی تفصیل بھی دونوں باپ بیٹے سے کہہ دی تھی۔

ایبہ کے اس انکشاف پر وہ دونوں باپ بیٹا کچھ دیر تک نہ بول سکے دکھ غم میں اپنی گردنوں کو انہوں نے جھکائے رکھا پھر دھرم دت ٹوٹتی بکھرتی آواز میں ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"پہلے تو میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری بیٹی کو اپنے ہاں پناہ دی اس سے شادی کی یہ خبر یقیناً ہمارے لئے روح فرسا ہے کہ اسے کسی نے قتل کر دیا ہے آپ کی مہربانی ہم دونوں باپ بیٹے کے علاوہ کسی اور سے ذکر نہ کیجئے گا کہ شنکل قتل ہو چکی ہے ورنہ اس کی بوڑھی ماں یہ خبر سنتے ہی دم توڑ جائے گی۔

اس کی ماں نے ابھی تک اپنے دل میں یہی خبر بسا رکھی ہے کہ اس کی بیٹی گھر سے بھاگ گئی ہے کسی کا گھر اس نے آباد کر لیا ہوگا اور زندگی کے اچھے دن گزار رہی ہوگی اسے اگر خبر ہوگئی کہ اسے قتل کر دیا گیا ہے تو بچ نہ پائے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دھرم دت رکا پھر بکھرتی روتی آواز میں وہ کہہ رہا تھا۔

"ہماری بدقسمتی کہ ہم بے دین لامذہب لوگ تھے ...... سر عام اپنی بیٹیوں کا سودا کرتے تھے اب ہم اس وقت کو یاد کرتے ہیں تو شرم آتی ہے ...... اپنے اس دور کے پر لعنت بھیجنے کو دل کرتا ہے ...... معاشرے میں یہ کتنا گھناؤنا ظلم اور جبر تھا کہ باپ اپنی ہی بیٹی اور بہن کا ہاتھ پکڑ کر گلی میں کھڑے ہو جاتے تھے اور اس کا سودا لگاتے ...... اس کی قیمت وصول کرتے تھے اور اسے اجنبیوں کے حوالے کر دیتے تھے ...... جب ہم اس گھناؤنے فعل کو یاد کرتے ہیں تو جسم کے سارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ......"

یہاں تک کہنے کے بعد دھرم دت رکا کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"میں سمجھ گیا ہوں، میری بیٹی کا قاتل کون ہے ......؟"

ایبہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"بتائیں ...... کون شنکل کا قاتل ہے ...... اگر آپ جانتے ہیں تو پھر رکیں نہیں۔"

دھرم دت کچھ دیر تک اپنی آنکھیں صاف کرتا رہا پھر کہنے لگا۔

"ہماری بستی میں ہر سال خانہ بدوش سوداگروں کا ایک گروہ آتا ہے اسے ایک خانہ بدوش قبیلہ ہی سمجھ لیں وہ ڈھور ڈنگر خریدنے کا کاروبار کرتے ہیں ایک جگہ سے جانور لے کر دوسری جگہ مہنگے داموں فروخت کر کے خوب کما لیتے ہیں۔ اپنی زندگی خانہ بدوشوں کی بسر کرتے ہیں دریائے چناب کے کنارے کنارے وہ اُچ سے لے کر ملتان تک سفر کرتے رہتے ہیں، انہیں علاقوں کے اندر ایک جگہ سے جانور خریدتے دوسری جگہ فروخت کرتے چلے جاتے ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ اسی قبیلے کے سردار نے میری بیٹی کو قتل کرایا ہوگا ...... میرا اندازہ ہے کہ پہلے اس نے آپ کے پڑاؤ میں شنکل کو اٹھوانے کی کوشش کی ہوگی اور جب اس کے آدمی اسے اٹھا نہیں سکے ہوں گے پھر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ہوگا اس کے علاوہ اور کوئی یہ کام کر ہی نہیں سکتا"

یہاں تک کہنے کے بعد دھرم دت رکا پھر انتہائی دکھ اور افسوس میں کہنے لگا۔

"میری بدبختی، انہی خانہ بدوش سوداگروں کا سردار میری بیٹی کو پسند کرتا تھا۔
سال یہاں سے گزرتے تھے چند سال پہلے اس کی نظر کہیں میری بیٹی پر پڑ گئی......
بیٹی اس وقت کھیتوں سے لوٹ رہی تھی اسے دیکھتے ہی وہ اس پر لٹو ہو گیا اور اسے
کرنے لگ گیا...... اپنے آدمی میری بیٹی کے پیچھے لگائے اور گھر دیکھ لیا...... اس
بعد خود میرے گھر آیا اور میری بیٹی کی قیمت لگائی...... اتنی قیمت لگائی جس کا میں
بھی نہیں سکتا تھا۔

اس وقت ہم لادین اور لامذہب تھے میں نے اس کی پیش کش کو قبول کر لیا او
اس کے حوالے کر دینے کا تہیہ کر لیا لیکن اس ساری کارروائی کو میری بیٹی نے بھی
اور وہ گھر سے بھاگ گئی۔

لیکن وہ سوداگر پھر بھی اس سودے سے باز نہ آیا...... میری بیٹی شنکل کے گھر
بھاگ جانے کے بعد اس نے پھر مجھ سے رابطہ کیا اور کہنے لگا کہ میری بیٹی شنکل
سے بھاگ گئی ہے اس کے باوجود وہ اسے حاصل کر کے رہے گا...... ساتھ ہی اس
جس قدر رقم کا سودا میری بیٹی کے سلسلے میں ہوا تھا اس کا چوتھا اس نے مجھے ادا
اور جاتے جاتے یہ کہہ گیا اب شنکل اس کی ہے وہ اس کو خود تلاش کرے گا...... ج
بھی مل گئی وہ اس کی ملکیت ہو گی۔

ہماری بدقسمتی وہ جاہلیت اور لامذہبیت کا دور تھا ہم مان گئے اس کے بعد مر
خیال میں وہ شنکل کو تلاش کرتا رہا ہو گا گویا ہم بھی اس معاملے کو فراموش کر بیٹھے
کے بعد اس نے میری بیٹی کے ساتھ کیا معاملہ کیا، یہ تو وہ خود ہی بتا سکتا ہے۔"

دھرم دت جب خاموش ہوا تب بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایبہ
لگا۔

"پہلے آپ لوگ مجھے یہ بتائیں کہ ڈھورڈنگروں کے اس سوداگر کا نام کیا تھا......
یہ کہ آپ لوگوں کے اندازے کے مطابق اس کا خانہ بدوش قبیلہ ان دنوں کہاں ل
ہے......؟"

جواب میں دھرم دت نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"اس سوداگر کا نام تو رانجھا ہے اس وقت میرے خیال میں وہ سوہدرہ کے گرد ونوا
میں ہو گا اس لئے کہ ایک مہینہ پہلے ہمارے علاقوں کے اندر اس کے خانہ بدوش ق
نے پڑاؤ کیا تھا اور یہاں سے اٹھ کر وہ شمال کی طرف گئے تھے سوہدرہ میں وہ زیادہ

ہے اس لئے کہ وہ ایک بڑا اور تاریخی شہر ہے اور وہاں ان کا کاروبار خوب چمکتا

ت جب خاموش ہوا تب ایبہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔
ایسا ممکن نہیں کہ آپ دونوں کسی کو میرے ساتھ بھیج دیں جو اس خانہ بدوش
ری راہنمائی کرے۔"
ے ان الفاظ کے جواب میں گل چند جست لگانے کے انداز میں اپنی جگہ پر
وا پھر کہنے لگا۔
ھا میری بہن کا قاتل ہے...... اگر یہ حرکت وہ اسی وقت کرتا جب ہم لا
ے تو شاید ہم اس کا کوئی تاثر نہ لیتے لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد میں سمجھتا
ھا کو ٹھکانے لگانا میں اپنا فرض خیال کرتا ہوں...... میں اس کے خانہ بدوش
آپ کی راہنمائی کروں گا۔"
خوش ہو گیا تھا پھر گل چند کو لے کر وہ نکلا اور اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ
چناب کے کنارے کنارے وہ شمال کی طرف بڑھے تھے لگ بھگ 5 میل شمال
ے جانے کے بعد سامنے کشتیوں کا ایک پل آ گیا تھا وہاں گل چند رک گیا اور
طب کر کے کہنے لگا۔
ں پل کو پار کرنے کے بعد اب ہمیں دریا کی دوسری طرف جانا ہو گا اس لئے
را شہر دریا کے بائیں کنارے پر واقع ہے۔"
ا کے ساتھ ہی گل چند کی رہنمائی میں ایبہ اپنے دستوں کے ساتھ کشتیوں کا وہ پل
کے دریائے چناب کے دوسری سمت چلا گیا تھا اس کے بعد دوبارہ انہوں نے
سمت بڑھنا شروع کیا تھا۔
ا چند کچھ دور آگے جانے کے بعد اس شاہراہ کے کنارے رک گیا جو سوہدرا کے
ے گزرتی ہوئی سیالکوٹ کی طرف جاتی تھی اور پھر وہ اپنے بائیں جانب ایک
ا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔
ا سامنے رانجھا کے ایک خانہ بدوش قبیلے کا پڑاؤ ہے۔"
ل چند کے ان الفاظ پر ایبہ خوش ہو گیا تھا پھر گل چند کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
گل چند! تم اپنے گھوڑے ہی پر سوار رہو میرا ایک لشکری تمہیں ایک کمبل مہیا کرتا
ا چہرہ، اپنا جسم سارا کمبل سے ڈھانک کے رکھنا اپنی آنکھیں ننگی رکھنا۔ جب رانجھا

میرے سامنے آئے تو بس آنکھ کے اشارے سے مجھے بتا دینا کہ یہ رانجھا ہے اس
بعد میں جانوں اور رانجھا جانے۔"

ایبہ کے ان الفاظ سے گل چند خوش ہو گیا تھا ایبہ کے کہنے پر اس کے ایک
نے گل چند کو ایک کمبل مہیا کیا جس سے اس نے اپنے جسم کے علاوہ اپنا چہرہ
ڈھانپ لیا تھا اس کے بعد اپنے ساتھیوں کو لے کر ایبہ اس خانہ بدوش قبیلے کی خیمہ
کی طرف بڑھا تھا۔

اس خانہ بدوش قبیلے کے لوگوں نے جب دیکھا کہ بہت سے مسلح جوان گھوڑ
سوار ان کی خیمہ گاہ کا رخ کر رہے ہیں تو وہ بڑے پریشان ہوئے، خیمہ گاہ سے
لوگ بھاگتے ہوئے نکلے، ایبہ کی طرف آئے ان میں سے ایک بوڑھا ایبہ کو مخاطب
کر کے کہنے لگا۔

"آپ لوگ کون ہیں ...... کیوں ہماری خیمہ گاہ کا رخ کر رہے ہیں ...... یہ
اپنے مسلح جوانوں کے آگے ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ تم ہی ان کے سرکردہ اور ان
سرخیل ہو۔"

وہ شخص جب خاموش ہوا تب انتہائی نرمی اور لجاجت میں مخاطب کر کے ایبہ
لگا۔

"تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں دراصل تمہارے سر
رانجھا سے ملنے کے لئے آیا ہوں، تم میں سے کوئی جائے اور اسے جا کر کہے کہ اس
ملنے والے کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں۔ میں ان جوانوں کے ساتھ تمہاری خیمہ گاہ
داخل ہونا نہیں چاہتا۔"

ایبہ کے ان الفاظ کے جواب میں ان میں سے ایک شخص خوشی کا اظہار کرتے ہو
کہنے لگا۔

"میں ابھی اسے یہاں بلا کر لاتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی وہ بھاگتا ہوا خیموں کے اندر داخل ہو گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد اپنے چھوٹے سالار کو ایبہ نے ایک مخصوص اشارہ کیا
اشارہ پا کر مسلح جوان بڑی تیزی سے حرکت میں آئے اور خیمہ گاہ کے چاروں طرف پھیل
گئے تھے، اس طرح ایک طرح سے انہوں نے خیمہ گاہ کے گرد حصار بنا لیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ شخص لوٹا اور اس کے ساتھ ڈھلتی ہوئی عمر کا ایک شخص تھا جب

ے تب جو شخص بلانے گیا تھا وہ کہنے لگا۔
ہمارا سردار رانجھا ہے۔"

اپنے گھوڑے سے اتر گیا، اس کا اشارہ پانے پر گل چند گھوڑے پر ہی بیٹھا رہا،
کے قریب رہا ساتھ ہی گل چند نے آنکھ کا اشارہ ایبہ کو دے دیا تھا کہ رانجھا
یہ

جب گھوڑے سے اترا تو اس کے ساتھ جو وہاں مسلح جوان تھے وہ بھی اس کے
پھیل گئے۔ رانجھا کے سامنے آنے کے بعد ایبہ نے اسے مخاطب کیا۔

رانجھا! میں جھوٹ سننے کا عادی نہیں ...... جھوٹ بولو گے تو تمہارے ان سارے
ں بلکہ تمہارے خانہ بدوش قبیلے کے سب لوگوں کو یہاں بلا کر ان کے سامنے تیری
کاٹ دوں گا ...... یہ کہو شنکل کو کن لوگوں نے قتل کیا ...... جن لوگوں کے ذریعہ تو
ے قتل کروایا انہیں باہر بلواؤ ......"

یہاں تک کہنے کے بعد ایبہ رکا پھر حاکمانہ انداز میں کہنے لگا۔

"کسی کو یہاں سے بھگانے اور چھپانے کی کوشش کی تو دیکھو میرے مسلح جوان
اری خیمہ گاہ کے چاروں طرف پھیل گئے ہیں اگر کسی نے بھاگنے کی کوشش کی تو
ں سے چھلنی کر دیا جائے گا۔ اگر تم نے میرے ساتھ حقیقت سے کام نہ لیا تو میں
اری خیمہ گاہ کو آگ لگا کر چلا جاؤں گا۔ ان آدمیوں کو لاؤ جن کے ذریعہ تم نے
کل کو قتل کروایا۔"

کچھ کہنے کے لئے رانجھا ہکلانے لگا تھا کہ ایبہ کھا جانے والے انداز میں پھر بول
لگا۔

"جھوٹ مت بولنا ...... ورنہ کھڑے کھڑے کی گردن کاٹ کر رکھ دوں گا۔"
یہ شخص جو تمہیں بلانے گیا تھا اس سے ان آدمیوں کے نام کہو یہ انہیں بلا کر لائے
ا۔"

اس پر رانجھا نے اس کے کان میں کچھ کہا جسے سن کر وہ خیمہ کے اندر چلا گیا تھوڑی
بعد تین جوان خیمہ گاہ سے باہر نکلے اور رانجھا کے قریب آن کھڑے ہوئے۔

ان کے آنے پر اپنے کچھ مسلح جوانوں کو ایبہ نے مخصوص اشارہ کیا، یہ اشارہ پاتے
لگ بھگ 10 سے 15 آدمیوں نے اپنی تلواریں بے نیام کر لی تھیں اس لئے کہ
آنے والے تینوں جوان مسلح تھے۔

جب وہ تینوں جوان قریب آئے تب کھا جانے والے انداز میں ایبہ نے ان
طرف دیکھا، کہنے لگا۔

''اپنی کمر پر بندھے ہوئے ہتھیار کھول کر ایک طرف پھینک دو ورنہ اپنے دائیں
بائیں دیکھو، میرے ساتھی تمہاری تکہ بوٹی کر کے رکھ دیں گے۔''

ایبہ کے ان الفاظ نے ان پر خوف طاری کر دیا تھا انہوں نے اپنی تلواروں
خنجروں کی پیٹیاں کھول کر دور پھینک دی تھیں پھر رانجھا کی طرف دیکھتے ہوئے
کہنے لگا۔

''رانجھا ...... کیا یہی تینوں شنکل کے قاتل ہیں۔''

ایبہ کے ان الفاظ پر رانجھا نے اثبات میں گردن ہلائی جبکہ ان تینوں کے چہرے فق
ہو کر رہ گئے تھے۔ جونہی رانجھا نے اثبات میں گردن ہلائی اپنے مسلح جوانوں کو ایبہ
آنکھ کا اشارہ کیا یہ اشارہ ہونا تھا کہ ایبہ کے کچھ مسلح جوان حرکت میں آئے اور ا
تینوں کی انہوں نے گردنیں کاٹ کر رکھ دی تھیں، یہ منظر دیکھتے ہوئے خانہ بدوشوں
سردار رانجھا کا رنگ سرسوں اور ہلدی ہو کر رہ گیا تھا۔

ان تینوں کا خاتمہ کرانے کے بعد ایبہ نے رانجھا کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب
کر کے کہنے لگا۔

''رانجھا ...... میری مجبوری ہے، میں تمہیں معاف نہیں کر سکتا اگر تم شنکل کو حاصل
کرنا چاہتے تھے تو اس کے ماں باپ کے گھر سے حاصل کرتے تمہیں کوئی حق نہیں پہنچ
تھا کہ جب اس نے اپنے گھر سے بھاگ کر کسی سے شادی کر لی تھی تو تم اسے اٹھوان
کی کوشش کرو اور جب اس نے اٹھنے سے انکار کر دیا تو تمہارے ان تینوں ساتھیوں نے
اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تم چونکہ جرم میں برابر کے شریک ہو لہٰذا سزا سے نہ
نہیں سکتے۔''

اس کے ساتھ ہی ایبہ خود رانجھا کی طرف بڑھا جھٹکے کے ساتھ تلوار بے نیام کی اور
تلوار بلند کر کے گرائی اور رانجھا کا کام تمام کر کے رکھ دیا تھا۔

ان چاروں کا خاتمہ کرنے کے بعد اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ ایبہ خانہ بدوشوں
کے قریب گیا اور بلند آواز میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''خانہ بدوشو ...... تمہارے سردار رانجھا نے اپنے تین اوباشوں کے ساتھ مل کر
ایک لڑکی کو ناحق قتل کیا تھا وہ لڑکی کسی کی بیوی تھی یہ اس پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ رانجھا اور

تینوں اوباشوں کو قتل کر دیا گیا ہے۔ ایک بات اپنے ذہن میں بٹھا کر رکھنا، تم
اگر کسی نے بھی آنے والے دنوں میں رانجھا یا ان تین مرنے والے ساتھیوں کا
لینے کی کوشش کی یا رانجھا کے اس برے فعل کو دہرانا چاہا تو میں نہ صرف تمہاری
خیمہ گاہ کو آگ لگا دوں گا بلکہ تمہاری خیمہ گاہ کے جس قدر افراد ہیں سب کو تہ تیغ
کر دیا جائے گا۔''

قبیلے والوں کی طرف سے کسی ردعمل کا اظہار نہ ہوا۔ اس کے بعد ایبہ نے اپنے ایک
کو دوڑایا جس نے خانہ بدوش قبیلے کا گھیراؤ کرنے والے اپنے ساتھیوں کو واپس
کے لئے کہا اس طرح ایبہ کے سارے لشکری ایک بار سمٹ کر اس کے پاس جمع
تھے اس کے بعد ایبہ واپس ہو لیا تھا ان خانہ بدوشوں کے قبیلے سے تھوڑا دور جا
ایبہ رکا اور گل چند کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''گل چند اب کمبل اتار دو، اب تمہیں کوئی نہیں پہچانتا۔ میں نے تمہیں کمبل اس لئے
تھا کہ تم ان لوگوں کی نگاہوں میں نہ آؤ انہیں یہ نہیں پتہ ہونا چاہیے کہ یہاں تک تم
ہماری رہنمائی کی ہے اور رانجھا کی شخصیت سے بھی آگاہ کیا ہے اس طرح میری غیر
موجودگی میں یہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے تھے۔ اسی بنا پر میں نے تمہیں اپنا چہرہ ڈھانپنے
کے لئے کہا تھا۔''

ایبہ نے اب اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپسی کا سفر شروع کیا تھا اور دریائے چناب
دائیں کنارے کے ساتھ ساتھ وہ جنوب کی طرف بڑھتے چلے گئے تھے۔

کشتیوں کے جس پل سے وہ دریا کے دائیں کنارے سے بائیں کنارے کی طرف
آئے اسے استعمال نہیں کیا اس سے آگے بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ وہ کشتیوں
کے پل کے پاس گئے جس کے ذریعہ دریا کو عبور کرنے کے بعد ایبہ نے دھرم دت
گل چند کی بستی کا رخ کیا تھا۔

کشتیوں کے اس دوسرے پل کے پاس ایبہ رک گیا اس کے رکنے پر اس کے ساتھ
کے لشکری تھے انہوں نے بھی اپنے گھوڑوں کی باگیں کھینچ لی تھیں۔ اس موقع پر
گل چند کو مخاطب کرتے ہوئے ایبہ کہہ رہا تھا۔

''گل چند! کشتیوں کے اس پل کو پار کر کے تم اپنی بستی کی طرف چلے جاؤ میں جس
کام کے لئے آیا تھا، اسے انجام دے چکا ہوں اور میرا یہاں ٹھہرنا اور قیام کرنا فضول

بہر حال میں تمہارا، تمہارے باپ کا شکر گزار ہوں کہ تم لوگوں نے مجھ سے تعا
اور یہاں تک میری رہنمائی کی اگر تم لوگ ایسا نہ کرتے ......"
یہاں تک کہتے کہتے ایبہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہو
چند بول اٹھا تھا۔

"ایبہ! میرے عزیز پہلے تو میں اس خداوند قدوس کا انتہا درجہ کا ممنون ہوں جس
ہمیں جاہلیت سے نکال کر روشنی کی منزلوں سے ہمکنار کیا تم نے چونکہ شنکل سے
کر لی تھی اس کی بنا پر تمہاری ذات اب ہمارے لئے قابل احترام اور انتہا درجہ کی
ہے اس موقع پر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ اپنے ساتھیوں
ساتھ ہماری بستی کی طرف چلیں اور آج کی شب ہم آپ کی مہمان نوازی کریں۔"
گل چند کے ان الفاظ کے جواب میں ایبہ مسکرایا، اپنے گھوڑے کو آگے بڑھا کر
نے گل چند کی پیٹھ تھپتھپائی پھر کہنے لگا۔

"گل چند، میرے عزیز! ایسا کیونکہ ممکن ہے میرے ساتھ دیکھو کتنے مسلح جوان
ان کی ضیافت کوئی آسان کام نہیں ہے اس کے علاوہ مجھے فی الفور اپنے لشکر میں
ہے۔"

جواب میں گل چند مسکرایا اور کہنے لگا۔

"آپ اپنے ساتھیوں کے زیادہ ہونے کی بالکل کوئی فکر اور پریشانی نہ کریں۔
باپ اس بستی کا سردار ہے اور ہم اس سے زیادہ لوگوں کی بھی آؤ بھگت اور تواضع
ضیافت کا اہتمام کر سکتے ہیں۔"

ایک بار پھر آگے بڑھ کر ایبہ نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

"گل چند ...... تمہاری مہربانی اب تم میرے دیکھتے دیکھتے پل پار کرو، اپنی بستی کی
طرف چلے جاؤ اس کے بعد میں یہاں سے کوچ کروں گا۔"

ایبہ کے ان الفاظ کے جواب میں گل چند حرکت میں آیا اور اپنے گھوڑے کو اس نے
ایڑھ لگائی اور پھر کشتیوں کے اس پل کے ذریعہ وہ دریا کو عبور کر رہا تھا جبکہ ایبہ اپنے
ساتھیوں کے ساتھ مشرق کی سمت پر بڑی تیزی سے فاصلوں کو سمیٹتا ہوا ترائن کے
میدانوں کی طرف اپنے لشکر کا رخ کیے ہوئے تھا۔

○❖○

گہری ہونے لگی تھی، دیوداس اور سنگرام دونوں سورج غروب ہونے تک
رسوتی کے کنارے کنارے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے رہے تھے یہ ان کا
معمول کا کام تھا، گھوڑ دوڑ سے واپس آنے کے بعد انہوں نے اپنے گھوڑوں
میں باندھا ان سے زین اور دہانیں علیحدہ کیے کچھ دیر تک دونوں اپنے
کو کھریرا کرتے رہے اس کے بعد دونوں نے مل کر کھانا کھایا جب دیوداس
اٹھنے لگا تب اس کا بازو پکڑ کر سنگرام نے اپنے پاس بٹھا لیا اور جستجو بھرے
اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ب کدھر جاؤ گے ...... میرے خیال میں تو چلو اب چل کر آرام کرتے ہیں۔"
سنگرام نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچا تب دیوداس پھر اپنی نشست پر بیٹھنے پر مجبور
پھر سنگرام کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ائی، میں تھوڑی دیر تک لوٹ کر آتا ہوں۔ میں ذرا کمار دیوی سے مل کر آؤں
کہ آج شام تک کی میں نے اسے مہلت دی تھی۔ بھائی اب میں اس معاملے
ل تنگ آ چکا ہوں۔ میری بیزاری اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ آج اگر اس نے
مثبت اور فیصلہ کن جواب نہ دیا تو میں اس روز روز کے فیصلے وعدہ وعید کا خاتمہ
وں گا نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری میں اس کمار دیوی کا خاتمہ کر کے اس کی
ریائے سرسوتی میں پھینک دوں گا اور اپنے من میں یہ ٹھان لوں گا کہ کمار دیوی
میری ملاقات ہوئی ہی نہ تھی جو لڑکی اس طرح اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہنے والی
کی بات ماننے میں ہی نہ آنے والی ہو اس سے کسی بہتری اور اچھائی کی امید
کی جا سکتی۔"

ہاں تک کہنے کے بعد جب دیوداس خاموش ہوا تب سنگرام بڑی غور سے اس کی
دیکھتا رہا پھر اس کی گردن جھک گئی کچھ سوچنے لگا اس کے بعد دیوداس کو مخاطب

کر کے کہنے لگا۔

"دیوداس! میں تمہیں اس کے پاس جانے سے روکتا نہیں لیکن اس کے پاس جا
سے پہلے تم سے یہ ضرور کہوں گا کہ اس کے ساتھ نرم سلوک رکھنا۔ سختی سے پیش نہ آ
دیکھو سختی کے نتائج تمہارے حق میں نہیں ہوں گے پھر تم اسے موت کے گھاٹ اتا
اس کا خاتمہ کر دو گے تو تمہیں کیا ملے گا۔ تم نے جو اتنی جدوجہد کی اسے اُچ سے اٹھا
یہاں لائے، اپنے پاس رکھا اس کا نتیجہ کیا یہی نکلنا چاہیے کہ اسے موت کے گھاٹ ا
دیا جائے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سنگرام رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"دیوداس! میں سمجھتا ہوں اسے یہاں لا کر ہم نے اس سے مناسب سلوک نہیں
اگر ہم اس سے طریقے کے ساتھ اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے تو میرے خیال م
اب تک وہ تمہیں اپنی زندگی، اپنے جیون کا ساتھی بنانے کے لئے تیار ہو جاتی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سنگرام رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"دیوداس! یہاں لانے کے بعد تم نے اسے ایک قیدی کی طرح دو کمروں کے ا
بند کر کے رکھا ہے۔ اسے تم باہر کی ہوا تک لگنے نہیں دیتے ہو۔ اس طرح وہ یہ محسوس
رہی ہے کہ اسے ایک طرح کے حبس بے جا میں رکھا ہوا ہے اگر یہاں لانے کے چ
دن یا چند ہفتے بعد تم اسے اپنے اعتماد میں لینے کے لئے اسے اپنے ساتھ دریا
سرسوتی کے کنارے گھوڑ دوڑ کے لئے لے جایا کرتے اور باتوں ہی باتوں م
اسے اپنے قریب لانے کی کوشش کرتے تو میں سمجھتا ہوں تم اس معاملے میں کامیاب ہو
چکے ہوتے لیکن میرے بھائی تم نے ایسا نہیں کیا، جب سے وہ آئی ہے دو کمروں کے
اندر بند ہے نہ اسے کبھی حویلی سے باہر نکالا گیا ہے اسے یوں رکھا گیا ہے جیسے وہ
انسان نہیں بلکہ کوئی مافوق الفطرت مخلوق ہے جسے اگر باہر نکالا گیا تو وہ ہوا کی طرح
تحلیل ہو کر رہ جائے گی۔ تم نے اسے ایک مجرم کی طرح ان دو کمروں میں بند کر کے
رکھا ہے اسے کم از کم باہر نکالتے، اپنے ساتھ سیر و تفریح کے لئے لے کر جایا کرتے تو
میں سمجھتا ہوں آج صورت حال مختلف ہوتی۔"

سنگرام رکا پھر مزید کہتے ہوئے وہ بات کو آگے بڑھا رہا تھا۔

"دیوداس! جو باتیں میں کہہ رہا ہوں ان باتوں کی طرف اشارہ میں پہلے بھی کئی بار
تم سے کر چکا ہوں لیکن کبھی تم نے ان پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کی اب اگر تم اس کے

ہے ہو تو نرمی سے اس کے ساتھ گفتگو کرنا سپاٹ اور سخت لہجے میں اسے دھمکی
اگر وہ تمہارے ساتھ شادی کرنے پر تیار نہ ہوئی تو تم اسے موت کے گھاٹ
ے۔ اس طرح تو وہ اکڑ جائے گی موت کی بھی پرواہ نہیں کرے گی ......"

ام بولتا رہا، دیوداس خاموش رہ کر اس کی بات سنتا رہا۔ سنگرام جب خاموش ہوا
ی بے بسی میں وہ سنگرام کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

رتم ہی بتاؤ، مجھے کیا کرنا چاہیے ...... میں تو اب اس معاملے میں بالکل تنگ آ
"

ام مسکرایا، کہنے لگا۔

ر ایسا کرو، آج کا چونکہ وعدہ ہے لہٰذا تم اس کے پاس جاؤ لیکن نرمی میں اس
ہ گفتگو کرنا اور اسے سمجھانے کی کوشش کرنا۔ لٹھ ماری سے کام نہیں لینا۔"
حال اب تم جاؤ اور اس سے بات کرو اور پھر آ کر بتاؤ کہ اس کا کیا ردعمل
؟"

ری طرف راج کماری کمار دیوی اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھی گہری سوچوں میں
ہوئی تھی کہ اس کے کمرے میں رام داس داخل ہوا اور اس کے لئے کھانے کے
لائے ہوئے تھا چپ چاپ آگے بڑھا، کھانے کے برتن اس نے کمار دیوی کے
رکھ دیئے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ کمار دیوی نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

رام داس ...... گو عمر میں تم میرے باپ کی جگہ ہو لیکن جب تم میرے کمرے میں
ہو تو مجھے میرے بھائی بہت یاد آتا ہے یہ کہ اس کا نام رام دیو ہے اور تمہارا نام
اس ہے۔"

ھوڑی دیر کے لئے راج کماری کمار دیوی رکی پھر رام داس کو مخاطب کر کے کہہ رہی

"رام داس! کبھی کبھی میں اپنی ذات سے متعلق سوچتی ہوں تو اپنی زندگی سے مایوس
تی ہوں لیکن جب تم کمرے میں آتے ہو، تمہارا رویہ دیکھتے ہوئے میں اپنے من
ر جینے کی ہمت بڑھا لیتی ہوں۔ کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ تم سے بہت کچھ پوچھوں
حالات سے متعلق جاننے کی کوشش کروں کہ یہ کس جگہ ہے ...... کہاں ہے ......
ے کس کس سمت کو راستے جاتے ہیں اور اس عمارت سے نکلنے کے لئے صدر

دروازے کے علاوہ بھی کوئی راستہ ہے ......؟"

کمار دیوی جب خاموش ہوئی تو رام داس بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی شفقت میں کہنے لگا۔

"بیٹی! آج میں بھی تم سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں دیکھو جن لوگوں کے تم ہتھے چڑھی ہو انہیں میں انسان نہیں سمجھتا۔ ان کے پاس انسانیت بھرا دل ہی نہیں ہے اور نہ ان کے ہاں عورت کی قدر و قیمت ہے۔

بیٹی! عورت کی قدر وہ کرنے والے ہوتے ہیں جن کے ہاں ماں ہو، بہن ہو، بیٹی لیکن یہ دیوداس ان رشتوں سے خالی ہو چکا ہے۔"

رام داس جب رکا تب جستجو بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کمار دیوی نے پوچھ لیا۔

"بابا! تم نے کہا تھا کہ تم آج مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہو۔ پوچھو، کیا پوچھنا چاہتے ہو ...... میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ جو پوچھو گے سچ کہوں گی لیکن اس کے بعد میں بھی جو کچھ پوچھوں، آپ وعدہ کریں اس کا جواب سچائی پر رہتے ہوئے دیں گے۔"

رام داس نے پھر شفقت بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"بیٹی! شروع شروع میں، میں نے تمہیں کوئی اہمیت نہ دی تھی اس لئے کہ میں ان لوگوں سے ڈرتا تھا دوسرے اس وقت مجھے تمہارے پورے حالات سے آگاہ بھی نہیں تھی۔ اب میں کچھ کچھ معاملات کو سمجھ گیا ہوں اور پھر ایک بیٹی کی حیثیت سے مجھے تم سے ہمدردی بھی ہو چکی ہے۔ بیٹی! پہلے یہ بتا کہ ایبہ کون ہے ......؟"

اس سوال پر کمار دیوی چونکی تھی کچھ دیر تک عجیب اور تعجب بھرے انداز میں رام داس کی طرف دیکھتی رہی پھر الٹا اس نے رام داس سے سوال داغ دیا۔

"رام داس، میرے محترم! ایبہ سے متعلق آپ کو کیسے خبر ہوئی ...... آپ نے اس کا نام کہاں سے جانا اور یہ سوال آپ نے مجھ سے کیوں کیا......؟"

رام داس کی نگاہوں میں دور دور تک ہمدردی تھی تھوڑی دیر تک بے چارہ افسردہ سے انداز میں کمار دیوی کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

"بیٹی! یہ ساری تفصیل تو میں تم سے بعد میں کہوں گا پہلے ایبہ سے متعلق کہو وہ کون ہے ...... کیا تم اس سے اتنی نفرت کرتی ہو کہ تم اسے موت کے گھاٹ اتارنا چاہتی ہو......؟"

ام داس کے اس سوال کے جواب میں کمار دیوی نے اُچ کے مقابلوں سے لے کر میں ایبہ کے ساتھ رہنے اور پھر ایبہ کے بھاگنے کی ساری روداد تفصیل کے ساتھ تھی۔

ار دیوی جب خاموش ہوئی تب احتجاج بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھتے رام داس کہنے لگا۔

بیٹی! اس نے کوئی اتنا بڑا جرم تو نہیں کیا تھا کہ تم اس کے قتل کا سوچنے لگتیں۔ اگر اس سے محبت کی تھی اور وہ وہاں سے بھاگا تھا تو اس کے بھاگنے کی وجہ سے محبت میں فرق نہیں آنا چاہیے تھا۔ اس کو سمجھاتیں، پہلے کی نسبت اس کو زیادہ یں تو میرے خیال میں وہ تمہارے سامنے بچھ بچھ جاتا۔

بھی سنا ہے کہ وہ سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر کا ایک بہت بڑا سالار ہے دنوں سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر میں شامل ہے۔ بیٹی! کیا واقعی تو اب ے اتنی نفرت کرتی ہے کہ اسے موت کے گھاٹ اتارنے کے درپہ ہو چکی ہے؟"

ام داس کے اس سوال پر کمار دیوی ایک دم اداس اور افسردہ ہو گئی گردن اس کی ئی تھی جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ساتھ والے کمرے میں کچھ کھٹکا ہوا اس پر ل کر بیٹھ گئی، رام داس بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، اتنی دیر تک کمرے میں ں داخل ہوا اور رام داس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

'رام داس! تم ایسا کرو تھوڑی دیر کمرے سے نکلو۔ میں کمار دیوی سے ایک انتہائی ضوع پر گفتگو کر لوں پھر تم واپس آنا جب کمار دیوی کھانا کھا چکے تو خالی برتن اٹھا لے جانا۔"

ام داس نے جواب میں کچھ بھی نہ کہا۔ بس گردن کو خم کرتے ہوئے اس نے اپنی فرمانبرداری کا اظہار کیا اور چپ چاپ کمرے سے نکل کر باہر چلا گیا تھا۔ دیوداس آگے ر کمار دیوی کے سامنے بیٹھ گیا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کمار دیوی! تم نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ ایک دن بعد مجھے جواب دو گی کہ میرے ساتھ شادی کرنے کے لئے تیار ہو یا نہیں ...... کیا تم نے میری اس پیش کش کا جواب سوچ رکھا ہے ...... تم نے کہا تھا کہ ایک دن بعد فیصلہ کروں گی اور اب تمہارا فیصلہ ہی سننے کے لئے آیا ہوں۔"

دیوداس کے اس سوال کے جواب میں کمار دیوی تھوڑی دیر تک مسکرا کر اس کی

طرف دیکھتی رہی اس کی مسکراہٹ دیوداس کے لئے جذبات میں ایک ہلچل بر
دینے کے لئے کافی تھی۔ اس کی مسکراہٹ سے اس نے شاید یہ اندازہ لگا لیا تھا ک
دیوی اس سے شادی کرنے کے لئے تیار ہے لہٰذا وہ بڑی بے تابی اور بے چینی سے
کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ پھر کمار دیوی نے اسے مخاطب کیا۔

"دیوداس! میں نے بہت سوچ بچار کے بعد ایک فیصلہ کیا ہے۔ میں نے ا
حالات پر بھی ایک گہری نگاہ ڈالی ہے اور یہ بھی سوچ چکی ہوں کہ شادی تو میں
ایک دن کرنی ہی ہے۔

اس کے علاوہ دیوداس! میں اپنی راجدھانی سے تو نکل چکی ہوں۔ جو لڑکی ایک
گھر سے چلی جائے، اپنوں کے ہاں اس کی وہ پہلی جیسی آبرو اور وقار نہیں رہتا۔
حالت میری بھی ہے۔ میں نے یہ بھی سوچا ہے کہ اگر میں کسی نہ کسی طرح تم سے
چھڑا کر بھاگ بھی جاؤں تو ہوسکتا ہے میرے ماں باپ، میرا بھائی، میرے دیگر ع
اقارب اور رشتہ دار مجھ پر بدچلنی اور بے آبروئی کا الزام لگائیں اور میں اسے برد
نہ کرسکوں اور اپنے آپ کا خاتمہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤں لہٰذا ان سب اندیشو
سامنے رکھتے ہوئے میں نے اپنی ذات کے لئے ایک بہترین فیصلہ کیا ہے۔ میرا
یہ ہے کہ میں تم سے شادی کروں گی۔ میری تم سے گزارش ہے اس کے لئے مجھے
دو دن کی مہلت دو اس کے بعد تم مجھے جہاں بھی لے کر جاؤ گے جس مندر میں بھی
کر جاؤ گے میں خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تم سے شادی پر تیار ہو جاؤں گی۔"

کمار دیوی کا یہ جواب سن کر دیوداس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ایک جست ا
کے انداز میں وہ اپنی جگہ پر اچھل پڑا پھر آگے بڑھا، بے پناہ مسرت کا اظہار ک
ہوئے اس نے کئی بار کمار دیوی کی پیشانی چوم لی پھر شور کرتا بھاگتا ہوا یہ خوشخبری
ماموں زاد سنگرام کو سنانے کے لئے وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔

O❖O

وداس کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد رام داس کمار دیوی کے کمرے میں داخل
آتے ہی بڑی پریشانی اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

بیٹا! یہ تم نے کیا کیا، تم نے دیوداس سے یہ کہہ دیا کہ دو دن بعد تم اس کے ساتھ
رنے کے لئے تیار ہو۔ یہ تو تم اپنی ذات پر ظلم، اپنے آپ پر جبر کر رہی ہو۔ یہ
ہاری جان کے لاگو ہیں اور تم ان سے شادی پر رضامند ہو رہی ہو۔
!! تمہارے پاس سے نکلنے کے بعد میں دوسرے کمرے میں چلا گیا تھا تمہاری اور
ا کی ساری گفتگو میں نے سن لی ہے۔ دیوداس جب اٹھنے لگا تب میں دوسرے
ے سے باہر نکل گیا تھا اب وہ تو دوسری حویلی میں اپنے ماموں زاد سنگرام کی طرف
ہے۔ بیٹا! میں چاہتا ہوں تم یہاں سے جان بچا کر نکل جاؤ۔"

م داس جب خاموش ہوا تب ہاتھ کے اشارے سے اسے کمار دیوی نے بیٹھنے
لئے کہا۔ رام داس ہچکچاتے ہوئے بیٹھ گیا پھر کمار دیوی بول اٹھی۔

بابا! میں نے یوں جانے ان سے دو دن کی مہلت کسی وجہ سے مانگی ہے دیوداس
نے سے پہلے آپ مجھے کچھ کہنا چاہتے تھے۔ آپ کے انداز، آپ کے چہرے کے
مجھے بتاتے تھے کہ آپ مجھ پر کوئی انکشاف کرنا چاہتے ہیں۔ میری مدد پر آمادہ
لئے کہ آپ نے ایسے سے متعلق سوال کیا تھا۔ میں آپ سے بہت کچھ جاننا
لیکن اوپر سے دیوداس آ گیا۔ بہرحال آپ کی اسی گفتگو کو بنیاد بناتے ہوئے
نے دیوداس سے کہہ دیا کہ میں دو دن بعد اس سے شادی کرلوں گی، اس طرح
اس سے دو دن کی مہلت حاصل کرنا چاہتی تھی وہ میں نے کر لی اب آپ بتائیں
ا کہنا چاہتے ہیں؟"

ب میں رام داس نے گلا صاف کیا اور کہنے لگا۔

"ایک روز پہلے میں حویلی کے بیرونی دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کر سنگرام دیوداس کی پوری گفتگو سن چکا ہوں۔ دیوداس نے یقیناً آپ کو یہ کہا ہو گا کہ آپ بھائی رام دیو نے ایبہ کی بیوی کو قتل کر دیا تھا جس کے جواب میں ایبہ رام دیو پر حملہ ہوا اور آپ کے بھائی رام دیو کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بیٹا! اس انکشاف میں حقیقت نہیں ہے یہ ساری من گھڑت کہانی ہے اور دیوداس اور سنگرام دونوں مل کر تمہ ایک جال میں پھنسانا چاہتے ہیں یہ کہانی بنا کر وہ یہ چاہتے تھے کہ تم دیوداس سے شا کر لو، تم اور دیوداس دونوں مل کر ایبہ سے انتقام لو۔

بیٹا! جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ایبہ نے شادی ضرور کی تھی وہ کھکروں کے ہاں بھاگی ہوئی کوئی بے بس لاچار لڑکی تھی جسے اس کے ماں باپ فروخت کرنا چاہتے لیکن وہ گھر سے بھاگ نکلی اور مسلمانوں کے پڑاؤ میں اس نے پناہ لی اس وقت ا اپنے لشکر کے ساتھ دریائے چناب کے کنارے پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔ اس لڑکی کو ا نے پناہ دی بعد میں وہ لڑکی ایبہ کو چاہنے لگی اور اس نے شادی کر لی۔

اب اس لڑکی کے لواحقین اس کی تاک میں تھے۔ بیٹا! یہ ترائن کے میدانوں میں دوسری جنگ مسلمانوں اور راجاؤں کے درمیان ہوئی ہے اس جنگ کے دوران اس لڑ کے لواحقین مسلمانوں کے پڑاؤ میں داخل ہوئے اور اس لڑکی کو موت کے گھاٹ ا دیا۔ گویا تمہارے بھائی نے ایبہ کی بیوی کو قتل نہیں کیا۔ جہاں تک تمہارے بھائی ر دیو کا تعلق ہے اسے بھی ایبہ نے قتل نہیں کیا بلکہ جنگ کے دوران وہ زخمی ہوا تھا، ز سلامت ہے اور تمہارے پتا کے ساتھ نہروالا جا چکا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد رام داس رکا پھر اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے وہ کہ تھا۔

"راج کماری! یہاں سے اپنی جان بچا کر بھاگ جاؤ، تمہیں بچانے کے ۔ میرے ذہن میں ایک تجویز ہے اب پتہ نہیں تم اسے مانتی ہو یا نہیں ......؟"

رام داس کے ان الفاظ پر کماری دیوی کی آنکھوں میں خوشی کی چمک پیدا ہوئی پھر لگی۔

"آپ میرے باپ کی جگہ ہیں آپ کہیں اگر آپ کی تجویز مناسب ہوئی تو م اس پر ضرور عمل کروں گی۔"

جواب میں رام داس کہنے لگا۔

بی! میں چاہتا ہوں تم ان کے چنگل سے نکل کر کسی محفوظ جگہ پہنچ جاؤ۔ کل دن ں میں دریائے سرسوتی کے اس کنارے یعنی مغربی کنارے کی طرف جاؤں گا ھیروں کی کئی بستیاں ہیں مچھیروں کا سردار میرا جاننے والا ہے میں پہلے اس سے پناہ سے متعلق گفتگو کروں گا اگر وہ راضی ہو جائے تو پھر میں سارے انتظامات لوٹوں گا اور جو کچھ کرنا ہوا تمہیں آ کر بتا دوں گا تم اس پر عمل کرنا مجھے امید ہے طرح میری بیٹی تم ان وحشی درندوں سے اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو جاؤ یں چاہتا ہوں کہ آنے والی شب کو تم دریا پار کر کے ان مچھیروں کی بستی میں چلی ہارے وہاں جانے کا میں اچھا بندوبست کروں گا تم ان مچھیروں کے اندر رہنا ے نکلنے کے ساتھ ہی فی الفور نہروالا کی طرف بھاگنے کی کوشش نہ کرنا اس طرح جاؤ گی۔ تمہارے یہاں سے جانے کے بعد یاد رکھنا یہ لوگ نہروالا جانے والے ے راستوں کی ناکہ بندی کر دیں گے اس لئے کہ دیوداس کا ماموں اور سنگرام کا ان علاقوں کا بڑا سرکردہ شخص ہے اور اس کے تحت کافی مسلح جوان بھی ہیں وہ ان ا تمہیں تلاش کرنے کے لئے پھیلا دیں گے اور وہ ہر صورت میں تمہیں بھوکے ں کی طرح تلاش کرتے ہوئے پکڑ لیں گے۔ لہٰذا تم اس وقت تک ان مچھیروں کی ی میں رہنا جب تک میں اگلا قدم نہیں اٹھاتا۔"

کمار دیوی اب تک خاموش تھی لیکن اس پر چونکنے اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ے لگا۔

"بابا! تم اگلا قدم کیا اٹھاؤ گے ......؟"

رام داس کے چہرے پر شفقت آمیز مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

"میرا اگلا قدم یہ ہو گا کہ جب دیوداس اور سنگرام تمہیں تلاش کرتے کرتے تھک ک گے اور تم انہیں نہ ملو گی تب میں انہیں پیش کش کروں گا کہ میں کماری دیوی کو تلاش رنے مسلمانوں کے لشکر کی طرف جاتا ہوں ہو سکتا ہے وہ ایبہ کے پاس چلی گئی ہو۔ مجھے امید ہے کہ میری اس پیش کش کا وہ مثبت جواب دیں گے اور مجھے فی الفور تمہاری تلاش میں روانہ کر دیں گے۔

جب وہ مجھے اجازت دے دیں گے تو میں دو کاموں سے ایک کام کی ابتدا کر سکتا ہوں یا تو سیدھا ایبہ کی طرف جاؤں گا اور اس سے کہوں گا کہ اس طرح راج کماری لوٹوں اور بدمعاشوں کے جال میں پھنسی ہوئی ہے اس کی مدد کرو اور اگر تم میرے

اس اقدام کو پسند نہ کرو تو پھر میں دیوداس اور سنگرام کو چکمہ دے کر نہروالا کی طرف چا جاؤں گا اور وہاں تمہارے ان حالات کی خبر تمہارے باپ اور بھائی سے کر دوں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد رام داس رکا پھر دوبارہ کمار دیوی کی طرف دیکھتے ہو کہنے لگا۔

"بیٹی! میرے ان الفاظ سے تم کچھ اداس اور پریشان سی ہو گئی ہو۔ میں یہ بھی دیکھ ہوں کہ میری اس گفتگو سے تم کہیں دور کھو گئی ہو کیا میری یہ تجویز تمہیں پسند نہیں...... یہ کہ اگر میں یہاں سے نکل کر ایبہ کے پاس جاؤں تو کیا وہ تمہاری مدد کے لئے آما نہیں ہوگا۔"

اس بار کمار دیوی دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"بابا! میں نے اس ایبہ کے ساتھ واقعی زیادتی کی تھی۔ میری بدبختی کہ میں نے ا سے ناراض ہو کر اس کے پاؤں میں زنجیر پہنا دی تھی تاکہ وہ بھاگ نہ سکے اور ا راج محل سے نکال کر اسے خادموں کے کمرے میں ایک طرح سے بند کر دیا تھا اس کے باوجود پھر بھی اس نے جرات مندی اور جوانمردی کا مظاہرہ کیا اور بھاگ نکلا اب تو ہے وہ شہاب الدین غوری کے لشکریوں میں ایک اعلیٰ پائے کا سالار ہے وہ میرے ساتھ کئی ہفتوں تک رہا ہے میں اس کی عادات، اس کی خو بو سے آگاہ ہوں وہ جہاں مخلص ہے، رحم دل بھی ہے۔ بابا! نہروالا یہاں سے دور ہے میں چاہتی ہوں پہلے تم ایبہ کے پاس جاؤ۔ اگر ایبہ میری مدد کے لئے تیار ہو گیا تو میری جان جلدی اس جنجال سے چھوٹ جائے گی اور اگر ایبہ اس کے لئے تیار نہ ہوا تو پھر میں تمہاری منت کرتی ہوں کہ تم نہروالا جا کر میرے باپ سے سارے حالات کہہ دینا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی رکی پھر بڑے غور سے رام داس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔

"ویسے مجھے امید ہے کہ اگر تم ایبہ کے پاس جا کر میری اس بے بسی اور ان کے چنگل میں پھنسنے کے حالات تم تفصیل سے بیان کرو گے تو ایبہ فوراً میری مدد کے لئے تیار ہو جائے گا۔ ایک بار میں یہاں سے نکل کر مسلمانوں کے لشکر میں چلی گئی تو پھر میں نہ صرف محفوظ ہو جاؤں گی بلکہ میں ایبہ سے التماس کروں گی کہ ان بھیڑیوں سے میرا انتقام بھی لے میں اس سے اپنے ماضی کے رویے کی معافی بھی مانگ لوں گی۔ اگر مجھے ایسا کرنے کے لئے اس کے پاؤں پر گرنا پڑا، اس کے قدموں پر سر رکھنا پڑا، تب بھی

...وں گی۔ میں سمجھتی ہوں کہ میں جو ان حالات سے دوچار ہوئی ہوں یہ سب ایبہ ...نیاں کرنے کی وجہ سے ہے اور یہ مجھے بھگوان کی طرف سے کڑی سزا مل رہی

...کے ساتھ ہی کمار دیوی رو دینے والی ہو رہی تھی اس کا دھیان بٹانے کے لئے ...ن پھر بول اٹھا۔

"...یکھو بیٹی! زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم ایسا کرو پہلے کھانا کھاؤ۔ ...ں یونہی تمہارے سامنے بیٹھا رہا اور کھانا ویسے کا ویسا ہی پڑا رہا اور اس دوران ...ں پھر تم سے ملنے کے لئے آ گیا تو وہ ہم پر شک بھی کر سکتا ہے۔"

...کمار دیوی نے رام داس کی ان باتوں سے اتفاق کیا اور پھر وہ جلدی جلدی کھانا ...نے لگی۔ کھانا کھانے کے بعد رام داس برتن سمیٹتے ہوئے پھر اسے مخاطب کر کے ...لگا۔

"کمار دیوی، میری بیٹی! میں اب جاتا ہوں کل دن کے وقت میں سارے ...ات مکمل کرنے کے بعد آنے والی شام کو جب تمہارے لئے کھانا لے کر آؤں گا تو ...تفصیل تمہیں بتا دوں گا۔ تم نے یہاں سے نکل کر کس سمت جانا ہے ...... کہاں پہنچنا ...اور کیسے تمہاری حفاظت کا بندوبست کیا جائے گا ......؟"

رام داس کی اس گفتگو سے کمار دیوی کافی حد تک مطمئن اور آسودہ ہو گئی تھی۔ رام ...کھانے کے خالی برتن اٹھا کر چلا گیا جبکہ کمار دیوی کچھ دیر اپنی نشست پر بیٹھ کر نہ ...نے کن خیالوں اور سوچوں میں کھوئی رہی پھر وہاں سے اٹھ کر اپنے بستر میں گھس گئی ...ئی۔

O❖O

اگلے روز سنگرام اور دیوداس کے گھر کا کام نمٹانے کے بعد رام داس ان کے ہا
سے گھر جانے کے لئے رخصت ہوا۔ گھر جانے کے بجائے اس نے ایک کم نام را
سے دریائے سرسوتی کا رخ کیا اور دریائے سرسوتی کے اس پار یعنی دائیں کنارے گیا
اس کے بعد وہ جنوب کی طرف بڑھا جہاں دور دور تک ماہی گیروں کی بستیاں پھ
ہوئی تھیں۔ وہ ساری بستیاں شاید اس کی جانی پہچانی تھیں اس لئے کہ بڑی تیزی
ان کے بیچ سے گزرتا ہوا وہ ایک مکان کے سامنے رک گیا جس کا کچھ حصہ لکڑی
اور کچھ چھپروں سے بنا ہوا تھا وہاں ایک شخص کھڑا تھا اسے مخاطب کر کے رام داس
پوچھ لیا۔

"تمہارا سردار بھگوان داس اس وقت گھر پر ہی ہے یا......؟"

رام داس نے جس شخص سے یہ سوال کیا تھا اس نے رام داس کی بات مکمل
ہونے دی مسکراتے ہوئے جھٹ سے بول پڑا۔

"بھگوان داس اس وقت گھر پر نہیں ہے بلکہ وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ کشتی م
ہے۔"

رام داس نے اس کا شکریہ ادا کیا پھر بستی سے نکل کر وہ دریا کے کنارے
طرف ہولیا تھا۔

مختلف کشتیوں کے پاس سے گزرتا ہوا وہ ایک کافی بڑی کشتی کے قریب
تو کشتی کے اندر ماہی گیروں کا سردار بھگوان داس بیٹھا ہوا تھا اس کے ساتھ اس کی بیو
راج سندری اور جوان بیٹی کرن کماری بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ رام داس کو دیکھتے ہی بھگوا
داس کشتی میں کھڑا ہو کر اس کے آنے کی خوشی میں ہاتھ ہلانے لگا تھا کہ راج سندر
اور کرن کماری بھی رام داس کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔

کشتی چونکہ کنارے پر کھڑی تھی لہٰذا رام داس کشتی میں داخل ہوا بھگوان دا

گے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا تھا اور اسے اپنے قریب ہی بٹھا لیا۔ گفتگو کا آغاز
ن داس نے کیا اور رام داس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کیا مچھلیوں کی ضرورت پڑ گئی ہے......؟"

رام داس نے فی الفور کوئی جواب نہ دیا گہری سوچوں میں پڑ گیا اس کی یہ حالت
ے ہوئے بھگوان داس فکر مند ہو گیا تھا کہنے لگا۔

"اے بھائی! کہاں کھو گئے ہو...... کیا مصیبت آن پڑی ہے تم پر جو تم میرے
ل کا جواب دینے میں اتنی تاخیر سے کام لے رہے ہو...... بولو کیا آفت ٹوٹی ہے تم
کہ تمہاری اس آفت میں، میں بھی حصہ دار بن کر تمہارا بوجھ تو کم از کم، کم کروں۔"

جواب میں بھگوان داس، اس کی بیوی سندری اور بیٹی کرن کماری کو رام داس نے
ر دیوی کے حالات کی تفصیل بڑے دکھ بھرے انداز میں سنا دی تھی۔

رام داس جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک بھگوان داس اس کی بیوی راج سندری
یٹی کرن کماری اداسی اور پریشانی کی حالت میں بیٹھے رہے آخر بھگوان داس بول
ا۔

"میرے بھائی! اس کے ساتھ انتہا درجہ کی زیادتی ہے ایک راج کماری کے ساتھ
جھتا ہوں کہ یہ انتہا درجہ کا ظلم اور جبر ہے۔ رام داس، میرے بھائی! اس سلسلے میں
ر تم میرے پاس آئے ہو تو بولو میں کیا کر سکتا ہوں۔ جیسا تم کہو گے میں ویسا ہی
روں گا۔"

بھگوان داس کے ان الفاظ سے رام داس خوش ہو گیا تھا کہنے لگا۔

"بھگوان داس میرے بھائی! راج کماری کو تو میں وہاں سے کسی نہ کسی طرح
نکال لوں گا۔ میں اسے وہاں سے نکال کر اپنے ہاں بھی لے جا سکتا تھا لیکن آپ جانتے
یں میری بستی کے اکثر لوگ اس سنگرام اور اس کے باپ کے حمایتی ہیں کسی بھی وقت
بستی والوں کی نگاہ میرے ہاں راج کماری پر پڑ گئی تو وہ سنگرام سے شکایت کر سکتے ہیں
اور اس کے بعد وہ دونوں باپ بیٹا جو میرا حشر کریں گے اس کا اندازہ تم بھی کر سکتے
ہو۔

دوسری بات یہ کہ میں اس کو وہاں سے نکال کر فی الفور نہروالا کی طرف بھی روانہ
نہیں کر سکتا اس لئے کہ جونہی وہ بھاگے گی، دیوداس اور سنگرام کو خبر ہو جائے گی۔ ان
کے آدمی پیچھے لگ جائیں گے اور اسے پکڑنے کے بعد جب اس سے تفتیش کریں گے تو

راج کماری کے ساتھ ساتھ میری بھی گردن کاٹ کر رکھ دیں گے۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میں چاہتا ہوں کہ فی الحال راج کماری کمار دیوی کو آپ لوگ اپنے ہاں پناہ دیں وہ کچھ دن یہاں رہے اس دوران میں بھاگ دوڑ کر کے پہلے تو یہ کوشش کروں گا کہ میں مسلمانوں کے سالار ایبہ سے ملوں اور کمار دیوی کو یہاں سے نکالنے کے لئے اس کی مدد حاصل کروں اگر وہ میری مدد پر آمادہ ہو گیا تو میں سمجھتا ہوں بغیر کسی خطرے کے کمار دیوی کو نہروالا کی طرف بھجوایا جا سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ میری مدد پر آمادہ بھی ہو جائے گا اگر نہ ہوا تو پھر مجھے کمار دیوی کے شہر نہروالا جانا ہو گا اور وہاں کے راجہ بھیم دیو کو اطلاع کرنا ہو گی کہ وہ اپنی راج کماری کی رہائی کا بندوبست کرے۔"

رام داس جب خاموش ہوا تب بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بھگوان داس کی بیٹی کرن کماری بول اٹھی۔

"بابا! ہمیں راج کماری کمار دیوی کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ چچا رام داس ٹھیک کہتے ہیں۔ ہمیں اس لڑکی کو پناہ دے کر محفوظ کرنا چاہیے۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ اگر وہ ہمارے ہاں رہتی ہے، ہماری پناہ میں آتی ہے تو میں اسے خوش رکھنے کی کوشش کروں گی۔"

اپنی بیٹی کے ان الفاظ پر بھگوان داس مسکرا دیا تھا۔ کچھ سوچا پھر رام داس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"رام داس! تم فکر مند نہ ہو۔ راجکماری کمار دیوی کو ہم اپنے ہاں پناہ دیں گے۔ میں اپنے سارے ماہی گیروں کو سمجھا دوں گا کہ ان میں سے کسی کی نگاہ کمار دیوی پر پڑے تو اس کی اطلاع، اس کی خبر دیوداس، سنگرام یا اس کے باپ کو نہ ہونے پائے جیسا کہ تم کہہ چکے کہ اس نے دو دن کی مہلت لی ہے تو میں سمجھتا ہوں آج رات ہی تم اسے وہاں سے نکال کر ادھر بھیجنے کا اہتمام کرو تم اسے دریا تک پہنچانا آگے دریا پار کر کے اسے لانا میرا کام ہے۔"

بھگوان داس کا یہ جواب سن کر رام داس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی پہلے پر جوش انداز میں وہ بھگوان داس سے گلے ملا پھر کہنے لگا۔

"بھگوان داس! میرے عزیز بھائی تو نے میری ساری مشکلیں آسان کر دی ہیں۔"

اس کے بعد دونوں بڑی رازداری سے وہ لائحہ عمل طے کرنے لگے تھے جس کے راج کماری کمار دیوی کو دریائے سرسوتی پار کرا کر ماہی گیروں کی بستی کی طرف لانا

جب راج کماری کمار دیوی کو وہاں سے نکالنے اور ماہی گیروں کی بستی کی طرف کا مسئلہ اور طریقہ طے ہو گیا تب رام داس اپنی جگہ پر اٹھا اور کہنے لگا۔

"میں اب جاتا ہوں اور جا کر یہ خوشخبری کمار دیوی سے کہوں گا۔"

اس پر بھگوان داس بھی کھڑا ہو گیا رام داس کا اس نے بازو پکڑ لیا تھا، کہنے لگا۔

"دیکھو! اب شام کا کھانا کھا کر جانا۔"

رام داس نے غور سے بھگوان داس کی طرف دیکھا تھا، کہنے لگا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے ...... مجھے فی الفور واپس جانا ہے اب سنگرام کے ہاں کام کرنے کا میرا وقت بھی ہو گیا ہے۔"

اس کے بعد رام داس کشتی سے نکلا پھر جس راستے سے ہو کر وہ دریائے سرسوتی کے دائیں کنارے آیا تھا اسی سے ہوتا ہوا وہ واپس جا رہا تھا۔

اگلے روز راج کماری کمار دیوی اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی کہ دیوداس کھنکارتا کمرے میں داخل ہوا اور اس کے پیچھے پیچھے دو خادم بھی تھے۔ دونوں نے کچھ سامان اٹھا رکھا تھا۔ اس موقع پر کمار دیوی کچھ عجیب سے انداز میں ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

دیوداس کے کہنے پر جن دونوں خادموں نے سامان اٹھایا ہوا تھا اس کے کہنے پر وہ سامان مسہری پر رکھنے کے بعد وہ چلے گئے تھے۔ دیوداس کمار دیوی کے ساتھ نشست پر بیٹھ گیا پھر مسہری پر جو سامان وہ رکھ گئے تھے، اس کی طرف اشارہ کر کے وہ کہنے لگا۔

"کمار دیوی! تمہارا مثبت جواب سن کر میری خوشیوں اور میرے سکون کی کوئی انتہا نہ رہی۔ یہ جو سامان میرے خادم لے کر آئے ہیں ان میں تمہارے لئے زیورات کے علاوہ عمدہ قسم کی پوشاکیں اور تمہارے بستر اور مسہری کے لئے کچھ چادریں بھی ہیں۔"

دیوداس جب خاموش ہوا تو اسے مزید خوش کرنے کے لئے کمار دیوی کہنے لگی۔

"کیا ہم دونوں شادی کے بعد بھی اسی کمرے میں رہیں گے ......؟"

کمار دیوی کے ان الفاظ پر خوشی میں دیوداس پھولا نہیں سما رہا تھا کہنے لگا۔

"کمار دیوی! تم راج کماری ہو شادی کے بعد یہ ساری حویلی تمہاری ملکیت ہو

گی۔ تمہیں شاید علم نہیں ہوگا کہ حویلی کے دوسرے کمروں کو سجانا شروع کر دیا گیا ہے کل ان دونوں کمروں کو بھی تمہاری مرضی اور خواہش کے مطابق سجا دیا جائے گا اس طرح یہ حویلی تمہاری رہائش کے لئے ایک عمدہ قسم کے محل میں تبدیل کر دی جائے گی۔“

کمار دیوی اپنی جگہ سے اٹھی، مسہری پر پڑے سارے سامان کا جائزہ لیا پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”دیوداس! میں تمہاری ذات سے شادی کر رہی ہوں، ان چیزوں سے نہیں۔ مجھے ان چیزوں کی نہیں، تمہاری ضرورت ہے۔ تم یہ سامان لے آئے ہو، تمہاری مہربانی بہرحال سامان بہت اچھا ہے۔“

کمار دیوی کے ان الفاظ نے دیوداس کو اور زیادہ چھلا کر رکھ دیا تھا۔ بڑی چاہت اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”کیا تم نے کھانا کھا لیا ہے......؟“

اس پر کمار دیوی کہنے لگی۔

”ابھی ابھی رام داس پوچھ کر گیا ہے میں نے اس سے کہا ہے کہ کھانا لے آئے۔“

دیوداس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر کہنے لگا۔

”اچھا تو پھر وہ کھانا لاتا ہوگا۔ کھانا کھا کر تم آرام کرو میں اب جاتا ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی دیوداس وہاں سے نکل گیا تھا۔

اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد کمرے میں رام داس داخل ہوا۔ وہ کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھا۔ برتن اس نے کمار دیوی کے سامنے رکھ دیئے پھر سامنے والی نشست پر بیٹھ گیا، کہنے لگا۔

”بیٹی! میں دوسرے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے آیا ہوں۔ میں جلدی میں ہوں جو کچھ میں تم سے کہنا چاہتا ہوں غور سے سنو۔ وقت ضائع نہ کرنا۔ میں تمہارے یہاں سے بچ نکلنے کا پورا سامان کر کے آیا ہوں۔ میری بیٹی! اگر تم میری ہدایت کے مطابق عمل کرو گی تو پھر اس جہنم اور دوزخ سے نکل کر امن اور سکون میں چلی جاؤ گی۔

میری بیٹی! پہلے میں تمہارے یہاں سے بھاگنے کے لئے انتظام کرنے لگا تھا لیکن میں نے دیکھا آج دیوداس نے تمہارے لئے کچھ سامان خریدا تھا اس میں بستر کی

ھی تھیں لہٰذا تمہارے یہاں سے بھاگنے کا انتظام خود ہی دیوداس نے کر دیا ہے چھ میں کہنے لگا ہوں، وہ غور سے سننا۔

ہاں سے باہر نکلنے کے بعد سیدھا دریائے سرسوتی کا رخ کرنا جو اس عمارت کے رب کی جانب ہے جب تم دریا کی سمت بھاگو گی تو دریا کی دوسری طرف مشعل ی دکھائی دے گی۔ تم نے بالکل اس مشعل کی سیدھ میں دریا کی طرف جانا ہے دریا کے غربی کنارے پر جل رہی ہے جبکہ تم نے دریا کے مشرقی کنارے کی جانا ہے لیکن بھاگنا صرف اس مشعل کی سیدھ میں۔

جب تم دریا کے کنارے جاؤ گی تو مشعل کی بالکل سیدھ میں دریا کے مشرقی ے ایک کشتی کھڑی ہوگی چھوٹی سی ایک کشتی جس کے اندر ملاح بیٹھا تمہارا انتظار ہوگا دریا کے کنارے تک بھاگتے ہوئے جانا دریا کے کنارے پہنچ کر پاؤں سے اتار کر پانی میں داخل ہونا ایسا کرنے سے تمہارے بھاگنے سے دو شبہات پیدا ہو گے۔ اول یہ کہ دیوداس خیال کرے گا کہ شاید اس حویلی سے نکل کر تم پانی کے اندر دریا کے کنارے کنارے جنوب کی طرف گئی ہو۔

دوسرا شبہ یہ بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ تم نے دریا پار کرنے کی کوشش کی ہو گی اور دریا ب مری ہو گی۔

نگے پاؤں پانی میں اترنے کے بعد تم پھر کشتی میں سوار ہو جانا کشتی والا تمہیں دریا ں پار ماہی گیروں کی بستی کی طرف لے جائے گا۔ ماہی گیروں کی بستی کے ٹھاکر دار کا نام بھگوان داس ہے اس کی بیوی کا نام سندری اور بیٹی کا نام کرن کماری ہے ان کو تمہارے آنے کی اطلاع ہو چکی ہے اور وہ تینوں تمہارا بہترین سواگت کریں ں کشتی میں تم جاؤ گی اس کشتی میں جو ملاح بیٹھا ہوگا اس کا نام اجیر رائے ہے ہارے کام کی نوعیت سمجھا دی گئی ہے۔ تمہیں کشتی میں بٹھانے کے بعد تھوڑی دور وہ کشتی کو پانی کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ نیچے لے کر جائے گا پھر کشتی کو ان ماہی ں کی کشتیوں کے بیچ میں جا کر روک دے گا۔ بڑی رازداری کے ساتھ پھر تمہیں ن داس کی رہائش گاہ پر منتقل کر دے گا۔

میری بیٹی! ایک بار تم بھگوان داس کے ہاں پہنچ گئی تو پھر یہ لوگ تم پر ہاتھ نہیں سکیں گے۔ اگر انہوں نے ماہی گیروں کی بستی کی تلاشی بھی لینے کی کوشش کی تب بھگوان داس تمہیں چھپانے کا ایسا بندوبست کرے گا کہ یہ تمہیں ڈھونڈ نہیں پائیں

گے۔

کل دن کے وقت جب مجھے یقین ہو گا کہ تم بھاگ کر بھگوان داس کے پاس گئی ہو اور تمہارے وہاں پہنچنے کی اطلاع بھی مجھے وہی ماہی گیر اجیر رائے ہی دے اس کے بعد میں دیوداس سے اجازت لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا اور کہیں ا تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔ بیٹی! یہاں سے اگر میں نہر والا جا کر تمہارے باپ اطلاع کروں تو بڑا وقت لگے گا۔ نہ جانے اس دوران حالات کیا پلٹا کھا جائیں لہٰذا تو کہیں آس پاس ہی ہو گا۔ میں اسے تمہاری اس مصیبت کی داستان سناؤں گا۔ امید ہے کہ وہ تمہاری مدد پر تیار ہو جائے گا۔ ایک بار اگر ایبہ نے تمہیں ماہی گیروں بستی سے نکال کر اپنے لشکر میں یا کسی اور محفوظ جگہ پہنچا دیا تو پھر دیوداس، سنگرام اور کے مسلح ساتھی تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے بلکہ میں ایبہ سے یہ بھی کہوں گا کہ لوگ دھوکہ دہی سے کام لے کر کمار دیوی کو اٹھا کر لائے ہیں لہٰذا انہیں ان کے کیے سزا ملنی چاہیے۔

بیٹی! یہ ساری بعد کی باتیں ہیں فی الحال تم نے یہاں سے بھاگنا ہے اور بڑ رازداری کے ساتھ اس کام کی تکمیل کرنی ہے۔"

رام داس جب خاموش ہوا بڑی جستجو سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کمار دیوی کہنے لگی۔

"جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ میں سمجھ گئی ہوں دریائے سرسوتی کے کنارے تک میں پہنچ جاؤں گی لیکن آپ نے یہ نہیں بتایا کہ میں اس حویلی کے جہنم سے کیسے نکل دریا کی طرف جاؤں گی۔"

اس پر رام داس مسکرایا اور کہنے لگا۔

"پہلے میں تمہارے اس حویلی سے نکلنے کا بندوبست کرنے لگا تھا لیکن میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اس کا بندوبست دیوداس نے خود ہی کر دیا ہے۔ پہلے میں کسی لمبی رسی اہتمام کرنا چاہتا تھا لیکن اب اس کی ضرورت نہیں۔ دیکھو! یہ جو رام داس تمہارے بستر کی چادریں لایا ہے، انہیں بیچ میں سے پھاڑ کر ایک دوسرے سے گانٹھیں لگاتی جاؤ اس طرح چادروں کو ایک لمبے رسے کی صورت دے دینا۔ ایک سرا کھڑکی ساتھ باندھ دینا اور پھر نیچے اتر کر دریا کی طرف بھاگ جانا۔"

رام داس جب خاموش ہوا تو مسکراتے ہوئے کمار دیوی کہنے لگی۔

یہ طریقہ تو بہت اچھا ہے پر پہلے کھڑکی کا جائزہ لیں اس کے ساتھ کوئی ایسی چیز جس کے ساتھ کوئی رسی یا چادریں باندھی جائیں۔"

رام داس فکر مند سا ہو گیا تھا اپنی جگہ پر وہ اٹھا، کھڑکی کا جائزہ لیا تھوڑی دیر اس الجھی رہی پھر کہنے لگا۔

"اگر کھڑکی کے ساتھ چادر کا پلو باندھنے کی کوئی جگہ نہیں ہے تو اس میں فکر مند کی کیا ضرورت ہے۔ میری بیٹی! جانے سے پہلے میں تمہاری مسہری کو کھینچ کر کے قریب لے جاؤں گا تم ایسا کرنا چادر کا ایک پلو مسہری کے پائے سے باندھ باقی پلو کو نیچے پھینک دینا اور پھر کھڑکی سے اتر کر دریا کی طرف بھاگ جانا۔"

رام داس کی اس تجویز پر کمار دیوی کی خوشی اور اطمینان کی کوئی حد نہ تھی پھر جذباتی میں کہنے لگی۔

"رام داس، میرے محترم! تم نے میرے لئے وہ کام کیا ہے جو کوئی اپنا بھی لئے نہ کرتا پر یہ بتاؤں کہ یہاں سے کس وقت بھاگنا چاہیے......؟"

بغیر کسی توقف کے رام داس جھٹ سے کہنے لگا۔

"وقت ضائع نہ کرنا میں یہاں سے نکل جاتا ہوں۔ میرے جانے کے بعد تم کام کی ابتدا کر دینا۔ میں حسب سابق دوسرے کمرے کو باہر سے زنجیر لگاتا جاؤں میرے جانے کے بعد فوراً چادروں کو پھاڑ کر ایک دوسرے سے باندھتے ہوئے رسی صورت دیتے ہوئے مسہری کے ایک پائے سے باندھ دینا......"

رام داس کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ کمار دیوی فوراً بول اٹھی۔

"رام داس، میرے محترم! اگر یہ بات ہے تو تم جاؤ وقت ضائع نہ کرو میں اس سے فوراً فائدہ اٹھانا چاہتی ہوں کیا تمہارے خیال میں جس ماہی گیر اجیر رائے نے لے کر جانا ہے وہ پہنچ چکا ہو گا......؟"

رام داس مسکرایا کہنے لگا۔

"وہ تو سورج غروب ہونے کے تھوڑی دیر بعد ہی کنارے پر کھڑا تمہارا منتظر ہے۔"

جواب میں بڑی بے تابی اور بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے کمار دیوی کہنے لگی۔

"اچھا رام داس، بھگوان نے چاہا اور میری اور تمہاری کہیں ملاقات ہوئی تو تمہارے اس احسان کا بدلہ ضرور چکاؤں گی، اب کچھ مت کہنا۔ میں تمہارا ایک بار پھر

شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اب تم جاؤ تا کہ میں اپنے کام کی ابتدا کروں۔ میں کھانا بھی کھاؤں گی۔ بھاگنے کا جو طریقہ تم نے مجھے بتایا ہے اسے سن کر میری خوشی، میر اطمینان کی کوئی حد نہیں۔ بھوک بھی مر گئی ہے۔"

رام داس اپنی جگہ پر اٹھا، آگے بڑھ کر شفقت بھرا ہاتھ اس نے کمار دیوی کے پر رکھا پھر کہنے لگا۔

"بیٹی! میں اب جاتا ہوں جانے سے پہلے میں تمہارے پلنگ کو گھسیٹ کر کھ کے قریب کر دیتا ہوں۔"

اس پر مسکراتے ہوئے کمار دیوی کہنے لگی۔

"نہیں ...... اس کی ضرورت نہیں ہے میں خود ہی کر لوں گی۔ آپ جائیں ......"

جواب میں رام داس مسکرایا پلٹا، دوسرے کمرے میں گیا اور دوسرے کمرے سے جو باہر نکلنے کے لئے دروازہ تھا اسے اس نے باہر سے زنجیر لگائی تھی اور وہاں سے گیا تھا۔

رام داس کے جانے کے بعد کمار دیوی نے فوراً اپنے کام کی ابتدا کی چادروں پھاڑ پھاڑ کر انہیں آپس میں گانٹھ لگاتے ہوئے ایک لمبے رسے کی صورت دینی شروع دی تھی جب اس نے اندازہ لگایا کہ اب لمبائی اس قدر ہو گئی ہے کہ وہ اس کے ذریعہ نیچے اتر سکے گی تب اس نے ایک سرا اپنی مسہری کے ایک پائے سے باندھا، مسہری گھسیٹ کر کھڑکی کے قریب لے گئی اور دوسرا سرا اس نے نیچے پھینک دیا تھا۔

پہلے سر کو کھڑکی سے باہر نکال کر ارد گرد کا جائزہ لیا پھر بڑی تیزی سے حرکت میں آئی اور پھرتی سے چادروں سے بنائے ہوئے اس رسے کے ذریعے نیچے اتر گئی تھی۔

نیچے اتر کر اس نے جائزہ لیا کوئی بھی نہیں تھا پہلے وہ حویلی کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی مغرب کی طرف گئی کونے پر جا کر شال کا جائزہ لیا ادھر بھی کوئی نہ تھا پھر وہ جھکتی ہوئی مغرب کے رخ پر دریائے سرسوتی کی طرف بھاگنے لگی تھی۔

تھوڑی دور جا کر جب اسے اطمینان ہو گیا کہ حویلی کے آس پاس سے اسے کوئی دیکھ نہیں سکے گا تب وہ بالکل سیدھی ہو کر بھاگنے لگی۔ دریا کے دوسرے کنارے پر ایک مشعل جل رہی تھی اور وہ بالکل اس مشعل کی سیدھ میں دریائے سرسوتی کی طرف بڑھ رہی تھی۔

جب وہ دریا کے کنارے کے قریب گئی تو اس نے دیکھا وہاں ہیولے کی صورت

شتی کھڑی تھی کنارے کے پاس جا کر کمار دیوی نے اپنے پاؤں سے جوتے در پانی میں اتر گئی پھر پانی میں چلتی ہوئی وہ کشتی کی طرف بڑھی جب وہ قریب ملاح نے اسے بڑے پیارے انداز میں مخاطب کیا۔

یری بیٹی! تو نے بڑی عقلمندی کی جو کنارے سے پانی میں اتری اور اپنے پاؤں اتار لیا اب کشتی میں بیٹھ تا کہ دونوں یہاں سے روانہ ہوں۔"

ج اجیر رائے کے ان الفاظ سے کمار دیوی خوش ہو گئی تھی فوراً کشتی میں بیٹھ گئی کشتی کو حرکت میں لایا کچھ دور تک وہ کشتی کو دریا کے اندر لے گیا دریا کے وسط ے کے بعد وہ کشتی کو آہستہ آہستہ دریا کے بہاؤ کی طرف لے جانے لگا اس کے نے پھر آگے بڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ دریائے سرسوتی کے دائیں ، جو ماہی گیروں کی کشتیاں کھڑی ہوئی تھیں ان کے اندر پہنچ گیا کشتی اس نے ی۔

مار دیوی کو اس نے کشتی کے اندر ہی بیٹھنے کے لئے کہا خود کنارے پر اترا ایک ے کندھے پر رکھا پھر کنارے پر جانے کے بعد کشتی کو اس نے کنارے کے ایک ے ساتھ باندھ دیا تھا اس کے بعد اجیر رائے نے کمار دیوی کو دھیمے لہجے میں کیا۔

راج کماری! کشتی سے باہر آ جاؤ ...... اس وقت یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ کشتی ر ٹھاکر کی رہائش گاہ میں جانے کا یہ بہترین موقع ہے۔"

مار دیوی کشتی سے نکلی، اجیر رائے اسے ساتھ لے کر آگے بڑھا یہاں تک کہ اس کے گھر کے سامنے رکا اس کے گھر کا دروازہ جب اس نے اندر دبایا تو کل گیا۔ اجیر رائے کمار دیوی کو لے کر اندر داخل ہوا دروازے کو اندر سے زنجیر لاکن میں چند قدم آگے بڑھے ہوں گے کہ اندر سے خود بھگوان داس، اس کی ج سندری اور بیٹی کرن کماری نکل آئے تھے سب سے پہلے بھگوان داس نے کمار اطب کیا۔

راج کماری! میرا نام بھگوان داس ہے میں تمہیں اپنی حویلی میں خوش آمدید کہتا

س کے ساتھ ہی راج سندری اور کرن کماری دونوں آگے بڑھ کر باری باری کمار ملیں اپنا تعارف بھی کروایا۔ اس موقع پر اجیر رائے نے بھگوان داس کو مخاطب

کیا۔

"میرے خیال میں، میں اب جاتا ہوں آپ راج کماری کو سنبھالیں۔"

بھگوان داس نے اسے مسکراتے ہوئے جانے کی اجازت دے دی تھی جب کرن کماری، راج کماری کمار دیوی کو اپنے ساتھ لپٹائے سامنے والے کمرے میں گئی۔ بھگوان داس اور راج سندری ان دونوں کے پیچھے پیچھے تھے۔

چاروں سامنے والے کمرے میں جا کر بیٹھ گئے پھر بھگوان داس بڑے پیار کمار دیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بیٹی! یوں جانو اب تم اپنوں میں پہنچ گئی ہو مجھے اپنے باپ کی طرح جاننا، بیوی راج سندری کو اپنی ماں اور میری بیٹی کرن کماری کو اپنی بہن سمجھنا اب تم بھیڑیوں سے محفوظ ہو۔ بھگوان نے چاہا تو رام داس پھر حرکت میں آئے گا اور تم یہاں سے نکال کر کسی محفوظ جگہ لے جانے کا بھی بندوست ضرور کرے گا۔

میرے خیال میں تم نے کھانا بھی نہیں کھایا اور تم تھکی ہاری بھی ہو گی۔ اس ح میں جب سے تم قید ہو سکون کی نیند بھی نہ سو سکی ہو گی۔"

اس پر کرن کماری اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے باپ بھگوان داس اور راج سندری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں راج کماری کو اپنے ساتھ کمرے میں لے جاؤں وہیں اسے کھانا کھلاتی ہوں اور اب یہ وہیں میرے کمرے میں میرے ساتھ رہا کرے گی۔"

بھگوان داس اور راج سندری نے اس سے اتفاق کیا پھر کرن کماری نے ک دیوی کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ اس کے بعد وہ اسے اپنے ساتھ اپنے کمرے کی طرف لے تھی۔

O❖O

یواس اور سنگرام دونوں حویلی سے باہر کھڑے ہوئے تھے کہ حویلی کے اندر سے گھبراہٹ میں بھاگتا ہوا ان کی طرف آیا اسے اس طرح بھاگتا دیکھ کر دیوداس دونوں فکرمند اور پریشان ہو گئے۔ ابھی وہ ذرا فاصلے پر ہی کھڑا تھا کہ دیوداس ان کن آواز میں اسے مخاطب کر لیا۔

رام داس! کیا ہو گیا ...... تم اس قدر بدحواس اور بھاگتے ہوئے کیوں آ رہے "

یوداس کے اس استفسار پر رام داس گھبراہٹ اور پریشانی میں اسے مخاطب کر لگا۔

مالک! میں راج کماری کے لئے صبح کا کھانا لے کر گیا تھا کافی دیر میں دروازہ ارہا لیکن دروازہ کھلتا ہی نہیں۔ کئی بار میں نے دروازے کو دھکے بھی دیئے پھر سے کھٹکا بھی کیا لیکن اندر سے دروازہ نہیں کھل رہا جس کی بنا پر میں پریشان ہو ں اور کھانے کے برتن وہاں ہی رکھ کر میں آپ لوگوں کی طرف بھاگ آیا

ام داس کے اس انکشاف پر دیوداس اور سنگرام دونوں ایک دوسرے کی طرف بھرے انداز میں دیکھنے لگے تھے پھر دیوداس بول پڑا۔

صبح سویرے میں بھی اس کے کمرے کی طرف گیا تھا تھوڑی دیر تک میں نے ی پھر لوٹ آیا دروازہ نہیں کھلا تھا۔ میں نے تو یہ سوچا کہ شاید وہ سو رہی ہو گی پہلے بھی ایسا نہیں ہوا اس لئے کہ پہلی دوسری دستک پر ہی وہ دروازہ کھول دیا کرتی کو دیکھتے ہیں کیا معاملہ ہے ......؟"

اس کے ساتھ ہی سنگرام اور دیوداس، رام داس کے ساتھ ہو لئے۔ کھانے کے دروازے کے ایک طرف پڑے تھے آگے بڑھ کر دیوداس نے کئی بار دروازے پر

زور زور سے دستک دی لیکن اندر سے کسی ردعمل کا جب اظہار نہ ہوا تب دیوداس نہیں سنگرام بھی پریشان ہو گیا تھا دوسری طرف رام داس نے بھی اپنے چہرے پر تفکرات اور پریشانیاں بکھیر لی تھیں۔

اس موقع پر سنگرام نے دیوداس کو مخاطب کیا۔

''دیوداس! معاملہ مجھے کچھ گڑبڑ سا لگتا ہے کہیں اس راج کماری نے تم سے کر زہر کھاتے ہوئے اپنا خاتمہ تو نہیں کر لیا۔''

سنگرام کے ان الفاظ پر دیوداس پر پریشانیاں ہجوم کر آئی تھیں۔ گھبراہٹ آواز میں کہنے لگا۔

''سنگرام، میرے بھائی! یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو ...... اس نے رے ہوش و حواس اور اپنی پوری طمانیت اور خوشی سے میرے ساتھ شادی کر امی بھری تھی اور اب اس طرح کیسے ہو سکتا ہے ...... میرے خیال میں دروازہ تو ہیں اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔''

سنگرام نے اس سے اتفاق کیا پھر دونوں ایک ساتھ ذرا پیچھے ہٹتے دروازے پر اپنے کندوں کا زور مارنے لگے تھے۔ چند بار ایسا کرنے سے دروازہ گرا تھا۔ دروازے کے گرتے ہی جب انہوں نے کمرے کا جائزہ لیا تو دنگ رہ اس لئے کہ کمرہ تو خالی پڑا تھا۔ مسہری پر کچھ نہیں تھا۔

سنگرام اور دیوداس تقریباً بھاگتے ہوئے آگے بڑھے دونوں نے مسہری کے کے ساتھ چادروں سے بنے رسے کو بندھے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اس پر انتہائی افسو اظہار کرتے ہوئے سنگرام کہنے لگا۔

''وہ بھاگ گئی ......''

دیوداس نے اپنا سر اپنے ہاتھوں میں پکڑ لیا تھا۔ مسہری پر بیٹھ گیا تھا کچھ دیر سوچوں میں رہا پھر کھڑکی کے پاس آیا مسہری کے پائے کے ساتھ بندھی چادریں زمین تک چلی گئی تھیں۔ یہ سارا معاملہ دیکھتے ہوئے دکھ بھرے انداز میں سنگرا مخاطب کرتے ہوئے دیوداس کہنے لگا۔

''بھائی! یہ سب کچھ میری غلطی کی وجہ سے ہوا ہے میں نے حماقت کی کہ اس لئے بستر کی بہت سی چادریں لے آیا اس کے لئے بہت سارے کپڑے اور زیورات لے کر آیا ہر چیز مسہری پر پڑی ہوئی ہے صرف چادروں کو اس نے استعمال کیا اور

ز کر رسے کی صورت دے کر یہاں سے بھاگ گئی ہے پر وہ ہم سے بچ گی بھائی! چلو حویلی سے باہر چلتے ہیں اس کے پاؤں کے نشانات سے دیکھتے ہیں ی ہے۔ ابھی وہ یہیں کہیں ہو گی اس کے پاس سواری نہیں ہے کہیں چھپ کر پ کی طرف پیغام بھجوائے گی تب یہاں سے نکلنے پائے گی ورنہ اس کے لئے ے بھاگنے کا کوئی موقع نہیں ہے اس لئے کہ اس وقت مسلمانوں کا لشکر بھی یہاں رنہ میرے اندازے کے مطابق یہاں سے نکل کر وہ سیدھی ایبہ کے پاس چلی

سنگرام نے اس سے اتفاق کیا اس کے بعد دونوں بڑی تیزی سے کمرے کے ے کی طرف بڑھے تھے۔ رام داس ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ حویلی سے باہر نکلے، ویلی کے پشتی حصے کی طرف گئے جس طرف کھڑکی تھی جہاں سے کمار دیوی بھاگی

کھڑکی کے نیچے پہلے وہ کمار دیوی کے جوتوں کے نشانات کو غور سے دیکھتے رہے نشانات کے کھوج اور رہنمائی میں وہ آہستہ آہستہ نشانات دیکھتے ہوئے دریائے کا رخ کر رہے تھے۔

دریائے سرسوتی کے کنارے جا کر سنگرام رک گیا اور دیوداس کو مخاطب کرتے کہنے لگا۔

''دیوداس! یہاں تک کمار دیوی جوتے پہن کر آئی ہے یہاں آ کر اس نے اپنے اتار لئے ہیں اس لئے کہ تم نے دیکھا کہ اس کے ننگے پاؤں کے نشانات لگے ہیں اس کے بعد وہ ننگے پاؤں ہی پانی میں داخل ہو گئی ہے۔

جس جگہ سے وہ دریا میں داخل ہوئی ہے یہاں سے دریا کو عبور کرنا آسان نہیں دائیں بائیں قریب پتن بھی نہیں ہے اس جگہ سے دریا وسطی حصے سے اتنا گہرا ہے آدمی بھی نیچے اوپر کھڑے ہوں تب بھی ڈوب مریں۔ اب اس کے اس طرح سے جوتا اتار کر دریا میں داخل ہونے سے دو نتیجے سامنے آتے ہیں۔

اول یہ کہ وہ دریا کے کنارے کنارے ہی چلتی ہوئی کہیں آگے چلی گئی ہے لیکن وہ جا سکتی کہ جس طرح یہاں کنارہ زمین کے برابر ہموار ہے آگے معاملہ ایسا نہیں کنارہ کٹا پھٹا بھی ہے اور اونچا نیچا بھی ہے۔ وہاں دریا کے اندر وہ اس طرح ننگے چل سکتی کئی مقامات پر اسے دریا سے باہر نکل کر چلنا پڑے گا لہٰذا اس کے

پاؤں کے نشانات سے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ وہ کدھر گئی ہے ...... دوسرا معاملہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ سیدھی دریا کے وسطی حصے کی طرف گئی ہو اور وہاں ڈوب کر اس نے خودکشی کر لی ہو۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سنگرام رکا پھر اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

"دیوداس! میرے بھائی اس نے بظاہر تم سے اپنی خوشی اور رضامندی سے شادی کرنے کا اعلان کیا تھا لیکن وہ تم سے مہلت چاہتی تھی دو دن کی اس نے مہلت مانگی تھی اور دو دن کی مہلت کے دوران دیکھ لو اس نے اپنا کام کر دکھایا، بھاگ گئی ...... اب اگر تو وہ دریا میں کود مری ہے تو اس کا تو کوئی حل ہی نہیں۔ اس قصے کو تو دفع کرو۔ اب ایک بات ہمارے سامنے باقی رہتی ہے وہ یہ کہ دریا کے کنارے کنارے جنوب کی طرف جاتے ہیں دریا کے اونچے اور کٹے پھٹے ساحل تک اس کے پاؤں کے نشانات دیکھتے ہیں اگر وہاں بھی اس کے پاؤں کے نشانات نہ ہوئے تو پھر لازم ہے کہ وہ خودکشی کر گئی ہے، ڈوب مری ہے۔ اب ہم جنوب کی طرف جاتے ہیں۔"

دیوداس منہ سے کچھ نہ بولا چپ چاپ سنگرام کے ساتھ ہو لیا تھا۔ رام داس بھی ان کے ساتھ تھا۔ کچھ دیر تک وہ جنوب کی طرف چلتے رہے یہاں تک کہ دریا کے کنارے بلند ہو گئے اور کناروں کے ساتھ پانی اتنا گہرا تھا کہ اس کے اندر چلنا مشکل تھا۔ وہاں وہ کنارے کے ساتھ ساتھ چند قدم آگے تک کمار دیوی کے پاؤں کے نشانات ڈھونڈتے رہے لیکن وہاں انہیں کچھ بھی نہ ملا۔ ایک جگہ جہاں کنارہ بہت بلند تھا سنگرام کھڑا ہو گیا اور دیوداس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"دیوداس! وہ جنوب کی طرف نہیں آئی نہ ہی وہ دریا کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے کہیں چھپی ہے۔ غالب امکان یہی ہے کہ وہ دریا میں ڈوب کر خودکشی کر گئی ہے۔"

سنگرام جب خاموش ہوا تب اپنے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے دیوداس کہنے لگا۔

"ہو سکتا ہے وہ نہ ہی ڈوب کر مری ہو ...... یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ اچھی تیراک ہو ...... دریا کو تیر کر دوسرے کنارے کی طرف چلی گئی ہو ...... یہ جو سامنے ماہی گیروں کی بستی یا آس پاس کہیں اور اس نے پناہ لے لی ہو۔"

سنگرام مسکرایا اور کہنے لگا۔

"اگر اس نے ماہی گیروں کی بستی میں پناہ لی ہوتی تو اب تک ہمیں کوئی نہ کوئی بتا
ا کہ وہ بھاگ کر پناہ لے گئی ہے ...... اس لئے کہ وہ سارے ملاح ہمارے جاننے
ہیں اور پھر ان کا ٹھاکر بہت اچھا انسان ہے ...... بابا کے علاوہ میرے ساتھ بھی
ے بہترین تعلقات ہیں اور پھر وہ ایسا شخص ہے کہ اس قسم کے بکھیڑوں میں پڑنے
ا۔ اگر تم اطمینان چاہتے ہو تو وہاں جا کر بھی بات کر لیتے ہیں۔"

اس کے بعد وہ شمال کی طرف گئے ایک جگہ سنگرام رک گیا ...... دوسرے کنارے
ماہی گیروں کی کشتیاں کھڑی تھیں اونچی آواز میں انہیں پکارتے ہوئے سنگرام نے
اپنی طرف ایک کشتی بھیجنے کے لئے کہا۔

جواب میں ایک کشتی بڑی تیزی سے ان کی طرف آئی ...... کشتی کا ملاح جب کشتی
ے پر لایا تو سنگرام اس کشتی میں بیٹھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ذرا ہم تینوں کو اپنے ٹھاکر بھگوان داس کے پاس لے کر چلو۔"

سنگرام کے ساتھ ساتھ دیوداس اور رام داس بھی کشتی میں ہو بیٹھے تھے۔ اس کے
ح کشتی کو حرکت میں لایا اور بھگوان داس کی بستیوں کی طرف جا رہا تھا۔

دوسری طرف دریائے سرسوتی کے دائیں کنارے کنارے اس کے ساتھ جو ماہی
ں کی کشتیاں کھڑی تھیں ان کے اندر اس وقت بھگوان داس بھی اپنی بیوی اور بیٹی
اتھ بیٹھا ہوا تھا اس لئے کہ اس وقت سارے ماہی گیر اپنی اپنی کشتیوں کو حرکت
اتے ہوئے دریا کے وسطی حصے کی طرف جانے کے لئے تیار تھے تاکہ وہاں جال
یں اور مچھلیاں پکڑنے کے لئے کانٹے لگی لمبی لمبی رسیاں پھیلا سکیں۔

بھگوان داس نے بھی سنگرام کے ساتھ رام داس اور دیوداس کو اپنی طرف آتے
دیکھ لیا تھا اس موقع پر دھیمے سے لہجے میں وہ اپنی بیٹی کرن کماری کو مخاطب کر
نے لگا۔

"کرن کماری! میری بچی بھاگ کر گھر جا، گو مکان کو ہم باہر سے قفل لگا کر آئے
اس کے باوجود قفل کھول اور کمار دیوی سے کہنا توشک خانے میں توشکوں اور
ں کے نیچے چھپ جائے ایسا کرنے کے بعد تم پہلے کی طرح مکان کو باہر سے قفل
لوٹ آؤ۔ پر ان لوگوں کی آمد سے پہلے پہلے آ جانا۔"

اپنے باپ کی اس ہدایت پر کرن کماری بڑی تیزی سے کشتی سے نکلی ...... مختلف
ں کی اوٹ لیتی ہوئی بستی میں داخل ہوئی ...... اپنے گھر کے صدر دروازے کا باہر

سے قفل کھولا ...... اندر ایک کمرے میں کمار دیوی بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے مخاطب کر
کرن کماری کہنے لگی۔

"کمار دیوی، میری بہن! تمہیں تلاش کرتے ہوئے دیوداس اور سنگرام اس طرف آ رہے ہیں ...... ساتھ والے توشک خانے میں بالکل لحافوں کے نیچے چلی جاؤ ...... م تمہیں صرف یہی بتانے آئی تھی ...... میں پھر جانے لگی ہوں اور مکان کو باہر سے تالہ کر جاؤں گی۔"

کرن کماری کے ان الفاظ پر کچھ کمار دیوی پریشان ہو گئی تھی۔ جواب میں ا نے کچھ بھی نہ کہا توشک خانے کی طرف بھاگ گئی تھی۔ لحافوں کے نیچے چھپ گئی تھی۔ کر کماری مطمئن ہونے کے بعد پلٹی، مکان کو باہر سے قفل لگایا اور پھر دوبارہ اپنے با کے پاس جا کر کشتی میں بیٹھ گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد سنگرام، دیوداس اور رام داس بھی وہاں پہنچ گئے۔ بھگوان داس کشتی سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا تینوں کشتی سے نکل کر بھگوان داس کی کشتی آئے۔ بھگوان داس تینوں سے گلے ملا پھر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"لگتا ہے آج مچھلیاں لینے ہماری بستی کی طرف آئے ہیں۔"

جواب میں سنگرام کہنے لگا۔

"نہیں ...... ٹھاکر ایسی بات نہیں ہے دراصل ہماری ایک لڑکی ہماری حویلی بھاگ گئی ہے اب اس سے متعلق خبر نہیں وہ دریا میں کود مری ہے یا آپ کی بستی کی طر آئی ہے۔ میں نے اپنے پھوپھی زاد دیوداس سے کہا ہے کہ اگر وہ بھگوان داس کی بس کی طرف آئی ہوتی تو اب تک ہمیں خبر ہو چکی ہوتی۔ اب یوں جانیں اس لڑکی ڈھونڈتے اور تلاش کرتے ہوئے آپ کی طرف آئے ہیں۔"

سنگرام جب خاموش ہوا تب بڑی لجاحت اور عاجزی میں بھگوان داس کہنے لگا۔

"سنگرام! تمہاری حیثیت میرے ہاں بیٹوں کی سی ہے تمہارے باپ سے گہرے تعلقات ہیں کیا تم یہ توقع رکھتے ہو کہ تمہاری کوئی لڑکی بھاگے تو اسے ہم ا ہاں پناہ دیں ...... اس کے باوجود اگر تم ہم پر شک کرتے ہو تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ساری بستیوں کے مکانوں کے دروازے کھلوا دیتا ہوں ...... سارے مکانوں تلاشی لے لو ...... اگر لڑکی یہاں سے ملے تو جو سزا تم میرے لئے تجویز کرو گے، قبول لوں گا ...... سب سے پہلے میرے گھر کی طرف چلو ...... میں اپنے گھر کا دروازہ کھ

...... میرے مکان کی پہلے تلاشی لو پھر باقی بستی کے مکانوں کی تلاشی لینا۔"

اس کے ساتھ ہی اپنی بیٹی کرن کماری کی طرف دیکھتے ہوئے بھگوان داس کہنے

"بیٹی! مکان کے بیرونی دروازے پر جو قفل لگا ہے اس کی چابی مجھے دو۔"

اپنی بیٹی کی طرف بڑھتے ہوئے بھگوان داس کے ہاتھ کو سنگرام نے روک دیا تھا لگا۔

"بھگوان داس! یہ آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں ...... کیا میں آپ کی بستیوں مکانوں کی تلاشی لوں گا ...... جو کچھ آپ نے کہا ہے، یہ ہمارے لئے حرف آخر ہے میں جانتا ہوں وہ لڑکی اگر آپ کی بستی میں ہوتی تو یقیناً آپ ہمیں اس کی اطلاع ے ...... بہرحال میں اپنے پھوپھی زاد اور رام داس کے ساتھ واپس جاتا ہوں اور نے جاتے آپ سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ آج نہیں یا کل یا کسی بھی وقت کوئی ل آپ کی بستی میں یا گرد و نواح میں کہیں پناہ لے اور دکھائی دے تو اس کی اطلاع ضرور کیجئے گا۔"

بھگوان داس نے جب چھاتی تانتے ہوئے اس کا اقرار کیا تب سنگرام اپنی کشتی ں چلا گیا ...... اس کی طرف دیکھتے ہوئے دیوداس اور رام داس بھی اس کشتی میں منتقل گئے ...... اس کے ساتھ ہی جو ملاح انہیں لے کر آیا تھا، وہی انہیں دوسرے کنارے لانے کے لئے کشتی کو حرکت میں لے آیا تھا ...... کشتی جب دریائے سرسوتی میں ذرا گئی تب دیوداس، سنگرام کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"بھائی! کمار دیوی کا اس طرح بھاگنا اور ہمارے ہاتھوں سے بچ کر نکل جانا یقیناً ارے لئے باعث ذلت و لعنت ہے ...... میرا دل کہتا ہے کہ وہ ابھی نہروالا کی طرف ئی بھاگی ...... اس لئے کہ اس کے پاس نہ کوئی سواری ہے نہ اس کے پاس رقم ہے ان دونوں چیزوں کے بغیر نہروالا کی طرف بھاگا نہیں جا سکتا۔

میرا دل کہتا ہے کہ وہ یہاں انہی علاقوں میں کہیں چھپی بیٹھی ہے کہیں ایسا تو نہیں ہمارے آدمیوں میں سے کوئی اس کا ساتھ دے رہا ہو اور بھاگنے میں اس کی مدد کر ا ہو۔"

دیوداس کی اس گفتگو کے جواب میں سنگرام نے کچھ سوچا پھر گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"دیوداس! میرے بھائی، ہم نے آج تک رام داس کے علاوہ کسی کو کمار دیوی کے پاس جانے ہی نہیں دیا اور رام داس وہ شخص ہے جس پر مکمل طور پر بھروسہ اور اعتبار کیا جا سکتا ہے اور پھر یہ بات بھی اپنی جگہ پر واضح ہے کہ وہ اسے کھانا کھلانے کے بعد ساتھ والے کمرے کو باہر سے قفل لگانے کے بعد چلا گیا تھا اور اگلے روز جب قفل کھول کر دیکھا گیا تو کمار دیوی غائب تھی ...... اگر کمار دیوی ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھول کر بھاگتی تو پھر یہ بات ثابت تھی کہ رام داس اس کا ساتھ دے رہا ہے لیکن چونکہ دروازہ مقفل رہا اور کمار دیوی کھڑکی کے ذریعے نیچے اتر کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئی تو یہ بات بالکل صاف اور عیاں ہے کہ اس میں نہ رام داس ملوث ہے اور نہ اس کا قصور ہے ...... میں سمجھتا ہوں کہ کمار دیوی صرف تمہاری حماقت کی وجہ سے بھاگنے میں کامیاب ہوئی۔"

دیوداس نے چونکنے کے انداز میں سنگرام کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

"وہ کیسے میرے بھائی ......؟"

"وہ اس طرح کہ تمہیں کیا ضرورت پڑی تھی کہ تم نے جو اسے استعمال کے لئے کپڑے مہیا کیے تھے ان میں تم بہت سی بستر کی چادریں بھی لے کر جاؤ ...... تم نے دیکھا، انہیں بستروں کی چادروں سے کام لیتے ہوئے اس نے اپنے بھاگنے کے عمل کو آسان بنا دیا ...... چادریں پھاڑ پھاڑ کر ایک دوسرے سے گانٹھ لگاتے ہوئے اس نے انہیں ایک لمبے رسے کی شکل دی اور پھر اپنی مسہری کے پائے سے اس کا ایک سرا باندھ کر وہ دوسرے حصے سے بھاگ نکلی ...... اب تم خود سوچو، اس میں کس کا قصور ہے......؟"

سنگرام کے ان الفاظ کے جواب میں دیوداس کی گردن تھوڑی دیر کے لئے جھکی رہی پھر شرمندگی کے احساس میں کہنے لگا۔

"بھائی! تمہارا کہنا تو درست ہے ...... بھاگی تو وہ میری حماقت ہی کی وجہ سے ہے ...... مجھے اس کے پاس وہ ساری بستر کی چادریں نہیں رکھنی چاہئیں تھیں ...... یہ ایسا تو میں نے اس کے خوش کرنے کے لئے کیا تھا اور پھر بھائی، مجھے کیا خبر تھی کہ وہ اندر ہی اندر کیا منصوبہ بندی کر رہی ہے ...... آپ کے سامنے اس نے مجھ سے وعدہ کر لیا تھا کہ دو دن بعد وہ مجھ سے شادی کرے گی ...... اس بنا پر میں بھی اس پر اعتماد اور بھروسہ کرنے لگ گیا تھا...... اس لئے میں اس کے لئے نئے نئے کپڑے اور بستر کی چادریں

کر آیا تھا اور ان ہی چادروں کو کام میں لاتے ہوئے وہ بھاگ گئی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دیوداس رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ تھا۔

"بھائی ...... ایک بات ہے، اسے نہروالا کی طرف بھاگنے میں کامیاب نہیں ہونا ہے ...... ہے وہ یہیں کہیں، اگر ان مچھیروں کی بستی میں نہیں ہے تو آس پاس کے ؤں میں کہیں نہ کہیں چھپی ہوئی ہے ...... اس کا یہاں کوئی جاننے والا بھی نہیں ...... گنے سے پہلے اس نے کسی سے منصوبہ بندی بھی نہیں کی اس لئے کہ یہاں کسی کا آنا ا ہی نہیں تھا...... میرے خیال میں بھاگ کر وہ کسی آس پاس کی بستی میں داخل ہوئی گی اور منت سماجت کی ہو گی کہ وہ ایک مظلوم اور بے بس لڑکی ہے، اسے پناہ دی ئے...... میرے خیال میں وہاں قیام کر کے کسی نہ کسی طرح وہ نہروالا میں اپنے باپ اطلاع بھیجے گی اور پھر یہاں سے نکلنے کی کوشش کرے گی۔

بھائی ...... میں چاہتا ہوں کہ اس دوران تک نہروالا کی طرف جانے والے ارے راستوں کی ناکہ بندی کر دی جائے ...... ساتھ ہی اپنے کچھ آدمیوں کو مقرر کیا ائے جو آس پاس کی بستیوں کے چکر لگاتے رہیں اور لوگوں سے پوچھتے رہیں کہ ان لا بستی میں کوئی نئی لڑکی تو داخل نہیں ہوئی...... اس طرح مجھے امید ہے کہ ہم کمار دیوی و دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

سنگرام نے دیوداس کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ اتنی دیر تک کنارہ بھی آ گیا تھا۔ ہ دونوں کشتی سے اتر کر خاموشی کے ساتھ اپنی قیام گاہ کی طرف جا رہے تھے۔

دیوداس اور سنگرام کے جانے کے بعد بھگوان داس نے اپنی بیٹی کرن کماری کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بیٹا! اب تو گھر جا ...... تیرا جلدی جانا ضروری ہے اس لئے کہ اگر تو گھر نہ گئی تو ماں کماری توشکوں تلے ہی دبکی رہے گی ...... جا میری بیٹی! اسے جا کر نکال اور پھر تو گھر ہی رہنا ...... کھانے کا اہتمام کرنا ہم کام نمٹا کر آ جائیں گے۔"

اپنے باپ بھگوان داس کے کہنے پر کرن کماری کنارے پر اتری پھر وہ تیز تیز چلتے ہوئے اپنے گھر کی طرف ہو لی تھی۔

اس نے قفل کھولا ...... دروازہ کھولنے کے بعد سب سے پہلے دروازے کو اندر

سے زنجیر لگائی پھر اندر گئی اور دھیمے سے لہجے میں اس نے کمار دیوی کو پکارا۔

کمار دیوی توشکوں کے نیچے سے اٹھ کر باہر آ گئی تھی ...... سہمے سہمے سے انداز میں کرن کماری کے پاس آئی پھر تقریباً ہکلاتے ہوئے کہنے لگی۔

”وہ دونوں اوباش اور بدمعاش چلے گئے ......؟“

کرن کماری آگے بڑھی ...... بڑے پیارے انداز میں اس نے کمار دیوی کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر کہنے لگی۔

”میری عزیز بہن ...... تو اتنی پریشان اور فکرمند کیوں ہے ...... جب تک تو یہاں ہے، ہمارے ہاں بالکل محفوظ رہے گی ...... بابا سے گفتگو کرنے کے بعد وہ واپس چلے گئے ہیں اس لئے کہ بابا نے انہیں پوری طرح مطمئن کر دیا تھا کہ راج کماری ہماری بستی میں آئی ہی نہیں ...... یہ بھی وعدہ کیا گیا ہے کہ اگر کسی موقع پر راج کماری نے ادھر کا رخ کیا تو انہیں باقاعدہ اطلاع دی جائے گی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد کرن کماری جب خاموش ہوئی تو اس نے دیکھا کہ کمار دیوی کی گردن جھکی ہوئی تھی کچھ سوچ رہی تھی ...... کمار دیوی نے اسے اس کے دونوں شانوں سے پکڑا، ہلکا سا جھٹکا دیتے ہوئے پوچھ لیا۔

”اب میری بہن کہاں کھو گئی ہے ......؟“

کمار دیوی بڑی سنجیدہ، غم زدہ اور ملول سی تھی، کہنے لگی۔

”کرن کماری! تمہارے باپ آج آئیں تو ان سے میں ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کروں گی ...... تم لوگوں نے جو مجھے اپنے ہاں پناہ دی ہے کبھی موقع ملا تو اس احسان کا بدلہ بہتر انداز میں چکاؤں گی ......“

اور اس سے آگے کمار دیوی کچھ نہ کہہ سکی اس لئے کہ کرن کماری نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، کہنے لگی۔

”بدلہ چکانے کی بات بعد میں کرنا پہلے یہ بتاؤ کہ بابا سے تم کس موضوع پر بات کرنا چاہتی ہو ......؟“

کمار دیوی نے غور سے لمحہ بھر کے لئے کرن کماری کی طرف دیکھا پھر دکھ بھرے انداز میں وہ کہہ رہی تھی۔

”کرن کماری! تم مجھے بہن کہتی ہو ...... بہن کی حیثیت سے میں کوئی بات تم سے چھپاؤں گی نہیں ...... بات یہ ہے کہ میں ان ظالموں اور اوباشوں کے چنگل سے بھاگ

یہاں آ تو گئی ہوں، یہ میری خوش بختی ہے کہ یہاں مجھے پناہ مل گئی ہے ...... اب یہ ...داس اور اس کا ماموں زاد سنگرام دونوں چھٹے ہوئے اوباش ہیں ...... میرے خیال میں ...ارد گرد سارے علاقوں اور راستوں پر اپنے آدمی مقرر کر دیں گے تاکہ میں بھاگ نہ ...ں ...... وہ ہر صورت میں مجھے پکڑنے کی کوشش کریں گے ...... لہٰذا ان دنوں میرا ...ں سے نکلنا اور کہیں روانہ ہونا انتہائی خطرناک ہوگا ...... میں تمہارے بابا سے یہی ...ی کرنا چاہتی ہوں کہ مجھے چند ہفتے یہیں اپنے ہاں قیام کرنے دیں ...... اسی دوران ...مکن ہے حالات میرے حق میں پلٹا کھا جائیں اور میرے لئے یہاں سے نکلنے کا کوئی ...ہ بن جائے ...... اس لئے کہ دیوداس اور سنگرام کا خادم رام داس پوری طرح میرا ...ھ دے رہا ہے اور اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے یہاں محفوظ کرنے کے بعد ...وہ ایبہ کو اس کی اطلاع کرے گا یا نہروالا میں میرے باپ کو میری اس مصیبت سے ...ائی دے گا۔“

کمار دیوی جب خاموش ہوئی تب گھورنے کے انداز میں کرن کماری کچھ دیر تک ...ی طرف دیکھتی رہی پھر شکووں بھری آواز میں کہنے لگی۔

”کمار دیوی! میری بہن، یہ کس قسم کی گفتگو کرتی ہو ...... بہن بھی کہتی ہو اور ...پن کی باتیں بھی کرتی ہو ...... تمہیں اس موضوع پر بابا سے گفتگو کرنے کی ضرورت ...ہے ...... ایک بات یاد رکھنا جب تک تمہیں یہاں سے محفوظ طریقے سے نکالنے ...کوئی اہتمام نہیں ہوتا اس وقت تک بابا تمہیں خود بھی یہاں سے نہ جانے دیں گے ...نکلنے دیں گے ...... تم نے کیا اپنے من میں یہ بات بٹھا لی ہوگی کہ ہم تمہیں اپنے ...بوجھ سمجھیں گے ...... میری بہن! ایسی بات نہیں ہے یہ چھوٹا سا گھر تمہارا اپنا گھر ...... جب تک تم یہاں قیام کرو گی، ہم اپنے لئے باعث رحمت اور فخر خیال کریں ...... دیکھو، جب تک حالات پوری طرح تمہارے لئے محفوظ نہیں ہو جاتے اس ...تک ہم خود تمہیں یہاں سے نکلنے نہیں دیں گے اور میرا من یہ بھی کہتا ہے کہ ...اس دیوداس اور سنگرام نے تمہیں تمہارے ماتا پتا بھائی اور دیگر رشتے داروں سے ...جدا کیا ہے ...... تم پر ظلم ڈھایا ہے لہٰذا انہیں ان کے پاپ اور مظالم کی سزا ...ملے گی ...... ویسے رام داس کہہ رہا تھا کہ وہ پہلے تمہیں یہاں سے نکالنے کا محفوظ ...بنانے کے لئے ایبہ سے رابطہ قائم کرے گا ...... تمہارے خیال میں کیا وہ شخص ...کی مدد کے لئے تیار ہو جائے گا اور دیوداس اور سنگرام سے تمہارا انتقام لینے پر بھی

راضی ہو جائے گا۔"

کرن کماری کے ان الفاظ پر راج کماری کمار دیوی ایک دم اور زیادہ افسردہ اور اداس ہو گئی تھی ...... فضاؤں میں اس طرح گھورنے لگی تھی جیسے کہ وہ انجانے خیالات میں کھو کر رہ گئی ہو پھر عجیب سے لہجے، عجیب سے انداز میں وہ کرن کماری کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"کرن کماری! میری بہن، ایبہ ہم جیسا نہیں ہے ...... مجھ سے ہی اس کے حق میں کچھ زیادتیاں ہوئی تھیں ...... میری بہن! وہ بڑے بڑے سورماؤں کے سامنے جھکنے کی بجائے ان کی نظر نظر میں موت کے سراب بھر دینے کا ہنر جانتا ہے ...... کڑی مسافت اور بلائے صرصر وسموم بن کر اپنے دشمنوں کے لوح احساس پر اپنی کامیابی کے نقوش کندہ کرنے کی صناعی بھی جانتا ہے۔

وہ بے روک گرداب کی شورش و تلاطم اور طغیانی کے جوش مارتے بحر بے کراں جیسا شجاع رگوں میں مرگ گھول دینے والے زہر لگے نیزے کی انی جیسا ناقابل تسخیر آنکھوں میں نوکیلے کانٹے بو دینے والی آندھیوں جیسا دلیر اور کرب کھڑی کرتے طوفانوں جیسا جرات مند ہے۔

مجھ سے ناراضگی کے بعد کئی مواقع پر وہ چاہتا تو مجھے موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا ...... قتل کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا ...... ایک موقع پر جنگ کے دوران اس نے تیر میرے گھوڑے کے دونوں کانوں کے پار کر دیئے تھے ...... ایک تیر میرے بازو میں بھی پیوست کیا تھا ...... اگر وہ چاہتا تو وہ اپنے تینوں تیر میرے شریر کے اندر ڈال کر مجھے ہلاک بھی کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا ...... یہ اس کی شرافت، اس کی نرم دلی کی ایک نشانی ہے۔

اس نے کبھی بھی کسی موقع پر میرے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کی ...... میں نے ہی اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کی تھی ورنہ وہ صداقتوں کے امین اور رجائے شب میں چمکتے ستاروں جیسا صاف دل، شفاف میٹھے تخیلات اور راحت کے جاوداں لمحوں جیسا نرم زندگی کے جمال کی حرارت اور نغموں کی صدائے بازگشت جیسا بے ضرر ہے۔

یہ میری بدبختی ہے جس نے قدم قدم پر اس کی زندگی میں کٹھنائیاں پیدا کیں ...... اس کی نظر نظر میں نفرت کے چراغ روشن کیے اور اس کے نفس نفس میں بے وفائی کی باس بھر کر رکھ دی۔

کرن کماری، میری بہن! وہ ایک اچھا ستھرا نرم دل انسان ہے ...... کاش میں نے اس کی زندگی کو ویران اور بے کیف نہ بنایا ہوتا ...... کاش میں نے تاریکی اور بدبختی کو اس کا مقدر بنانے کی کوشش نہ کی ہوتی ...... کاش میں نے اس کی روح میں نفرت کی سلاٹ کھڑی نہ کی ہوتی ...... کاش میں نے اس کی عظمت اور سربلندی کو گرانے کا گھناؤنا کردار ادا نہ کیا ہوتا۔

میں نے اسے رنج و غم کا کھلیان، پامال ثمر اور روندا ہوا پھول سمجھ کر اس سے انتہائی سے گرا ہوا سلوک کیا ...... اسے اچھوت جان کر اس سے اچھوتوں سے بھی بدتر سلوک کیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی خاموش ہو گئی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ سسک پڑی تھی پھر ہلکی ہلکی ہچکیوں میں وہ کہہ رہی تھی۔

"کاش ...... میں نے اس کی روح کی پاکیزگی، اس کے جسم کی طہارت کو مقاصد کی ذلت و پستی اور تمناؤں کی گندگی میں تبدیل کرنے کی کوشش نہ کی ہوتی۔"

اس سے آگے کمار دیوی کچھ نہ کہہ سکی اس لئے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر رکھ کر ہچکیوں اور سسکیوں میں رونے لگی تھی۔

اس موقع پر کرن کماری نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا تھوڑی دیر تک اسے ڈھارس دیتی رہی ...... سنبھالنے کی کوشش کرتی رہی آخر کمار دیوی نے اپنے آپ کو سنبھالا، اپنی آنکھیں خشک کر لیں پھر کرن کماری نے اسے مخاطب کیا۔

"تم میرے ساتھ آؤ۔"

اس کے ساتھ ہی اپنے ساتھ لپٹائے ہی لپٹائے کرن کماری اسے دوسرے کمرے میں لے گئی ...... ایک مسہری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"اب تم یہاں لیٹ جاؤ ...... بالکل آرام کرو ...... میں رسوئی میں جاتی ہوں اور کھانا تیار کرتی ہوں ...... اتنی دیر تک بابا اور اماں بھی آ جائیں گے پھر اکٹھے کھانا کھائیں گے۔"

اس موقع پر راج کماری کمار دیوی جو اب اپنے آپ کو پوری طرح سنبھال چکی تھی، کرن کماری کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہنے لگی۔

"میری بہن! اب تک تم نے مجھے گھر کا کوئی کام نہیں کرنے دیا لیکن اب ایسا نہیں ہوگا ...... تم مجھے بہن بھی کہتی ہو اور کام کرنے سے روکتی بھی ہو ...... اب میری

حیثیت اس گھر کے ایک فرد کی سی ہے لہٰذا دونوں بہنیں مل کر گھر کے سارے کام کیا کریں گی ...... اگر اس سلسلے میں تم نے مجھے روکنے کی کوشش کی تو میں یہی سمجھوں گی کہ تم مجھے اس گھر میں اجنبی اور مہمان خیال کرتی ہو۔''

کمار دیوی کی اس گفتگو پر کرن کماری نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہنے لگی۔

''میری بہن ...... نہ میں تمہیں اجنبی سمجھتی ہوں اور نہ مہمان ...... میں تو تمہیں سکھ، راحت اور آرام دینا چاہتی تھی ...... اگر تم میرے ساتھ کام کرنا چاہتی ہو تو پھر آؤ، دونوں بہنیں رسوئی کی طرف چلتی ہیں۔''

کرن کماری کے ان الفاظ پر کمار دیوی بھی خوش ہو گئی تھی ...... پھر دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے کھانا تیار کرنے کے لئے رسوئی کی طرف ہو لی تھیں۔

○❖○

ترائن کے میدان میں ہندوستان کے سارے راجاؤں کی متحدہ طاقت و قوت کو رزین شکست دینے کے بعد چند روز تک سلطان شہاب الدین غوری نے اسی میدان کے اندر قیام کیے رکھا۔ یہاں مورخین کا اختلاف ہے کچھ کہتے ہیں کہ ترائن کے یہ بدان سرہند شہر کے قریب تھے دوسرے کہتے ہیں کہ یہ بھٹنڈہ شہر کے قریب تھا ہرحال یہاں چند روز تک اپنے لشکر کے ساتھ قیام کرنے کے بعد سلطان شہاب لدین نے اپنے لشکر کے ساتھ پھر پیش قدمی شروع کی۔ اب اس نے اجمیر شہر کا رخ لیا تھا۔ اجمیر شہر کا راجہ پرتھوی راج تو جنگ کے دوران فرار ہوتے ہوئے پکڑا گیا تھا ر بعد میں سلطان شہاب الدین غوری نے اس کا سر قلم کر دیا تھا۔ اب اجمیر میں راجہ تھوی راج کا بیٹا راجہ کولہ حکمران تھا۔

دوسری طرف دہلی کا راجہ بھی ترائن کی جنگ میں کام آ چکا تھا اور یہ پرتھوی راج ا بھائی تھا اور دہلی میں بھی اس کے عزیز و اقارب حکومت کر رہے تھے۔ بہرحال ائن کے میدانوں سے نکل کر سلطان شہاب الدین غوری نے اجمیر کا رخ کیا۔

اجمیر راجہ پرتھوی راج کا مرکزی شہر تھا اور یہاں خواجہ معین الدین چشتی کا مزار ا ہے یہ شہر 1100ء میں آباد کیا گیا۔ 1192ء میں سلطان شہاب الدین غوری نے اسے فتح کیا اور 1195 میں قطب الدین ایبک نے اسے اپنی سلطنت میں شامل ر لیا تھا۔

1398ء سے یہ راجپوتوں کے قبضے میں رہا اور 1455ء سے 1531ء تک وہ کے سلاطین کے قبضہ میں یہ شہر رہا۔

مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر نے ابتدا ہی میں اس شہر کو اپنی سلطنت میں شامل ا تھا اور وہ اکثر وہ بیشتر اجمیر آیا جایا کرتا تھا۔ 1721ء میں اس شہر پر پھر ہندو ہنوں نے دوبارہ قبضہ کر لیا۔ راجپوتوں کے بعد یہ شہر مرہٹوں کے قبضہ میں چلا گیا

جنہوں نے 1818ء میں یہ شہر خود انگریزوں کے حوالے کر دیا تھا۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ کا مزار 1455ء ہی میں مالوہ کے سلطانوں نے تعمیر کرایا تھا بعد ازاں اکبر و شاہجہان نے بھی مزید تعمیرات کیں خصوصیت کے ساتھ وہاں دو مسجدیں عہد مغلیہ کی یادگارہ ہیں۔ عمارات ہندوانہ طرز پر تعمیر کی گئی ہیں اور اس میں ایک چوکور صحن ہے جس کے چاروں طرف ہندوستانی طرز کی چھت اور غلام گردشیں ہیں۔ چاروں کونوں پر ستارے کی شکل کے چار برج ہیں۔

ایک ستون بھی ہے جو 448 فٹ لمبا 40 فٹ چوڑا ہے۔ اجمیر کی تاریخی عمارتو میں ایک اکبر کا قلعہ بندھ محل ہے۔ دوسرا نورالدین جہانگیر کا بنایا ہوا ایک باغ اور تیسرا شہاب الدین شاہجہان کا تعمیر کردہ ایک پشتہ ہے۔

زیادہ تر عمارتیں ہندوانہ طرز کی تعمیر شدہ نظر آتی ہیں تاہم کئی عمارتیں اسلامی تعمیرات کے امتزاج کا بھی بہترین نمونہ پیش کرتی ہیں۔ اس شہر کے بازار سیدھے اور کشادہ تھے۔ شہر سے کچھ فاصلے پر چھوٹی سی ایک خوبصورت جھیل بھی بنائی گئی تھی۔ آثار قدیمہ کے نقطۂ نگاہ سے اجمیر کی سب سے اہم عمارت ڈھائی دن کا جھونپڑہ کہلاتی ہے جو دراصل ایک قدیم درسگاہ تھی جسے بعد میں مسجد میں تبدیل کر دیا گیا اس کی تعبر دہلی کے قطب مینار اور مسجد قوت اسلام سے ملتی جلتی تھی۔

بہرحال سلطان شہاب الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے اجمیر شہر کا رخ کیا۔ دوسری طرف راجہ پرتھوی راج کے بیٹے کولہ کو خبر ہوئی کہ مسلمانوں کا سلطان شہاب الدین غوری بڑی تیزی سے اپنے لشکر کے ساتھ اجمیر کا رخ کیے ہوئے ہے تب اس پر خوف اور وحشت طاری ہو گئی۔ اسے یہ خبر تو پہنچ چکی تھی کہ اس کا باپ پرتھوی راج ترائن کے میدانوں میں مارا جا چکا ہے اسے یہ خبر بھی پہنچا دی گئی تھی کہ اس کا چچا گوبند رائے جو دہلی کا راجہ تھا وہ بھی مارا جا چکا ہے ان ساری خبروں نے اس پر یہ واضح کر دیا تھا کہ وہ جس قدر بڑی طاقت رکھ لے، سلطان شہاب الدین غوری کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ اس کے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ ترائن کے میدانوں میں ہندوستان کے سارے راجاؤں نے اپنی پوری طاقت و قوت کو استعمال کرتے ہوئے سلطان شہاب الدین پر ضرب لگائی تھی لیکن سب کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

لہٰذا سلطان شہاب الدین اپنے لشکر کے ساتھ جب اجمیر کے قریب پہنچا تو

...کولہ اجمیر کے امراء اپنی سلطنت کے سرکردہ لوگوں اور لشکر کے سارے بچے کھچے ...اروں کے ساتھ شہر سے باہر نکلا۔ بڑے پرجوش انداز میں اس نے سلطان شہاب ...ین کا استقبال کیا اور انتہائی قیمتی تحائف بھی سلطان شہاب الدین کی خدمت میں ...یے راجہ کولہ جب سلطان شہاب الدین کے سامنے آیا اور سلطان کی خدمت میں ...ف پیش کیے تو اس وقت سلطان کے سارے سالار اس کے پاس موجود تھے اس ...ع پر راجہ کولہ بڑی عاجزی اور انکساری سے سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! میں کسی بھی صورت میں آپ کے مقابل آنے کی جرات نہیں کر ...ا۔ اس موقع پر میری آپ سے یہ التماس ہے کہ آپ مجھے اجمیر کی حاکمیت پر بحال ...نے دیں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا، آپ کا مطیع اور ...نبردار بن کر رہوں گا۔"

راجہ کولہ کے ان الفاظ پر سلطان شہاب الدین نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف ...ما اور پھر کہنے لگا۔

"تمہارا باپ ایک غیر ذمہ دار انسان تھا اس نے نہ صرف میری، میرے سفیروں ...برے دین کی بھی تضحیک کی جو اسے زیب نہ دیتی تھی ترائن کی پہلی جنگ میں ...یابی حاصل کرنے کے بعد اس نے اپنی نظروں کی آماجگاہ میں حقیقت حال کے ...ں کی بجائے توہین و ہتک آمیز رویے بسا لئے تھے اپنے فکر و ارادی قوتوں کو ...تھا جیسے بے انت تہہ خانوں کا خوگر بنا لیا تھا وہ بے بنیاد طور پر وہموں کی گونجوں، ...رار کی تنگی اور نفرت کی آتش فشانی کو اپنی ذات کا ملجا و ماوا سمجھنے لگا تھا۔

حتیٰ کہ وہ اپنے شعور کی تنبیہ اور تقدیر کی گرفت کو فراموش کرتے ہوئے پریم ...لشائے جلو اور راگ و رنگ کے آشرم کو اپنی منزل سمجھ بیٹھا۔ مجھے وہ اپنے ٹھکانوں ...اور کسی آوارہ بگولے، آسمان سے ٹوٹے ہوئے ستارے، سورج کی کھوئی ہوئی ...ن، مرکز سے دور بے چین روح سے زیادہ اہمیت نہ دیتا تھا۔ اپنے آپ کو اس نے ...کا بندہ بنا کر رکھ لیا تھا اور اس نے ہر چیز کو فراموش کرتے ہوئے خون کی بارش، ...کی آگ اور اجل کے جلتے الاؤ سے کھیلنے کا عزم کر لیا تھا اور پھر دیکھا تم نے جب ...ا غرور اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو قدرت نے اسے ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔ جنگ سے ...ر مجھے طرح طرح کی دھمکیاں دیتا تھا۔ اپنی قوت و طاقت پر فخر اور گھمنڈ کرتا تھا۔ ...لشکر میں شامل تین ہزار ہاتھیوں پر اسے بڑا بھروسہ تھا کہ ہمارے لشکر کو وہ روند کر

رکھ دیں گے لیکن اس کا اور اس کے بھائی گوبند رائے کا جو انجام ہوا اس کی خبریں تم تک پہنچ چکی ہوں گی۔

اس موقع پر جبکہ میں بزور طاقت اجمیر فتح کر سکتا ہوں، میں تم پر کوئی سختی، تم پر کوئی جبر مسلط نہیں کروں گا۔ میں تمہیں اجمیر کی حاکیت پر برقرار رکھتا ہوں لیکن ساتھ ہی تنبیہ بھی کرتا ہوں کہ اگر کسی موقع پر سرکشی کرنے کی کوشش کی، ہمارے خلاف بے بنیاد بغاوت کھڑی کرنا چاہی تو یاد رکھنا اپنے باپ کی طرح جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔"

سلطان شہاب الدین جب خاموش ہوا تب پہلے کی طرح بڑی عاجزی اور انکساری میں اسے مخاطب کرتے ہوئے اجمیر کا راجہ کولہ کہہ رہا تھا۔

"سلطان محترم! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کسی بھی موقع پر کسی بھی لمحہ میں اپنے باپ جیسا رویہ اختیار کرنے کی کوشش نہیں کروں گا شاید آپ یقین نہیں کریں گے ترائن کے میدانوں میں جانے سے پہلے میں نے اپنے باپ کو مشورہ دیا تھا کہ ہمیں آپ سے صلح کر لینی چاہیے اور درمیان اور بیچ کا کوئی راستہ نکال لینا چاہیے اور ہمیں ہندوستان کے سارے راجوں کو اپنے ساتھ ملا کر سلطان کے سامنے صف آرا نہیں ہونا چاہیے۔

پر افسوس میرے باپ نے میری بات نہیں مانی حالانکہ میں نے اسے ایک اچھا مشورہ دیا تھا لیکن اسے جنگ پر ابھارنے کے لئے بہت سے عوامل تھے۔ ہندوستان کے کئی راجہ چاہتے تھے کہ میرا باپ آپ کے مدمقابل آئے اس لئے کہ انہیں خدشہ تھا کہ آپ کے مقابلے میں ان کی طاقت نہ ہونے کے برابر ہے اور وہ یہ خیال کرنے لگے تھے کہ اگر اجمیر مسلمانوں کے ہاتھوں بچ بھی گیا تو ان کی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں مسلمانوں کے سامنے زیر ہو کر رہ جائیں گی، اسی بناء پر وہ میرے باپ کو انگیخت کیا کرتے تھے کہ ہندوستان کی ساری طاقت وقوت کو سلطان شہاب الدین کے سامنے لا کر مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال باہر کرنا چاہیے۔

سلطان محترم! میں آپ کا مطیع اور فرمانبردار رہوں گا اور آپ جو بھی خراج میرے لئے مقرر کریں گے اسے باقاعدگی کے ساتھ ادا کرتا رہوں گا۔"

سلطان شہاب الدین نے راجہ کولہ کی اس گفتگو کو پسند کیا اس پر خراج مقرر کیا چند روز تک سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ وہیں قیام کیا اور اس کے بعد سلطان

ں کا رخ کیا تھا۔ تاریخ کی کتب سے واضح ہوتا ہے کہ پرانے زمانے میں ہندوستان
فرماں رواؤں کا دارالسلطنت ہستناپور ہوا کرتا تھا اور یہ ہندوستان کے دو قدیم
وں یعنی کورو اور پانڈو کا مرکز تھا اور یہ شہر دریائے گنگا کے کنارے آباد تھا۔
ب کوروں اور پانڈوؤں کی مشترکہ فرماں روائی میں اتفاق اور اختلاف پیدا ہوا تو
ڈوؤں نے دریائے جمنا کے کنارے اپنے لئے ایک علیحدہ شہر بسا لیا اور اس کا نام
رپت رکھا اور اسے اپنا پایہ تخت قرار دیا۔

برسوں بعد (440 بکرمی) میں راجہ انگ پال ترنور نے اِندرپت کے نزدیک
نام کا ایک شہر آباد کیا اس کے بعد راجہ رائے پتھورا نے اسی شہر کے قریب ایک
اور ایک شہر اپنے نام پر تعمیر کیا۔

بعد میں قطب الدین ایبک اور شمس الدین التمش کا مسکن یہی شہر رہا۔ سلطان
ث الدین بلبن نے اپنے لئے یہیں ایک قلعہ تعمیر کرایا اور یہ بڑا مضبوط اور مستحکم
تھا۔

ہجری 686 میں کیقباد نے دریائے جمنا کے کنارے کیلوکھری نام کا ایک نفیس
آباد کر دیا اس کے بعد جلال الدین خلجی نے اپنے لئے ایک شہر کوشک لال اور علاؤ
ین خلجی نے کوشک سیری آباد کر دیئے۔ یہ سب دِلی کے آس پاس تھے۔

ان کے بعد غیاث الدین تغلق نے ایک اور شہر کی بنیاد ڈالی جس کا نام اس نے
نق آباد رکھا اس کے بعد فیروز تغلق نے ہجری 755 میں فیروز آباد نام کا شہر بسا
اور اسے اور اس کے اردگرد کے علاقے کو دریائے جمنا سے نہر نکال کر شاداب
مبارک شاہ نے مبارک باد بسا دیا۔ ہمایوں نے ہجری 938 میں قلعہ اِندرپت کی
ت کروا کر اس کا نام دین پناہ رکھا اور اسے اپنی تخت گاہ قرار دیا۔

شیر شاہ سوری نے اس شہر کوشک سیری کو مٹا کر اسے ویران کر کے ایک اور شہر
کر دیا۔ شیر شاہ سوری کے بیٹے سلیم شاہ نے ہجری 953 میں قلعہ سلیم گڑھ تعمیر

اگرچہ ان فرماں رواؤں نے الگ الگ بستیاں بسا کر تخت گاہ قرار دیں لیکن
مالک میں دہلی ہی کو ہندوستان کا دارالسلطنت سمجھا جاتا تھا۔

دریائے جمنا کے کنارے دہلی نام کا یہ شہر شمالی ہند کے شاہی خاندانوں کا پایۂ
رہا۔ کچھ عرصے کے لئے دہلی کی بجائے دولت آباد بھی مرکزی شہر قرار دیا گیا

پھر دولت آباد کے علاوہ آگرہ اور لاہور بھی ہندوستان کے مرکزی شہر قرار دیئے گئے تھے۔

یہاں تک کہ شہاب الدین شاہجہان نے ہجری 1048 میں دہلی کے نزدیک شاہ جہان آباد نام کا شہر آباد کیا۔ اس شہر کی آبادی اور رونق اس قدر بڑھی کہ پرانے تمام شہر اس میں شامل ہو کر رہ گئے۔ ہجری 1049 کو شاہجہان ہی نے دہلی میں ایک نئے قلعے کی بنیاد رکھی جسے لال قلعہ کا نام دیا گیا۔

1858ء میں خاندان مغلیہ کے خاتمہ کے ساتھ انگریزوں نے جنگ آزادی کے دوران دہلی کی یادگار عمارات کو شدید نقصان پہنچایا اور دارالحکومت کلکتہ منتقل کر دیا۔ 1911ء میں برطانوی ہندوستان کا دارالحکومت آخر کار دہلی منتقل ہوا اور نئے شہر کی تعمیر شروع ہوئی جسے پہلے رائے سینا کا نام دیا گیا بعد میں اسے نئی دہلی پکارا جانے لگا۔

دہلی کی یادگار عمارتوں میں جامع مسجد، موتی مسجد، کلا مسجد، کھڑکی کی مسجد، کوٹلہ کی مسجد، مسجد قطب الدین ایبک، لال قلعہ، قطب مینار، مقبرہ کبیر الدین یا مقبرہ نظام الدین اولیاءؒ، مقبرہ امیر خسرو دہلوی، مقبرہ نصیر الدین چراغ، مقبرہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، مقبرہ التمش، مقبرہ ناصر الدین محمود، مقبرہ علاؤالدین خلجی، مقبرہ غیاث الدین خلجی، مقبرہ فیروز ادھم خان، مقبرہ عبدالرحیم خانخاناں اور مقبرہ ہمایوں قابل ذکر ہیں۔

بہرحال سلطان شہاب الدین غوری اپنے لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے فاصلوں کو سمیٹتا ہوا جب دہلی کے قریب پہنچا تو دہلی کے حاکم گوبند رائے کے مارے جانے کے بعد اس کے خاندان کے وہ افراد جو دہلی کا نظم ونسق چلا رہے تھے، سلطان شہاب الدین غوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اجمیر کے راجہ کولہ کی طرح انہوں نے بھی سلطان شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر قیمتی تحائف پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی اطاعت اور فرماں برداری کا اظہار بھی کیا اور سلطان کو خراج دینے کا عہد کیا۔ سلطان ان کی اطاعت سے بھی خوش ہوا دہلی سے بھی اس نے کوچ کیا۔ آخر اس نے لشکر کے ساتھ کہرام شہر میں جا قیام کیا۔ کہرام ان دنوں ایک خاصہ بڑا اور مشہور شہر تھا اور پٹیالہ کے آس پاس تھا۔ یہاں جس وقت سلطان شہاب الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ قیام کر لیا تو ایک روز سلطان شہاب الدین، قطب الدین ایبک،

ایبک اور اپنے دوسرے سالاروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ سلطان کے کچھ مخبر اس کے پاس آئے۔ قریب آ کر انہوں نے بلند آواز میں سلام کہا۔ سلطان اور اس کے سالاروں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر وہ مخبر سلطان کے قریب آئے اور سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہتے تھے کہ سلطان نے انہیں پہلے ہی مخاطب کر لیا۔

"میرے عزیزو! ہم نے اپنے لشکر کے ساتھ ترائن کے میدانوں سے نکل کر اجمیر اور دہلی کے راستے یہاں تک سفر کیا ہے ...... کیا ان راستوں میں ہماری موجودگی یا ہمارے کوچ کرنے کے بعد کوئی نئی قوت ہمارے خلاف سر اٹھانے کا تہیہ تو نہیں کر رہی۔"

اس پر آنے والے ان مخبروں میں سے ایک بول اٹھا۔

"سلطان محترم! ترائن کے میدانوں سے یہاں تک کوئی قوت ہمارے خلاف سر نہیں اٹھا رہی تاہم ایک ایسا شخص ہے جس سے مستقبل میں خطرہ پیش آ سکتا ہے اور وہ اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کا ایک قریبی رشتہ دار ہے نام اس کا بھیم راج ہے ...... اس وقت وہ ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ مشرق کی دور دراز کی سرزمینوں میں قیام کیے ہوئے ہے ...... اس کے کیا ارادے ہیں، یہ ابھی تک ہم نہیں جان سکے۔"

مخبر جب خاموش ہوا تو تجسس آمیز انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

"یہ شخص تو نہروالا کا راجہ ہے اور ایک بار اس سے ہم ٹکرا بھی چکے ہیں۔"

اس پر مخبر کہنے لگا۔

"سلطان محترم! یہ دو مختلف شخص ہیں نہروالا کے راجہ کا نام بھیم دیو ہے، اجمیر کے مرنے والے راجہ پرتھوی راج کے اس رشتہ دار کا نام بھیم راج ہے ...... ترائن کے میدانوں میں راجہ پرتھوی راج اور دوسرے راجاؤں کے جو لشکری اپنی جانیں بچا کر اور شکست اٹھا کر بھاگنے میں کامیاب ہوئے، وہ اسی بھیم راج کے پاس جمع ہو چکے ہیں۔ اس طرح بھیم راج نہ جانے اپنے کن ارادوں کی تکمیل کے لئے اپنی طاقت و قوت میں اضافہ کرتا چلا جا رہا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا تب سلطان شہاب الدین غوری نے انہیں کھانا کھا کر آرام کرنے کے لئے کہا۔ ان کے جانے کے بعد سلطان شہاب الدین، قطب الدین ایبک کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ایبک، میرے بیٹے! میں یہاں سے تم لوگوں سے جدا ہو جاؤں گا ...... لشکر کا بڑا حصہ تمہارے پاس رہے گا اور لشکر کا ایک حصہ لے کر میں شمالی علاقوں سے ہوتا ہوا غزنی چلا جاؤں گا ...... میرے بعد محتاط اور چوکس رہنا ...... اسی کہرم شہر کو اپنا مرکز قرار دے کر فتح کیے علاقوں پر اپنی گرفت رکھنا ...... میرے بعد اگر کسی بھی موقع پر تم محسوس کرو کہ اجمیر، دہلی یا کسی اور علاقے کے اس حکمران نے جس نے ہماری اطاعت و فرمانبرداری قبول کی ہے، اس نے پر پُرزے نکالنے شروع کر دیے ہیں یا ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے قوت جمع کرنا شروع کر دی ہے تو تم پہلے ہی اس پر حملہ آور ہو کر اسے اپنا مطیع بنا کر اس کے سارے علاقے کو اپنی سلطنت میں شامل کر لینا۔"

سلطان شہاب الدین جب خاموش ہوا تب قطب الدین ایبک نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"سلطان محترم! پہلے تو میں آپ کا انتہا درجہ کا شکر گزار ہوں کہ آپ مجھے ہندوستان کے مفتوح علاقوں کا حاکم مقرر رہے ہیں ...... میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی غیر موجودگی میں، میں احسن طریقے سے علاقوں کی دیکھ بھال کروں گا لیکن اس موقع پر میری آپ سے ایک گزارش بھی ہے۔"

"وہ کیا ......؟"

حیرت سے قطب الدین ایبک کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان شہاب الدین نے پوچھ لیا تھا۔

قطب الدین ایبک اس موقع پر سنجیدہ تھا ...... ایک نگاہ اس نے اپنے قریب بیٹھے ایبہ پر ڈالی پھر سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! میں چاہتا ہوں کہ ایبہ کو آپ میرے ساتھ چھوڑ دیں ...... اپنے ساتھ نہ لے کر جائیں یہاں یہ میرے لئے بہترین دست راست ثابت ہو سکتا ہے۔ سلطان محترم! میں اور ایبہ نے گزشتہ شب علیحدگی میں بیٹھ کر ایک ارادہ کیا تھا اور ہم دونوں اسے عملی جامہ پہنانا چاہتے ہیں۔"

سلطان شہاب الدین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے پوچھ لیا۔

"کیسا ارادہ ......؟"

قطب الدین پھر ایک گہری نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھے ایبہ پر ڈالی ...... اس کے بعد وہ کہہ رہا تھا۔

"سلطان محترم! ہم نے ارادہ کیا ہے کہ اس سے پہلے ایک بار نہروالا کے راجہ کے مقابلے میں ہمیں پسپا ہونا پڑا تھا لیکن میں اور ایبہ یہ تہیہ کیے ہوئے ہیں اس سے اپنی اس پسپائی کا انتقام ضرور لیں گے ...... اپنی حالت کو مضبوط کر کے ات وقوت کو خوب استوار کرنے کے بعد یہاں میں اور ایبہ اپنے لشکر کے ساتھ ا کا رخ کریں گے اور نہروالا کے راجہ کے لشکر کو ایک بار ضرور شکست سے دوچار ے رہیں گے۔"

قطب الدین ایبک جب خاموش ہوا تو اس موقع پر سلطان شہاب الدین کی دیکھتے ہوئے ایبہ فوراً بول اٹھا۔

"سلطان محترم! ہم ہر صورت میں نہروالا کے راجہ سے اپنی پسپائی کا انتقام لینا ے ہیں ...... میں بھی اس موقع پر آپ سے گزارش کروں گا کہ مجھے یہیں قطب ک کے ساتھ رہنے دیجئے ...... ویسے میرے متعلق آپ جو بھی حکم صادر کریں گے، اس پر کاربند رہنے کا پابند ہوں۔"

سلطان شہاب الدین تھوڑی دیر تک مسکراتے ہوئے ایبہ کی طرف دیکھتا رہا پھر ب الدین ایبک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ایبک، میرے بیٹے! میں ایک شرط پر ایبہ کو تمہارے پاس چھوڑ کر جانے کے تیار ہوں۔"

قطب الدین نے چونکنے کے انداز میں سلطان کی طرف دیکھا اور پوچھ لیا۔

"کیسی شرط ......؟"

شہاب الدین مسکرایا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"قطب الدین! تمہارے بیوی بچے ہیں ...... میں تمہاری طرف سے بالکل خوش مطمئن ہوں ...... ایبہ کی شادی ہوئی تھی لیکن بدقسمتی سے وہ لڑکی ماری گئی حالانکہ وہ ابت اچھی اور انتہا درجہ کی خوبصورت تھی اور پھر اس سے کوئی اولاد بھی نہ ہوئی یں چاہتا ہوں کہ میری غیر موجودگی میں کسی اچھی جگہ ایبہ کی شادی کرنے کا نام کرنا اور اگر ......"

شہاب الدین غوری یہیں تک کہنے پایا تھا کہ مسکراتے ہوئے قطب الدین ایبک اٹھا۔

"سلطان محترم! میں آپ کا مطلب سمجھ چکا ہوں ...... آپ کے بعد میں کوشش

کروں گا کہ ایبہ کے چاہنے یا نہ چاہنے کے باوجود ایک بار اس کی اور راج کماری کمار دیوی کی ملاقات کراؤں ...... اس کے بعد میں دیکھوں گا کہ ایبہ اس کے خلاف اور ایبہ کے خلاف کیسے ردعمل کا اظہار کرتی ہے ...... بہرحال ایبہ سے متعلق آپ مطمئن رہیں ...... میں اس کے لئے اس کی مرضی اور خواہش کے مطابق اس کی زندگی کا ساتھی چنوں گا۔“

قطب الدین ایبک جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔

”ایبک! تمہیں اس معاملے میں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ...... ایبہ کو میں ساتھ نہیں لے جاؤں گا ...... یہیں تمہارے پاس ہندوستان میں رہے گا ...... مجھے امید ہے کہ ان علاقوں میں اپنی حکومت کو مضبوط اور مستحکم کرنے میں ایبہ یقیناً تمہارا دست راست ثابت ہوگا ...... اس موقع پر میں تمہیں ایک نصیحت بھی کروں گا ...... جیسا کہ آنے والے مخبر ہمیں ایک خطرے سے آگاہ کر چکے ہیں جس بھیم راج کا انہوں نے ذکر کیا ہے، میرے بعد اس پر کڑی نگاہ رکھنا ...... اگر وہ اپنی عسکری طاقت میں اضافہ کر رہا ہے تو میرے یہاں سے روانہ ہونے کے بعد اس کی طرف اپنے مخبر بھیجنا تاکہ وہ تم دونوں کو اس کی نقل و حرکت اور طاقت سے متعلق آگاہ کرتے رہیں اور اگر کسی بھی موقع پر تم اس سے خطرہ محسوس کرو تو پھر اسے معاف نہ کرنا اس پر حملہ آور ہونا اور ہر صورت میں اسے زیر کر کے رکھنا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان شہاب الدین دم لینے کے لئے رکا، کچھ سوچا پھر قطب الدین ایبک اور ایبہ دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”یہ جو تم دونوں نہروالا پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتے ہو تو وہاں بھی اپنی مکمل تیاریوں کے ساتھ نکلنا ...... اس لئے کہ میرے جانے کے بعد تمہارے لشکر کی تعداد کم رہ جائے گی لہٰذا یہاں قیام کے دوران نہ صرف اپنے لشکر کی تعداد بڑھانا بلکہ اس کی اعلیٰ تربیت و تنظیم کا کام بھی سرانجام دینا۔“

یہاں تک کہتے کہتے سلطان شہاب الدین رک گیا، خاموش ہو گیا اس لئے کہ عین اسی لمحہ ایک لشکری آیا اور اس نے کھانا تیار ہونے کی اطلاع دی۔ سلطان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے باقی سارے سالار بھی اٹھ کر سلطان کے ساتھ ہو لئے تھے۔ سلطان نے وہ رات وہیں بسر کی۔ اگلے روز سلطان اپنے لشکر کے ساتھ کہرم شہر سے نکلا، شمال کا اس نے رخ کیا اور شمال کے علاقوں کو ...

...ہوا مغرب کی طرف بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ وہ غزنی جا پہنچا تھا۔

...پہر کے وقت کرن کماری رسوئی میں کمار دیوی کے ساتھ بیٹھی کھانے کے برتن ...ی تھی شاید وہ اپنے ماں باپ کے لئے دریا کی طرف کھانا لے جانا چاہتی تھی ...منے کے بعد وہ بڑے غور اور انہماک سے راج کماری کمار دیوی کی طرف ...تھی۔ کمار دیوی اس کے اس انداز کو دیکھتے ہوئے مسکرائی پھر بڑے پیار سے ...ب کیا۔

...کرن کماری، میری بہن! تم آج میری طرف ایسے غور سے دیکھ رہی ہو جیسے ...پہلے مجھے کبھی دیکھا ہی نہیں اور میں وہ اجنبی ہوں کہ اچانک تمہارے سامنے ...ہوں۔“

...اج کماری کمار دیوی کے ان الفاظ پر کرن کماری کچھ دیر سوچتی رہی پھر کہنے

...میری بہن! میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتی ہوں، گزشتہ کئی روز سے یہ سوچ ...کہ وہ سوال تم سے کروں پر ہمت نہیں ہوتی تھی۔ خوف تھا کہ تم ناراض ہو جاؤ ...پھر تمہاری ناراضگی کی وجہ سے میں خاموش ہی رہی آج پھر میں نے ارادہ کیا ...وال تم سے پوچھوں پھر میری ہمت جواب دے گئی ہے۔“

...اج کماری کمار دیوی نے کرن کماری کے گال پر پیار بھری چپت لگائی پھر کہنے

...تم کیسا بھی سوال کرو گی میں برا نہیں مانوں گی ...... پوچھو، تم کیا پوچھنا چاہتی ...نہیں! مجھ سے خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے ...... کیا میں تم پر کوئی حملہ ...رہی ہو ...... پوچھو، میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ اگر وہ سوال میری ذات سے ...تا ہو اور میرے لئے کتنا بھی تکلیف دہ ہو، میں برا نہیں مانوں گی۔“

...کرن کماری کو کچھ حوصلہ ہوا دوبارہ کمار دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

...میری بہن! یہ بھی وعدہ کرو کہ اس سوال کا جواب سچائی پر رہتے ہوئے دو

...ہاں وعدہ کرتی ہوں کہ جو کچھ تم پوچھو گی بالکل سچائی پر رہتے ہوئے اس کا ...دوں گی۔“ مسکراتے ہوئے کمار دیوی نے کہہ دیا تھا

اس پر کرن کماری نے پہلے گلہ صاف کیا پھر دھیمے سے لہجے میں کمار دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

"میری بہن! اگر تم برا نہ مانو تو میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ تم اب ایبہ سے نفرت کرتی ہو یا محبت ......؟"

کرن کماری کے اس سوال پر کمار دیوی کی حالت یکسر بدل کر رہ گئی تھی گویا اس سوال نے اسے چونکا کر رکھ دیا چہرہ حیا کے باعث سرخ ہو گیا تھا کچھ دیر وہ بول نہ سکی، سوچ میں پڑ گئی تھی عین اسی لمحہ دروازے پر کسی نے تیز دستک دی تھی اور کرن کماری کو پکارا تھا۔

کھانے کے برتن جو کرن کماری نے پہلے سے باندھ رکھے تھے، انہیں لے کر اٹھ کھڑی ہوئی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہنے لگی۔

"میری بہن! تم دوسرے کمرے میں چلی جاؤ ...... بستی کی لڑکیاں مجھے بلا رہی ہیں وہ کھانا لے کر کشتیوں کی طرف جائیں گی ...... فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ جس موضوع پر میں تمہارے ساتھ گفتگو کر رہی تھی اس موضوع پر بعد میں گفتگو کریں گے ...... میں ابھی جاتی ہوں ...... دروازہ کو اندر زنجیر لگی ہوئی ہے وہ اندر نہیں آسکتیں ...... اب تم اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی کھانے کے برتن اٹھا کر کرن کماری رسوئی سے نکلی جبکہ اس کے ساتھ ہی نکلتے ہوئے کمار دیوی پچھلے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

اب کرن کماری کے ایک ہاتھ میں کھانے کے برتن تھے دوسرے سے دروازہ کی زنجیر اس نے کھولی، باہر بہت سی لڑکیاں کھانے کے برتن لئے کھڑی تھیں۔ کرن کماری نے دروازہ بند کر کے اسے باہر سے قفل لگا دیا اور وہ ان لڑکیوں کے ساتھ دریائے سرسوتی کی طرف ہو لی تھی۔

○❖○

سلطان شہاب الدین غوری کے غزنی کی طرف چلے جانے کے بعد کہرام شہر میں قطب الدین ایبک اور ایبہ دوسرے سالاروں کے ساتھ مل کر نہ صرف اپنے لشکر میں نئی بھرتی کرتے ہوئے لشکر کی تعداد اور قوت میں اضافہ کرتے رہے بلکہ لشکر کی انہوں نے بہترین تنظیم اور تربیت کا کام بھی سرانجام دینا شروع کر دیا تھا۔

اسی دوران ان کے مخبروں نے اطلاع دی کہ کم از کم تین جگہوں کے حالات مسلمانوں کے خلاف ہونے کا اندیشہ تھا۔ ان تین میں سے ایک دہلی، دوسرا میرٹھ اور تیسرا کول شہر تھا۔

یہ کول شہر ہی تھا جو بعد میں علی گڑھ کہلایا جس نے محمڈن اینگلو اورینٹل کالج اور مسلم یونیورسٹی کی وجہ سے عالمگیر شہرت پائی۔

بہرحال اپنے مخبروں سے اطلاع پانے کے بعد قطب الدین ایبک، ایبہ کے ساتھ کہرام شہر سے اپنے لشکر کو لے کر نکلا۔ پہلے دونوں نے میرٹھ کا رخ کیا بڑی آسانی سے میرٹھ کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اب انہوں نے اپنے لشکر کے ساتھ دہلی شہر کا رخ کیا تھا۔ دہلی میں اس وقت مرنے والے راجہ گوبند رائے کے لواحقین حکومت کر رہے تھے ان کے اندر بھی چونکہ باہمی چپقلش جاری ہو چکی تھی لہٰذا قطب الدین ایبک اور ایبہ دہلی پر حملہ آور ہوئے، دہلی کو بھی فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

دہلی کو فتح کرنے کے بعد قطب الدین ایبک نے کہرام کی بجائے دہلی کو اپنا مرکز حکومت قرار دیا اس کے بعد اس نے اپنے مرکز کو محفوظ کرنے کے لئے آس پاس کے علاقوں پر بھی حملہ آور ہو کر اسے اپنی سلطنت میں شامل کرنا شروع کر دیا تھا۔

اسی سلسلے میں قطب الدین اور ایبہ دونوں اپنا لشکر لے کر کول شہر یعنی علی گڑھ کو پہلے ہی فتح کر چکے تھے اب اردگرد کے علاقوں کو فتح کر کے انہوں نے اپنی سلطنت

میں شامل کر لیا تھا اس طرح قطب الدین ایبک اور ایبہ نے سلطان شہاب الدین کی غیر موجودگی میں مختلف شہروں پر قبضہ کرنے کے بعد کہرام کے بجائے اپنا مرکز حکومت دہلی میں منتقل کر دیا تھا۔

اب ہندوستان میں تین بڑی طاقتیں تھیں جو مسلمانوں کے لئے خطرہ بن کر اٹھ سکتی تھیں ایک قنوج اور بنارس کا راجہ جے چند دوسرا نہروالا کا راجہ بھیم دیو اور تیسرا اجمیر کے مر جانے والے راجہ پرتھوی راج کا قریبی عزیز بھیم راج تھا جو مشرق کی دور دراز سرزمینوں میں ایک طرح سے گھات میں بیٹھا ہوا تھا اور پرتھوی راج کے علاوہ گوبند رائے اور دوسرے راجاؤں کے جس قدر شکست خوردہ لشکر تھے ان سب کو اس نے اپنے پاس جمع کرنا شروع کر دیا تھا کچھ علاقوں پر اس نے اپنا تسلط بھی قائم کرتے ہوئے اپنے لشکر کے اخراجات پورے کرنے شروع کر دیئے تھے۔

ان دنوں نہروالا کا راجہ بھیم دیو تو خاموش ہی رہا لیکن قنوج اور بنارس کے راجہ نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے تھے اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ ہر صورت میں مسلمانوں سے ہندوستان کے راجاؤں کی شکست کا انتقام لے گا، ان خیالات کو سامنے رکھتے ہوئے اس نے پہلے لشکر کی تعداد بڑھانا شروع کر دی دن رات نئے لشکری بھرتی کیے گئے مالوہ کے راجپوت تک اس کے پاس جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ نئے لشکریوں کی تربیت کا کام سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ اندر ہی اندر ہندوستان کی مختلف قوتوں سے رابطہ قائم کر کے نہ صرف مالی فوائد حاصل کیے گئے بلکہ اپنی طاقت و قوت کو بھی مستحکم کیا گیا۔ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جے چند نے دو اہم قوتوں کی طرف قاصد بھجوائے کچھ قاصد نہروالا کے راجہ بھیم دیو کی طرف بھجوائے اور اسے دعوت دی کہ متحدہ ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوں اور انہیں ہندوستان سے نکال باہر کریں۔

نہروالا کے راجہ نے تو اس سلسلے میں کوئی ہمت افزا جواب نہ دیا خاموشی اختیار کر لی تاہم جے چند کو امید تھی کہ اگر نہروالا کا راجہ بھیم دیو تعاون نہیں کر رہا تو پرتھوی راج کا قریبی عزیز بھیم راج ضرور اس سے تعاون کرے گا لہٰذا اس نے ایک خاصہ بڑا وفد چند تحائف دے کر بھیم راج کی طرف روانہ کیا اس وفد میں راجہ جے چند کے کچھ سرکردہ سالار بھی شامل تھے۔

اب صورت حال یہ تھی کہ جہاں تک قنوج کے راجہ جے چند کا تعلق تھا تو وہ

الدین ایبک کے مرکزی شہر دہلی سے کافی دور تھا۔ قطب الدین ایبک دہلی سے مغرب میں اجمیر تک پھیل چکا تھا۔ جنوب میں دریائے گنگا اور جمنا کے درمیان تک اس کی گرفت ہو چکی تھی جبکہ جنوب اور جنوب مشرق کے رخ پر وہ تھانیسر تک اپنی گرفت کو مضبوط اور مستحکم کر چکا تھا۔

قنوج کے راجہ جے چند کا علاقہ بھی دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ علاقہ دریائے اور دریائے گنگا کے درمیان تھا اور قنوج شہر سے نیچے کان پور، آسن الہ آباد اور بھی آگے تک اس کی عملداری پھیلی ہوئی تھی۔

جہاں تک اجمیر کے مرنے والے راجہ پرتھوی راج کے رشتہ دار بھیم راج کا تعلق اس نے مسلمانوں کے علاقوں سے دور رہ کر اپنی طاقت و قوت میں اضافہ کیا اور اجین کے اوپری حصے میں جہاں ایک نالہ چانڈلہ اور باندہ شہروں کے گزرتے ہوئے دریائے جمنا میں گرتا تھا، انہی کی اطراف میں جو گھنے اور آبادیاں تھیں ان پر بھیم راج کی گرفت تھی اور وہیں وہ اپنی طاقت و قوت کر رہا تھا۔ ایک طرف اس کی گرفت دریائے جمنا تک تھی دوسری طرف وہ میں دریائے نربدہ تک کے علاقے کو پامال کرتا ہوا اپنے لئے ضروریات کا فراہم کر رہا تھا ساتھ ہی ساتھ جنوب کے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں سے بھی ان کے خلاف مدد حاصل کر رہا تھا۔

جس وقت قنوج کے راجہ جے چند کا وفد باندہ اور چانڈلہ شہروں کے درمیان بھیم کے علاقے میں پہنچا تو اس وقت بھیم راج اپنے کچھ سالاروں کے ساتھ برساتی کے قریب ہی ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے راجہ جے چند کے اس وفد کا ہترین انداز میں کیا ان سب کو عزت اور احترام کے ساتھ اپنے قریب بٹھایا مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائیو! کیا میں جان سکتا ہوں کہ قنوج کے راجہ جے چند نے تم کس مقصد کے تحت میری طرف بھیجا ہے؟"

اس وفد کے ارکان نے سب سے پہلے تو وہ تحائف بھیم راج کی خدمت میں جو قنوج کے راجہ نے اس کے لئے بھجوائے تھے وہ ساری چیزیں دیکھ کر بھیم خوش ہوا پھر قنوج کے راجہ کا ایک سالار بھیم راج کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے

"آپ نے ہم سے یہ سوال کیا تھا کہ ہم راجہ جے چند کی طرف سے کیا
لے کر آئے ہیں ...... آپ کے اس سوال کا جواب دینے کی بجائے اگر میں آپ
یہ سوال کروں کہ آپ ان علاقوں میں کس مقصد کے لئے اپنی طاقت و قو
اضافہ کر رہے ہیں اور آپ کے کیا مقاصد ہیں تو پھر آپ برا نہ مانئے گا۔"

بھیم راج کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔

"میں نے یہاں قیام کے دوران اپنی طاقت و قوت میں خوب اضافہ کر
اس وقت جو میرے پاس تربیت یافتہ لشکر ہے ویسا اجمیر کے راجہ پرتھوی را
پاس بھی نہیں تھا۔

جہاں تک تمہارا یہ سوال ہے کہ میں ایسا کن مقاصد کے تحت کر رہا ہوں
نے تہیہ کر رکھا ہے کہ میں ہر صورت میں مسلمانوں کے سلطان شہاب الدین
شکست دے کر اسے ہندوستان سے نکال باہر کروں گا۔ میں نے اپنے چن
کے ساتھ چانڈلہ کے مندر میں جا کر سوگند بھی کھائی تھی کہ اگر کبھی مجھے مسلمانو
سلطان کے خلاف کامیابی حاصل ہوئی تو میں مسلمانوں کے اس حکمران کا سر ا
سے کاٹوں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بھیم راج رکا پھر انتہائی دکھ بھرے انداز میں وہ
تھا۔

"ہماری سب سے بڑی بدقسمتی ہے کہ ہندوستان کے سارے راجہ ایک
تھے اور ان کی تعداد سو سے بھی کہیں زیادہ تھی اور ان کے مقابلے میں مسلم
سلطان اکیلا تھا وہ اپنے مرکز سے بھی دور تھا۔ اسے ہم سے زیادہ کہیں سے
کمک کا سامان ملنے کی امید بھی نہ تھی لیکن پھر بھی نہ جانے کیا ہوا کہ ہمارے
میں اسے فتح ہوئی میں سمجھتا ہوں، یہ ہماری بدقسمتی تھی یا ہم نے خلوص نیت
ترائن کی اس دوسری جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا یا ہندوستان کے مختلف راجاؤں
میں کھوٹ تھا جس کی بنا پر انہیں کامیابی نہ ہو سکی۔ اب میں نے تہیہ کر رکھا
مسلمانوں کو یہاں سے نکال باہر کر کے ہی دم لوں گا اب تم اپنے آنے کا مقصد
کرو۔"

بھیم راج جب خاموش ہوا تب وہ سالار مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"ہمارے یہاں آنے کا مقصد وہی ہے جو آپ بیان کر چکے ہیں اور ا

ے راجہ جے چند نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔ ٹھیک ہے ترائن کے میدانوں
ں جو جنگ ہوئی اور جن راجاؤں کو شکست اٹھانا پڑی، ان میں ہمارا راجہ جے چند بھی
لیکن وہاں حالات اور تھے اس وقت قنوج کے راجہ کی تیاری مکمل نہ تھی اب ہم نے
لمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچا دیا ہے۔ ہمارا
جے چند چاہتا ہے کہ آپ کے ساتھ تعاون کر کے مسلمانوں پر حملہ آور ہوں اور
ں ہندوستان سے نکال باہر کریں۔

اگر ہم اس وقت حملہ آور ہوں تو مسلمانوں کو شکست دینا آسان ہے اس لئے کہ
ے راجہ نے اپنے مخبر مسلمانوں کے علاقوں میں دور تک پھیلا رکھے ہیں اور انہوں
راجہ کو یہ خبر دے دی ہے کہ مسلمانوں کا سلطان شہاب الدین غوری چند روز تک
رام شہر میں قیام کرنے کے بعد واپس غزنی جا چکا ہے اور یہاں اب اس کے دو عدد
لار ہیں ایک قطب الدین ایبک، دوسرا ایبہ۔ ان حالات میں ہم اگر مسلمانوں کے
سالاروں پر حملہ آور ہوں تو انہیں شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر سکتے ہیں
اگر ہم اپنی طاقت و قوت کے ساتھ ان کا تعاقب کریں تو دریائے سندھ تک کوئی
ت ہمیں ان کا تعاقب کرنے سے روک نہ سکے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد قنوج کے راجہ کا وہ سالار رکا پھر اپنے خدشات کا اظہار
تے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

"جہاں تک ہمارا اور ہمارے راجہ کا اندازہ ہے اگر ہم نے مسلمانوں پر حملہ آور
نے میں تاخیر کی اور شہاب الدین غوری کے غزنی چلے جانے کے بعد اس کی غیر
ضری سے فائدہ اٹھا کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش نہ کی تو پھر مسلمان
ل اور جنوب اور مشرق پر ہر طرف سے حملے کرتے ہوئے یہاں کسی بھی مقامی راجہ کو
ختار نہ رہنے دیں گے لہٰذا وقت کا تقاضا یہی ہے کہ ہم متحدہ ہو کر مسلمانوں سے ٹکرا
ئیں۔

جہاں تک ہمارا راجہ جے چند کا لائحہ عمل ہے تو وہ آپ کا تعاون چاہتا ہے۔ راجہ
ہتا ہے کہ ایک وقت مقرر کر لیا جائے اس وقت مقررہ پر ہمارا لشکر قنوج سے نکل کر
یائے جمنا کا رخ کرے اور بالکل گوالیار کی سیدھ میں گنگا اور جمنا کے بیچ آپ کا
ر بھی وہاں پہنچ جائے اس کے بعد دونوں لشکر متحدہ ہو کر دریائے جمنا کے کنارے
نارے ٹکراتے ہوئے آگے بڑھیں اور مسلمانوں کے سالاروں سے ٹکرائیں

اگر ہم ایسا کریں تو مسلمانوں میں اتنا دم خم نہیں ہوگا کہ وہ ہمارا مقابلہ کر سکیں۔

جہاں تک مسلمانوں کے لشکر کا تعلق ہے تو مخبر ہمارے راجہ جے چند کو اطلاع دے چکے ہیں کہ مسلمانوں کا کل لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے ایک حصے کو لے کر شہاب الدین غوری غزنی جا چکا ہے باقی کا آدھا لشکر قطب الدین ایبک اور ... کے پاس ہے۔ گو یہ دونوں شہاب الدین غوری کے بہترین سالار ہیں لیکن ہم چونکہ ان پر عددی فوقیت رکھتے ہیں لہٰذا اگر ہم پیش قدمی کرتے ہوئے ان پر حملہ آور ہوں تو ہمیں امید ہے وہ ہمارا مقابلہ نہیں کر سکیں گے ...... ایک بار ہم نے جنگ کے دوران ان کے قدم اکھیڑ دیئے تو پھر وہ کہیں بھی جم کر ہمارا مقابلہ نہیں کر سکیں گے ... جب ایسا ہوگا تب ہم مسلمانوں کو ان سرزمینوں سے نکال باہر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

جے چند کے سالار کے خاموش ہونے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں بھیم ... کے سارے ارکان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"لگتا ہے ہمارے اور تمہارے خیالات آپس میں ملتے ہیں ...... میں جے چند کے ساتھ مکمل اتحاد اور تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں ...... اگر ہم دونوں مل کر پوری طاقت و قوت صرف کرتے ہوئے مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو اپنی فتح اور کامیابی کو یقینی بنا سکتے ہیں لیکن اس تعاون اور اتحاد کے لئے میری ایک شرط ہے......"

قنوج کے راجہ کے سالار نے چونکنے کے انداز میں بھیم راج کی طرف دیکھا، چبھتے ہوئے انداز میں اس نے پوچھ لیا۔

"کیسی شرط ......؟"

بھیم راج نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری دو تین بار اپنی پیشانی کو عجب انداز میں رگڑا اس کے بعد کہنے لگا۔

"میری شرط یہ ہے کہ اگر ہم متحدہ طور پر مسلمانوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں تو ہندوستان میں اس سے پہلے جن علاقوں پر میرے عزیز اور رشتے دار ... پرتھوی راج کی حکومت تھی ان علاقوں پر میری حکومت کو تسلیم کر لیا جائے باقی علاقوں سے مجھے کوئی غرض و غایت نہ ہوگی وہ تمہارا راجہ جے چند جسے چاہے دیتا رہے۔"

"پرتھوی راج کے بیٹے کولہ راج کا کیا بنے گا جس کو ان دنوں مسلمانوں کی حمایت بھی حاصل ہے۔"

بھیم راج نے کچھ سوچا پھر عیارانہ سے انداز میں کہنے لگا۔

"اس کے لئے دو راستے ہیں اگر میں اور جے چند دونوں مل کر مسلمانوں کو شکست دیتے ہیں تو پرتھوی راج کی ساری مملکت کا حکمران میں ہوں گا اور موجودہ راجہ کولہ یعنی پرتھوی راج کا بیٹا ایک طرح سے میرا راج کمار بن کر رہے گا اور میرے بعد اس سلطنت کا وہی والی اور وارث ہوگا اور اگر کولہ کو یہ پیش کش منظور نہ ہو تو اس کا ایک بہترین حل بھی ہے۔ مسلمانوں کو اگر ہم شکست دیتے ہیں تو دریائے سندھ تک ہم انہیں ٹکنے نہیں دیں گے اب دریائے گنگا سے لے کر دریائے سندھ تک وسیع علاقے ہماری عملداری میں آ جائیں گے اور ان علاقوں میں سے جس حصے کا بھی راجہ کولہ چناؤ کرے، اسے وہاں کا حاکم مقرر کر دیا جائے گا۔"

بھیم راج جب خاموش ہوا تب وہ سالار پھر بول اٹھا۔

"اور مرکزی شہر دہلی سے متعلق آپ کا کیا خیال ہوگا ......؟"

بھیم راج نے ہلکا سا قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

"مجھے دہلی سے کوئی غرض و غایت نہیں رہے گی ...... دہلی اگر جے چند رکھنا چاہے تو رکھ لے ...... مجھے کوئی اعتراض نہیں اگر کولہ کو وہاں کا حاکم مقرر کیا جاتا ہے تب بھی میں اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا ...... مجھے صرف وہ علاقہ چاہیے ہوگا جس پر اس سے پہلے پرتھوی راج حکومت کرتا تھا بس اس کے علاوہ میں کچھ نہیں چاہتا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بھیم راج رکا پھر دوبارہ وفد کے ارکان کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"پہلے یہ تو کہو، تمہارے راجہ نے جنگ کے لئے کچھ ہاتھی بھی تیار کئے ہیں۔"

راجہ جے چند کا سالار مسکرایا اور کہنے لگا۔

"اس وقت ہمارے پاس لگ بھگ دو ہزار ہاتھی ہیں جنہیں ہم جنگ میں استعمال کر سکتے ہیں ...... اس کے علاوہ بھی ہمارے پاس ہاتھی ہیں جن سے بوقت ضرورت کام لیا جا سکتا ہے۔"

بھیم راج مسکرایا اور کہنے لگا۔

"یہ تو بہت اچھا ہے ...... میں بھی لگ بھگ ایک ہزار ہاتھیوں کو جنگ میں حصہ لینے کی تربیت دے چکا ہوں ...... ہماری بدبختی کہ ترائن کے میدانوں میں جو مسلمانوں

کے سلطان کے ساتھ ہماری دوسری جنگ ہوئی اس میں مرکزی کمانداری چونکہ پرتھوی راج کے ہاتھ میں تھی اور پرتھوی راج متحدہ لشکر کو صحیح معنوں میں لڑا نہ سکا۔

اس وقت بھی ہندوستان کے متحدہ لشکر کے پاس لگ بھگ تین ہزار ہاتھی تھے لیکن جس طرح ان سے کام لیا جانا چاہیے تھا ان سے کام نہ لیا گیا ...... ہاتھیوں کو آگے رکھا گیا تھا اور ہاتھیوں کے بیچ میں نہیں انہی ہاتھیوں کے پیچھے آڑ میں رہے ہوئے تیر اندازوں کو رکھا جانا چاہیے تھا تاکہ وہ مسلمانوں کے لشکر پر تیر اندازی کر کے ان کے گھوڑوں اور گھوڑ سواروں کو چھلنی کر کے رکھ دیتے لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔

ہماری مزید بدقسمتی کہ مسلمانوں کے سلطان شہاب الدین غوری نے تھوڑی دیر تک ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے بعد جان بوجھ کر اپنے لشکر کے ساتھ پسپائی اختیار کی وہ ایک اس کی جنگی چال تھی ...... ایسا کر کے وہ ہم سے غلطی اور حماقت کرانا چاہتا تھا اور ہمیں وہ جنگی چال میں مات دیتے ہوئے ہم سے حماقت کرانے میں کامیاب ہو گیا ...... اس نے جب پسپائی اختیار کی تو ہمارے لشکریوں سے غلطی یہ ہوئی کہ ہاتھیوں سے آگے نکل گئے تاکہ مسلمانوں کا تعاقب کر کے انہیں نقصان پہنچائیں ...... ایسا کرنا انتہا درجہ کی غلطی تھی ہاتھیوں کے آگے نہیں نکلنا چاہیے تھے ...... اس طرح ہمارے لشکر کا ایک خاصہ بڑا حصہ جب ہاتھیوں کے آگے نکل گیا تب اپنی جنگی چال کو آخری شکل دیتے ہوئے مسلمانوں کا سلطان پلٹا اور پوری طاقت و قوت سے ہم پر حملہ آور ہو گیا ...... اس حملے میں ہی ہمارے لشکر کے ایک بہت بڑے حصے کو کاٹتے ہوئے اس نے اپنی کامیابی اور فتح مندی کا پہلا دروازہ کھول دیا تھا۔

اس لئے کہ اس حملے کے دوران ہمارے ان گنت لشکری مارے گئے اور ہماری مزید بدقسمتی کہ اس موقع پر ہم نے ہاتھیوں سے کوئی کام نہ لیا اور نہ ہی ہم لے سکے اور نہ ہی لے سکتے تھے ...... اس لئے کہ لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ ہاتھیوں سے آگے جا چکا تھا اور ہاتھی اس موقع پر بیکار ہو گئے تھے اور جس وقت مسلمانوں نے ہاتھیوں سے آگے نکلنے والے ہمارے لشکر کا خاتمہ کر دیا، اس وقت اگر ہم ہاتھیوں کو استعمال بھی کرتے تب بھی ان کا فائدہ نہ ہوتا اس لئے کہ اس وقت تک مسلمان لشکریوں کے حوصلے ہمارے لشکر کے ایک بڑے حصے کو کاٹنے کے بعد بلند ہو چکے تھے اور جب اس موقع پر ہاتھیوں سے کام لیا گیا تو مسلمانوں نے ہمارے ہاتھیوں کو تیروں سے چھلنی کر کے رکھدیا تھا ...... یہ بھی دیکھا گیا کہ بہت سے مسلمان لشکری دلیری، شجاعت کا

...کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے گھوڑوں کو بھگاتے ہوئے آگے بڑھے اور کئی ...ں کی انہوں نے سونڈیں کاٹ کر رکھ دی تھیں اس طرح انہوں نے جہاں ہمارے ...ے ایک بہت بڑے حصے کو موت کے گھاٹ اتارا وہاں ہاتھیوں میں سے اکثر کو ...ار کر کے رکھ دیا تھا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بھیم راج تھوڑی دیر کے لئے رکا کچھ سوچا پھر جے چند ...ارت کاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"میں چاہتا ہوں اس سے پہلے جو ہم نے ترائن کے میدانوں میں غلطیاں کی ...انہیں دہرایا نہ جائے ...... میرے لشکر کے اندر ایسے بھی جوان ہیں جو جانتے ہیں ...ں نے پرتھوی راج کو مشورہ دیا تھا کہ اپنے کسی بھی لشکری کو ہاتھیوں سے آگے ...ی اجازت نہ دینا لیکن پرتھوی راج نے میرا کہا نہ مانا ...... وہ یہ خیال کرتا تھا کہ ...نسبت وہ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے اور صرف وہی ایسے جنگی طریقے اپنا سکتا ...نہیں استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کو پسپا کیا جا سکتا ہے، انہیں شکست دی جا ...ہے ...... میرے علاوہ ہندوستان کے کچھ دیگر راجاؤں نے بھی اسے مشورہ دیا تھا ...طرح ہاتھیوں کے پیچھے پیچھے لشکر پیش قدمی کر رہا ہے، اسی طرح پرتھوی راج کی ...قدمی کو مسلمانوں کے لشکر تک جاری رکھا جائے تو ہماری فتح و کامیابی یقینی ہو گی ...پرتھوی راج مسلمانوں کے سلطان شہاب الدین غوری کے چکمہ میں آ گیا ....نے ایسی جنگی ترکیب کی کہ پرتھوی راج ہی نہیں اس نے ہندوستان کے سارے ...ں کو اپنے سامنے چاروں شانے چت کر کے رکھ دیا ...... اب میں مسلمانوں سے ...لہ کرنا چاہتا ہو، اس میں محتاط رہنا چاہتا ہوں۔

...میں نے پہلی شرط تمہارے سامنے پیش کر دی ہے کہ مسلمانوں کی شکست کی ...ت میں ان علاقوں کا حکمران میں ہوں گا جو اس سے پہلے پرتھوی راج کی ...داری میں تھے ...... پرتھوی راج کا بیٹا راجہ کولہ ویسے بھی ان علاقوں کا حق دار نہیں ...اس لئے کہ اس نے مسلمانوں کی اطاعت اور فرماں برداری اختیار کر لی ہے اور ...ان کو اس نے خراج دینا قبول کر لیا ہے لہٰذا جو خراج دینا قبول کر لے اور جسے ...دے اسے اگر بعد میں شکست ہو تو خراج دینے والا ان علاقوں کا حکمران بننے ...کا دار نہیں بلکہ حق دار وہ ہو گا جو ان علاقوں کو خراج سے نجات دلائے۔

اس موقع پر میں تمہارے سامنے دوسری شرط تو نہیں لیکن ایک پیش کش کرتا ہوں

کہ اپنے راجہ جے چند کے پاس جا کر اسے بتاتا کہ میں مسلمانوں کے خلاف ان سے مکمل اتحاد اور تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں جو جگہ متعین کی ہے وہاں وقت مقررہ پہ پہنچوں گا اور کوشش کروں گا کہ میرا لشکر جے چند سے بھی بڑا ہو لیکن ایک بات راجہ پر واضح کر دینا کہ جب مسلمانوں کے ساتھ ٹکراؤ ہو تو کوئی بھی قدم مجھ سے مشورہ کئے بغیر نہیں اٹھائے گا ...... مسلمانوں کو ان سرزمینوں سے نکالنے کے لئے میں جے چند کے تحت بھی کام کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن صرف یہ چاہوں گا کہ جب بھی مسلمانوں کے خلاف کوئی کارروائی کرنا چاہے تو صرف مجھ سے نہیں بلکہ میرے اور اپنے لشکر میں جو سالار ہوں گے ان سے بھی مشورہ کرنا چاہیے میرے خیال میں اگر ہم ایسا کریں تو مسلمانوں کے خلاف ہماری فتح یقینی ہوگی۔"

بھیم راج جب خاموش ہوا تو جے چند کا سالار بول اٹھا۔

"آپ بالکل کوئی فکر نہ کریں یہ جو آپ نے شرط رکھی ہے کہ جنگ کے دوران آپ سے مشورہ کیا جائے گا بلکہ میں کہتا ہوں کہ آپ نہ بھی کہتے تب بھی جنگ کے دوران آپ سے مشورہ کیا جانا چاہیے ...... صرف آپ سے نہیں بلکہ سارے سالار کو مل بیٹھ کر مسلمانوں کے خلاف اتفاق رائے سے کارروائی کرنی چاہیے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسا ہی ہوگا۔"

وہ سالار لمحہ بھر کے لئے رکا، کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"جہاں تک اجمیر کے راجہ کولہ کا تعلق ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس کا حق دار ہی نہیں ہے کہ ہندوستان کے کسی علاقے کا اسے حاکم مقرر کیا جائے ...... اس نے اپنے شہر، اپنے علاقے آزاد کرانے کی بجائے مسلمانوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں ...... اس طرح اپنے رویے سے اس نے مسلمانوں کے سامنے ثابت کر دیا ہے کہ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا ان کے پاس ان کے غلام بن کر رہنے کے لئے تیار ہیں۔

آپ کسی قسم کی قطعی طور پر کوئی فکر و پریشانی کا شکار نہ ہوں ...... میں آپ اپنے راجہ جے چند کی طرف سے یقین دلاتا ہوں کہ ہر طرح سے ہر طور پر آپ سے تعاون کیا جائے گا اور یک جہتی کا مظاہرہ کیا جائے گا ...... میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب ہم دونوں قوتیں مل کر مسلمانوں کو شکست دیں گے تو جو علاقے ان سے واپس لئے جائیں گے، ان کا فیصلہ آپ کی مرضی کے بغیر نہیں کیا جائے گا بلکہ

وں سے متعلق جو فیصلہ آپ کریں گے، وہی ہمارے لئے آخری ہوگا ...... آپ یہ بھی اپنے ذہن میں بٹھا لیں کہ یہ باتیں میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا جے چند نے یہ ساری باتیں سمجھا کر ہمیں بھیجا ہے اس بنا پر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم آپس میں تعاون کرتے ہوئے جس قدر راستہ طے کریں گے اس مسافت میں ہم کسی بھی موقع پر آپ سے مخالفت یا تکرار اور رد و کد کا اظہار نہیں کریں گے۔"

جے چند کے سالار کی اس گفتگو سے بھیم راج خوش ہو گیا تھا کچھ دیر مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر چند روز میرے ہاں مہمان کی حیثیت سے قیام کرو ...... ہماری تھکاوٹ بھی جاتی رہے گی اس کے بعد واپس جاؤ ...... جے چند سے مشورہ کرنے کے بعد میری طرف قاصد بھجوا کر یہ بتا دینا کہ مجھے کب اور کس روز دریا گنگا اور جمنا کے بیچ گوالیار کی سیدھ میں اپنے لشکر کے ساتھ پہنچنا ہے اور اس کے بعد دیکھیں، ان مسلمانوں کا ہم کیا حشر نشر کرتے ہیں۔"

جے چند کے سارے سفارت کاروں نے بھیم راج کی اس گفتگو سے اتفاق کیا اور انہوں نے چند روز کے لئے بھیم راج کے ہاں ہی قیام کر لیا تھا۔

○❖○

قنوج کا راجہ جے چند اور بھیم راج دونوں مل کر یہی اندازہ لگا رہے تھے کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے وہ ایک بہترین اور مناسب موقع تھا اس لئے کہ مسلمانوں کا لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ ایک حصے کو سلطان لے کر واپس غزنی جا چکا تھا جبکہ دوسرا حصہ قطب الدین ایبک کے پاس دہلی میں مقیم تھا۔

لیکن مسلمان بھی ان حالات سے غافل نہیں تھے۔ سلطان کے واپس غزنی جانے کے بعد قطب الدین ایبک اور ایبہ بے کار نہیں بیٹھے۔ انہوں نے بڑی تیزی سے نئے لشکری بھرتی کرتے ہوئے ان کی تربیت اور تنظیم کا کام شروع کر دیا تھا۔ اس طرح انہوں نے اپنے لشکر کی تعداد خوب بڑھا لی تھی۔ دشمن سے نمٹنے کے لئے قطب الدین ایبک اور ایبہ کی طرف سے یہ پہلا قدم تھا۔ دوسرا قدم جو اپنے تحفظ کے لئے انہوں نے اٹھا رکھا تھا وہ یہ کہ انہوں نے قنوج کے مشرق اور جنوب کے ان علاقوں کی طرف جہاں ان کا قبضہ نہیں تھا اپنے بڑے پراسرار اور انتہائی کارگر قسم کے مخبر پھیلا رکھے تھے اور وہ مخبر قنوج کے راجہ جے چند اور بھیم راج کی نقل و حرکت سے پوری طرح خود بھی باخبر رہتے ہوئے یہ ساری خبریں دہلی پہنچا رہے تھے۔ اس طرح جے چند اور بھیم راج کے ارادوں سے قطب الدین ایبک دہلی میں بیٹھ کر آگاہ ہو رہا تھا اور جو آگاہی اسے حاصل ہوتی تھی وہ ساری تیز رفتار قاصد کے ذریعہ غزنی میں سلطان شہاب الدین تک پہنچا دی جاتی تھیں۔

اس طرح جہاں جے چند اور بھیم راج اس غلط فہمی میں پڑے ہوئے تھے کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر وہ کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اس لئے کہ ان کا لشکر تھوڑا ہے۔ مسلمان بھی اپنی اس کمی کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ متوقع حملوں کا جواب دینے کے لے بالکل مستعد اور تیار تھے۔

سلطان شہاب الدین نے جب یہ اندازہ لگایا کہ قنوج اور …… کا راجہ جے چند

اپنے علاقوں سے نکل کر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا اپنے لشکر کے ساتھ غزنی سے نکلا۔ کوہستانی سلسلوں کے اندر سے آندھی اور ن کی طرح گزرتا ہوا وہ میدانوں میں داخل ہوا۔ تیز بگولوں کی طرح اس نے اب کے دریاؤں کو عبور کیا اور نہ رکنے والے اندھیاؤ کی طرح وہ دہلی کی طرف ھا۔

سلطان شہاب الدین نے غزنی سے روانہ ہونے سے قبل اپنے تیز رفتار قاصد ب الدین ایبک کی طرف بھجوا دیئے تھے اور اپنی آمد سے آگاہ بھی کر دیا تھا۔ لہٰذا ب الدین ایبک نے اپنے چند دستوں کے ساتھ دہلی کے کافی مشرق میں سلطان اب الدین کا بہترین انداز میں استقبال کیا۔

سلطان شہاب الدین جب اپنے لشکر کے ساتھ دہلی سے مشرق کی طرف بڑھ رہا ا تو اس نے اپنے سامنے قطب الدین ایبک اور ایبہ کو آتے دیکھا تب اس نے اپنے وڑے کی رفتار کم کر دی۔ قطب الدین اور ایبہ اور ان کے لشکریوں کے قریب آ کر طان نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اسے روک لیا اور پیچھے پیچھے اس کا پورا ر رک گیا تھا۔ پھر سلطان نے کسی قدر فکرمندی اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے ب الدین ایبک اور ایبہ کی طرف باری باری دیکھا اور پھر پوچھ لیا۔

”میرے بچو! خیریت تو ہے ...... تمہارا اس طرح ان دستوں کے ساتھ دِلّی سے ل کر میری طرف آنا میں سمجھتا ہوں کسی علت کے بغیر نہیں ہے۔“

سلطان کے اس استفسار پر ایبہ اور قطب الدین ایبک دونوں مسکرا دیئے تھے پھر ب الدین ایبک، سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سلطان محترم! ایسی کوئی بات نہیں ہے ...... آپ کی آمد کی اطلاع ہمیں آپ ے قاصد پہلے ہی دے چکے تھے ...... میں اور ایبہ تو اپنے ان دستوں کے ساتھ صرف پ کا استقبال کرنے کے لئے آئے ہیں۔“

اس پر سلطان گھوڑے سے اترا، اسے اترتا دیکھ کر ایبہ اور قطب الدین بھی اتر ئے تھے۔ سلطان باری باری ان دونوں کو گلے لگا کر ملا اس کے بعد باقی سالاروں ے بھی اسی انداز میں وہ ملا تھا۔ پھر سلطان گھوڑے پر سوار ہوا اور ان دونوں کو مخاطب ر کے کہنے لگا۔

”اب تم دونوں میرے ساتھ ساتھ آؤ ...... جو کچھ میں پوچھتا ہوں، اس کا

"جواب دیتے جاؤ۔"

جو دستے قطب الدین ایبک اور ایبہ لے کر آئے تھے وہ سلطان کے لشکر میں شامل ہوئے تھے۔ اب لشکر کے آگے آگے سلطان اور اس کے دائیں جانب قطب الدین ایبک اور بائیں جانب ایبہ تھا پھر کچھ سوچتے ہوئے سلطان نے پوچھا۔

"بیٹے! تم دونوں مجھے یہ بتاؤ کہ اب تک جے چند یا بھیم راج کی طرف سے ترائن کی جنگ کے بعد کسی ردعمل کا اظہار ہوا ہے؟"

قطب الدین ایبک نے غور سے سلطان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"سلطان محترم! ابھی تک تو ان کی طرف سے کوئی کارروائی کرنے کی ابتدا نہیں ہوئی۔"

"یہ بھیم راج ہے کون اور اس کا اجمیر سے کیا رشتہ ہے......؟"

سلطان نے دوسرا سوال کیا اس بار قطب الدین ایبک کی بجائے ایبہ بول اٹھا۔

"سلطان محترم! یہ مرنے والے راجہ پرتھوی راج کے قریبی عزیزوں میں سے ہے اور موجودہ راجہ کولہ کا اسے چچا کہا جاتا ہے...... اس نے ایک خاصہ بڑا لشکر جمع کر رکھا ہے اور اب وہ قنوج کے راجہ جے چند سے تعاون کر کے ہمارے خلاف حرکت میں آنا چاہتا ہے۔"

سلطان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"اگر میں غلطی پر نہیں تو پھر یہ بھیم راج یقیناً کولہ کو اجمیر کی حکومت سے محروم کر کے وہاں کا حاکم بننا چاہتا ہوگا اور پرتھوی راج کے بعد اپنے آپ کو اس کا حق دار خیال کرتا ہوگا۔"

"آپ کا اندازہ درست ہے۔" قطب الدین ایبک نے غور سے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

سلطان نے کچھ سوچا پھر دوبارہ اس نے پوچھا۔

"اس بھیم راج نے کیا جے چند کی سرزمینوں میں قیام کر رکھا ہے......؟"

"نہیں سلطان محترم! اس نے انتہائی جنوب میں جہاں دریائے گنگا مشرق کی طرف ایک لمبا بل کھاتے ہوئے جمنا سے جا ملنے کے لئے بڑھتا ہے وہاں اس نے اپنی طاقت وقوت میں خوب اضافہ کر رکھا ہے اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ دریائے نربدا تک جس قدر لوگ ہیں وہ سب بھیم راج کی مدد پر آمادہ ہیں...... بھیم راج کو

ریات کی ہر شے مہیا کر رہے ہیں تاکہ وہ اپنی جنگی تیاریوں کو عروج پر لے آئے سلمانوں کے خلاف فتح حاصل کرے۔"

اس موقع پر سلطان شہاب الدین کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، نے لگا۔

"اگر وہ ہمارے خلاف فتح حاصل کرنا چاہتا ہے تو کر لے...... ہم کون سامنے تے ہیں پر اس میں ہمت و جواں مردی درکار ہے...... میں پہنچ گیا ہوں اب نے ہیں کس کی ہمت جواب دیتی ہے اور کس کی ہمت ثمر آور ہوتی ہے؟"

سلطان شہاب الدین تھوڑی دیر رکا، کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"قطب الدین اور ایبہ میرے دونوں بچو! میں اپنے لشکر کے ساتھ دہلی میں قیام کے جے چند اور بھیم راج کے حملہ آور ہونے کا انتظار نہیں کروں گا...... میں دہلی نواح میں اپنے لشکر کو صرف دو دن ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کروں گا ساتھ ہی کوچ کی تیاریوں کو بھی آخری شکل دے دی جائے گی اس کے بعد میں ج کا رخ کرنا پسند کروں گا...... میں نہیں چاہتا کہ قنوج کا راجہ جے چند خود اپنے وں سے نکل کر حملہ آور ہو اور جب ہم خود دریائے جمنا کو پار کر کے اس کے علاقوں طرف بڑھیں گے تو اس کے پاؤں تلے سے مٹی نکل جائے گی۔

اگر وہ پہلے حملہ آور ہونے کی ابتدا کرتا ہے تو اس کے اور اس کے لشکریوں کے لے بلند ہوں گے کہ مسلمانوں نے ان پر حملہ آور ہونے کی پہل نہیں کی اور ایسی ان جرات نہیں کر سکتے شاید وہ ان سے ڈرتے ہیں، خوف زدہ ہیں۔

اگر ہم دشمن پر حملہ آور ہونے میں پہل کر جاتے ہیں تو یاد رکھنا ہمارے لشکریوں حوصلے اور ولولے تازہ دم ہوں گے اور دشمن پر ایک طرح سے ہمارا رعب طاری کہ مسلمان اتنی طاقت وقوت رکھتے ہیں کہ وہ ان پر حملہ آور ہونے میں پہل کر ہیں وہ یہ بھی سوچیں گے کہ جس طرح اس سے پہلے ترائن کے میدانوں میں ہم ہمارے راجوں کی طاقت اور قوت کو لتاڑ کر رکھ دیا تھا اب جے چند اور بھیم راج قوت بھی پاش پاش کر دیں گے۔"

سلطان شہاب الدین جب خاموش ہوا تب قطب الدین ایبک کہنے لگا۔

"سلطان محترم! خدا جھوٹ نہ بلوائے جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں ایسا ہی مشورہ ے پہلے میں اور ایبہ کر چکے ہیں آپ کی طرف آنے سے پہلے میں اور ایبہ نے

مشورہ کیا تھا کہ ہم آپ سے گزارش کریں گے کہ دو چار روز تک لشکر لے کر دریائے جمنا کو پار کر کے قنوج کے راجہ کا رخ کرنا چاہیے اور اسے بتانا چاہیے کہ اگر وہ ہمارے خلاف جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے اپنی تیاریوں کو بروئے کار لایا ہوا ہے تو اس کے مقابلے میں ہم بھی سو نہیں رہے، جاگ رہے ہیں، بیدار ہیں اور اس کی ساری قوتوں، اس کی ساری نقل و حرکت کا جائزہ لے رہے ہیں اور اس پر ضرب لگانے کی ہمت و جرات بھی رکھتے ہیں۔"

قطب الدین ایبک جب خاموش ہوا تب سلطان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں تم دونوں کی تجویز اور تمہارے مشورے کو قبول کرتا ہوں ...... پہلے یہ بتاؤ کہ میرے جانے کے بعد تم نے اپنے لشکر میں کچھ اضافہ بھی کیا ہے اپنی جنگی تیاریوں کو کہاں تک آگے بڑھایا ہے ...... اپنے اسلحہ کے ذخیروں کو کہاں تک لے کر آئے ہو؟"

جواب میں چھاتی تانتے ہوئے قطب الدین ایبک کہنے لگا۔

"سلطان محترم! آپ کے جانے کے بعد میں اور ایبہ بے کار نہیں بیٹھے ...... جو لشکر آپ ہمیں دے کر گئے تھے اب ہم نے اس لشکر کو دگنا کر لیا ہے اور ہمارے پاس جو سارے تربیت یافتہ لشکری ہیں ہم نے انہیں بہترین جنگی تربیت بھی دی ہے خصوصیت کے ساتھ ایبہ نے جو تیر اندازوں کو تربیت دی ہے سلطان محترم، اس کا اندازہ آپ آنے والی جنگ میں خود ہی کر لیں گے ...... اگر ہمارے تیر اندازوں نے قنوج کے راجہ کے ہاتھیوں کو اپنے سامنے بے بس نہ کر دیا تو آپ سمجھئے گا کہ ہم نے اپنے لشکریوں کی تربیت کے لئے کچھ نہیں کیا ...... اس کے علاوہ اسلحہ کے جو ذخیرے آپ ہمارے لئے چھوڑ کر گئے تھے، انہیں ہم نے دس گنا کیا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد قطب الدین رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"سلطان محترم! آپ کے بعد میرے اور ایبہ کے درمیان ایک معاملے میں اختلاف رائے ہوا تھا لیکن اس کو بھی ہم نے کمال تعاون اور پیار سے حل کیا ...... دراصل اس اختلافی معاملے میں بھی میں نے ایبہ کی تجویز سے اتفاق کیا اور اپنے ارادے کو میں نے ملتوی کر دیا۔"

سلطان کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر کہنے لگا۔

"ذرا اس اختلافی مسئلے سے مجھے بھی تفصیل کے ساتھ آگاہ کرو تا کہ میں بھی ں کہ میرے بعد تم دونوں کیا کرتے رہے ہو ......؟"

جواب میں قطب الدین ایبک بھی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! میں نے ایبہ کو مشورہ دیا تھا کہ مقامی راجوں کے ہاتھیوں کا بلہ کرنے کے لئے ہمیں بھی اپنے لشکر میں ہاتھی شامل کر کے انہیں جنگی تربیت کر تیار رکھنا چاہیے۔

لیکن ایبہ نے اس سے اتفاق نہیں کیا اس کا کہنا تھا کہ ہم نے ہاتھی پال کر کیا ا ہے ...... ہم نے ہاتھیوں کا توڑ تیار کر لیا ہے ...... ایسے تیر انداز تیار کر لئے ہیں تھیوں کو شروع ہی میں بے کار کر کے رکھ دیں گے ...... اس لئے ہمیں ہاتھی رکھنے ں جنگی تربیت دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔"

اس موقع پر سلطان نے توصیفی انداز میں ایبہ کی طرف دیکھا پھر مسکراتے ہوئے الدین ایبک کو مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"ایبک! میرے بیٹے، ایبہ کا کہنا درست ہے ...... جہاں تک ایبہ کی تیر اندازی شانے کا تعلق ہے، میں بھی جانتا ہوں، تم بھی بلکہ سب لوگ جانتے ہیں کہ اس بے خطا نشانہ کسی کا نہیں ہے ...... اگر اس نے لشکر کے ایک مخصوص حصے کو تیر ی میں اپنی طرح ماہر کر دیا ہے تو یاد رکھنا، میں تمہیں بتا دوں ہمارے تیر انداز اگلی کے ہاتھیوں کو جب بے کار کریں گے تو پچھلے ہاتھی خود بخود ہی واپس پلٹنے پر ہو جائیں گے اور پچھلی صفوں کے ہاتھی اگر بے کار نہ بھی ہوں تو اچھا ہے اس لہ دشمن کو شکست دینے کے بعد وہ ہاتھی ہمارے ہی کام آئیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکا اس کے بعد اپنے سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے وہ کہہ رہا تھا۔

"کیا تم دونوں کو جے چند اور بھیم راج کے ہاتھیوں سے متعلق بھی کوئی اطلاع ہے؟"

جواب میں اس بار قطب الدین ایبک کی بجائے ایبہ سلطان کی طرف دیکھتے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! جہاں تک دشمن کے ہاتھیوں کا تعلق ہے، ہمارے مخبر اس سے ہمیں برابر اطلاع دیتے رہے ہیں جے چند کے پاس اس وقت لگ بھگ تین

ہزار ہاتھی ہیں جنہیں لے کر وہ مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آئے گا اور بھیم راج جس نے دور جنوب مشرق میں دریائے جمنا کے آس پاس اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا ہوا ہے، اس کے پاس بھی ایک ہزار جنگی ہاتھی موجود ہیں اس طرح ہمارے مقابلے پر چار ہزار ہاتھیوں کے آنے کی توقع کی جا سکتی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایبہ رکا پھر دوبارہ وہ سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! جہاں تک دشمن کے ہاتھیوں کا تعلق ہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں بلکہ ضمانت دیتا ہوں کہ آپ دشمن کے ہاتھیوں کی طرف سے بالکل بے فکر ہو جائیں ...... اپنے لشکر میں سے جو تیر انداز تربیت دے کر میں نے تیار کیے ہیں خدا کو منظور ہوا تو وہ دشمن کے اگلے ہاتھیوں کو تو چھید کر رکھ دیں گے اور جب اگلی صفوں کے ہاتھی چھد کر پلٹیں گے تو یاد رکھئے گا وہ اپنے پیچھے دوسرے ہاتھیوں کو بھی انگیخت کرتے ہوئے پلٹنے پر مجبور کر دیں گے ...... بہرحال قنوج کے راجہ جے چند اور بھیم راج کے ساتھ ہمارا یہ آئندہ معرکہ انشاء اللہ ہمارے ہی حق میں فیصلہ کرے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایبہ خاموش ہو گیا تھا۔ دہلی شہر قریب آ گیا تھا لہٰذا دونوں چپ چاپ سلطان کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ اس طرح سلطان شہاب الدین دہلی شہر میں داخل ہوا تھا۔

سلطان نے صرف دو روز دہلی میں قیام کیا اس کے بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ نکلا اور جے چند کے علاقوں کی طرف اس نے پیش قدمی شروع کی تھی۔

○❖○

جے چند خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"بھیم راج! تم ٹھیک کہتے ہو ...... میں چاہتا ہوں کہ اب تم خود سورما کو نکالو ہ وہ مسلمانوں کو انفرادی مقابلے کے لئے للکارے۔"

اس پر ایک گھوڑ سوار کو جو اگلی صف میں تھا ہاتھ کے اشارے سے بھیم راج نے ا جب وہ اس کے قریب آیا تب بھیم راج جے چند کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یہ آکاش مل ہے۔"

بھیم راج نے دیکھا وہ قد آور بھرے ہوئے جسم کا کڑیل جوان لگتا تھا۔ سر پر ا ہوا خود تھا جسم پر زرہ ہونے کے علاوہ بازوؤں پر جوشن اور کندھوں پر مضبوط ں خول چڑھے ہوئے تھے۔ اسے دیکھ کر جے چند خوش ہوا پھر اس وقت جو جے ر اور بھیم راج کے درمیان گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل اس نے آکاش مل سے کہہ تھی۔

آکاش مل کے چہرے پر اطمینان بخش مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

"آپ لوگوں نے میرے من کی بات کہہ دی ہے ...... میں خود ہی آپ لوگوں التماس کرنے والا تھا کہ مجھے کسی مسلمانوں سے انفرادی مقابلہ کرنے کی اجازت تاکہ میں ان پر ثابت کروں کہ ہم تیغ زنی میں ان سے بہت آگے ہیں ...... اب میدان میں اترتا ہوں اور مسلمانوں کو انفرادی مقابلے کے لئے للکارتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی جب جے چند اور بھیم راج نے اسے ایسا کرنے کی اجازت تب اپنے توانا اور سیاہ رنگ کے گھوڑے کو اس نے انگیخت کر دینے والی مہمیز لگائی۔ ڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا لشکروں کے درمیان وہ آیا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے تلوار بے نیام کی اور سلطان کے لشکر کی طرف منہ کر کے انفرادی مقابلے کے لئے مقابل مانگا۔

اس موقع پر سلطان شہاب الدین کے لشکر سے کئی تیغ زن اپنے گھوڑوں کو اتے ہوئے نکلے اور انفرادی مقابلے کے لئے سلطان سے اجازت طلب کرنے عین اسی لمحہ ایبہ بھی اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا آیا چونکہ وہ سلطان شہاب الدین لشکر کا ایک انتہائی پسندیدہ اور اعلیٰ پائے کا سالار تھا لہٰذا اسے دیکھتے ہوئے جو ی انفرادی مقابلے کے لئے باہر آئے تھے وہ ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے موقع پر سلطان نے غور سے ایبہ کی طرف دیکھا پھر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ایبہ! کیا خیال ہے تمہارا ......؟"
ایبہ مسکرایا اور کہنے لگا۔
"سلطان محترم! خیال بہت اچھا ہے میں خود دشمن کے اس تیغ زن کے
مقابلے کے لئے نکلوں گا۔"
سلطان نے مسکراتے ہوئے جب اثبات میں گردن ہلائی تب ایبہ ان لشکر
کی طرف متوجہ ہوا جو انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے باہر نکلے تھے۔
"میرے عزیز ساتھیو! میں ایبہ تمہاری دلیری، تمہاری جرات مندی اور تم
شجاعت کو صد بار سلام پیش کرتا ہوں کہ تم لوگ اپنے لشکر سے نکل کر آگے آئے
سلطان سے انفرادی مقابلے میں حصہ لینے کے لئے اجازت مانگی ...... میرے ب
اگر تم لوگوں کو کوئی اعتراض نہ ہو تو میں خود اس کے مقابلے پر جاؤں میں سلطان ا
سب لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اسے زیر کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"
اس موقع پر سلطان اور قطب الدین ایبک مسکرا رہے تھے۔ مقابلے پر
والے ان سارے لشکریوں نے بخوشی ایبہ کو میدان میں اترنے کے لئے اجازت
دی تھی۔ ایسا ہوتا تھا کہ ایبہ نے اپنے پاؤں کے ساتھ بندھی ہوئی مہمیز اپنے گھوڑ
لگائی اور گھوڑا ہنہناتا اور نتھنے پھڑپھڑاتا ہوا اپنے سموں سے زمین کو روندتا ہوا م
کے وسطی حصے کی طرف بڑھا تھا۔
آکاش مل کے قریب جا کر ایبہ اپنے گھوڑے کو اس کے اردگرد دوڑانے لگا
جب وہ تین چکر لگا چکا تب آکاش مل نے طنزیہ انداز میں اسے مخاطب کیا۔
"میرے مقابلے پر آنے والے ...... مقابلے سے بچنے کے لئے اسی
میرے اردگرد اپنے گھوڑے سے چکر لگواتے رہو گے کہ گھوڑے کو روک کر مقا
بھی آؤ گے......؟"
ان الفاظ کے جواب میں ایبہ نے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے جب ا
تو گھوڑا احتجاجی انداز میں ہنہنایا، اپنی دونوں پچھلی ٹانگوں پر وہ فضا میں الف ہ
تھا۔ اس موقع پر بھاری آواز میں ایبہ نے آکاش مل کو مخاطب کیا۔
"نوجوان! مقابلے پر ہی تو آیا ہوں۔"
"اگر یہ بات ہے تو پھر ذرا اپنا نام کہو۔" آکاش مل نے بڑے غور سے ا
طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"مجھے ایبہ کہتے ہیں۔"
آکاش مل نے ایک مضحکہ خیز قسم کا قہقہہ لگایا کہنے لگا۔
"کیسا مہمل اور مخنی قسم کا نام ہے۔"
جواب میں ایبہ نے بھی ایک قہقہہ لگایا کہنے لگا۔
"خوب پہچانا تم نے ...... میں اکثر مقابلے کے دوران اپنے مدمقابل کو مہمل و
اور مجہول ہی بنا کر رکھ دیتا ہوں ...... یہی حالت تمہاری بھی ہوگی ...... اب تم بھی
اپنا نام کہو۔"
آکاش مل کی چھاتی تن گئی کہنے لگا۔
"نام میرا آکاش مل ہے ...... اس موقع پر میں تم سے یہ بھی کہوں کہ تم کیسے
، اور لاچار قسم کے مسلمانوں کے لشکری ہو کہ تمہیں اپنے بازوؤں پر جوشن
ے اور کندھوں پر خول چڑھانے کو نہ ملے ...... تم کیسے میرے جان لیوا حملوں کا
کرو گے؟"
جواب میں ایبہ نے دل ہلا دینے والا ایک خوفناک قہقہہ لگایا کہنے لگا۔
"آکاش مل! خواب و خیال کی دنیا سے باہر نکل کر میرے ساتھ گفتگو کرو ......
تم نے کرنا ہے میں نے نہیں ...... تم نے وفاع نہ کرنا ہوتا تو اپنے بازوؤں پر
اور کندھوں پر آہنی خول چڑھا کر نہ آتے ...... دفاع کرنے کی خاطر ہی تو تم نے
اور گری ہوئی حرکت کی ہے ...... مجھے دیکھو، بازوؤں پر نہ جوشن ہیں نہ کندھوں
خول ...... ایک تلوار ہے جو اس وقت میرے دائیں ہاتھ کی گرفت میں ہے ......
میں اپنی اس تلوار کو تمہارے سامنے تمہاری آنکھوں کے روبرو لہراؤں گا تو یاد رکھنا
جھپک کے اندر تمہیں اپنی موت رقص کرتی ہوئی دکھائی دے گی ...... آکاش مل!
مقابلہ شروع ہونے دو پھر وقت بتائے گا کہ نتیجہ کیا نکلتا ہے ...... میں جانتا ہوں
راجاؤں نے تمہیں اپنے لشکر کا سب سے اچھا تیغ زن ...... سب سے نایاب
اور سب سے طاقتور لشکری سمجھ کر اس لئے نکالا ہوگا کہ تم مسلمانوں کے مدمقابل
کرو اور اس طرح تمہارے لشکریوں کے حوصلے بلند ہوں لیکن آکاش مل ...... میں
ایسا نہیں کرنے دوں گا ...... میں تو تمہیں دونوں لشکریوں کے درمیان اس
کی طرح ہانکوں گا جس کا کوئی مالک اور والی وارث نہ ہو ...... تمہیں ایک غلیظ
اوک سمجھ کر تمہیں میدان جنگ سے بھاگ جانے پر مجبور کر دوں گا۔"

آکاش مل نے ایک بھرپور اور زہریلا قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

"یہ بھی خوب رہی جو الفاظ مجھے تمہارے خلاف استعمال کرنا چاہئیں تھے
استعمال کر کے اپنی بزدلی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرنے لگے ہو ...... یاد رکھنا،
میں قلعہ شکن گرز کی طرح تم پر نزول کر کے تمہیں پابند شکست کروں گا، تنگ و تار
طوفان اور آندھیوں کے واویلوں اور سمندر کے ہولناک سروش کی طرح تم سے ٹکرا
گا تو یاد رکھنا تم یہاں سے نہ صرف واپسی کے راستے بھول جاؤ گے بلکہ اپنی تیغ زنی
ہنر اپنی تیر اندازی کی صناعی تک بھول جاؤ گے۔

میرے مقابلے پر آنے والے جب میں زندگی کی تلخ اذیتوں، شدید نفرت
گرم رو بگولوں اور نظر فریب سرابوں کی طرح تم پر حملہ آور ہوں گا تو یاد رکھنا تم
حالت کو میرے سامنے گورستان کے متلاشی بے اولادوں، پسلیوں کے ٹوٹتے پنجر
موت کے اضطراب خیز لمحوں سے بھی بدتر خیال کر رہے ہو گے۔"

جواب میں ایبہ نے اپنے بائیں ہاتھ میں ڈھال اور دائیں ہاتھ میں تلوار
پھر چھاتی تانتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں نے اس سے پہلے تیرے جیسے مجنوں شیطانوں کی ہوس ناکی دیکھ
تیرے جیسے ازلی ابلیسوں کی حرص و ہوس کے پھندے بہت دیکھ رکھے ہیں۔ آ
مل! مقابلے کے دوران تو دیکھے گا، میں زندگی کے اسرار سے کہیں ماوراء موت
طوفان بن کر تیرے سامنے آؤں گا ...... ہم لوگ ملک و ملت کی ظلمت کے پاسبان
انقلاب سے بالاتر رہنے والی بیداری کے پیغام کی طرح موت کے تعاقب
بھاگتے ہیں ایسے میں ہم سمندر کی گہرائی، فلک کی بلندی تک کو بھی اپنے سا
خیال کرتے ہیں۔

لیکن تو انگور کی شیریں اور ساون کے گیتوں سے کہیں زیادہ پرکشش خیال
ہے لیکن جب تیرا میرا ٹکراؤ ہو گا تو یاد رکھنا تو اپنے آپ کو اپنی رسوائیوں کی گلیوں
دھکے کھانے والی خواہشوں، راہب خانوں میں بند راہبوں کی بے بسی اور رد
سے محروم روحوں سے بھی زیادہ لاچار اور عاجز خیال کرے گا......"

یہاں تک کہتے کہتے ایبہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ آکاش مل پرجوش اند
اور غراتی ہوئی آواز میں بول اٹھا۔

"منحنی اور مہمل نام رکھنے والے ...... یہ تو ٹکراؤ کے درمیان ہی پتہ چلے

ں کی گردن کاٹتا ہے ...... پر یہ بات اپنے دل پر لکھ رکھنا کہ میں معمولی تیغ زن
ں ہوں دشت و دمن کی ظلمت بن کر جب تجھ پر نزول کروں گا تو تیرے لئے ینوں
لش، جبینوں کی شکن ثابت ہوں گا ...... غم کی طغیانیوں اور قضا کی تگ و تاز کی
ح جب تم پر حملہ آور ہوں گا تو پھر تو اپنے خد و خال کی آسودگی کو رسوائیوں کی
ں اور اضطراب میں تبدیل ہوتا محسوس کرے گا۔"

آکاش مل کے ان الفاظ سے ایبہ زیادہ تاؤ کھا گیا تھا۔ انتہائی برہمی کے انداز
کہنے لگا۔

"وقت ضائع کیوں کرتے ہو ...... آؤ پھر ٹکرائیں، میں نہ تیغ زنی میں خام کار
نہ تیر اندازی میں مبتدی ...... میں نے اپنی زندگی میں جنگوں کے دوران تیرے
گناہ کے پھل، ننگ و عار کی پیداوار اور اندرائین کی طرح کرواہٹ رکھنے والے
دیکھ رکھے ہیں ...... میں جب تیرے فاسد تمدن کے سیلاب اور تیرے حیوانی
مد میں برق کا طوفان بن کر داخل ہوں گا تو، تو واپسی کا راستہ بہت دور کی بات
ذات سے اپنے تعلق اور رشتے تک کو بھول جائے گا۔"

ایبہ کی اس گفتگو سے آکاش مل اور زیادہ غضبناک ہو گیا تھا اب وہ کچھ نہ بولا۔
تلوار لہرائی پھر وہ لامتناہی بغض و غضب، غیر مختتم عداوت و شر انگیزی پاؤں کو لڑکھڑا
نے والے قہر کے سندیسوں اور درد کا درماں اٹھائی برق کی قاشوں کی طرح ایبہ پر
آور ہو گیا تھا۔

ایبہ نے کمال جرات خیزی اور ہنرمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے حملوں
پہلے روکنا شروع کیا اس کے بعد اس نے کچھ اس انداز میں لگاتار تکبیریں بلند
جیسے گرم لفظوں کی نوبت بج اٹھی ہو ...... جیسے رات کا گھونگٹ اٹھا کر ستاروں کی
رقص کناں ہوئی ہوں ...... جیسے کالی رات کے مردہ سمندر میں آتش فشاں
اٹھے ہوں یا بھکے نیلے گونگے لبوں پر کھولتی صداؤں کا ایک طوفان کھڑا کر دیا
ہو۔

تھوڑی دیر تک ایبہ اسی انداز میں تکبیریں بلند کرتا رہا پھر وہ دفاع سے نکل کر
پر اترا اور آکاش مل پر وہ رگ و جان کا رقص کرتی وقت کی ہولناک حدت،
جنون میں جنون کو شکن شکن تکبیر کے پندار کو ریزہ ریزہ کر دینے والی وقت کی
ناکیوں اور فطرت کے ہولناک اتصال کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

حملہ آور ہوتے وقت ایبہ کی گرسنہ نگاہوں میں زہریلی قہرمانیت اور اس کے چہرے پر روند دینے والے تیور دیکھے جا سکتے تھے وہ اب رکے بغیر دکھ کی بے کنار لکیر ......طوفان کی بے روک یلغار اور الم کے کوہساروں کی طرح آکاش مل پر ضربیں لگا رہا تھا۔

کچھ دیر تک دونوں ایک دوسرے پر ہولناک وار کرتے رہے ...... ایک دوسرے کو اپنے سامنے زیر کرنے کی کوشش بھی کرتے جا رہے تھے۔

ایک موقع پر جب دونوں کی تلواریں آپس میں ٹکرائیں تو ایبہ نے اپنی تلوار پر زور لگاتے ہوئے آکاش مل کو اس زور کا جھٹکا دیا کہ آکاش مل اپنے گھوڑے سے نیچے گر گیا تھا...... اس موقع پر ایبہ نے بھی ایک جست لگائی، گھوڑے سے نیچے اترا اور پھر اس نے آکاش مل پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا۔

کچھ دیر تک اپنے تیز حملوں سے ایبہ، آکاش مل کو اپنے آگے آگے دھکیلتا رہا آکاش مل الٹے پاؤں اپنا دفاع کرتے ہوئے پیچھے ہٹتا رہا۔

کچھ دیر تک ایسی صورت حال طاری رہی حتیٰ کہ آکاش مل میں تھکاوٹ ا اکتاہٹ کے آثار نمودار ہونے لگے تھے ...... اس کے ساتھ ہی ایبہ نے اپنے حملو میں اور تیزی پیدا کر دی تھی ...... آکاش مل اب جارحیت بالکل ترک کر چکا تھا، دفا پر اترا ہوا تھا اور اس کے دفاع میں بھی کافی سستی آ چکی تھی ...... ایبہ بڑھ چڑھ کر حم آور ہو رہا تھا اس کے تیز حملوں کے سامنے اب آکاش مل کی حالت ٹوٹتی آوازو کرچی کرچی خوابوں، نفرتوں کے رنگ میں شام کی اداسیوں اور نفس کی خواہشوں پھنسی غم کی دیوداسیوں سے بھی زیادہ ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی ...... ایک موقع پر ا حملوں میں مزید تیزی پیدا کرتے ہوئے ایبہ نے آکاش مل کو الٹے پاؤں تیزی پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا ...... جس وقت ایک خوفناک وار کرتے ہوئے ایبہ نے اس پر ا تلوار گرائی تو آکاش مل نے اس بار ڈھال کی بجائے ایبہ کی تلوار کو اپنی تلوار پر روکا شاید یہی اس کی غلطی تھی اس لئے کہ جس وقت دونوں تلواریں آپس میں ٹکرائی تھ ایبہ نے آکاش مل کو ڈھال دے ماری تھی۔

آکاش مل بھی اپنا دفاع مکمل کرتے ہوئے ایبہ کی ڈھال کو اپنی ڈھال پر روک میں کامیاب ہوا لیکن ایبہ بڑی تیزی اور برق کے کوندے کی طرح حرکت میں آیا ایک دم اس نے اپنی ڈھال علیحدہ کی اور پورے زور سے آکاش مل کی گردن کے

ے پر دے ماری تھی۔

ڈھال لگنے سے آکاش مل لڑکھڑایا اور چکرا سا گیا تھا پھر یکے بعد دیگرے ایبہ نے دو مرتبہ اپنی ڈھال بلند کر کے گرائی اور دونوں مرتبہ خوب زور سے آکاش مل پر ضرب لگاتے ہوئے اس نے جو کندھوں پر آہنی خول چڑھا رکھے تھے وہ زمین پر گرا دیئے تھے۔

اپنے کندھوں سے خول گرنے پر آکاش مل مجوس اور پریشان سا ہو کر رہ گیا تھا ... ردعمل کا اظہار کرنا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ ایبہ نے پھر اپنی تلوار علیحدہ کرتے ہوئے جب اس پر تلوار گرانا چاہی تو آکاش مل نے پھر اپنی تلوار پر اس کی تلوار روکی تو ہی ایبہ کی ڈھال بھی حرکت میں آ گئی ...... ڈھال کی ضرب ایبہ نے اس کے سر لگائی اور اس کے سر سے خود اتار کر دور پھینک دیا۔

پھر ایبہ پیچھے ہٹا، ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا اور آکاش مل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے

"آکاش مل! جس وقت تو مقابلے کے لئے میدان میں اترا تھا اس وقت تو ... کے بیل اور سانڈ کی طرح رانبھتا تھا ...... کیا میں نے تیرا رانبھنا بند نہیں کر دیا؟

آکاش مل! تو یہ سمجھے ہوئے تھا کہ تو ہندوستان کا سب سے اعلیٰ اور ایک ناقابل ...ر تیغ زن ہے اب کہاں گئی تیری ناقابل تسخیری و تیری تیغ زنی ...... تو یہ سمجھتا تھا ...ے چند اور بھیم راج نے تجھے اپنے لشکریوں کا اعلیٰ اور سب سے تجربہ کار تیغ زن ...کر انفرادی مقابلے کے لئے اتارا ہے اور تمہاری کامیابی اس کے لشکریوں کے ...ں کو جوان کر دے گی لیکن آکاش مل میں تو ایسا نہیں ہونے دوں گا ...... میں تو تجھے میدان میں زیر اور مفتوح کر کے اپنے لشکریوں کے حوصلے جوان اور توانا کرنا ...ہوں پھر میں تجھے کیسے اجازت دوں گا ...... تجھے کیسے موقع فراہم کروں گا کہ تو ...ے لشکر کی اکائیوں کی حوصلہ شکنی کا باعث بن جائے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایبہ رکا پھر پہلے سے بھی زیادہ غضب ناک آواز میں آکاش مل کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"آکاش مل! تو میرے سامنے ایک قلعہ بند حصار کی طرح آیا تھا اور تیری ذات حصار میں داخل ہونے کے لئے میرے سامنے تین دروازے تھے ...... ایک تیرے ...ر ڈھکا ہوا آہنی خود اور دوسرے دو تیرے دونوں شانوں پر چڑھائے ہوئے آہنی

خول تھے اور میں نے تیری ذات کے تینوں بند دروازے کھول دیئے ہیں ابھی تو دروازوں میں سے کسی ایک کے ذریعہ تیری موت داخل ہو کر تیرا کام تمام کر دے تو یہ خیال کیے ہوئے تھا کہ تو قضاء کو اپنے اوپر مسلط نہیں ہونے دے گا لیکن میں قضا اور موت کا راستہ آسان کر دیا ہے صرف ایک راستہ کھولنے کی بجائے تیرے میں نے تین راستے کھول دیئے ہیں ...... آکاش مل! اب محتاط رہنا ...... اب اپنے تینوں دروں کی حفاظت خوب کرنا ...... میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ اب مقابلہ طول پکڑے گا ...... بہت جلد ختم ہو گا اور ان تینوں دروں میں سے ایک سے تمہاری مو کو تم پر وارد کروں گا۔"

آکاش مل، ایبہ کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ اس گفتگو کے دوران کچھ سنبھل بھی چکا تھا کسی حد تک تھکاوٹ بھی جاتی رہی تھی۔ لہٰذا پھر مقابلہ کرنے لئے تیار ہو گیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی دونوں آگے بڑھے اور ایک دوسرے پر پھر ٹوٹ پڑے دونوں ایک دوسرے پر ہولناک اور خطرناک وار کرنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر کے ٹکراؤ کے بعد آکاش مل پر پھر تھکاوٹ طاری ہونے لگی۔ وہ لڑکھڑانے لگا تھا اس دفاع میں کافی حد تک سستی آ گئی تھی۔ اسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایبہ نے ا اپنی تلوار کا ایک ہولناک وار کیا۔ آکاش مل سے غلطی ہوئی کہ اس زوردار طاقتور اس نے اپنی تلوار اور ڈھال دونوں پر روکا پھر پلک جھپکتے میں ایبہ نے اپنی تلوار کی اسے بلند کر کے گرایا اور اس کی چمکتی ہوئی بھاری تلوار آکاش مل کے شانے اور کاٹتے ہوئے چلی گئی تھی۔

آکاش مل نے ایک ہولناک چیخ بلند کی پھر وہ زمین پر گر کر دم توڑ گیا تھا۔ نے اپنی تلوار صاف کی ایک جست کے ساتھ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ جے اور بھیم راج کے لشکر کی طرف اس نے رخ کیا پھر ان دونوں کو مخاطب کرتے وہ کہہ رہا تھا۔

"جے چند اور بھیم راج! دونوں آگاہ ہوں کہ انہوں نے اپنے لشکر کے سے اچھے تیغ زن کو انفرادی مقابلے کے لئے نکالا تھا تاکہ تمہارا یہ تیغ زن انف مقابلہ جیتے اور تمہارے لشکریوں کے حوصلے بلند ہوں ...... تم دونوں نادان ہو اگر طرح اپنے لشکریوں کے حوصلے بلند کرنے تھے تو کسی اچھے اور منجھے ہوئے تجربہ کا

زن کو انفرادی مقابلے کے لئے نکالنا تھا ...... یہ آکاش مل تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے اب تم دونوں اگر اپنے لشکریوں کے حوصلہ بلند کرنا چاہتے ہو تو کسی اور کو انفرادی مقابلے کے لئے نکالو جو مجھ پر وارد ہو ...... مجھے زیر کرنے کی کوشش کرے پھر دیکھو وہ لشکریوں کا حوصلہ بلند کرتا ہے یا میں اس کا سر قلم کر کے اسے نرگ کی طرف بھیجتا ہوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایبہ کچھ دیر رک کر جے چند اور بھیم راج کے ردعمل کا انتظار کرتا رہا جب کوئی بھی دشمن کے لشکر سے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے نہیں نکلا ب اس نے اپنے گھوڑے کو موڑا اور اسے ایڑھ لگاتا ہوا واپس اپنے لشکر کی طرف چلا گیا تھا ...... آکاش مل کے گھوڑے کو بھی وہ اپنے ساتھ لیتا چلا گیا تھا۔

اپنے لشکر کے آگے کھڑے جے چند اور بھیم راج تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں ایبہ کی طرف دیکھتے رہے پھر جے چند نے دکھ بھرے انداز میں بھیم راج کو مخاطب کیا۔

"بھیم راج، میرے بھائی! تم تو کہتے تھے کہ بڑا لاجواب اور بے مثال قسم کا تیغ زن ہے اور انفرادی مقابلے میں مسلمانوں کے تیغ زن کو زیر کرے گا اور اس طرح ہمارے لشکریوں کا حوصلہ بلند ہو گا اور جو صورت حال سامنے آئی ہے تو کیا اس سے ہمارے لشکریوں کے حوصلے پست نہ ہوں گے اور پھر مسلمانوں کا وہ لشکری آکاش مل کا خاتمہ کرنے کے بعد ہمیں للکارتا رہا کہ کسی اور کو انفرادی مقابلے کے لئے نکالو اس موقع پر میں خاموش اس لئے رہا کہ میں چاہتا تھا کہ ہمارے لشکر سے کوئی اپنی مرضی، کوئی اپنی خواہش سے انفرادی مقابلے کے لئے نکلے لیکن میں نے لشکر تمام نے بھی جائزہ لیا کوئی بھی اس مسلمان لشکری کا مقابلہ کرنے کے لئے نہیں نکلا اس کا مطلب ہے آکاش مل کی موت نے ہمارے لشکریوں پر منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔"

جے چند جب خاموش ہوا تب بھیم راج دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"جے چند، میرے بھائی! آپ کا اندازہ درست ہے ...... یہ آکاش مل یقیناً ہمارے لشکر میں سب سے اچھا، سب سے عمدہ اور سب سے بہترین تیغ زن تھا۔ اس وقت میں بھی جواب نہیں رکھتا تھا پر ہماری بدنصیبی اور اس آکاش مل کی بدقسمتی کہ اس کے مقابلے پر آنے والے مسلمان لشکری نے بڑی آسانی سے اسے اپنے

سامنے زیر اور مغلوب کر کے رکھ دیا ہے بہرحال اب ہمیں فکرمند نہیں ہونا چاہیے اگر ہم نے فکر مندی کا اظہار کیا تو یاد رکھیئے، اس کے اور برے اثرات ہمارے لشکر پر مرتب ہوں گے۔

اب ہم نے دشمن پر ضرب لگانے کے لئے اسی طریقہ کار پر عمل کرنا ہے جو میرے اور آپ کے درمیان طے پا چکا ہے اپنے چار ہزار ہاتھیوں کو اپنے سامنے رکھنا ہے پورے لشکر کو خود بھی ان ہاتھیوں کے پیچھے رہنا ہے اور ان ہاتھیوں کو آگے بڑھاتے ہوئے دشمن کے لشکر میں داخل ہونا ہے یاد رکھیئے گا، جب یہ ہاتھی دشمن کے لشکر میں داخل ہوں گے تو ایک ابتری پھیلا دیں گے، ان ہاتھیوں کے داخل ہونے سے دو ردعمل ہمارے سامنے آئیں گے۔

آپ دیکھتے ہیں سارے ہاتھیوں پر مہاوتوں کے پیچھے میں نے کچھ تیر انداز بٹھا دیئے ہیں ...... جب ہاتھی دشمن کے لشکر کے قریب پہنچیں گے تو ہمارے ہاتھیوں پر بیٹھے ہوئے لشکری تیر اندازی شروع کر دیں گے اس طرح دشمن کو دہرا نقصان ہوگا ...... ایک تو ہمارے ہاتھی ان کے لشکریوں کو کچلیں گے، دوسرے ہاتھیوں پر بیٹھے ہوئے تیر انداز جب تیز تیر اندازی کریں گے تو پھر دیکھئے گا کہ مسلمانوں کے لشکر کے اندر کیسا قیامت خیز سماں برپا ہوتا ہے ...... میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ چندواڑ کے ان میدانوں میں آج کی جنگ میں فتح میری اور آپ کی ہوگی اور مسلمان ہمارے سامنے سے اسی طرح ہزیمت خوردہ ہو کر بھاگیں گے جس طرح ہم لوگ ترائن کے میدانوں سے بھاگے تھے۔"

بھیم راج جب خاموش ہوا تو کسی قدر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے جے چند کہنے لگا۔

"بھیم راج، میرے بھائی! تیری زبان مبارک ہو ...... جو طریقہ کار تم دشمن کے خلاف استعمال کر رہے ہو، بھگوان سے میری دعا ہے کہ وہ کامیاب رہے ...... اگر اس بار ہم نے مسلمانوں کو شکست دے دی تو بقول تمہارے بھگوان نے چاہا تو ہم انہیں دریائے سندھ تک نہ کہیں ٹکنے دیں گے نہ دریائے سندھ تک ان کا نام ونشان رہنے دیں گے۔"

اس موقع پر بھیم راج نے اپنے گھوڑے کی لگام کھینچی اسے ایڑھ لگائی اور جے چند کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"ذرا میں اپنے ہاتھیوں کی صفوں کو درست کر لوں اور ان پر بیٹھے ہوئے تیر ...زوں کو احکامات جاری کر لوں اس کے بعد جنگ کی ابتدا کرتے ہیں۔"

...جے چند نے اس سے اتفاق کیا تھا پھر بھیم راج اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگاتا ہوا ...کی ابتدا کرنے کے لئے اپنے ہاتھیوں کی صفیں درست کر رہا تھا۔

○❖○

ایبہ جب آکاش مل کا خاتمہ کرنے کے بعد واپس اپنے لشکر کی طرف گیا تو سلطان اور قطب الدین ایبک دونوں نے شاندار انداز میں اس کی اس کامیابی پر اسے مبارکباد دی اس کے بعد سلطان تھوڑی دیر تک دشمن کے لشکر کا بغور جائزہ لیتا رہا...... بھیم راج جو ہاتھیوں کی صفیں درست کرانے میں مصروف تھا اس پر بھی تھوڑی دیر کے لئے سلطان کی نگاہیں جمی رہی تھیں پھر قطب الدین ایبک، ایبہ، حسن خرمیل اور اپنے دوسرے سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔

"میرے عزیز ساتھیو! تم دیکھتے ہو دشمن اپنے ہاتھیوں کی صفوں کو استوار کر رہے ہیں ...... پہلے یہ کہو کہ یہ جو اپنے لشکریوں کو آگے آگے ہاتھیوں کی صفیں درست کرانے میں مصروف ہے یہ کون ہے ......؟"

اس پر قطب الدین ایبک کہنے لگا۔

"سلطان محترم! ہم نے اس شخص کو اس کی شکل سے پہلے دیکھا تو نہیں لیکن میرا اندازہ ہے کہ جو اس وقت اپنے لشکر کے سامنے اپنے گھوڑے پر سوار ہے وہ قنوج کا راجہ جے چند ہے جبکہ وہ شخص جو ہاتھیوں کی صفیں درست کرا رہا ہے وہ بھیم راج کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

سلطان پھر دشمن کے لشکر پر نگاہیں جمائے بڑے غور سے اس کا جائزہ لینے لگا۔ سلطان اور اس کے سالاروں کے دیکھتے ہی دیکھتے قنوج کا راجہ جے چند اپنے گھوڑے سے اترا تھا ...... گھوڑے سے اتر کر وہ بھیم راج کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بھیم راج! میں نے ایک فیصلہ کیا ہے ...... مجھے امید ہے کہ تم مجھ سے اتفاق کرو گے۔"

بھیم راج نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھ لیا۔

"کیا فیصلہ ......؟"

جے چند نے کچھ سوچتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔

"میں چاہتا ہوں کہ اگر ہم نے ہاتھیوں کی صفوں کو ہی آگے رکھنا ہے اور پورا لشکر ہے گا تو پھر میں چاہوں گا کہ گھوڑے پر سوار رہنے کے بجائے میں اپنے ہاتھی پر ں اور اپنے لشکریوں کا حوصلہ بھی بڑھاؤں اور انہیں جنگ کے لئے بھی ابھاروں میں چاہتا ہوں کہ اس موقع پر تم بھی ہاتھی پر ہی سوار رہو۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جے چند رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا

"بھیم راج! اس کے دو فائدے ہوں گے ایک تو ہم دونوں محفوظ بھی رہیں گے اس طرح ہم اپنے لشکریوں کو بہتر انداز میں مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دیتے رہیں گے ...... میں چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے اگر ہاتھیوں کی صفیں ہوں ن کے پیچھے چند صفیں چھوڑ کر دائیں جانب میں ہاتھی پر سوار ہو کر آگے بڑھوں اور جانب تم ہاتھی پر سوار رہو اور دونوں اپنے لشکریوں کو لڑنے کے لئے ہدایات اور ات جاری کرتے رہیں۔

ویسے مجھے امید ہے کہ جب ہمارے ہاتھی دندناتے ہوئے دشمن کے لشکر میں داخل گے، اس کے بعد ہاتھیوں پر بیٹھے ہوئے ہمارے تیرانداز مسلمانوں کے لشکریوں کو بنائیں گے تو اسی وقت ہی مسلمانوں کے لشکر کے اندر ایک کھلبلی اور افراتفری برپا ئے گی اور دشمن کے لشکر کی ایسی صورت حال ہماری فتح اور کامیابی کا پہلا در کھول گی۔"

جے چند جب خاموش ہوا تب خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بھیم راج کہنے لگا۔

"میں نے ہاتھیوں کی صفوں کو درست کر دیا ہے ...... ہاتھیوں کے مہاوتوں اور ان پیچھے بیٹھنے والے تیراندازوں کو بھی احکامات جاری کر دیئے ہیں ...... بہرحال میں ی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں ...... گھوڑے کی بجائے ہم دونوں کو ہاتھیوں پر ہی جنگ کی ابتدا کرنی چاہیے۔"

بھیم راج کے ان الفاظ کے ساتھ ہی جے چند مطمئن ہو گیا تھا ...... دوبارہ اس بھیم راج کو مخاطب کیا۔

"بھیم راج! اپنے لشکریوں کو یہ احکامات جاری کرتے ہیں کہ جب وہ دیکھیں کہ

ہاتھیوں نے دشمن کے لشکر کے اندر افراتفری برپا کر دی ہے اور ہاتھیوں پر بیٹھے ہمارے تیر اندازوں نے بھی تیر اندازی کر کے انہیں کافی نقصان پہنچایا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر لشکریوں کو بھی ہاتھیوں کے بیچوں بیچ گزر کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر اپنی فتح کو یقینی بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

بھیم راج مسکرایا اور کہنے لگا۔

"جے چند، میرے عزیز بھائی! آپ بالکل بے فکر رہیں ...... جو آپ چاہ رہے ہیں، یہ سب کچھ میں نے اپنے چھوٹے سالاروں کو پہلے ہی سمجھا رکھا ہے جس وقت ہاتھی اور ہمارے تیر انداز مسلمانوں کے لشکر میں کھلبلی مچا چکیں گے تو اس کے بعد دیکھئے ہمارے لشکری کیسے اور کس طرح کے ردعمل کا اظہار کرتے ہیں ...... دشمن پر آخری ضرب لگا کر اپنی فتح، اپنی کامیابی کو یقینی بنائیں گے۔"

بھیم راج کی اس ساری گفتگو سے جے چند مطمئن ہو گیا تھا پھر دونوں پیچھے ...... اپنے لشکر کی چند صفیں چھوڑ کر دائیں بائیں پہلوؤں پر وہ اپنے ہاتھیوں پر سوار ہو گئے تھے۔

جے چند اور بھیم راج کی یہ ساری نقل و حرکت سلطان شہاب الدین غوری بڑے غور سے دیکھ رہا تھا جب وہ دونوں اپنے ہاتھیوں پر سوار ہو گئے تب اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان کہہ رہا تھا۔

"میرے عزیزو! میں اس جے چند اور بھیم راج دونوں کی نقل و حرکت کو غور سے دیکھتا رہا ہوں جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ دونوں لشکر کے درمیانی حصے میں رہ کر اپنے لشکر کو ہم پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دیں گے یہ جو انہوں نے اپنے سامنے ہاتھیوں کی صفیں درست کی ہیں تو پہلے وہ ہاتھیوں کو ہمارے لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھائیں گے ...... وہ یہ چاہتے ہوں گے کہ ہاتھی ہمارے لشکر میں داخل ہو کر افراتفری اور بدنظمی برپا کر کے ہمارے ترتیب خراب کریں گے اس کے بعد وہ زوردار حملہ کریں گے۔

میرے عزیز ساتھیو! میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ جو ہاتھی آگے صفیں باندھے کھڑے ہیں ان کے مہاوتوں کے پیچھے دشمن کے کچھ لشکری بھی ہیں ...... تم دیکھتے ہو ان کے ہاتھوں میں کمانیں ہیں ...... میرا اندازہ ہے کہ جب یہ ہاتھی اپنے لشکر میں داخل ہوں گے تو مہاوتوں کے پیچھے بیٹھنے والے دشمن کے لشکری ہمارے لشکریوں پر تیر اندازی کر کے

ں دہرا نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن میں انہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان شہاب الدین غوری رکا پھر ایبہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ایبہ! پہلے تم یہ کہو کہ ان ہاتھیوں سے متعلق تمہارا کیا خیال ہے ...... اس کے بعد جو کچھ کرنا چاہتا ہوں اس کی تفصیل تم لوگوں سے کہوں گا ......"

ایبہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

"سلطان محترم! ان ہاتھیوں کی تو آپ کوئی پرواہ ہی نہ کریں ...... ان سے میں میرے تیر انداز خوب نمٹیں گے ...... سلطان محترم! جن سارے تیر اندازوں کو میں نے اپنے طور پر تیر اندازی کی تربیت دی ہے انہیں میں نے دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے ...... ایک لشکر کے دائیں حصے میں ہے ایک بائیں حصے میں ...... دشمن جب اپنے ہاتھیوں کو آگے بڑھائے گا تو میں نے اپنے تیر اندازوں کو ہدایات جاری کر دی ہیں کہ سب سے پہلے جو وہ تیروں کی بوچھاڑ ماریں گے تو وہ ہاتھیوں کی آنکھوں میں ماریں ...... اگر وہ اگلی چند صفوں کے ہاتھیوں میں تیر مارتے ہوئے انہیں اندھا کر کے بے کار کر دیں گے تو پھر پچھلے ہاتھیوں سے نمٹنا آسان ہو جائے گا۔

میں نے انہیں یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اپنے تیروں کی دوسری بوچھاڑ پچھلے ہاتھیوں کے مہاوتوں کو ماریں گے اس لئے کہ پچھلے ہاتھی چونکہ اگلے ہاتھیوں کی اوٹ میں ہوں گے لہٰذا ان کی آنکھوں کو نشانہ نہیں بنایا جا سکے گا لیکن ان کے مہاوت ہمارے تیروں کا نشانہ بن سکتے ہیں۔

اب اگلی صفوں کے ہاتھی جب آنکھوں سے محروم ہو جائیں گے تو وہ کسی کام کے نہیں رہیں گے نہ وہ ہمارے لئے نقصان دہ ہوں گے اور نہ وہ اب اپنے مہاوتوں کے قابو میں رہیں گے ...... جب وہ آنکھوں میں تیر لگنے کی تکلیف سے دوچار ہو کر بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے ادھر اُدھر بھاگیں گے تو مہاوت انہیں اپنی گرفت میں نہیں رکھ سکیں گے اور جب ایسا ہو گا تو مہاوتوں کے پیچھے جو تیر انداز بیٹھے ہوئے ہیں ان سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں رہے گا ...... وہ تیر اندازی نہیں کر سکیں گے ...... اس لئے کہ میرا ارادہ ہے کہ ہاتھی پلٹیں گے۔

اتنی دیر تک جب ہمارے تیر انداز پچھلے ہاتھیوں کے مہاوتوں کو بھی اپنے تیروں کا نشانہ بناتے ہوئے مار گرائیں گے تو پھر پچھلے ہاتھیوں کو سنبھالنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

سلطان محترم! یہ ہمارے تیر اندازوں کی طرف سے تیروں کی دو باڑھیں ہوں گی پھر ہمارے تیر انداز تیسری باڑھ پچھلے ہاتھیوں پر مہاوتوں کے پیچھے جو تیر انداز بیٹھے ہوئے ہیں ان پر ماریں گے اور میرے خیال میں اس طرح ہم ہاتھیوں، ان کے مہاوتوں، مہاوتوں کے پیچھے بیٹھنے والے دشمن کے تیر اندازوں کو اپنے لئے بے خطر نہیں بلکہ ان کی کارکردگی کو بھی بے کار بنا کر رکھ دیں گے۔"

جب تک ایبہ بولتا رہا سلطان شہاب الدین، قطب الدین ایبک، حسین خرمیل اور دوسرے سالار مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتے رہے ...... ایبہ جب خاموش ہوا تو سلطان اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"میرے عزیز ساتھیو ...... جو کچھ ایبہ نے کہا ہے، دشمن کے ہاتھیوں کو بے کار کرنے کے لئے وہ ایک بہترین اور ایک عمدہ لائحہ عمل ہے اس پر سختی سے عمل کیا جائے گا ...... اس سے آگے جو کچھ ہم نے کرنا ہے اس کی وضاحت میں کرتا ہوں۔

جب ایبہ کے لشکری اپنے تیروں کی تین باڑیں دشمن پر مار چکے ہوں گے تو دشمن کا لشکر اور اس کے آگے آگے جو ہاتھی ہوں گے قریب آ چکے ہوں گے ...... ضروری نہیں کہ جن ہاتھیوں کی آنکھیں ضائع کی جائیں گی وہ پلٹ کر پیچھے جائیں اور اپنے لشکر کو نقصان پہنچائیں ...... وہ برہمی کا اظہار کرتے ہوئے آگے بھی آ سکتے ہیں اور ان کے مہاوت انہیں اپنی گرفت میں رکھتے ہوئے ہماری طرف بڑھا بھی سکتے ہیں ...... اتنی دیر تک ہاتھیوں کے پیچھے پیچھے دشمن کا لشکر بھی قریب آ جائے گا ...... ایسے موقع پر ہم نے کرنا ہے اسے غور سے سنو۔

لشکر فوراً دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا ...... ایک حصہ میرے اور خرمیل کے پاس رہے گا ...... دوسرا قطب الدین ایبک اور ایبہ کی سرکردگی میں رہے گا ...... میں اور خرمیل آدھے لشکر کو لے کر بالکل دائیں جانب ہٹ جائیں گے ...... قطب الدین ایبک اور ایبہ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر کافی بائیں جانب چلے جائیں گے ...... اس طرح لشکر کے دونوں حصوں کے درمیان کافی خلاء پیدا کر دیا جائے گا جس میں سے دشمن کے ہاتھی گزر کر آگے نکل جائیں گے۔

اس کے بعد ہم نے اپنے کام کی ابتدا کرنی ہے ...... میں دشمن کے بائیں پہلو پر حملہ آور ہو جاؤں گا ...... قطب الدین ایبک اور ایبہ دشمن کے دائیں پہلو پر ضرب لگائیں گے ...... اس طرح جب دشمن پر دو طرفہ حملہ ہو گا، ان کے ہاتھی بھی ہمارے

ان کا باعث نہ بن سکیں گے ...... اس طرح مجھے امید ہے لمحوں کے اندر ہم دشمن کی طاقت اور ان کے سارے ولولوں کو ادھیڑ کر رکھ دیں گے۔"

سلطان شہاب الدین غوری کی اس تجویز سے سب سالاروں نے اتفاق کیا تھا اس لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا اہتمام بھی کر دیا گیا تھا۔

اب سلطان شہاب الدین اور حسین خرمیل لشکر کے دائیں بازو کے سامنے جا ہوئے تھے جبکہ لشکر کے بائیں حصے کے سامنے قطب الدین ایبک اور ایبہ ہو کر دشمن کے ردعمل کا انتظار کرنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر بعد راجہ جے چند اور بھیم راج کے لشکر میں حرکت ہوئی ...... ہاتھی آگے لگے ...... ان کے پیچھے پیچھے لشکر نے بھی پیش قدمی شروع کی تھی ...... ہاتھیوں کی اس کے بعد جے چند اور بھیم راج کے لشکریوں کے زور و شور سے نعرے بلند کی وجہ سے میدان جنگ بری طرح گونج اٹھا تھا ...... چاروں طرف ایک خوف و اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

جہاں جے چند اور بھیم راج دونوں مسلمانوں کو زیر کرنے کے لئے اپنا لائحہ عمل کر چکے تھے وہاں سلطان شہاب الدین اور اس کے سالار بھی ان کے سارے عمل کام بنانے کے لئے اپنی منصوبہ بندی کر چکے تھے۔

ہاتھی جب قریب آئے تب اچانک ایبہ نے اپنی چمکتی ہوئی چوڑی پھل کی تلوار بلند کی ...... تلوار کا فضا میں بلند ہونا تھا کہ لشکر کے دائیں بائیں حصوں میں جو تیر انداز لشکری تھے انہوں نے بارش کی طرح تیروں کی باڑ ماری ...... ان تیروں کی اگلی صف کے ہاتھیوں کی آنکھیں چھد کر رہ گئی تھیں ...... تیر اندازوں نے کی تیر اندازی کرتے ہوئے بے خطا نشانہ بنایا تھا جس پر ہاتھی بری طرح اٹھتے ہوئے برہمی کا اظہار کرنے لگے تھے تاہم ان کے مہاوتوں نے سنبھالتے تکلیف کی حالت میں بھی آگے بڑھانا شروع کر دیا تھا۔

اتنی دیر میں دوسری باڑھ تیروں کی ماری گئی اور اس باڑھ کی وجہ سے پچھلی صفوں ہاتھیوں کے کئی مہاوت چھد کر نیچے گر گئے تھے۔

اس کے ساتھ ہی تیر اندازی کی تیسری باڑھ ماری گئی اور پچھلے ہاتھیوں کے مہاوتوں کے پیچھے جو تیر انداز بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی چھلنی ہو کر نیچے گر گئے تھے ...... اتنی دشمن کے ہاتھی دندناتے ہوئے قریب آتے جا رہے تھے۔

اس موقع پر ایبہ کو نہ جانے کیا سوجھی، بلند آواز میں اپنے تیر اندازوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے حکم دیا کہ چوتھی تیروں کی باڑ اگلے ہاتھیوں کے مہاوتوں کو ماری جائے۔

اس کے ساتھ ہی تیروں کی چوتھی باڑھ بھی آئی اور اگلی صف کے جو ہاتھی تھے ان کے مہاوت بھی چھد کر رہ گئے ...... اب ہاتھی اپنی مرضی سے دندناتے ہوئے آگے بڑھنے لگے تھے۔

جب ہاتھی قریب آئے تب اچانک مسلمانوں کا لشکر فوراً دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ...... بیچ میں کافی فاصلہ پیدا کر دیا تھا ...... ہاتھی اب لشکر کے دونوں حصوں کے بیچ میں جو خلاء بن گیا تھا اس میں سے گزرنے لگے تھے۔

اس موقع پر سلطان شہاب الدین کے لشکر کے دونوں حصے بڑی تیزی سے حرکت میں آئے ...... دائیں جانب سے سلطان شہاب الدین اور حسین خرمیل اپنے لشکر کو لے کر آگے بڑھے تھے جبکہ بائیں جانب سے اپنے لشکر کے ساتھ قطب الدین ایبک اور ایبہ نے پیش قدمی شروع کی تھی۔

جے چند اور بھیم راج دونوں اپنے لشکر کے وسطی حصے میں تھے ...... ابھی تک انہیں خبر نہ ہوئی تھی کہ ان کے ہاتھیوں، مہاوتوں اور مہاوتوں کے پیچھے بیٹھنے والے تیر اندازوں کا کیا حشر ہوا ہے ...... اس لئے کہ ہاتھیوں کی جو پہلی ایک دو صفیں تھیں ان کے تیر انداز، مہاوت اور ہاتھی بالکل ٹھیک تھے ...... لہٰذا جے چند اور بھیم راج ابھی تک یہ نہ جان سکے تھے کہ مسلمان بھیانک اور ہولناک تیر اندازی کرتے ہوئے بہت سے ہاتھیوں کے علاوہ ان کے کافی مہاوتوں اور مہاوتوں کے پیچھے بیٹھنے والے تیر اندازوں کو بھی بے کار بنا چکے ہیں۔

وہ اپنے لشکر کو بس اپنی دھن میں آگے بڑھاتے چلے آ رہے تھے ...... وہ یہی سوچ رہے تھے کہ انہوں نے جو منصوبہ بندی کی تھی ان کے لشکری ان پر عمل کرتے ہوئے تھوڑی دیر تک مسلمانوں کے لشکر میں افراتفری اور بدنظمی پھیلانے میں کامیاب ہو جائیں گے ...... اس کے بعد وہ عام حملے کا حکم دیں گے۔

لیکن چند ہی لمحوں بعد جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے آگے آگے ہاتھیوں کے اندر ایک بدنظمی سی برپا ہو گئی ہے ساتھ ہی انہوں نے اپنے دائیں بائیں سے مسلمان لشکریوں کو تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تب جے چند اور

راج دونوں بوکھلا کر رہ گئے تھے ...... وہ ابھی تک نہیں سمجھ پا رہے تھے کہ ان کے ہاتھی اور ہاتھیوں پر بیٹھے ہوئے تیر انداز کیوں مؤثر کارروائی نہیں کرنے پائے اور یہ کہ مسلمان کیسے ہاتھیوں سے بچ کر دائیں بائیں سے ہوتے ہوئے ان پر جوابی کارروائی کرنے لگے ہیں ...... وہ ابھی اسی کشش و پیچ میں تھے کہ سلطان اور اس کے سالاروں نے جوابی کارروائی شروع کر دی تھی۔

دائیں طرف سے خود سلطان شہاب الدین غوری اور حسین خرمیل اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جے چند کے لشکر کے بائیں پہلو کی طرف گونجوں کے گرجتے بھنور، وبال رتوں کی دستکوں اور روشنی کی تجل طغیانیوں کی طرح بڑھے تھے۔

پھر وقت کی آنکھ نے دیکھا، سلطان شہاب الدین دشمن کے لشکر کے بائیں پہلو پر ظلمتوں میں سرگرداں ارتقاع کے لپکتے کھولتے شعلوں، چاروں طرف آفاق میں گھومتی فضاؤں میں عذاب بنتے لمحات اور جسموں کو عریاں عریاں روحوں کو پارہ پارہ کر دینے والے خوف کے بے روک سیلاب کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

عین اسی لمحہ قطب الدین اور ایبہ دونوں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دشمن کے لشکر کے دائیں پہلو کی طرف شب خانوں کی بے ضمیری میں سلگتی قیامت اور مضطرب و سرگرداں جذبوں کی طرح بڑھے تھے پھر وہ بھی سلطان شہاب الدین غوری کی طرح دشمن کے لشکر کے دائیں پہلو پر بھٹکتی بے درد صداؤں میں فنا ساز صحرا کی اڑتی ریت، اعصاب میں سنسنی دوڑاتی لمحوں کی برہم آگ اور رات کی رگ رگ ریشے ریشے میں پھیل جانے والی کھولتے رینگتے گرم لاوے کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

اس بار چونکہ سلطان شہاب الدین نے جنگ کرنے کا اپنا لائحہ عمل تبدیل کر دیا تھا لہٰذا جوابی کارروائی کرنے میں جے چند اور بھیم راج کو کچھ وقت لگا تاہم ان کے لشکر کی تعداد چونکہ زیادہ تھی لہٰذا سنبھلتے ہوئے اور جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی مسلمانوں پر تلاطم کے اضطراب، سلگتی آندھیوں، بت خانوں کی بے ضمیری اور چالبازوں کی فتنہ گری کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

چندواڑ کے میدانوں میں نفرتوں کے عذاب تلے ہلاکت بچھاتی قتل گاہیں آباد ہونے لگی تھیں ...... جبر کے سائے اپنے سامنے کرب کے عکس اور اپنے رابطے بڑھانے لگے تھے ...... موت پگھل کر بہتے لوہے ...... تیزی سے پھیلتے زہر اور انتقام کی بھٹی کی طرح چاروں طرف اپنا دائرہ ایک اور وسیع کرنے لگی تھی۔

جسم و جان کے رابطے منقطع ہونے لگے تھے ...... قدر شناسیاں، حشر سامانیوں کے عذاب اور احساس کی مہک، خوف کے رویوں میں تبدیل ہونا شروع ہو گئی تھی۔

دائیں بائیں سے سلطان شہاب الدین، حسین خرمیل، قطب الدین ایبک اور ایبہ کے علاوہ دوسرے سالاروں کے حملے ایسے خوفناک اور بے روک تھے کہ تھوڑی ہی دیر بعد جے چند اور اس کے ہمنوا بھیم راج کے لشکر کی حالت بوند بوند کو ترستے پیاسوں من کے گھور اندھیروں میں کھوئے بکھرے سپنوں اور فنا کے شعلوں کی زد میں آئے خوف آثار لمحوں اور یرقان زدہ خواہشوں سے بھی زیادہ بری ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

جس وقت سلطان شہاب الدین، حسین خرمیل، قطب الدین ایبک اور ایبہ دشمن کے پہلوؤں کی طرف سے حملہ آور ہوئے تب اپنے لشکر کے درمیانی حصوں میں جے چند اور بھیم راج بڑے فکرمند اور پریشان ہوئے اس لئے نہیں کہ مسلمان تیر اندازوں نے تیر اندازی کرتے ہوئے ان کے کئی ہاتھیوں کو بے کار کر دیا تھا اور مہاوتوں کو ہلاک کرنے کے علاوہ ان گنت تیر اندازوں کا بھی خاتمہ کر دیا تھا بلکہ وہ اس لئے پریشان تھے کہ مسلمان سامنے سے ہٹ کر ان کے لشکر کے پہلوؤں پر حملہ آور ہوئے تھے اور ان کے ہاتھی کسی کام کے نہ رہے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد جب ایک صف سے دوسری صف، دوسری سے تیسری صف تک یہ خبریں پہنچیں کہ مسلمانوں نے ہاتھیوں کی اگلی کئی صفوں پر تیر اندازی کر ہوئے نہ صرف چھلنی کیا ہے بلکہ انہیں آنکھوں سے بھی محروم کر دیا ہے ...... مہاوتوں بھی خاتمہ کر دیا ہے اور پچھلے ہاتھیوں کے مہاوت اور تیر انداز بھی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں تب جے چند اور بھیم راج دونوں تفکرات کا شکار ہونا شروع ہو گئے تھے۔

اب مسلمان لشکری دائیں بائیں پہلو سے جے چند اور بھیم راج کے لشکر پر حملہ آور ہوتے ہوئے ان کی صفوں کی تعداد میں بڑی تیزی سے کمی کرنے لگے تھے اور ان لمحہ جب لشکر کے اندر یہ خبر پھیلی کہ ہاتھیوں کو مسلمانوں نے بے کار کر دیا ہے اور ان کے پیچھے جو تیر انداز بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی اب کسی کام کے نہ رہے تب دشمن کے لشکر میں بد دلی پھیلنے کی پہلی وجہ تھی۔

اب جے چند کی مزید بدقسمتی کہ اسی دوران کسی من چلے مسلمان تیر انداز نے جے چند کے قریب ہو کر اسے ایسا تیر مارا کہ وہ تیر اس کے جسم کے پار ہو گیا اور چند ہاتھی کے ہودے سے زمین پر گر گیا تھا ...... جے چند کا زمین پر گرنا تھا کہ اس

ری یہ دیکھتے ہوئے کہ ان کا راجہ مارا گیا ہے، بھاگ کھڑے ہوئے۔

دوسری طرف یہ صورت حال بھیم راج کے لئے بھی بڑی مایوس کن تھی ...... اسے خبر ملی کہ جے چند تو اب اپنے ہاتھی سے گر گیا ہے اور اس کے لشکری بھاگنے لگے ب وہ ساری صورت حال کو سنبھالنے کی خاطر اپنے لشکریوں کو زور دار انداز میں ہ آور ہونے کا حکم دینے ہی لگا تھا کہ اس کے اپنے لشکری بھی اگلی صفوں سے پلٹ کر یچھے آئے اور پچھلی صفوں والے بد نظمی کا شکار ہوتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے اس طرح یم راج کے لشکری بھی میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

اب سلطان شہاب الدین، حسین خرمیل، قطب الدین ایبک اور ایبہ نے بھاگتے ن کا زور و شور سے تعاقب شروع کیا اور اس تعاقب کے دوران دشمن کے لشکر کی راد کو مزید کم کر دیا تھا ...... اس طرح چندواڑ کے میدان میں سلطان شہاب الدین ری نے قنوج کے راجہ جے چند کے لشکر کو بدترین شکست دی تھی ...... کچھ دور تک ن کا تعاقب کرنے کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ پلٹا ...... دشمن کے پڑاؤ پر ہ کر لیا پھر اپنے زخمی لشکریوں کی دیکھ بھال میں لگ گیا تھا۔

قنوج کا راجہ جے چند گو تیر لگنے سے بری طرح زخمی ہوا تھا اور اپنے ہاتھی سے گر گیا تھا لیکن زخم اتنا گہرا اور مہلک نہ تھا ...... ہاتھی سے گرنے کے بعد وہ گھوڑے پر ار ہو گیا ...... اتنی دیر تک اس کا لشکر پسپا ہونا اور بھاگنا شروع ہو گیا تھا ...... لہٰذا ریوں کے اندر وہ بھی بھاگ کھڑا ہو ...... اس طرح شکست کے بعد جے چند اور بھیم ج دونوں اپنی جانیں بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

بھیم راج تو دریائے جمنا کے کنارے دور جنوب مشرق کی انہی سرزمینوں کی ف چلا گیا تھا جہاں سے وہ اپنے لشکر کے ساتھ نکل کر چندواڑ کے میدانوں کی طرف یا تھا جبکہ قنوج کا راجہ چندواڑ کے میدان سے بھاگ کر اسنی نام کے قلعے میں جا کر صور ہو گیا تھا۔

جے چند کا خیال تھا کہ چندواڑ کے میدانوں میں سلطان شہاب الدین اسے ست دے کر اس کے علاقوں کا رخ کرے گا اور جس طرح اس نے ترائن کے یدانوں میں راجاؤں کو شکست دے کر واپس غزنی جانے کا عزم کر لیا تھا اس طرح وہ ہتر کر بھی اس کے حال پر چھوڑ کر پہلے کی طرح قطب الدین ایبک کو یہاں کا والی ر واپس غزنی چلا جائے گا لیکن سلطان نے اس بار ایسا نہیں کیا۔

سلطان نے چند روز تک تو اپنے لشکریوں کو ستانے کے علاوہ زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کے لئے چندواڑ کے میدان جنگ ہی میں پڑاؤ کیے رکھا...... جب اس کے زخمی لشکری کافی حد تک ٹھیک ہو گئے تب اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پھر مشرق کی طرف کوچ کیا تھا۔

بھیم راج تو دور جنوب کی طرف جاتے ہوئے اپنے آپ کو محفوظ کر گیا تھا لیکن سلطان شہاب الدین نے ایک بار پھر قنوج کے راجہ جے چند کو اپنا ہدف بنانے کا ارادہ کیا۔

جے چند جو اسنی نام کے قلعے میں اس وقت قیام کیے ہوئے تھا، اس کے مخبروں نے جب اطلاع دی کہ اس پر حملہ آور ہونے کے لئے سلطان شہاب الدین غوری چندواڑ کے میدانوں سے کوچ کر چکا ہے تب جے چند بڑا پریشان اور فکر مند ہوا...... اسنی نام کا وہ قلعہ جسے وہ اپنے لئے انتہائی محفوظ اور دشمن کے لئے ناقابل تسخیر خیال کرتا تھا وہاں بھی اس نے قیام کرنا پسند نہ کیا...... وہ جانتا تھا کہ اگر سلطان شہاب الدین نے آگے بڑھ کر اس کے قلعے کا محاصرہ کر لیا تو اس وقت تک وہ کہیں نہیں جائے گا جب تک قلعے کو فتح نہیں کرے گا اور جے چند کا سر نہیں قلم کر دے گا لہٰذا اپنی جان بچانے کی خاطر جے چند اسنی نام کے قلعے سے بھی نکل بھاگا۔

دوسری طرف سلطان شہاب الدین غوری برق رفتاری سے آگے بڑھتا ہوا اسنی پہنچا...... اسے کوئی خاص مزاحمت نہ کرنا پڑی اور جے چند کے اس قلعے پر سلطان نے قبضہ کر لیا تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ یہ قلعہ جے چند کے ہاں بڑی اہمیت رکھتا تھا...... اکثر و بیشتر جے چند اس قلعے میں قیام کرتا تھا اور اس قلعے کے اندر اس نے اپنی سلطنت کی ساری دولت اور جواہرات جمع کر رکھے تھے۔

سلطان شہاب الدین جب اس قلعے میں داخل ہوا تو جس قدر دولت جے چند نے جمع کر رکھی تھی وہ ساری سلطان کے ہاتھ لگ گئی۔

اب سلطان شہاب الدین کی طاقت و قوت میں بھی اضافہ ہو چکا تھا...... چندواڑ کے میدان میں سلطان کے ہاتھ دشمن کے تین ہزار ہاتھی لگے تھے اور پھر اسنی کے قلعے سے بے شمار جواہرات کے علاوہ دولت کے انبار بھی اسے ملے تھے...... اس طرح اس کی عسکری اور اقتصادی حالت مضبوط اور مستحکم ہو کر رہ گئی تھی۔

اسنی سے نکل کر سلطان شہاب الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ جے چند کے

شہر قنوج کا رخ کیا تھا۔

جہاں تک قدیم شہر قنوج کا تعلق ہے تو اسے ہندوؤں کے اوتار راجہ رام چندر والئ ی حکومت کے بعد قنوجی نام کے ایک راجہ نے آباد کیا تھا...... اسی کے نام پر ام قنوج پڑ گیا تھا...... تاہم یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ شہر بہت ہی قدیم شہر ہے...... جہ نے اسے آباد کیا، اس کے زمانے سے پہلے بھی یہاں اس کی آبادی تھی...... یہ و بیشتر اجڑتا اور آباد ہوتا رہا...... یہ شہر اس وقت دریائے گنگا سے دو کوس کے پر تھا لیکن برسات کے موسم میں گنگا میں سیلاب آیا کرتا تھا تو گنگا کا پانی قنوج پہنچ جایا کرتا تھا...... راجہ قنوجی کے بعد کہتے ہیں کہ اس شہر پر اس کا بیٹا راجہ کید ن بنا...... اسی راجہ کید کے دور حکومت میں سکندر اعظم ہندوستان پر حملہ آور ہوا تھا یہ مورخین کا خیال ہے کہ اس شہر کی حفاظت کے لئے اس کے اطراف میں پانچ اور مستحکم قلعے تھے جن کے کھنڈر اب بھی دیکھے جاتے ہیں لیکن جب سلطان محمود اس شہر پر حملہ آور ہوا تو اس نے اس کے ارد گرد سات قلعوں کو فتح کیا تھا۔

اس قلعے سے متعلق ہندومت کے مذہبی لوگوں کا یہ بھی خیال تھا کہ قنوج شہر کو کوئی یر ہندو فتح ہی نہیں کر سکتا لیکن سب سے پہلے سلطان محمود غزنوی نے ان کے اس ے پر ضرب لگائی اور اس نے قنوج شہر کو فتح کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔

بہرحال سلطان شہاب الدین غوری اسنی کے قلعے سے جے چند کو بھگانے کے ں کے مرکزی شہر قنوج کی طرف بڑھا تھا...... جے چند نہ جانے کہاں روپوش ہو تھا لہٰذا قنوج میں سلطان شہاب الدین کے سامنے کوئی لشکر نہ آیا...... نہ کسی نے ت کی لہٰذا قنوج تک سارا علاقہ سلطان شہاب الدین فتح کرتا چلا گیا تھا اور اس بعد سلطان نے دریائے گنگا کے کنارے کنارے جنوب کی طرف بڑھنا شروع کیا

ان دنوں بھیم راج ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ دریائے جمنا کے قریب ہی علاقوں میں قیام کیے ہوئے تھا جہاں سے نکل کر وہ چندواڑ کے میدان جنگ کی گیا تھا اس کے اپنے لشکری اس کے ساتھ تھے...... اس کے علاوہ جے چند کے وہ جو شکست اٹھا کر اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہو گئے تھے وہ بھی بھیم راج ساتھ جا ملے تھے...... اس طرح بھیم راج کے لشکر کی تعداد پہلے کی نسبت زیادہ ہو

گئی تھی۔

بھیم راج کو جب خبر ہوئی کہ سلطان شہاب الدین قنوج سے بڑی برق رفتاری کے ساتھ دریائے گنگا کے کنارے کنارے جنوب مشرق کے رخ پر پیش قدمی کر رہا ہے تب وہ بڑا فکر مند ہوا ...... وہ یہ سمجھا کہ شاید مسلمانوں کا سلطان اس کے خلاف کوئی جنگی چال چل رہا ہے ...... گنگا کے کنارے آتے آتے کہیں وہ ایک دم دائیں ہاتھ پلٹ کر دریائے جمنا کا رخ نہ کرے اور دریائے جمنا کو فوراً عبور کر کے اس پر حملہ آور نہ ہو جائے لہٰذا جن علاقوں میں اس نے قیام کیا ہوا تھا، وہاں سے وہ نکلا اور مزید جنوب کی طرف دریائے نربدا کی طرف چلا گیا تھا۔

دوسری طرف سلطان نے بھیم راج کو تو کوئی اہمیت نہ دی ...... اپنے لشکر کے ساتھ دریائے گنگا کے کنارے آگے بڑھتے ہوئے سلطان نے اب ہندوستان کے مشہور و معروف شہر بنارس کا رخ کیا تھا۔

جہاں تک بنارس شہر کا تعلق ہے تو یہ ایک انتہائی قدیم اور مندروں کا شہر کہلاتا ہے ...... کہتے ہیں کبھی یہ شہر راجہ کاشی کی سلطنت کا دارالحکومت ہوا کرتا تھا ...... دریائے گنگا کے بائیں کنارے یہ شہر دہلی سے لگ بھگ 578 میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔

اس شہر سے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ شہر کوئی چار ہزار سال پرانی تاریخ کا حامل ہے ...... دو ہزار قبل مسیح میں آریہ یہاں آ کر آباد ہو گئے اور یہ شہر ان کا مذہبی اور سیاسی مرکز بن گیا ...... بدھ مت کے ظہور سے پہلے یہ شہر ململ، ریشم، عطریات اور ہاتھی دانت کے کام کے لئے بڑا مشہور تھا۔

(296 ق م) میں چندر گپت موریہ نے اس شہر کو اپنی حکومت میں شامل کیا اس کے بعد (232 ق م) میں راجہ اشوک کے عہد میں یہ شہر بدھ مت کا مرکزی شہر بن گیا۔

پہلی صدی عیسوی میں کابل کے حکمران کنشک نے اسے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا اور اگلے ایک ہزار برس تک یہ شہر بدھ مت اور ہندو مذہب کا اہم شہر قرار دیا جاتا رہا۔

اس کے بعد سلطان محمود غزنوی بھی ان علاقوں پر حملہ آور ہوا تھا لیکن اس کے بعد یہ شہر پھر راجاؤں کے قبضے میں چلا گیا تھا ...... یہاں تک کہ شہاب الدین غوری کو اس پر حملہ آور ہونے کی ضرورت پیش آئی اور اس نے جے چند کو شکست دے کر اس شہر پر

کیا تھا ...... کہتے ہیں اکبر کے عہد میں یہاں دوبارہ ہندو تہذیب کا احیاء ہوا لیکن مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد یہ شہر اپنی اہمیت کھو بیٹھا۔

مغلوں ہی کے دور میں یہاں مشہور فلسفی اور شاعر رامانند، بھگت کبیر اور تلسی داس جیسے لوگ پیدا ہوئے ...... اسی دور میں مسلمان جلاہوں نے یہاں نفیس ترین ململ بنانے کے فن کو عروج بخشا۔

مغلیہ دور کے زوال کے ساتھ ہی بنارس میں ہندو راج کا آغاز ہو گیا جس کی وجہ سے یہ ایک نیم خود مختار حکومت کا حامل بن گیا ...... اس کے بعد اس پر راجہ بلونت سنگھ کی حکومت قائم ہو گئی اور اس کے دور میں بنارس کو ایک آزاد ریاست کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا ...... اسی عہد میں بنارس شہر کے اندر مرہٹوں، بدھوں، دیپالیوں اور ہندوؤں نے کافی تعمیرات کا کام سرانجام دیا۔

بہر حال سلطان شہاب الدین غوری بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ دریائے گنگا کے کنارے کنارے بنارس شہر کی طرف بڑھا تھا ...... راجہ جے چند کو وہ پہلے ہی اپنے سامنے مغلوب کر چکا تھا اور اس کی سلطنت کے اکثر علاقوں پر وہ قابض بھی ہو چکا تھا ...... لہٰذا بنارس میں اس وقت کوئی اتنا بڑا لشکر نہ تھا جو سلطان شہاب الدین غوری کا مقابلہ کرتا لہٰذا بنارس میں سلطان فاتح کی حیثیت سے داخل ہوا اور شہر پر اس نے قبضہ کر لیا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ سلطان شہاب الدین غوری نے اس شہر میں لگ بھگ ایک ہزار مندروں کو مسمار کرنے کے بعد شہر کے اندر کافی جگہ بنائی اور وہاں اس نے لوگوں کے رہنے کے لئے عمدہ مکانات تعمیر کرائے تھے۔

بنارس شہر کو فتح کرنے کے بعد سلطان شہاب الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں قیام کر لیا تھا ...... ایک روز سلطان شہاب الدین بنارس شہر ہی میں اپنے سالاروں کے ساتھ بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ غزنی کی طرف سے اس کے پاس کچھ مخبر آئے۔

انہیں دیکھتے ہوئے سلطان شہاب الدین کسی قدر فکر مند ہو گیا تھا اور سارے سالار بھی ایک جستجو کے عالم میں کبھی سلطان اور کبھی آنے والے ان مخبروں کی طرف دیکھ رہے تھے ...... اس موقع پر سلطان نے ان مخبروں کو مخاطب کیا۔

"میرے عزیزو! لگتا ہے مغرب سے تم میرے لئے کوئی اچھی خبر لے کر نہیں

آئے۔"

آنے والے ان مخبروں میں سے ایک سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! آپ کا اندازہ درست ہے۔"

اس کے بعد مخبر نے سلطان کو طوس اور سرخس شہروں کے حالات خراب ہونے اطلاع دی تھی۔

یہ خبر سن کر سلطان شہاب الدین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا ..... ا سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ان دونوں شہروں کے لوگ ابھی تک صحیح طرح سے اطاعت گزار نہیں ہو ..... بہرحال پریشانی اور فکرمندی کی کوئی بات نہیں ہے۔"

ساتھ ہی سلطان نے آنے والے مخبروں کو مخاطب کیا۔

"تم آج کی رات یہاں قیام کرو، تمہیں آرام کرنے کی ضرورت ہے کل م یہاں سے کوچ کروں گا اور تم میرے ساتھ روانہ ہو گے۔"

اس کے ساتھ ہی سلطان نے اپنے ایک چھوٹے سالار کو حکم دیا اور سلطان کے کہنے پر وہ سالار ان مخبروں کو اپنے ساتھ لے گیا ان کے جانے کے بعد سلطان بڑے غور سے باری باری قطب الدین ایبک، ایبہ، حسین خرمیل اور اپنے دوسر سالاروں کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"مخبروں نے جو اطلاع دی ہے تم بھی اسے سن چکے ہو، میں یہاں قیام کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا کل میں یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔"

قطب الدین! حسب سابق حسین خرمیل کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا جہاں تک ایبہ کا تعلق ہے تو میں جانتا ہوں کہ تم اسے اپنے پاس رکھنا پسند کرو گے۔"

سلطان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اس کی بڑی ممنونیت اور شکرگزاری میں دیکھ ہوئے قطب الدین ایبک کہنے لگا۔

"سلطان محترم! جب تک ہندوستان کے پورے حالات ہماری گرفت میں نہ جائیں میری آپ سے گزارش ہے کہ ایبہ کو میرے پاس رہنے دیں ..... اس مشورے اور اس کی کارکردگی میرے لئے یقیناً ہر وقت سودمند رہتی ہے۔"

سلطان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"قطب الدین میرے بیٹے! تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔

ندوستان کے حالات جب ٹھیک ہو گئے تب بھی میں چاہوں گا کہ ایبہ تمہارے ساتھ ی رہے ..... دونوں مل کر یہاں کے حالات پر اپنی گرفت مضبوط کرتے چلے جاؤ۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان شہاب الدین تھوڑی دیر کے لئے رکا اس کے بعد طب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"قطب الدین! جیسا کہ اس سے پہلے تم اور ایبہ دونوں مجھے یہ اشارہ دے چکے ہو کہ تم نہروالا پر حملہ آور ہو کر اپنی پہلی پسپائی کا ان سے انتقام لو گے میں کل صبح سویرے ہی یہاں سے کوچ کر جاؤں گا ..... نہروالا سے متعلق میں تم دونوں سے یہ کہنا پسند کروں گا کہ جب تم اپنے لشکر کے ساتھ نہروالا کی طرف کوچ کرو اور نہروالا کے راجہ بھیم رائے سے ٹکرانے کا ارادہ رکھو تب اپنے پورے لشکر کے ساتھ نہروالا کا رخ نہ کرنا ..... ایک لشکر دہلی میں بھی رکھنا ..... تمہاری غیر موجودگی میں کوئی بھولا بھٹکا شکست خوردہ لشکر اچانک نمودار ہو کر تمہارے فتح کیے ہوئے علاقوں کو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے ..... میں جانتا ہوں ان علاقوں کو کوئی تم سے واپس نہیں لے گا لیکن حالات ضرور خراب کئے جا سکتے ہیں اور میں یہ کبھی پسند نہیں کروں گا۔

میری دوسری نصیحت تم دونوں کے لئے یہ ہے کہ میرے بعد اس بھیم راج پر نگاہ رکھنا ..... قنوج کا سابق راجہ جے چند تو غائب ہو چکا ہے ..... وہ مجھے امید ہے تمہارے لئے آئندہ کسی خطرے کا باعث نہیں بنے گا لیکن بھیم راج میں ابھی دم خم ہے اور وہ ایک لشکر لے کر دریائے نربدا کی طرف ہٹ چکا ہے ..... ایسا اس نے اس لئے کیا ہے کہ جب ہم قنوج سے بنارس کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے تو اسے شک ہو گیا تھا کہ شاید ہم اس پر حملہ آور ہوں لہٰذا اپنے تحفظ کے لئے وہ جنوب کی طرف ہٹ گیا ہے لیکن وہاں وہ مستقل قیام نہیں کرے گا ..... ان علاقوں کی طرف آئے گا اور وہ علاقے جو ہم نے گزشتہ دنوں فتح کیے ہیں میرے خیال میں انہیں واپس حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکا کچھ سوچا پھر باری باری قطب الدین ایبک اور ایبہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

"میرے عزیزو! اس وقت میرے خیال کے مطابق ہندوستان میں چار قوتیں ہیں جو آنے والے دنوں میں یا مستقبل بعید میں ہمارے لئے خطرہ نہیں تو دشواری کا باعث

ضرور بن سکتی ہیں۔

پہلا بھیم راج ہے جس کے پاس اس وقت بھی کافی بڑا لشکر ہے...... میرے خیال میں جنوب کی طرف جانے کے بعد وہ اپنے لشکر میں مزید اضافہ کر کے اپنی عسکری قوت کو بڑھانے کی کوشش کرے گا۔

دوسری قوت جو خطرے کا باعث بن سکتی ہے وہ نہروالا کا راجہ بھیم دیو ہے اس کے پاس بھی عسکری طاقت بڑی مضبوط اور مستحکم ہے اور وہ ہمارے مقابلے پر نکل سکتا ہے۔

تیسری اور سب سے خطرناک طاقت ان علاقوں کے راجپوت ہیں...... یاد رکھنا راجپوت ان دنوں ہمارے ہاتھوں پے در پے شکستیں کھانے کے بعد ادھر ادھر بھاگے ہوئے ہیں اور جہاں تک میں ان کی ذہنیت کو سمجھ سکا ہوں یہ کسی نہ کسی وقت متحد ہو کر ہمارے خلاف جنگ کرنے کے لئے کمر بستہ ضرور ہو جائیں گے اور چوتھی قوت دریائے جہلم کے اس پار سے لے کر سوالک کے علاقوں تک پھیلے ہوئے کھکر ہیں...... تم لوگ جانتے ہو یہ انتہائی سرکش اور لا مذہب قسم کی قوم ہے...... انہیں اگر کسی نے بہکایا اور بھٹکایا تو یہ بھی ہمارے خلاف متحد ہو کر ہم سے ٹکرا سکتے ہیں اور یہ ایک قوت بن کر ہمارا سامنا کر سکتے ہیں لہٰذا ہندوستان میں رہتے ہوئے تم لوگوں کو ان چاروں قوتوں پر گہری نگاہ رکھنا ہوگی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان شہاب الدین دم لینے کے لئے رکا کچھ سوچا اور اس کے بعد وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

”میرے عزیزو! کل فجر کی نماز کے بعد میں یہاں سے اپنے اُس لشکر کے ساتھ کوچ کر جاؤں گا جسے میں غزنی سے اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ میرے بعد تم چند روز مزید بنارس میں قیام کر کے یہاں کے نظم و نسق کو درست کرنا...... شہریوں کے احوال کی درستگی کا بھی خیال رکھنا اس کے بعد دہلی جانا...... وہاں قیام کے دوران پہلے کی طرح اپنے لشکر میں اضافہ کرنا اور لشکر میں جو نئے لشکری شامل کرو گے، پہلے ہی کی طرح ان کی تنظیم اور ان کی تربیت کا بہترین کام سرانجام دینا۔“

سلطان پھر رکا اور اس بار وہ ایبہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”ایبہ! میرے بیٹے...... چندواڑ کے میدانوں میں، میں تمہاری کارگزاری سے بے حد خوش ہوا...... تم نے جس طرح اپنے تیر اندازوں کو تربیت دی ہے، میں سمجھتا

تم نے انہیں دشمن کے مقابلے کے لئے بالکل ناقابل تسخیر بنا کر رکھ دیا ہے......
ے ان تیر اندازوں نے جس مہارت سے جے چند کے ہاتھیوں کی آنکھوں پر تیر
ی کی اس کے بعد جس طرح مہاوتوں کا خاتمہ کیا...... مہاوتوں کے پیچھے بیٹھے
ے تیر اندازوں کو نشانہ بنایا...... یہ ساری کارروائی ان کی بہترین تربیت اور تنظیم کی
ی کرتی ہے۔

میں تمہارے اس فعل سے بھی بڑا خوش ہوا تھا کہ تم نے اپنے تیر اندازوں کو دشمن
وں کی تین باڑھیں مارنے کا حکم دیا تھا لیکن جنگ کے دوران جب تم نے دیکھا
گلے ہاتھیوں کے مہاوت زندہ ہیں تو تم نے چوتھی باڑھ مارنے کا بھی حکم دیا تھا......
رح تم نے مکمل طور پر دشمن کے ہاتھیوں کو اپنے لئے بے خطر اور مفلوج بنا کر رکھ
ا۔“

سلطان شہاب الدین غوری پھر تھوڑی دیر کے لئے رکا اس کے بعد دکھ بھرے
میں ایبہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”ایبہ! تم جانتے ہو تمہاری حیثیت ہمیشہ میرے ہاں ایک بیٹے کی سی رہی ہے
ب میں اپنے سالاروں پر نگاہ دوڑاتا ہوں تو سب کے اہل خانہ ہیں اور وہ اپنے
انہ کے ساتھ بہت خوش و خرم زندگی بسر کر رہے ہیں صرف تم ایک ایسے ہو جس
لے......“

سلطان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ایبہ بیچ میں بول اٹھا، کہنے لگا۔

”سلطان محترم! شادی تو ایک بار میں نے کر لی تھی...... سلطان محترم! وہ لڑکی بھی
چھی تھی، وفادار تھی، میرا بہت خیال بھی رکھتی تھی...... حسن سیرت رکھتی تھی،
تی میں بھی کمال کی تھی لیکن مقدر میں میرا اور اس کا ساتھ کوئی طویل نہیں تھا......
ے ہم دونوں میں مفارقت ہوگئی...... اب زندگی کے موڑ پر کوئی اچھا ساتھی ملا تو
ی زیست کا ہمراز بنانے کی کوشش ضرور کروں گا۔“

یبہ جب خاموش ہوا تو اس کی طرف گھورنے کے انداز میں دیکھتے ہوئے سلطان
ا۔

نہروالا کی راج کماری کمار دیوی سے متعلق تمہارا کیا خیال ہے......؟“

ع سی مسکراہٹ ایبہ کے چہرے پر نمودار ہوئی پھر کہنے لگا۔

سلطان محترم! اس سے متعلق مجھے تفصیل کے ساتھ خبریں ملتی رہی ہیں...... پہلی

بات یہ کہ وہ مجھ سے انتہا درجہ کی نفرت کرتی ہے ...... دوسری بات یہ کہ اس نے اپنے راج مندر میں جا کر یہ سوگند کھا رکھی ہے کہ اس وقت تک شادی نہیں کرے گی جب تک مجھے اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کر لے گی۔

سلطان محترم! ان حالات میں، میں اس راج کماری سے متعلق کیا سوچ سکتا ہوں ...... میں زندگی میں کبھی بھی اس پر حملہ آور ہونے میں پہل نہیں کروں گا ...... اگر اس نے کبھی مجھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو صرف اپنا دفاع کروں گا ...... اسے نقصان نہیں پہنچاؤں گا، صرف اسے سبق دوں گا کہ کسی پر ناحق حملہ آور ہونے کے کیا نتائج نکلتے ہیں؟''

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے ایبہ رکا کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''اس کے علاوہ میری اور اس کی ذات، میرے اور اس کے خیالات، میرے اور اس کے دھرم، میرے اور اس کے رہن سہن کے رجحانات میں بڑا، بہت بڑا تفاوت ہے ...... سلطان محترم! وہ اپنے دھرم پر سختی سے قائم رہنے والی ہے ...... میں اپنے دین پر جان قربان کر دینے والا شخص ہوں ...... وہ زندگی اپنے ڈھنگ، اپنے ڈھب کے مطابق بسر کرنے والی ہے اسے اپنی خوبصورتی پر ناز اور اپنی راج کماری ہونے پر بھی ایک طرح کا گھمنڈ ہے ...... جہاں تک میں اس کا مطالعہ کر سکا ہوں وہ خود توصیفی کے مرض میں مبتلا ہے ...... سلطان محترم! ایسی لڑکی میرے ساتھ نہیں چل سکتی ...... پھر جب وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے تو اس موضوع پر اس سے متعلق سوچنا بھی بالکل بے کار ہے۔''

سلطان شہاب الدین غوری تھوڑی دیر تک خاموش رہا ...... شاید وہ ایبہ سے متعلق ہی سوچ رہا تھا پھر قطب الدین ایبک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ایبک، میرے بیٹے! میں دیکھتا ہوں کہ ایبہ نے ان دنوں اپنی رہائش مستقر میں رکھی ہوئی ہے لیکن اس کی رہائش وہاں مستقل نہیں ہو گی ...... بنارس سے دہلی واپس جانے کے بعد اس کی مستقل رہائش کے لئے کوئی اچھی اور عمدہ قسم کی حویلی مختص کر دینا ...... میری اس کے لئے دعا ہے کہ اسے زندگی کا کوئی اچھا ساتھی مل جائے جس کے ساتھ یہ اپنے آنے والے دور کو انتہائی سکون اور طمانیت کے ساتھ گزارے۔''

سلطان نے اس بار قطب الدین ایبک اور ایبہ سے توجہ ہٹا کر بڑے غور سے حسین خرمیل کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''خرمیل! یہاں سے اٹھنے کے بعد اس لشکر کو بالکل تیار اور مستعد رہنے کا حکم دینا جسے میں اور تم غزنی سے لے کر آئے تھے ...... میں کل فجر کی نماز کے بعد فوراً ے کوچ کرنا چاہوں گا ...... میں طوس اور سرخس کے حالات زیادہ خراب نہیں ں دینا چاہتا ...... یہاں سے کوچ کرنے کے بعد دونوں شہروں کا رخ کروں گا اور کے حالات اپنے ڈھنگ پر درست کرنے کی کوشش کروں گا۔''

اس کے ساتھ ہی سلطان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا ...... سارے سالار بھی کھڑے ئے اور سلطان کے ساتھ ہو لئے ...... سلطان نے وہ رات بنارس ہی میں گزاری اگلے روز وہ حسین خرمیل، اس کے لشکر کے ساتھ جسے وہ غزنی سے اپنے ساتھ لے ئے تھے، بنارس سے کوچ کرنے کے بعد بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ ب کا رخ کر رہے تھے۔

○❖○

نہروالا کے راج محل میں ایک روز راج کماری کمار دیوی کی ماتا راج کنول اس کمرے میں اکیلی بیٹھی رو رہی تھی جو کمرہ کبھی راج کماری کمار دیوی کی خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

وہ اسی مسہری پر بیٹھی تھی جو مسہری کبھی کمار دیوی کے استعمال میں رہتی تھی ...... گردن اس کی جھکی ہوئی تھی ...... زار و قطار رو رہی تھی کمرے میں اس کی ہچکیاں اور سسکیاں صاف سنائی دے رہی تھیں کہ اتنے میں راج محل کے اس کمرے میں اس کا بیٹا رام دیو داخل ہوا۔

اپنی ماتا راج کنول کو یوں روتے دیکھ کر رام دیو لمحہ بھر کے لئے اس کمرے کے دروازے پر ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا تھا ...... کچھ دیر تک عجیب سی بے بسی اور لاچارگی میں اپنی ماں کی طرف دیکھتا رہا پھر آگے بڑھا اس کے قدموں کی چاپ پا کر راج کنول نے فوراً اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے اپنی آنکھیں صاف کرنا شروع کر دی تھیں۔

رام دیو چپ چاپ آگے بڑھا ...... راج کنول کے قریب بیٹھ گیا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ماتا! میں جانتا ہوں آپ کمار دیوی کے لئے رو رہی ہیں لیکن ایسا آپ کب تک کرتی رہیں گی ......؟

آپ جانتی ہیں کہ اسے تلاش کرنے میں ہم نے کوئی کمی نہیں رہنے دی ...... اپنے مخبر بھی چاروں طرف پھیلائے لیکن اس کا کہیں نام و نشان نہیں ملا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رام دیو رکا کچھ سوچا پھر اپنی ماتا راج کنول کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ماتا! آپ لوگوں نے پہلے ایبہ پر شک کیا تھا کہ ایبہ میری بہن کو اٹھا کر لے گیا ہو گا ...... میں نے اس وقت بھی مخالفت کی تھی کہ یہ کام ایبہ کا نہیں ہے بلکہ آپ نے تو

ہی کہہ دیا کہ ایبہ کمار دیوی کو اٹھا کر لے گیا ہے تو اچھا ہی ہو گا ...... وہ اس کا رکھے گا ...... اسے نقصان نہیں پہنچائے گا لیکن میں اور پتا جی نے کمار دیوی کی ے لئے جو مخبر روانہ کئے تھے ...... ان کے مطابق کمار دیوی کو اٹھائے جانے میں کوئی ہاتھ نہیں ہے اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ جس وقت ترائن کے میدانوں سلمانوں کے سلطان کے ساتھ ہماری دوسری جنگ ہوئی تھی اس وقت جو اطلاع مخبروں نے دی وہ کچھ اس طرح تھی کہ ایبہ نے شادی کر لی تھی ...... اس کی بیوی لا مذہب قوم کھکروں سے تھا اور اسی جنگ کے دوران اس کی بیوی کو اس کے روں نے مسلمانوں کے پڑاؤ میں داخل ہو کر اسے ہلاک بھی کر دیا تھا بعد میں یہ ا کر جن لوگوں نے ایبہ کی بیوی کو ہلاک کیا تھا ...... ان سے ایبہ نے خوب انتقام ان سب کا خاتمہ کر دیا۔

ماتا! میں جانتا ہوں، کمار دیوی کی نگاہوں میں ایبہ گر چکا تھا لیکن وہ ایسا گیا گزرا ا جیسا کہ کمار دیوی نے اسے سمجھا تھا ...... اگر وہ یہاں رہتا تو میرا ایک بہترین ر بازو ثابت ہوتا لیکن کمار دیوی نے اپنی حماقت کی وجہ سے اسے گنوا دیا۔

اتا! میں یہ بھی کہتا ہوں اگر ایبہ چلا نہ گیا ہوتا اور کمار دیوی ہی کے پاس رہتا تو ں نے کمار دیوی کو اٹھا کر ہم سے جدا کیا ہے ...... وہ اسے اٹھا لے جانے کی نہ کرتے ...... اگر وہ کسی طرح کمار دیوی کو لے بھی جاتے تو ایبہ کسی نہ کسی طرح ش کر چکا ہوتا۔''

ہاں تک کہنے کے بعد رام دیو رکا ...... ایک لمبا سانس لیا پھر کہنے لگا۔

ماتا! یہ بات تو طے شدہ ہے کہ میری بہن کو اٹھانے والے مسلمان نہیں، ہندو ب ہمارے مخبروں نے اپنے سارے علاقوں کو کھنگال دیا ہے ...... کمار دیوی کا ان نہیں ملا ...... جہاں تک میرا اندازہ ہے، اغوا کرنے والے ہندو کمار دیوی کو ا کے علاقوں میں لے گئے ہیں اور ہماری بدقسمتی ہے کہ مسلمانوں کے ں ہم انہیں تلاش نہیں کر سکتے۔''

م دیو رکا پھر پہلے سے بھی زیادہ دکھ بھرے انداز میں وہ کہہ رہا تھا۔

ماتا! اس طرح تو آپ رو رو کر اپنی بینائی کو خراب کر لیں گی ...... آپ کیا سمجھتی اور پتا جی کو کمار دیوی کے اس طرح کھو جانے کا کوئی غم نہیں ہے ...... ہم پہلے ہی کے کھو جانے سے ایک طرح کے عذاب میں مبتلا تھے ...... اب حالات کی

بدقسمتی کہ ایک اور عذاب ہم پر امنڈنے والا ہے۔"

رام دیو کے ان الفاظ پر راج کنول نے کافی حد تک اپنے آپ کو سنبھال لیا...... اپنا چہرہ اس نے صاف کیا پھر کسی قدر تجسس بھرے انداز میں اسے مخاطب کیا۔

"بیٹے! تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو...... ہمارے لئے تو کمار دیوی کا کھو جانا ہی سب سے بڑا عذاب ہے......تم کس دوسرے عذاب کی بات کر رہے ہو......؟"

رام دیو نے دکھ بھرے انداز میں کہنا شروع کیا۔

"دوسرا عذاب کس نوعیت کا ہے ماتا، یہ تو پتا جی ہی آپ کو بتائیں گے۔"

"تمہارے پتاجی کہاں ہے......؟" کسی قدر بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے راج کنول نے پوچھ لیا۔

رام دیو نے غور سے ماں کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"ہمارے کچھ مخبر انتہائی اہم خبریں لے کر آئے ہیں...... میں بھی پتا جی کے ساتھ ہی تھا...... وہ میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں...... ابھی تھوڑی دیر تک آ جاتے ہیں۔ پر ان کے آنے تک تم مجھے تفصیل تو بتاؤ کہ ہمارے مخبر کیا خبریں لے کر آئے ہیں۔"

رام دیو نے نفی میں گردن ہلائی۔

"نہیں ماتا! یہ تفصیل تو پتا جی ہی بتائیں گے...... اس لئے کہ میں جب کبھی اس موضوع پر گفتگو کرتا تھا، پتا جی ہی نہیں میری بہن کمار دیوی بھی مجھ سے ناراض ہو جایا کرتی تھی...... آپ بھی خفگی کا اظہار کرتی تھیں، اب......"

یہاں تک کہتے کہتے رام دیو کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ عین اسی لمحہ راجہ بھیم دیو کمرے میں داخل ہوا تھا...... آگے بڑھ کر وہ راج کنول کے سامنے بیٹھ گیا...... تھوڑی دیر تک بڑے غور سے سامنے دیکھتا رہا پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

"راج کنول! تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ تم روتی رہی ہو اور میرے آنے تک رام دیو شاید تمہیں تسلی اور تشفی دیتا رہا ہے...... دیکھو، اس طرح اکیلی بیٹھ کر روؤ گی تو اپنی صحت خراب کر بیٹھو گی...... تم ایشور سے دعا کرو کہ کمار دیوی کا کہیں سراغ، کہیں کھوج مل جائے پھر میں اسے نکالاؤں گا...... جن لوگوں نے بھی اسے اٹھا لے جانے کی کوشش کی ہے، اگر بھگوان نے بھی میرا ان کا سامنا کیا تو میں انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

بھیم دیو جب رکا تو تفکرات بکھیرتی آواز میں راج کنول بول اٹھی۔

"آپ کی آمد سے تھوڑی دیر پہلے رام دیو کہہ رہا تھا کہ ہمارے کچھ مخبر آئے ہیں

...ی خبر لے کر نہیں آئے۔"
...موقع پر بھیم دیو کی گردن جھک گئی تھی...... کچھ دیر وہ سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔
...ہاں! ہمارے مخبر کوئی اچھی خبریں لے کر نہیں آئے تاہم ہمیں پریشان ہونے کی
...ہیں ہے...... ان خبروں کا کوئی براہ راست تعلق ہمارے ساتھ نہیں ہے۔"
...یسی خبریں......؟" راج کنول نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے پھر پوچھ لیا

...رھے اچکاتے ہوئے بھیم دیو کہنے لگا۔
...ی پرانی قسم کی خبریں ہیں...... مسلمانوں کے مختلف علاقوں پر حملہ آور ہونے
......مسلمانوں کے سلطان نے جب ترائن کے میدانوں میں ہندوستان کے
...جاؤں کو شکست دی تھی تو یہ امید ہو چلی تھی کہ مسلمانوں کے سلطان نے
...ہلی جنگ میں پسپائی کا انتقام لے لیا ہے...... اب وہ مزید پیش قدمی نہیں
...ر دریائے سرسوتی سے ہی لوٹ جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا...... راجہ پرتھوی
...بہ گوبند رائے تو جنگ ہی میں مارے گئے تھے...... اجمیر والوں کی خوش قسمتی
...لمانوں نے پرتھوی راج کے بیٹے کولہ کو بحال کر دیا...... دہلی پر انہوں نے
...ہے...... اب جو بری خبریں ہم تک پہنچی ہیں وہ یہ ہیں کہ اب تک قنوج اور
...ہمارے مذہبی مرکزی مسلمانوں کی ترک تاز سے بچے ہوئے تھے......
...سلطان پھر حرکت میں آیا ہے اور چند واڑ کے میدان میں اس نے جے چند
...دی راج کے عزیز بھیم راج کو شکست دی ہے...... قنوج اور بنارس کے
...ں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔"
...دیو جب خاموش ہوا تو کچھ دیر تک کمرے میں خاموشی رہی پھر کانپتی اور
...واز میں راج کنول کہنے لگی۔
...کا مطلب ہے اب ہماری باری ہے اور مسلمان اب ہمیں اپنا ہدف بنائیں
...ے خیال میں جو باتیں رام دیو کہا کرتا تھا وہ سچ ہی ثابت ہو رہی ہیں۔"
...قع پر ایک غائر نگاہ رام دیو نے اپنے باپ بھیم دیو پر ڈالی پھر اپنی ماں کو
...، کہنے لگا۔
...ایسی باتیں نہ کریں...... اس لئے کہ ایسی باتیں پتا جی کو ناگوار گزرتی ہیں
...میرا کہا یہ سننے کے لئے تیار ہی نہیں ہیں اور نہ ان پر اعتبار کرتے ہیں

...... میں پہلے بھی کہا کرتا تھا کہ ترائن کے میدانوں کی پہلی شکست کو مسلمان فراموش نہیں کریں گے، انتقام پر ضرور اتریں گے اور ہر صورت میں اپنی پسپائی اور ہزیمت کو فتح میں تبدیل کرنے کی کوشش کریں گے۔

ماتا! پتا جی سامنے بیٹھے ہوئے ہیں اس وقت میں آپ کی موجودگی میں کہتا ہوں کہ مسلمان ہم پر حملہ آور ہونے میں اب دیر نہیں لگائیں گے ...... ہندوستان کے اندر بڑی بڑی قوتوں کو وہ پہلے ہی کچل چکے ہیں ...... اب کوئی قوت ان کے سامنے ٹھہرنے والی نہیں ہے ...... لہٰذا اب ان کی نگاہیں ہم پر جم جائیں گی ...... وہ ہمارا ہی رخ کرنے کی کوشش کریں گے۔"

رام دیو جب خاموش ہوا تب بھیم دیو بول اٹھا۔

"بیٹے! اس وقت ہندوستان میں ہم ہی صرف آخری قوت نہیں ہیں ...... ابھی مسلمانوں سے ٹکرانے کے لئے بہت سی قوتیں باقی ہیں ...... ابھی بھیم راج دریائے نربدا کے آس پاس اپنی طاقت وقوت میں اضافہ کر رہا ہے وہ کسی بھی موقع پر مسلمانوں کی راہ روک سکتا ہے ...... اس کے علاوہ بھی میں تمہیں کہوں کہ ادھر ادھر بکھرے ہوئے راجپوت یکجا ہونے کی کوشش کر رہے ہیں اور ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب یہ راجپوت متحدہ ہو کر مسلمانوں سے اپنے علاقے واپس لینے میں کامیاب ہو جائیں گے ...... بہرحال اس موضوع کو چھوڑو، اٹھو پہلے کھانے کے لئے۔"

اس پر راج کنول اٹھ کھڑی ہوئی ...... اس کی طرف دیکھتے ہوئے رام دیو اور بھیم دیو دونوں باپ بیٹا بھی کھڑے ہو گئے پھر وہ تینوں اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

☯

قطب الدین ایبک اور ایبہ چند روز بنارس میں قیام کرنے کے بعد وہاں کا نظم ونسق درست کر کے واپس دہلی جا چکے تھے ...... وہاں قیام کے دوران انہوں نے پہلے کی طرح نئے لشکری بھرتی کرتے ہوئے ان کی تربیت کا کام شروع کر دیا تھا ...... اس طرح وہ اپنی عسکری قوت میں اضافہ کرنے لگے تھے۔

ایک روز قطب الدین ایبک اور ایبہ اپنے کچھ دوسرے سالاروں کے ساتھ تربیت کے میدان میں تربیت حاصل کرنے والے لشکریوں کا جائزہ لے رہے تھے کہ ان کچھ مخبر اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے ان کے قریب آئے ...... گھوڑوں سے اتر انہوں نے بلند آواز میں سلام کہا ...... قطب الدین ایبک اور ایبہ کے سامنے آئے

ے کچھ کہنے سے پہلے ہی قطب الدین نے انہیں مخاطب کیا۔

"میرے عزیزو! خیریت تو ہے ......؟"

آنے والوں میں سے ایک قطب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! ہم ایک بری خبر لے کر آئے ہیں ...... راجہ پرتھوی راج کا رشتہ دار بھیم جس سے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ دریائے نربدا کی طرف جا چکا اچانک اس نے اجمیر کا رخ کیا ...... رات کی گہری تاریکی میں وہ راجہ کولہ پر حملہ ہوا ...... راجہ کولہ نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ شہر کی حفاظت کرے لیکن بھیم راج کے مقابلے میں بدترین شکست ہوئی ...... راجہ کولہ اجمیر سے نکل کر نہ کہاں چلا گیا ہے ...... جنگ میں مارا گیا ہے یا فرار ہو کر اپنی جان بچانے میں اب ہوا ہے ...... اس سے متعلق ہمیں ابھی تک کچھ نہیں پتہ چلا لیکن بھیم راج نے ل اجمیر فتح کر لیا ہے اور اب اجمیر کا راجہ کولہ نہیں بلکہ بھیم راج ہے اور اجمیر کو فتح نے کے بعد اس نے بڑی تیزی سے اپنی حالت کو مستحکم کرنا شروع کر دیا ہے اس کہ اسے خبر ہے کہ جب مسلمانوں کو اجمیر کی فتح کا علم ہو گا تو وہ ضرور اجمیر پر حملہ ہوں گے جہاں تک بھیم راج سے متعلق ہم معلومات حاصل کر سکے ہیں ان کے ا اس کے پاس اس وقت ہم سے بھی زیادہ بڑا اور طاقتور لشکر ہے۔"

مخبر کا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"اجمیر پر قبضہ کرنے کے بعد بھیم راج فارغ نہیں بیٹھا ...... جہاں وہ اپنے لشکر ضافہ کر رہا ہے وہاں وہ آس پاس کے بکھرے ہوئے جنگجو راجپوتوں کو بھی اپنے آنے کی دعوت دے رہا ہے ...... اس طرح وہ مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ یاری میں مصروف ہے ...... اگر اس پر جلد ضرب نہ لگائی گئی تو وہ اپنی عسکری طاقت کنا اضافہ بھی کر سکتا ہے۔"

مخبر جب خاموش ہوا تب قطب الدین نے ان سب کو شاباش دی ...... اشارے ے ایک سالار کو بلایا اور ان مخبروں کو کچھ رقم مہیا کرنے کے لئے کہا ساتھ ہی ان ا کو اپنے ساتھ لے جانے کا بھی حکم دیا ...... اس پر وہ سالار حرکت میں آیا اور ان ا کو اپنے ساتھ لے گیا تھا ...... ان کے جانے کے بعد قطب الدین نے ایبہ کی دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ایبہ، میرے بھائی! اب بولو یہ خبر سننے کے بعد تمہارے کیا تاثرات ہیں ......

اور تم کیسے ردعمل کا اظہار کرتے ہو......؟"

ایبہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

"ردعمل اور تاثرات کیا ہونے ہیں ...... میرے خیال میں آج نہیں تو کم از کم کل صبح تک ہمیں یہاں سے کوچ کر جانا چاہیے ...... لشکر لے کر ہمیں اجمیر کا رخ کرنا چاہیے اور اس بھیم راج کو بتانا چاہیے کہ ہم اس سے نمٹنے اور اس پر قابو پانے کی ہمت اور جرات رکھتے ہیں ...... تک جب اس بھیم راج کا خاتمہ نہیں کیا جا سکتا اس وقت تک میں سمجھتا ہوں وہ ہمارے لئے مسائل کھڑے کرتا رہے گا اور پھر میں سمجھتا ہوں بھیم راج سے نمٹنے کے بعد ہم واپس دہلی نہیں آئیں گے ...... نہروالا کا رخ کریں گے اور نہروالا کے راجہ بھیم دیو کے ہاتھوں اس سے پہلے جو ہمیں پسپائی اختیار کرنا پڑی تھی اس کا انتقام لیں گے۔"

ایبہ کے یہ الفاظ سن کر قطب الدین ایبک خوش ہو گیا تھا ...... پہلے اس کی تھپتھپائی پھر کہنے لگا۔

"ایبہ! قسم خداوند کی تم نے میرے ہی احساسات و جذبات کی ترجمانی کر دی۔ ...... اب آؤ، تربیت کے اس میدان سے نکلیں، تربیت حاصل کرنے والوں کی نگرانی اپنے کچھ سالاروں کے سپرد کرو اور مستقر کی طرف چلیں ...... میں چاہتا ہوں آنے والی شب کو پچھلے پہر ہم یہاں سے اجمیر کی طرف کوچ کر جائیں ...... پر پھیلانے کے ... ہمیں بھیم راج کو زیادہ مہلت نہیں دینی چاہیے۔"

ایبہ نے اس سے اتفاق کیا ...... دونوں تربیت گاہ سے نکل کر مستقر کی طرف گئے ...... لشکریوں کو انہوں نے تیاری کا حکم دے دیا تھا ...... اس طرح آنے والی شب کے پچھلے پہر اپنی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد قطب الدین ایبک اور ایبہ اپنے لشکر ساتھ دہلی سے نکل کر اجمیر کا رخ کر رہے تھے۔

○❖○

بھیم راج اب اجمیر کا راجہ تھا اور مسلمانوں کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے کے لئے اس نے دور دور تک اپنے مخبر پھیلا رکھے تھے ...... جس وقت قطب الدین ایبک نے اپنے لشکر کے ساتھ دہلی سے نکل کر اجمیر کا رخ کیا تھا، بھیم راج کے مخبر اسے مسلمانوں کے لشکر کی پیش قدمی کی اطلاع کر چکے تھے لہٰذا ایک بہت بڑا لشکر لے کر بھیم راج اجمیر سے نکل کھڑا ہوا۔

بھیم راج کا ارادہ تھا کہ وہ مسلمانوں کو اجمیر سے دور ہی روکے گا تاکہ آگے بڑھ کر وہ اجمیر کا محاصرہ نہ کرنے پائیں ...... اجمیر کے نواح میں وسیع اور کھلے میدانوں میں بھیم راج نے اپنے لشکر کا پڑاؤ کیا اور ان ہی میدانوں کے اندر بالکل بھیم راج کے لشکر کے سامنے قطب الدین ایبک اور ایبہ نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ آن پڑاؤ کیا تھا۔

بھیم راج نے دیکھا کہ اس کے مقابلے میں مسلمانوں کے لشکر کی تعداد کم ہے تب اس نے وقت ضائع نہ کرنا تھا وہ چاہتا تھا کہ فوراً جنگ کی ابتدا کر دے اور اپنی کامیابیوں کو یقینی بناتے ہوئے مسلمانوں کو بھگانے اور انہیں شکست دینے کے بعد ہندوستان میں اپنی شہرت و اپنی فتح یابی کا چرچا کر دے۔

اپنے ان ارادوں کی تکمیل کے لئے بھیم راج نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں ...... اس کے مقابلے میں قطب الدین ایبک اور ایبہ بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کر چکے تھے ...... لشکر کو انہوں نے دو حصوں میں تقسیم کیا تھا ...... ایک حصہ قطب الدین ایبک کے پاس تھا دوسرا ایبہ کی سرکردگی میں تھا۔

اپنے اپنے حصے کے لشکر کے سامنے قطب الدین ایبک اور ایبہ بالکل مستعد اور تیار تھے شاید وہ بھیم راج کو پہلے حملہ آور ہونے کا موقع فراہم کرنا چاہتے تھے ...... بھیم راج کے لشکری بھی اپنی صفیں درست کر چکے تھے اور تھوڑی دیر تک بھیم راج کے لشکر

میں زور زور سے طبل بجتے رہے ...... نقارے پیٹے جاتے رہے اس کے بعد بھیم راج نے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا پھر دیکھتے ہی دیکھتے بھیم راج مسلمانوں پر ان کا قتل عام کرنے والے تشدد کی ظلمتوں میں تباہی کے ہیولے کھڑے کرتے اجاڑ موسموں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

جس وقت بھیم راج اور اس کے لشکری حملہ آور ہوئے تھے اس وقت وہ عجیب سے انداز میں زور زور سے نفس کی توہین، زیست کا بوجھ، سانسوں کی سلگاہٹ اور دل کا کرب بنتے نعرے بلند کر رہے تھے۔

مسلمانوں نے بھی ردعمل کا اظہار کرنے اور اپنی کارروائی کی ابتدا کرنے میں دیر نہیں لگائی ...... جوابی کارروائی کرتے ہوئے انہوں نے پہلے پاتال کی پستیوں اور راتوں کی رسوائیوں میں قہرمانیت کی پرچھائیوں اور کروٹیں لیتے انتقام کی طرح تکبیریں بلند کیں اس کے بعد وہ بھیم راج کے لشکر پر بے سطوت و بے ننگ و نام کرتی دکھوں کی شوریدہ کسک، شام کے ماتمی سایوں کا سا جذباتی اضطراب پیدا کرتے پیچ و تاب کھاتے شعلوں، قطرے قطرے میں طوفان برپا کر دینے والی موجوں کے بے انت خروج کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔

میدان جنگ اور روحوں کی وحشت اور قبرستانوں کی آبادکاری کا سماں باندھنے لگا تھا ...... دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے میدان جنگ یوں صداؤں کے ہجوم سے بھر گیا تھا جیسے سفلی جذبات اور حکمت وعظمت، دہریت و خدا پرستی، مادہ پرستی اور روحانیت، بداخلاقی اور حسن اخلاقی، خرافات اور حقیقت پسندی ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہو گئے ہوں۔

اجمیر کا راجہ بھیم راج اور اس کے لشکری اپنے دیوتاؤں کے مندروں اور دیویوں کے چرنوں کی حفاظت کے لئے اپنے گلوں میں جرات مندی کی جیو مالا ڈالے، شمشان کی آگ اور چتا کی آتش کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے ...... وہ گنگا کے نیلے دھارے کی سوگند کھا کر دیوتاؤں کا سراب اور دیویوں کی شکتی کی سندرتا بن کر اپنی فتح، اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔

جبکہ ان کے مقابلے میں مسلمان لشکری بھی آندھیوں کے جھکڑوں اور ریت کے گرداوڑ کی حشر سامانیوں کا منظر بنتے بگولوں کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے ...... وہ دھرتی کے اندھے راستوں پر اپنی فتح کو یقینی بنانے کے لئے اپنے ساحرانہ عمل کی ابتدا کر چکے

تھے ...... مسلمان لشکری اور مجاہد بپھر بپھر کر اٹھتے اندھیاؤ، امنڈ امنڈ کر پھیلتے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے راجہ بھیم راج کے لشکر کی صفوں کی صفوں کا خاتمہ کرنے لگے تھے۔

دونوں طرف کے لشکری ٹڈی دل کی طرح ایک دوسرے پر پھیلتے ہوئے اپنی کارروائیاں کر رہے تھے ...... کچھ دیر تک تلواروں کی چھاؤں، تیروں کی بارش، مرگ کے طوفانی سایوں اور موت کے شرر و برق تلے آتش زنی اور خون ریزی کا طوفان جاری رہا ...... یہاں تک کہ قطب الدین ایبک اور ایبہ نے زور دار حملے کرتے ہوئے بھیم راج کے لشکر کی اگلی کئی صفوں کا صفایا کرتے ہوئے بھیم راج کے لشکر کے وسطی حصہ کا رخ کرنا شروع کر دیا تھا۔

اس سے پہلے بھیم راج جو اپنے لشکر کے وسطی حصے ہی میں تھا، چلا چلا کر زور دار آواز میں مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے لشکریوں کو انگیخت کر رہا تھا ...... دائیں بائیں ہاتھ لہراتے ہوئے اپنے لشکریوں کو پیش قدمی کرنے کا حکم دے رہا تھا اور ان کے ذہن میں یہ بھی بات ڈال رہا تھا کہ مسلمانوں کے مقابلے میں اس کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ ہے لہٰذا اس کی کامیابی اور فتح یقینی ہے۔

لیکن جب مسلمانوں نے بھیم راج کے لشکر کی اگلی کئی صفوں کا صفایا کر کے رکھ دیا تب بھیم راج پریشانی کا شکار ہوا اور لشکر کے وسطی حصے سے وہ پیچھے ہٹ گیا تھا۔

اب لحہ بہ لحہ مسلمانوں کے مقابلے میں بھیم راج کے لشکر کی حالت وقت کے بے ...ف لمحوں میں پچھتاوے کے سیلاب برق و بار کے قافلوں میں خار و خس کے ہجوم، ...ل لمحوں کی یلغار میں خیالات کی تیرگی اور سوالات کی الجھنوں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

کچھ دیر کی مزید جنگ کے بعد نقشہ یکدم بدلنے لگا ...... اس لئے کہ سامنے کے ...ہ قطب الدین ایبک اور ایبہ نے اپنے لشکر کو پھیلاتے ہوئے بھیم راج کے شکر کے ...یں بائیں سے بھی حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا ...... یوں ایک طرح سے بھیم راج ...لشکر کو سہ طرفہ گھیراؤ میں محصور کرنے کی کوشش کی گئی تھی اور اس کے بعد تینوں ...اف سے بھیم راج کے لشکریوں کا قتل عام شروع ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد بھیم راج کے لشکری پیچھے ہٹنا شروع ہوئے ....ی اختیار کی اس کے بعد انہیں شکست ہوئی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے ...... بھیم

راج کی بدقسمتی کہ اسے گرفتار کر لیا گیا ...... اس طرح اجمیر کے نواح میں بھیم راج
لشکر کو بدترین شکست ہوئی اور اس کے لشکری اپنی جانیں بچانے کی خاطر ادھر ادھر
گئے ...... ان میں سے اکثریت نے اجمیر کا رخ نہیں کیا اس لئے کہ وہ جانتے تھے
انہوں نے اجمیر میں جا کر محصور ہونے کی کوشش کی تو مسلمان آگے بڑھ کر اجمیر
محاصرہ کریں گے اور شہر کے اندر جس قدر لشکری پناہ لیں گے سب کو موت کے گھا
اتار دیں گے۔

لہٰذا اجمیر کی طرف جانے کی بجائے انہوں نے مختلف سمتوں میں بھاگ جا
ہی میں اپنی عافیت سمجھی ...... اس طرح قطب الدین ایبک اور ایبہ کو اجمیر کے نواح
شاندار فتح نصیب ہوئی۔

جنگ کے بعد کچھ دیر تک ایبہ اور قطب الدین اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کر
رہے جنگ کے دوران جن لشکریوں اور سالاروں نے اچھی اور عمدہ کارکردگی کا مظا
کیا تھا، انہیں خوب نوازا بھی گیا پھر قطب الدین ایبک، ایبہ اور دوسرے سالار ایک
بیٹھ گئے اور قطب الدین نے بھیم راج کو اپنے سامنے لانے کا حکم دیا ...... یہ حکم
ہی چند مسلح جوان بھیم راج کو پکڑ کر لائے اور اسے قطب الدین کے سامنے لا کھڑا کی

قطب الدین تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا ...... اس م
پر بے حد سنجیدہ اور کسی قدر غصے کی حالت میں بھی تھا پھر اس نے اپنی نگاہیں بھیم
کے چہرے پر گاڑھ دیں اور کھولتے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"بھیم راج! جنگ کے دوران تو، تو اپنے گھوڑے پر سوار راجہ اندر بن کر
نعروں کے جوش اور اپنے تعصب کے خنجروں سے اپنے لشکریوں کو جوش دلا رہا تھا
کالے موسموں کے باسیوں کی طرح کھولتے وہموں کے آشوب کھڑے کرنے کی کو
کر رہا تھا ...... ذرا میدان جنگ کے دوران جس وقت تو گھوڑے پر سوار تھا، اپنی
حالت کو بھی نگاہ میں رکھ اور اپنی اس حالت کو بھی دیکھ جس وقت تو میرے سامنے
ہے ...... اس وقت تیری حالت جاں سوز و تباہ کاری کی سی تھی اور اب تو گرے ہو
گھروں کی دیوار کی مانند ہے ...... اس وقت تو سلگتی آنکھوں والے بیابان کے وحشی
کی طرح تھا اور اب تو اجاڑ ویرانوں کے انتہا درخت سے بھی زیادہ بے بس ہے
اس وقت تو ساحلوں کو ہلا دینے والے خونی تلاطم کی صورت اختیار کیے ہوئے تھا
اب اپنی حالت کا جائزہ لے اب تو تپتے ریگستانوں میں سرگرداں شکست و ریخت

بھی ابتر ہو چکا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد قطب الدین رکا پھر دوبارہ اسے مخاطب کرتے ہوئے
کہنے لگا۔

"بھیم راج! تو نے کئی بار زہریلے ناگ کی طرح ہمیں ڈسنے کی کوشش کی لیکن
خداوند کا شکر کہ ہم ہر بار تیرے زہر سے محفوظ رہے ...... تو نے ترائن کی پہلی جنگ میں
بھی حصہ لیا ...... تو نے ترائن کی دوسری جنگ میں بھی حصہ لیا لیکن کوئی سبق نہیں پکڑا
...... ترائن کے میدانوں میں پرتھوی راج کو شکست دینے کے بعد جب اس کا خاتمہ ہو
گیا تو ہم نے کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کی ...... اس کے بیٹے کو اجمیر کا حکمران تسلیم کر لیا
لیکن تو پھر بھی شرارتوں سے باز نہ آیا ...... قنوج کے راجہ کے ساتھ مل کر ہمارے مقابل
آیا ...... وہاں بھی شکست ہوئی تو جنوب کی طرف بھاگا اور جب ہم بنارس سے دہلی کی
طرف گئے تو راجہ کولہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر تو اجمیر پر قابض ہو گیا ...... ذرا اپنے
اعمال پر نگاہ دوڑا اور سوچ کر یہ بتا تیرے اس اعمال نامے میں تیرے لئے کوئی معافی
کا لفظ نکلتا ہے۔"

قطب الدین ایبک چند لمحے پھر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا اس کے بعد دوبارہ
اس نے بھیم راج کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"بھیم راج! جنگ کی ابتدا ہونے سے پہلے تو اس زعم، اس گمان، اس ظن میں تھا
کہ تیرے پاس ہماری نسبت بڑا لشکر ہے لہٰذا تو کامیاب ہو جائے گا لیکن تعداد کے
گھمنڈ میں پڑنے سے پہلے تو نے یہ تو سوچا ہوتا کہ ترائن کے میدانوں میں تمہارے
لشکر کی تعداد تین لاکھ کے لگ بھگ تھی ...... ہمارے پاس ایک لاکھ کے قریب لشکر تھا
...... تم لوگوں کے پاس تین ہزار کے قریب ہاتھی تھے ہمارے پاس اس نام کی کوئی شے
نہ تھی ...... اس کے باوجود ہم نے تم لوگوں کو عبرت خیز شکست دے کر بھگا مارا ...... جب
تم نے اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا تو کم از کم جس وقت تمہیں جے چند کے ساتھ
شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا ...... اس وقت ہی تم اطاعت اور فرمانبرداری قبول کر لیتے تو
ہم یقینی طور پر تمہیں معاف کر دیتے اور ہو سکتا ہے کسی علاقے کی حاکمیت پر بھی مقرر کر
دیتے لیکن تو نے اپنے لئے ہر سنہری موقع کو اپنے ہی پاؤں تلے روند کر اپنے آپ کو
ناقابل تسخیر قوت سمجھنا شروع کر دیا۔

بھیم راج! تو نے دھوکہ دہی سے کام لے کر ایک دم جنوب سے نکل کر اجمیر پر

قبضہ کر لیا ...... لہٰذا جب میں تمہارے سیاہ اعمال نامے پر نظر ڈالتا ہوں تو ہر سطر تمہارے لئے سزائیں ہی سزائیں مرقوم ہیں ...... اس لئے میں تمہیں معاف نہیں کر سکتا چونکہ تم وہ ناگ ہو جو بار بار ڈسنے کا عادی ہے۔"

اس کے ساتھ ہی ہاتھ کے اشارے سے قطب الدین ایبک نے اپنے ایک سالا کو بلایا ...... سارا معاملہ اسے سمجھایا ...... اس پر وہ سالار کچھ مسلح جوانوں کے ساتھ بھ راج کو پکڑ کر ایک طرف لے گیا اور اس کا سر قلم کر کے رکھ دیا ...... اس طرح اجمیر کے نواح میں بھیم راج کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

اس کے بعد قطب الدین ایبک اور ایبہ نے اپنے لشکر کے ساتھ میدان جنگ سے کوچ کیا ...... اجمیر شہر کا رخ کیا اور فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہوئے ... اب اجمیر شہر کو انہوں نے اپنی عمل داری اور سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔

قطب الدین ایبک اور ایبہ نے لشکر کا پڑاؤ شہر سے باہر قائم کیا تھا اور دونوں ش کے نظم و نسق میں لگ گئے تھے۔

ایک روز ایبہ اپنی لشکر گاہ میں مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے خیمے کی طرف جانے لگا تو اچانک پیچھے سے کسی نے اسے پکارا۔

"امیر! ذرا رکئے......"

ایبہ رک گیا ...... اس نے مڑ کر دیکھا تو پکارنے والا رام داس تھا ...... وہی ر داس جس نے راج کماری کمار دیوی کو سنگرام اور دیوداس کے چنگل سے نجات دی تھی اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے ایبہ نے اسے مخاطب کیا۔

"میرے عزیز! تو اپنی شکل اور لباس سے ہندو لگتا ہے ...... بتا تو کون ہے اس لئے کہ اس سے پہلے میں تیرے چہرے سے شناسا نہیں ہوں۔"

رام داس قریب ہوا ...... دونوں ہاتھ جوڑ کر اور بڑی عاجزی سے اس نے سلام پھر کہنے لگا۔

"میرا نام رام داس ہے ...... میں دریائے سرسوتی کی طرف سے آیا ہوں میری بدبختی کہ میں جگہ جگہ آپ کو تلاش کرتا پھرا ...... پہلے دہلی گیا وہاں سے پتہ آپ بنارس میں ہیں ...... میری مزید بدقسمتی کہ جب میں بنارس پہنچا تو آپ دہلی طرف چلے گئے ...... میں پھر دہلی آیا لیکن حالات پھر بھی میرے حق میں نہ تھے۔

ے پتہ چلا آپ اجمیر کی طرف گئے ہیں لہٰذا اب میں اجمیر کی طرف آیا ہوں اور ے میں وہاں بیٹھا انتظار کر رہا تھا اس لئے کہ آپ نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ کے کچھ لشکریوں نے میری رہنمائی کی ...... وہ لشکری ابھی میرے پیچھے ہی رہے ہیں ...... شاید وہ مجھے مشکوک سمجھتے ہیں اس بنا پر شاید وہ مجھ پر نگاہ رکھے ہیں۔"

رام داس جب خاموش ہوا تب ایبہ کسی قدر ہمدردی میں اسے مخاطب کرتے کہنے لگا۔

"تم مجھے جگہ جگہ، نگر نگر، شہر شہر کیوں ڈھونڈتے، تلاش کرتے پھر رہے ہو...... آخر ے چاہتے کیا ہو......؟"

رام داس بڑی عاجزی میں کہنے لگا۔

"امیر! میں آپ سے راج کماری کمار دیوی سے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں ...... جانتا ہوں آپ مجھ پر شک کریں گے لیکن میری آپ سے التجاء ہے کہ آپ اپنے یں چلیں، وہاں بیٹھ کر میں آپ سے راج کماری سے متعلق تفصیل سے گفتگو کرنا ہوں ...... آپ کے جو مسلح جوان میرے پیچھے آ رہے ہیں، انہیں بے شک خیمے لے کر چلئے تاکہ ......"

رام داس کی بات کاٹتے ہوئے کسی قدر مسکراتے ہوئے ایبہ کہنے لگا۔

"اس کی کوئی ضرورت نہیں ...... میرے ساتھ آؤ......"

اس کے ساتھ ہی ایبہ اپنے خیمے کی طرف بڑھا ...... رام داس بھی چپ چاپ اس ساتھ ہو لیا تھا۔

O❖O

رام داس کے ساتھ جب ایبہ اپنے خیمے میں داخل ہوا تو ایبہ اور رام داس کے پیچھے پیچھے ایبہ کے جو مسلح جوان آ رہے تھے وہ بھی خیمے تک آئے اور رام داس کو لے کر ایبہ خیمے میں داخل ہوا تب وہ لشکری ایبہ کی سلامتی اور تحفظ کے پیش نظر اردگرد پہرہ دینے لگے تھے۔

خیمے میں داخل ہونے کے بعد ایک نشست پر ایبہ بیٹھ گیا...... رام داس کو اس نے اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے کہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اب کہو تم راج کماری کمار دیوی سے متعلق کیا کہنا چاہتے ہو...... پر تمہاری ایک بات نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے...... تم نے مجھے راستے میں بتایا کہ تم دریائے سرسوتی کی طرف سے آئے ہو جبکہ راج کماری کمار دیوی نہروالا کی رہنے والی ہے...... راستے میں تمہارے ان الفاظ نے تمہیں میری نگاہوں میں مشکوک کر دیا تھا لیکن چونکہ میرے مسلح جوان میرے پیچھے پیچھے تھے، اگر اس موقع پر الفاظ میں تم پر شک کا اظہار کرتا تو یقیناً تمہاری جان خطرے میں پڑ سکتی تھی...... اسی بنا پر میں خاموش رہا...... اب بتاؤ اصل معاملہ کیا ہے......؟"

جواب میں رام داس نے اُچ کی دیوی کے تہوار سے دیوداس اور سنگرام کے ہاتھوں کمار دیوی کے اغوا ہونے، اسے دریائے سرسوتی کے کنارے قلعہ نما حویلی میں لائے جانے اور پھر رام داس کے اسے وہاں سے نکالنے اور مچھیروں کی بستیوں میں پناہ لینے کی تفصیل بتا دی تھی۔

سارے حالات سن کر ایبہ تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا اس کے بعد رام داس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"رام داس! پہلے تو مجھے اس انکشاف پر بے حد دکھ اور صدمہ ہوا ہے کہ اوشا دیوی کے تہوار سے اُچ کے راج کمار دیوداس کے ماموں زاد سنگرام نے اسے اغوا کر کے

ئے سرسوتی کے کنارے پہنچا دیا۔
یں تمہارے کردار سے بھی خوش ہوں کہ تم نے اسے جہنم سے نکال کر مچھیروں کی
یں پہنچا دیا...... تمہاری باتوں سے میں یہ اندازہ بھی لگا چکا ہوں کہ شاید سنگرام اور
اس کے ہاتھوں کمار دیوی کی عزت و عفت محفوظ رہی ہے۔"

ایبہ کے ان الفاظ پر رام داس جھٹ سے بول پڑا۔

"مالک! آپ کا اندازہ درست ہے...... کمار دیوی نے اپنی لاج، اپنی عزت کی
ت خوب کی...... اس نے فیصلہ کیا ہوا تھا کہ اگر اس قید کے دوران سنگرام یا
ان میں سے کسی نے بھی اسے بے آبرو کرنا چاہا تو وہ خود مر جائے گی یا بے آبرو
نے والے کا خاتمہ کر کے رکھ دے گی۔"

رام داس جب خاموش ہوا تب کچھ سوچتے ہوئے ایبہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"رام داس! مجھے کمار دیوی کی اس حالت پر بڑا دکھ اور صدمہ ہوا ہے لیکن اسے
ے نجات دلانے کے لئے تمہیں نہروالا کا رخ کرنا چاہیے تھا...... اس کے باپ
ھائی کو اس کی اطلاع کرنی چاہیے تھی تاکہ وہ کمار دیوی کو وہاں سے رہا کرنے کے
ساتھ دیوداس اور سنگرام کو بھی ان کے لئے عبرتناک سزا دیں۔"

ایبہ جب خاموش ہوا تو دکھ بھرا لمبا سانس لیتے ہوئے رام داس بول اٹھا۔

"مالک! میں تو پہلے ہی آپ کو تلاش کرتے کرتے تھک چکا ہوں پھر نہروالا کتنی
ہے...... میں وہاں تنہا سفر ہی نہیں کر سکتا اور پھر کمار دیوی کے حالات میں آپ کا
بار بار آتا تھا اور جس وقت میں آپ کی طرف روانہ ہوا تھا اس وقت راج کماری
دیوی نے بھی میری اس تجویز سے اتفاق کیا تھا کہ اسے وہاں سے نکالنے کے لئے
کی مدد حاصل کی جائے۔"

رام داس کے خاموش ہونے پر ایبہ پھر بول اٹھا۔

"پر وہ تو مجھ سے انتہا درجہ کی نفرت کرتی ہے...... میرا نام سننا پسند نہیں کرتی اور
ری مجھ تک یہ بھی خبر پہنچ چکی ہے کہ وہ اپنے راج مندر میں گئی اور وہاں جا کر اس
نے قسم کھائی کہ وہ اس وقت تک شادی نہیں کرے گی جب تک مجھے قتل نہیں کرے گی
باوجود اس نے تمہیں میری طرف کیسے روانہ کر دیا......؟"

یہاں تک کہنے کے بعد ایبہ رکا پھر وہ اپنی بات کو آگے بڑھا رہا تھا۔

بہرحال میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا...... ہمارا لشکر چند دن تک یہاں قیام

کرے گا تم بھی کچھ روز یہاں قیام کر کے آرام کرو اس کے بعد میں تمہارے ساتھ کچھ مسلح جوان روانہ کر دوں گا جو راج کماری کو وہاں سے نکال کر بحفاظت نہروالا پہنچا دیں گے ...... ساتھ ہی میرے کچھ مسلح جوان دیوداس اور سنگرام کو بھی پکڑنے کی کوشش کریں گے اور جو مسلح جوان میں تمہارے ساتھ بھجواؤں گا انہیں میں یہ احکامات بھی جاری کروں گا کہ سنگرام اور دیوداس کو بھی پکڑ کر راج کماری کے ساتھ اس کے باپ کی طرف نہروالا لے جائیں تاکہ نہروالا کا راجہ بھیم دیو بیٹی کو اغوا کرنے والوں کو جو چاہے سزا دے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ایبہ تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر رام داس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''رام داس! اس موقع پر میرے ذہن میں ایک اور تجویز بھی ہے ...... پتہ نہیں تم اس سے اتفاق کرتے ہو یا نہیں۔''

رام داس نے بڑی ممنونیت سے ایبہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''آپ کہیں کیا کہنا چاہتے ہیں ...... میں کیوں آپ کی تجویز سے اتفاق نہیں کروں گا ......؟''

جواب میں ایبہ نے کچھ سوچا پھر رام داس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''رام داس! میں چاہتا ہوں تم ایک دو دن یہیں قیام اور آرام کر کے واپس چلے جاؤ ...... میں چاہتا ہوں تمہارے جانے کے بعد کچھ مسلح جوانوں کو دریائے سرسوتی کی طرف روانہ کروں ...... یہ بھی ممکن ہے کہ جب میرے آدمی کمار دیوی کو یہاں سے نکالنے کے لئے جائیں تو دیوداس اور سنگرام بھی اپنے مسلح جوانوں کو اکٹھا کر کے ہمارے آدمیوں پر حملہ آور ہو جائیں اگر ایسا ہوا تو اس کے بیک وقت تین نقصانات سامنے آئیں گے۔

اول یہ کہ جو آدمی یہاں سے کمار دیوی کو نکالنے کے لئے بھجواؤں گا ان کی جانیں خطرے میں پڑ جائیں گی۔

دوئم یہ کہ راج کماری پھر دیوداس اور سنگرام کی گرفت میں چلی جائے گی ...... اگر ایسا ہوا تو وہ دونوں اسے کہیں ایسی جگہ لے جائیں گے جہاں پھر راج کماری کا نام و نشان نہیں ملے گا ...... اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو انتقامی کارروائی کرتے ہوئے وہ اس کا خاتمہ بھی کر سکتے ہیں۔

سوئم یہ کہ جن ماہی گیروں کی بستی میں اس وقت کمار دیوی نے پناہ لے رکھی ہے، یروں کی وہ بستی بھی سنگرام، دیوداس اور ان کے مسلح جوانوں کی اذیت کا شکار ہو گی اور میں ایسا نہیں چاہتا۔

اس وقت جو میرے ذہن میں تجویز آتی ہے وہ یوں ہے کہ پہلے تم اکیلے واپس جاؤ ...... میرے مسلح جوانوں کو تمہارے ساتھ نہیں جانا چاہیے ...... اس کا بھی ایک پہلو ہے اور وہ اس طرح کہ اگر سنگرام اور دیوداس کو خبر ہو گئی کہ راج کماری کمار کو وہاں سے نکالنے کے لئے تم ہمارے مسلح جوان لے کر گئے ہو تو ان پر یہ بات ہو جائے گی کہ اس حویلی سے کمار دیوی کے فرار کے ذمہ دار بھی تم ہو لہٰذا وہ تمہارا رنے کی کوشش کریں گے اور میں ایسا بھی نہیں چاہتا ...... دو دن کے بعد تم اکیلے جانا ...... مزید دو دن کا وقفہ ڈال کر میرے مسلح جوان یہاں سے تمہاری بستی کی آئیں گے ...... پہلے وہ دیوداس اور سنگرام اور ان کے مسلح جوانوں کا محاصرہ کر یں گرفتار کریں گے ...... ان کی گرفتاری کے بعد رات کے وقت کمار دیوی کو ماہی ں کی بستی سے نکالا جائے گا ...... یہ کام دن میں نہیں کیا جائے گا ...... اس طرح یروں کی بستی پر بھی حرف گیری آئے گی ...... میں چاہتا ہوں کہ جب پہلے دیوداس رام گرفتار ہو جائیں گے اس کے بعد رات کی تاریکی میں کمار دیوی کو بھی وہاں ال کر مسلح جوانوں کی سرکردگی میں تینوں کو نہروالا کی طرف بھجوا دیا جائے ...... اس د نہروالا کے راجہ کے سامنے کمار دیوی خود اپنے حالات پیش کرے گی اور نہروالا جو چاہے دیوداس اور سنگرام سے سلوک کرے ...... اب بولو تمہارا اس سلسلے میں کیا ہے ......؟''

ایبہ جب خاموش ہوا تو جواب میں رام داس کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''جو کچھ آپ نے کہا میں اس سے مکمل اتفاق کرتا ہوں ...... میں سمجھتا ہوں آپ ز پر عمل کرنے سے نہ صرف میں بلکہ کمار دیوی بھی محفوظ رہے گی ...... اس کے اہی گیروں کی بستی بھی دیوداس، سنگرام اور ان کے ساتھیوں کے انتقام سے بچی ی ...... میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے خیمے میں بٹھا کر فصیل مجھ سے سنی اور میری استدعا پر آپ کمار دیوی کی مدد کے لئے تیار ہو گئے اس سے پہلے جو تفصیل مجھ تک پہنچی ہے اس کے مطابق کمار دیوی نے آپ سے

اچھا سلوک نہیں کیا تھا اور اب وہ اپنے اس سلوک پر پچھتا بھی رہی ہے۔"

رام داس کے اس جواب پر ایبہ خوش ہو گیا تھا...... اس کے بعد اس نے کسی کو آواز دے کر بلایا...... اس پکار کے جواب میں مسلح جوان خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا اور اسے مخاطب کر کے ایبہ کہنے لگا۔

"یہ ہمارا مہمان ہے ...... اس کے رہنے اور کھانے کا انتظام کرو ...... دو دن یہ یہاں قیام کرے گا اس کے بعد یہاں سے رخصت ہو جائے گا۔"

ساتھ ہی رام داس کی طرف دیکھتے ہوئے ایبہ پھر کہنے لگا۔

"رام داس! رخصت ہونے سے پہلے مجھ سے مل کر جانا ...... میں پھر اس موضوع پر تم سے گفتگو کروں گا...... اب تم جاؤ جا کر آرام کرو۔"

اس کے ساتھ ہی رام داس اٹھا اور وہ دروازے پر نمودار ہونے والا ایبہ کا مسلح جوان رام داس کو اپنے ساتھ لے گیا تھا ...... دو دن بعد رام داس دریائے سرسوتی کی طرف چلا گیا تھا جبکہ قطب الدین ایبک اور ایبہ اپنے لشکر کو لے کر نہر والا کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔

ایک روز نہر والا کا راجہ بھیم دیو اور اس کا بیٹا رام دیو دونوں بڑی تیزی سے راج محل میں داخل ہوئے تھے ...... اس وقت رام دیو کی ماتا راج کنول راج محل کے سامنے جو باغیچہ نما صحن تھا اس میں ٹہل رہی تھی جب اس نے دونوں کو تیزی سے سکونتی حصے کی طرف آتے دیکھا تو وہ ان کی طرف بڑھی ...... جب وہ قریب آئے تو کچھ دیر تک ان کے چہروں کے تاثرات کا جائزہ لیتی رہی پھر کہنے لگی۔

"تم دونوں باپ بیٹے کی حالت سے لگتا ہے کہ کچھ ہونے والا ہے۔"

بھیم دیو کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی رام دیو بول اٹھا۔

"ماتا! ہونے والا نہیں ہو چکا ہے ...... میں اس سے پہلے جن خدشات، جن خطرات کا اظہار کیا کرتا تھا، آج وہ عملی صورت میں ہمارے سامنے آ رہے ہیں مسلمانوں کا لشکر ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیزی سے ہماری طرف پیش قدمی کر رہا ہے ...... یہ خبر ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی ہمارے مخبر لے کر آئے ہیں وہ یہ نہیں بتا سکے کہ مسلمانوں کے لشکر کی کمانداری خود سلطان کر رہا ہے یا کوئی اور ...... لیکن مسلمانوں کا لشکر بہرحال نہر والا پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے...... میں

ں اس لئے آئے ہیں تا کہ اپنی تیاری کر کے مستقر کی طرف جائیں اور لشکر کو
ہر سے نکلیں ...... ہم نہر والا سے دور ذرا کھلے میدانوں میں مسلمانوں کا مقابلہ
تے ہیں ...... اور دیکھیں اس جنگ کے کیا نتائج سامنے آتے ہیں اس لئے کہ
ہر صورت میں ہم سے انتقام لینے کی کوشش کریں گے۔"
اں تک کہنے کے بعد رام دیو رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا

اتا! میں جانتا ہوں میری اس ساری گفتگو کا پتا جی برا منائیں گے لیکن حقیقت
اب مسلمان مختلف انداز میں ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہے ہیں ......
ں نے صرف ملتان اور اُچ کو فتح کرنے کے بعد ہمارا رخ کیا تھا...... وہ یہاں
ے محل وقوع اور حالات سے واقف نہیں تھے اور پھر ان کے لشکری بھی ان
ے انجان تھے لیکن اب لگاتار کئی معرکوں میں وہ مقامی لشکروں کو شکست
ہیں...... پشاور سے لے کر قنوج تک کے سارے علاقوں کو فتح کرتے ہوئے
قبضہ بھی کر چکے ہیں ...... ہندوستان کے بڑے بڑے راجاؤں میں سے کچھ کو
ہلاک کر دیا ہے اور کچھ کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر وہ مجبور کر چکے ہیں ......
را رخ کر رہے ہیں اور اس سے پہلے جو ہمارے ہاتھوں انہیں پسپائی اختیار
ی، اس کا وہ انتقام ضرور لیں گے ...... میں نے اس موقع پر بھی مشورہ دیا تھا
ں کے سلطان سے صلح کر لینی چاہیے لیکن ہم نے صلح کی بجائے ہندوستان
، راجاؤں کو اپنی مدد کے لئے بلایا اور مسلمانوں کو پسپا کر کے ہم ایک طرح
خوش اور مطمئن ہو گئے تھے ...... اب جو مسلمان ہمارے علاقوں کی طرف
کر رہے ہیں اس کا مطلب ہے ہمارا وہ اطمینان اور ہماری وہ خوشی بالکل

ل ماتا! میں اور پتا جی اپنی تیاری کرنے کے لئے آئے ہیں اور تیاری کرنے
واپس چلے جائیں گے۔"
تک رام دیو بولتا رہا اس کے باپ بھیم دیو نے جواب میں ایک لفظ بھی نہیں
تھا وہ اس کی باتوں سے متفق تھا تاہم راج کنول کچھ پریشان اور فکر مند ہو
ھیم دیو، رام دیو دونوں اپنا جنگی لباس پہننے کے بعد اصطبل کی طرف گئے
پر سوار ہوئے اس کے بعد وہ راج محل سے نکل گئے تھے ...... تھوڑی دیر

بعد بھیم دیو، رام دیو اپنے بڑے بڑے اور سرکردہ سالاروں کے ساتھ اپنے لشکر کو لے کر نہروالا سے کوچ کر گئے تھے۔

اپنے مخبروں کی رہنمائی میں بھیم دیو، رام دیو اور ان کے سالاروں نے اپنے لشکر کے ساتھ اس شاہراہ پر پڑاؤ کر لیا تھا جس شاہراہ کی طرف مخبروں نے اشارہ دیا تھا کہ مسلمانوں کا لشکر اس پر سفر کرتے ہوئے نہروالا کی طرف بڑھ رہا ہے۔

جس روز راجہ بھیم دیو نے اپنے لشکر کا پڑاؤ کیا تھا ...... اس سے دوسرے روز قطب الدین ایبک، ایبہ اور ان کے سالار بھی اپنے لشکر کو لے کر وہاں پہنچ گئے اور بالکل بھیم دیو کے لشکر کے سامنے انہوں نے پڑاؤ کیا تھا۔

ایک دن اور ایک رات دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے رہے اور ساتھ ہی محتاط بھی رہے کہ کوئی کسی پر شب خون نہ مارے ...... اس کے بعد دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے اپنے لشکر میں جنگ کے طبل اور نقارے پیٹ دیئے تھے گویا لشکر اب ایک دوسرے سے ٹکرانے کے لئے تیاریاں کرنے لگے تھے ...... بھیم دیو، رام دیو اور ان کے بڑے بڑے سالار اپنے لشکر کے سامنے اپنے گھوڑوں کو ادھر ادھر دوڑاتے ہوئے اپنے لشکر کی صفیں درست کر رہے تھے ...... یہی حالت اس وقت قطب الدین ایبک، ایبہ اور دوسرے سالاروں کی بھی تھی ...... وہ بھی اپنے لشکر کی صفوں کو استوار کرنے میں مصروف تھے۔

جنگ کی ابتدا نہروالا کے راجہ بھیم دیو نے کی ...... اپنے لشکر کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ اپنی آرزوؤں کو سجاتے، اپنی خوش گمانیوں کو لبھاتے، اپنی خواہشوں کے عہد نبھاتے، اپنے اندر کی جستجو کو چھپاتے اور دھول کی چادر میں لپٹے ہولناک کار شرار وسوسوں کی انگڑائیاں لیتی غارت گری کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری طرف قطب الدین اور ایبہ نے بھی نگاہوں کو کہر آلو، عقل کو مجہول، زبان کو بے مفہوم، جسموں کو معذور، دل کو مفلوج اور زبان کے نطق تک کو نابود کر دینے والے کھولتے کروٹیں لیتے بگولوں کی طرح اپنے ردعمل کا اظہار کیا تھا پھر وہ بھی راجہ بھیم دیو کے لشکر پر خزاں کی پیاسی شدتوں کے طوفان، لو کے اٹھتے گرم تند جھونکوں، ذہنوں میں بربادی کی دھول اڑا کر خدوخال تک کو بگاڑ دینے والے قہر کے چکراتے لہراتے بھنور اور زیست کی سرحدوں پر دستک دے دینے والی تشنہ پندار قضا کی طرح حملہ آور

ئے تھے۔

نہروالا کے نواح میں دونوں لشکریوں کے آپس میں ٹکرانے سے ایسا سماں بندھ گیا جیسے فرعون کی بستیوں پر عصائے کلیم کا نزول ہونا شروع ہو گیا ہو یا نفرتوں کے لئے روپ میں الجھن بھری محرومیاں اور روح و قلب کے مستقر میں نئے موسموں کے اب اٹھ کھڑے ہوئے ہوں ...... دونوں طرف کے لشکری بری طرح ایک دوسرے پر ٹ پڑے تھے اور ہر کوئی اپنی کامیابی اور اپنی فتح مندی کو یقینی بنانے کے لئے جدوجہد لگ گیا تھا۔

بھیم دیو اور اس کے سالار جانتے تھے کہ اس سے پہلے نہروالا میں چونکہ ان کے ہاں مسلمانوں کو پسپائی اختیار کرنا پڑی تھی لہٰذا مسلمان ہر صورت میں اپنی اس ہزیمت پسپائی کا انتقام لے کر رہیں گے ...... اس بنا پر وہ اپنی طرف سے پوری کوشش کر ہے تھے کہ کسی نہ کسی طرح ایک بار پھر مسلمانوں کے قدم آگے نہ بڑھنے پائیں۔

بھیم دیو اور اس کے سالار چلا چلا کر اپنے لشکریوں کے جذبوں، ان کے ولولوں کو رہے تھے اور ان کے لشکری بھی ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے آداب ربط و ضبط سے ئنا بغاوتوں کی تحریکوں، گرد کے طوفان اور جذبوں کی تکریم تک کو سسکتے دھاروں میں یل کر دینے والے کڑے لمحوں کے طوفان کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے ...... وہ تہیہ ہوئے تھے کہ ہر صورت میں اپنی کامیابی کی مہر ثبت کر کے رہیں گے لیکن ابھی تک ا کی بھی سمت سے اپنی کامیابی کی کوئی جھلک تک دکھائی نہ دے رہی تھی اس لئے دوسری طرف مسلمان لشکری بھی تکبیروں کے سائے میں اپنے سروں پر کفن باندھ کر ا اور دل کی محرابوں میں حروف کی زندہ روشنی کی طرح ادھر اُدھر حرکت کر رہے تھے وہ نعرے بلند کرتے ہوئے تکبیر کی فضاؤں کی گھمبر بازگشت میں راجہ بھیم دیو کے لشکر ات بیکراں کی گرد میں لاوا بن کر کھول اٹھتے فنا و تغیر کے بھنور اور عہد فراموش میں ال وحشت بھرے خوابوں کی طرح اپنے کام کی ابتدا کرتے ہوئے دشمن کے لشکر تعداد کو کم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

کچھ دیر کی مزید جنگ کے بعد راجہ بھیم دیو نے صاف طور پر اندازہ لگا لیا تھا کہ کے لشکری مسلمانوں کے حملوں کے سامنے پربتوں کے اندھیروں کی طرح سمٹنے اور کے تلاطم سے رسہ کشی کرتے عناصر کی طرح پسپائی اور تشنگی کے ابلتے سمندر میں کی بے بس مسافر کی طرح پیچھے ہٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔

پھر بھیم دیو نے وہ سماں بھی دیکھا کہ جب اس کے لشکریوں میں تھوڑی سی پسپائی دکھائی دی ...... تب مسلمان لشکریوں نے زور دار انداز میں تکبیریں بلند کیں شاید یہ لشکریوں کا ایک دوسرے کو پیغام تھا کہ اب پوری طاقت اور قوت سے دشمن پر حملہ آور ہو کر اور اس پر آخری ضرب لگاتے ہوئے اپنی فتح کو یقینی بناتا ہے اور پھر ایسا ہی ہوا۔

مسلمان لشکریوں نے قطب الدین ایبک، ایبہ اور دوسرے سالاروں کی سرکردگی میں اس زور سے حملے شروع کیے کہ انہوں نے اپنے ان حملوں کے دوران بھیم دیو کے لشکر کی اگلی کئی صفوں کو کاٹتے ہوئے اس کے لشکر کے وسطی حصے میں موت کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے بھیم دیو اور اس کے سالاروں نے اپنی شکست اپنے سامنے رقص کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا لہٰذا اپنی جانیں بچانے کی خاطر بھیم دیو نے شکست اور پسپائی کے نقارے بجوا دیئے تھے ...... ان نقاروں کی گونج کے ساتھ ہی بھیم دیو شکست اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا اور نہروالا میں داخل ہو کر قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

قطب الدین ایبک، ایبہ اور اس کے سالاروں نے سب سے پہلے دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کیا ...... اپنے زخمی ہونے والے لشکریوں کی دیکھ بھال کی، لشکر کے لئے خیمے نصب کر دیئے گئے، لشکریوں کو آرام کا حکم دیا گیا پھر قطب الدین اور ایبہ سالاروں کے ساتھ ایک جگہ بیٹھ گئے ...... قطب الدین نے اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میرے عزیز ساتھیو! سب سے پہلے تو میں تمہیں اور اپنے سارے لشکریوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ہم نے نہروالا کے راجہ بھیم دیو کے خلاف شاندار کامیابی اور ایک سنہری فتح حاصل کی ہے۔

یہ وہی نہروالا ہے جہاں اس سے پہلے ایک بار ہمیں پسپا ہونا پڑا تھا اور ہم نے اپنی اس پسپائی کا خوب انتقام لیا ...... اب دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر تو ہمارا قبضہ ہو چکا ہے اور جیسا کہ دشمن کے تعاقب کرنے والے مخبروں نے بتا دیا ہے کہ راجہ بھیم دیو نہروالا میں محصور ہو گیا ہے، مخبر یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ نہروالا کی فصیل انتہا درجہ کی مستحکم مضبوط اور بلند ہے ...... اب یہ بتاؤ کہ دشمن کو ان میدانوں میں شکست دینے کے بعد ہمیں کس ردعمل کا اظہار کرنا چاہیے اور ہمیں اگلا قدم کیا اٹھانا چاہیے؟"

اس موقع پر ایبہ نے اپنے سالاروں کی طرف دیکھا ...... انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ سب لوگوں میں سے کوئی بولنا چاہے تو بولے ورنہ مجھے اجازت دیں کہ ں اپنی طرف سے ایک تجویز پیش کروں۔"

ایبہ کے ان الفاظ کے جواب میں ان سالاروں نے یک زبان ہو کر یہی کہا کہ ہلے ایبہ اپنی تجویز پیش کرے۔ اس پر ایبہ سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"خداوند قدوس کا شکر ہے کہ ان میدانوں میں ہم نے بھیم دیو کو شکست دی ہے ر وہ اپنے فصیل بند شہر میں محصور ہو گیا ہے ...... اب جہاں تک ہماری حالت کا تعلق ے، ہمارے پاس منجنیقوں کے علاوہ کوئی اور بھی فصیل اور قلعہ شکن اوزار نہیں ہیں پھر ہاں قیام کے دوران ہمارے پاس رسد اور ضروریات کی دیگر زندگی کا قحط بھی پڑ سکتا ے اس لئے میں یہ کہوں گا کہ سب سے پہلے نہروالا کے گرد و نواح کے علاقوں پر حملہ ر ہو کر اپنے لشکر کے لئے مہینوں تک کی ضروریات کی اشیا بھر لینی چاہئیں ابھی تک والا کے راجہ بھیم دیو نے اردگرد کے علاقوں کو ہمارے خلاف کوئی حکم جاری نہیں کیا گا ...... لہٰذا اردگرد کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر کہیں دھونس دھمکی، کہیں حملہ آور ہونے کا ف دلا کر اپنے لئے اناج اور ضروریات کی دیگر چیزیں جمع کر سکتے ہیں ایسا کرنے بعد پھر حالات کو سامنے رکھتے ہوئے دیکھیں گے کہ ہمیں نہروالا پر کیسے حملہ آور ہونا ے ...... نہروالا کو فتح کرنے کے لئے ہمیں یہاں قیام کے دوران منجنیقوں کی بھی رت پڑے گی ...... یہاں درخت بھی کافی ہیں اور انہیں کاٹ کر منجنیقیں بنا کر شہر کی ل کو گراتے ہوئے اس شہر پر قبضہ بھی کیا جا سکتا ہے لیکن یہ اس وقت جس وقت ہم ے لئے کافی غلہ اور خوراک کا دوسرا سامان جمع کر لیں گے اس لئے کہ اگر نہروالا کا رہ طول پکڑ گیا تو ہمارے پاس غلے اور دوسری ضروریات کی اشیاء کی کمی نہیں ہونی یے اور پھر منجنیقیں بناتے ہوئے بھی کچھ وقت لگے گا ...... سب سے پہلے ہمیں دو وں پر سب سے زیادہ اہمیت دینا چاہیے ...... ایک لشکر کے لئے غلہ، دوسرے خوراک لئے استعمال ہونے والے جانور اور یہ ساری چیزیں ہمیں نہروالا کے نواح سے وافر ر میں مل سکتی ہیں اس لئے کہ یہ علاقہ پہلے سے میرا جانا پہچانا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایبہ جب خاموش ہو گیا تب قطب الدین نے اپنے باقی روں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''میرے عزیز ساتھیو! ایبہ نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا...... اب تم میں سے اگر کوئی اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہے تو ہم اسے بغور سنیں گے۔''

جواب میں سارے سالاروں نے پہلے آپس میں مشورہ کیا پھر ان میں سے ایک اپنے باقی ساتھیوں کی نمائندگی کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ہم میں سے کسی نے کچھ نہیں کہنا ...... ہمارے خیال کے مطابق جو تجویز ایبہ نے پیش کی ہے وہ سب سے بہتر اور قابل عمل ہے اسی پر عمل کرتے ہوئے ہم نہروالا کو فتح کر سکتے ہیں ...... ہمیں پہلے اپنی ضرورت کا غلہ اور جانور جمع کر لینے چاہئیں۔''

قطب الدین ایبک نے بھی مسکراتے ہوئے اس تجویز سے اتفاق کیا تھا ...... دو روز تک لشکریوں کو مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا گیا ...... اس کے بعد لشکر کا ایک حصہ تو پڑاؤ ہی میں رکھا گیا تا کہ کہیں نہروالا کا راجہ بھیم دیو اچانک نکل کر حملہ آور ہوتے ہوئے اپنی شکست کو فتح کا رنگ دینے کی کوشش نہ کرے جبکہ لشکر کے ایک حصے کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا لی گئیں اور مختلف سالاروں کی کمانداری میں دیا گیا اور یہ ٹولیاں نہروالا کے اطراف میں پھیل کر لشکر کے لئے غلہ، جانور اور دوسری اشیاء جمع کرنے لگی تھیں اس طرح نہروالا کو فتح کرنے کے لئے قطب الدین ایبک اور ایبہ نے اپنے لشکر کے لئے مہینوں کی ضرورت کا سامان جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔

غلہ اور جانور جمع کرنے کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد قطب الدین ایبک اور ایبہ نہروالا پر آخری ضرب لگانے کے لئے اپنی تیاریاں کرنے لگے تھے کہ اتنی دیر میں دہلی سے کچھ مخبر آئے اور انہوں نے قطب الدین ایبک اور ایبہ کو اطلاع دی کہ ان کی غیر موجودگی میں گوالیار اور بیانہ شہروں کے راجپوت متحد اور منظم ہو کر مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آنا چاہتے ہیں اور اس مقصد کے لئے انہوں نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا ہے۔

آنے والے مخبروں نے یہ بھی بتایا کہ اب تک مسلمانوں کے خلاف مقامی راجاؤں کی جس قدر جنگیں ہوئی تھیں، ان جنگوں کے شکست خوردہ عناصر ان دو شہروں میں جمع ہو کر اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر رہے ہیں۔

یہ خبریں سن کر قطب الدین ایبک اور ایبہ نے نہروالا پر حملہ آور ہو کر اور اسے فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا تاہم وہ اس بات پر بھی خوش تھے کہ انہوں نے نہروالا کے راجہ بھیم دیو کو بدترین شکست دے کر اس سے انتقام لے

ے ...... تاہم نہروالا کی اس مہم کو التواء میں ڈالتے ہوئے گوالیار اور بیانہ کے پوتوں سے نمٹنے کی خاطر قطب الدین اور ایبہ اپنے لشکر کے ساتھ واپس دہلی کا رخ رہے تھے۔

دوسری طرف گوالیار اور بیانہ شہروں میں راجپوتوں کے اجتماع کی خبریں غزنی میں ان شہاب الدین غوری تک بھی پہنچ گئی تھیں اس لئے کہ سلطان کے مخبر بڑی برق ری سے ہندوستان کی پل پل کی خبریں سلطان تک پہنچاتے تھے ...... سلطان کو جب ہوئی کہ راجپوتوں کی قوتیں گوالیار اور بیانہ شہروں میں جمع ہو کر مسلمانوں کے لئے ے کا باعث بن سکتی ہیں تب سلطان شہاب الدین غوری غزنی شہر سے نکلا اور بڑی رفتاری سے آندھی اور طوفان کی طرح اس نے ہندوستان کا رخ کیا۔

O❖O

ایک روز دریائے سرسوتی کے کنارے ماہی گیروں کی بستی میں بھگوان داس کے ہاں راج کماری کمار دیوی اور کرن کماری رات کے کھانے کے لئے برتن لگانے لگی تھیں کہ اچانک دروازے پر زوردار دستک ہوئی تھی۔

اس وقت مکان کے سامنے والے کمرے میں ہی بھگوان داس، اس کی بیوی راج سندری بیٹھے ہوئے تھے کہ جب کہ کمار دیوی اور کرن کماری کھانے کے برتن لانے لگی تھیں ...... دستک کی آواز سن کر سب چونکے تھے جبکہ کمار دیوی بدک اٹھی تھی اور بھاگ کر وہ توشک خانے کی طرف گئی اور لحافوں کے اندر جا کر چھپ گئی تھی۔

شاید کمار دیوی اب ان چیزوں کی عادی ہو چکی تھی ...... جب بھی بھگوان داس کے ہاں کوئی آتا یا دروازے پر دستک ہوتی تو وہ توشک خانے میں جا کر چھپ جاتی تھی ...... گھر کا دروازہ چونکہ ہر وقت بند رکھ کر اندر سے زنجیر لگائی جاتی تھی لہٰذا ابھی تک کسی کو یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ نہروالا کی راج کماری کمار دیوی نے بھگوان داس کے ہاں پناہ لے رکھی ہے ...... دروازے پر ہونے والی دستک کے جواب میں کسی قدر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے راج سندری نے اپنے شوہر بھگوان داس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

”اس وقت دروازے پر دستک کون دے سکتا ہے ......؟“

کرن کماری بھی پریشان ہو گئی تھی بار بار توشک خانے کی طرف دیکھتی تھی جہاں کمار دیوی جا کر چھپ گئی تھی ...... بھگوان داس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر کہنے لگا۔

”فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ...... میں دیکھتا ہوں دستک دینے والا کون ہے......؟“

باہر سے ہلکی، دھیمی اور مدھم سی آواز سنائی دی۔

”بھگوان داس! میرے محترم، دروازہ کھولو ...... میں رام داس ہوں۔“

بھگوان داس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی ...... آگے بڑھ کر اس نے دروازے کی زنجیر اتار دی ...... دروازہ کھولا اس کے ساتھ ہی رام داس اندر داخل ہوا ...... بھگوان داس نے پہلے کی طرح دروازے کو اندر سے زنجیر لگا دی پھر رام داس کا ہاتھ پکڑ کر سامنے والے کمرے کی طرف چلا گیا ...... ساتھ ہی سرگوشی کے انداز میں اپنی بیٹی کرن کماری سے کہنے لگا۔

”راجکماری سے کہو کہ توشک خانہ سے نکل کر ادھر آ جائے۔“

کرن کماری اور اس کی ماں راج سندری دونوں اب مطمئن ہو گئی تھیں ...... کرن کماری توشک خانہ کی طرف گئی اور وہاں سے کمار دیوی کو نکال کر اپنے ساتھ لے آئی تھی ...... رام داس کو دیکھتے ہی کمار دیوی کی خوشی کی کوئی انتہا ہی نہ تھی بڑے شوق کا اظہار کرتے ہوئے آگے بڑھ کر وہ رام داس کے قریب ہی بیٹھ گئی پھر کہنے لگی۔

”بابا! اب آپ آئے ہیں تو مجھے کوئی اچھی خبر سنایئے گا۔“

جواب میں رام داس مسکرایا، کہنے لگا۔

”بیٹی! تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہارے لئے اچھی خبر ہی لایا ہوں......“

یہاں تک کہتے کہتے رام داس کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ شکووں بھری آواز میں کمار دیوی پھر بول اٹھی۔

”بابا! آپ نے اس کام کے لئے کئی ہفتے لگا دیئے اور آپ کے انتظار میں، میں نے جو یہ ہفتے گزارے ہیں میں سمجھتی ہوں میری زندگی میں یہ سماں سب سے زیادہ کرب خیز ہوگا ...... آپ اتنا عرصہ کہاں رہے ......؟“

جواب میں رام داس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر سرگوشی کے انداز میں کہنے لگا۔

”بیٹی! کچھ نہ پوچھو مجھ پر کیا بیتی ...... یہاں سے روانہ ہونے کے بعد میں دہلی کی طرف گیا ...... وہاں سے پتہ چلا کہ سلطان شہاب الدین غوری اپنے لشکر کے ساتھ قنوج کی طرف گیا ہوا ہے ...... اس لئے کہ قنوج کا راجہ جے چند اور اجمیر کے راجہ پرتھوی رائے کا رشتہ دار بھیم راج سلطان کے خلاف جنگ آزما ہوئے تھے اور دونوں کو شکست ہوئی ...... مسلمانوں کے سلطان نے قنوج پر قبضہ کر لیا تھا ...... میں جب قنوج پہنچا تو پتہ چلا کہ مسلمانوں کا لشکر بنارس جا چکا ہے ...... اب میری بدقسمتی کہ میں بنارس

کی طرف روانہ ہوا ...... جب بنارس پہنچا تو وہاں سے پتہ چلا کہ مسلمانوں کا لشکر دہلی چلا گیا ہے ...... میری بدقسمتی راستے میں کہیں میرا ٹکراؤ مسلمانوں کے لشکر سے نہیں ہوا اس لئے کہ میں دریائے گنگا کے کنارے کنارے بنارس کی طرف گیا تھا جبکہ مسلمانوں کا لشکر بنارس سے نکل کر دیائے جمنا کے کنارے کنارے دہلی کی طرف روانہ ہوا تھا اس بنا پر راستے میں میرا اور مسلمانوں کے لشکر کا کہیں آمنا سامنا نہ ہو سکا جس کی بنا پر میں بنارس جا پہنچا ...... بنارس سے جب پتہ چلا کہ مسلمانوں کا لشکر تو دہلی جا چکا ہے تب میں دم لئے بغیر پلٹا اور دہلی کا رخ کیا لیکن دہلی پہنچ کر بھی میری بدقسمتی میں کمی نہ آئی تھی نہ اس کا خاتمہ ہوا تھا اس لئے کہ دہلی پہنچ کر پتہ چلا کہ مسلمانوں کا لشکر تو اجمیر جا چکا ہے لیکن میں نے بھی پیچھا نہیں چھوڑا ...... دہلی سے نکل کر منزل پر منزل مارتا ہوا اجمیر جا پہنچا اور اجمیر کے نواح میں پھر میری ملاقات مسلمانوں کے لشکر میں ایبہ سے ہوئی......''

یہاں تک کہنے کے بعد رام داس کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے راج کماری کمار دیوی بول اٹھی۔

''پھر آپ نے جب میرے حالات ایبہ کو بتائے ہوں گے تو اس نے کیا کہا؟''

جواب میں رام داس مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹا! میں نے تیرے حالات پوری تفصیل سے ایبہ سے کہہ دیئے ...... تمہارے اس طرح اغوا ہونے اور یہاں بستی میں رہنے پر اس نے بڑے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا۔''

کمار دیوی پھر اس کی بات کاٹ کر کہنے لگی۔

''صرف دکھ اور افسوس کا اظہار ہی کیا یا یہاں سے مجھے نکالنے کا کوئی بندوبست بھی کیا۔''

کمار دیوی کے اس سوال پر رام داس نے اس موضوع پر ایبہ سے ہونے والی گفتگو پوری تفصیل کے ساتھ کہہ دی تھی۔

رام داس جب خاموش ہوا تب کمار دیوی کسی قدر پریشان اور فکرمند ہو گئی تھی ...... بھگوان داس، کرن کماری، راج سندری اور رام داس چاروں بڑے غور اور فکرمند سے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگے تھے ...... اس موقع پر رام داس نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''بیٹی! کیا بات ہے ...... میں دیکھتا ہوں، میری اس گفتگو سے تو پریشان، فکرمند اور الجھی سی گئی ہے کیا تو اس گفتگو سے مطمئن نہیں ہے جو میرے اور ایبہ کے درمیان ہوئی......؟''

جواب میں کمار دیوی چونکی پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''میں سمجھتی ہوں میں اس کی نظروں میں گر گئی ہوں ...... میں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو اس کی نگاہوں میں گرا لیا ہے ...... بابا! اسے کسی نے یہ بتا دیا کہ میں نے راج مندر میں جا کر سوگند کھائی تھی کہ جب تک اسے خود قتل نہیں کروں گی اس وقت تک شادی نہیں کروں گی۔

وہ کیا سوچتا ہو گا کہ وہ لڑکی جس نے مندر میں جا کر اس کے قتل کی سوگند کھائی تھی، اب وہی لڑکی اوباشوں اور بدمعاشوں کے خلاف اس سے مدد کی طلب گار ہے ...... کیا میرے اس رویے، میری اس مانگ پر اس نے مجھے ایک متلون مزاج احمق اور بے وقوف قسم کی لڑکی خیال نہ کیا ہو گا ......؟''

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے کمار دیوی پھر خاموش رہی ...... ان سوچوں میں الجھی رہی اس کے بعد دوبارہ وہ سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''نہ جانے اسے کس نے بتا دیا کہ میں نے راج مندر میں جا کر یہ سوگند کھائی تھی...... بابا! آپ نے تو کہیں دوران گفتگو اس سے میری اس سوگند کا ذکر نہیں کر دیا......؟''

جواب میں رام داس مسکرایا اور کہنے لگا۔

''بیٹا! تم کس قسم کی گفتگو کرتی ہو ...... اس بات کا انکشاف تو خود ایبہ نے مجھ سے کیا ہے ...... میں نے تو اس موضوع پر کوئی بات چھیڑی ہی نہیں تھی ...... گو جس وقت میں تمہارے پاس کھانا لے کر آتا تھا، تم مجھے اپنی زندگی کی ساری تفصیل بتا دی تھی لیکن میں نے کبھی کسی سے اس کا اظہار نہیں کیا ...... بیٹا! میں کافی دیر اس کے پاس بیٹھا رہا ...... وہ بڑا ہنس مکھ انسان ہے ...... میرے ساتھ بڑی خوش اسلوبی سے گفتگو کرتا رہا اور جس روز میں نے وہاں سے رخصت ہونا تھا، اس وقت بھی اس نے مجھے بلایا تھا ...... کافی دیر میرے پاس بیٹھا رہا، مسکراتے ہوئے باتیں کرتا رہا لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ تم اس کی نگاہوں میں گری نہیں ہو ...... اس کے علاوہ ملاقات کے

دوران میری بیٹی! اس نے میرے سامنے ایک بھی لفظ ایسا نہیں کہا جو تمہاری بے عزتی، تمہاری توہین کا باعث بنتا ہو ...... اس نے تمہاری ذات سے متعلق گفتگو ہی نہیں کی ...... میں سمجھتا ہوں وہ بڑا اچھا انسان ہے ...... میری اس نے بہترین دیکھ بھال کی، اپنے لشکر میں ٹھہرایا کچھ لوگوں کو میری خدمت پر مقرر کیا اس کے علاوہ ......"

یہاں تک کہتے کہتے رام داس کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے راج کماری کمار دیوی بول اٹھی۔

"میں جانتی ہوں، ایبہ جہاں، وحشتوں کی سراسیمگی اور حسرتوں کے تلاطم میں دکھ کے سفر کی طرح دلیر اور جرات مند، اذیت ناک راتوں اور خاموشی کی جھیل میں ہلچل برپا کر دینے والے وقت کے کالے کوسوں کی قہرمانیت کی طرح دلیر اور شجاع ہے وہاں وہ ساون کی طرح خوش کن اجالوں کی شبنم جیسا نرم رو جمالیات کی حقیقت اور حرمت وغمخواری جیسا وفادار بھی ہے ...... دراصل یہ میری ہی بدقسمتی ہے کہ اس کی ذات کے سلسلے میں مجھ سے کچھ زیادتیاں ہوئی ...... میرا بھی کچھ زیادہ قصور نہیں اس لئے کہ اس وقت میں کچی عمر کی تھی ...... میرا بچپنا تھا ...... جوان ہونے کے بعد جب میں نے اس سلوک پر غور کیا جو میں نے اس سے کیا تھا تب میرے پاس پچھتاوے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی رکی پھر موضوع بدلتے ہوئے کہنے لگی۔

"رام داس، میرے محترم! ایبہ نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے ...... اگر تمہارے کہنے پر وہ اپنے مسلح جوان تمہارے ساتھ کر دیتا تاکہ وہ مجھے یہاں سے نکال کر لے جائیں تب میں ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیتی اس لئے کہ اب میں کسی پر اعتبار نہیں کر سکتی ...... ہاں اگر ایبہ خود آتا تو میں اس کے ساتھ کہیں بھی جانے کے لئے تیار ہو جاتی ...... اس لئے کہ دنیا میں اس وقت واحد وہ شخص ہے جس پر میں اپنی عزت، اپنی حرمت، اپنی عصمت کے معاملے میں اعتماد اور بھروسہ کر سکتی ہوں۔

بہرحال اس نے جو یہ فیصلہ کیا ہے کہ پہلے وہ اپنے آدمیوں کے ذریعہ دیوداس اور سنگرام کو گرفتار کرے گا اور اس کی گرفتاری کے بعد وہ مجھے یہاں سے نکالے گا اور اس نے جو یہ کہا ہے کہ رات میں مجھے یہاں سے نکالے گا تو رام داس، یہ بات اس کی انتہا درجہ کی عقلمندی کی غمازی کرتی ہے۔

دن کے وقت نکال کر وہ نہیں چاہتا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ میں نے یہاں

لے رکھی تھی لہٰذا یہ معاملہ میرے محترم بھگوان داس کے لئے بھی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے لہٰذا اب جب بھی ایبہ کے آدمی مجھے یہاں سے نکالنے کے لئے آئیں گے تو میں رات کے وقت ہی یہاں سے کوچ کروں گی ...... میں نہیں چاہتی، میری وجہ سے میرے بعد اس گھر کے لئے کوئی پریشانی اٹھ کھڑی ہو۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی پھر رکی اس کے بعد دوبارہ پہلے کی نسبت زیادہ تاسف اور دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"ایبہ کے معاملہ میں مجھ سے ایک اور بہت بڑی غلطی ہوئی ...... رام داس، میرے محترم! جس وقت آپ یہاں سے چلے گئے اس کے بعد میں بڑی پچھتائی کہ میں ایبہ کی بیوی کے مرنے پر دکھ کا اظہار تک نہ کر سکی ...... جب آپ یہاں سے رخصت ہوئے تو مجھے چاہیے تھا کہ میں آپ کو بتاتی کہ میری طرف سے اس کی بیوی کے مارے جانے پر دکھ اور افسوس کا اظہار کیا جائے ...... وہ یہی سوچتا ہوگا کہ کمار دیوی کیسی سنگ دل، کیسی مطلب پرست اور کیسی خود پسند ہے کہ اپنے جاننے والوں میں سے کسی کے دکھ درد میں شامل ہونا ہی نہیں جانتی۔"

کمار دیوی جب خاموش ہوئی تو رام داس پھر بول اٹھا۔

"بیٹا! تمہیں اس سلسلے میں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ...... اس نے تمہارے سلسلے میں نہ کوئی شکوہ کیا نہ گلہ کیا ہے ...... بس بے چارا مسکراتے ہوئے ہنستے ہوئے مجھ سے بات کرتا رہا ......"

اس کے علاوہ اس سے آگے رام داس کچھ نہ کہہ سکا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بھگوان داس کہنے لگا۔

"رام داس! یہ گفتگو اب ختم کریں، آؤ سب مل کر کھانا کھائیں۔"

رام داس خوش ہو گیا کہنے لگا۔

"بھوک تو مجھے واقعی لگی ہے اور آج میں آپ لوگوں کے ساتھ ہی کھانا کھاؤں اس کے بعد میں جلد واپس چلا جاؤں گا تاکہ دیوداس اور سنگرام میری طرف سے کسی شک وشبہ میں نہ پڑیں ...... پہلے ہی میں اتنے دن جو یہاں سے غائب رہا تو جاتے جاتے وقت میں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ دہلی میں میرے کچھ عزیز ہیں ان سے ملنے کے لئے جاؤں گا ...... شکر ہے اس سلسلے میں انہوں نے مجھ پر کوئی شک نہ کیا اور انہیں اگر تھوڑا سا بھی شک ہو جاتا تو وہ اپنے خاص آدمی میرے پیچھے

لگاتے جو میرے پورے حالات کی پڑتال کر کے ان دونوں کو خبر کر دیتے اور اب تک وہ دونوں میری گردن بھی اڑا چکے ہوتے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رام داس خاموش ہو گیا پھر اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانے لگے ...... کھانا کھانے کے بعد رام داس وہاں سے چلا گیا تھا اس کے جانے کے بعد راج کماری کمار دیوی اور سون کرن دونوں اس کمرے میں چلی گئیں جہاں وہ اکٹھی شب بسری کرتی تھیں۔ اس کمرے میں دو مسہریاں لگی ہوئی تھیں۔ کمار دیوی جب اپنی مسہری کی طرف چلی گئی تب سون کرن اس کے پاس آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میری بہن! اگر تم اجازت دو تو میں تمہاری مسہری پر بیٹھ کر تھوڑی دیر کے لئے تم سے گفتگو کر سکوں۔''

اس پر کمار دیوی نے عجیب سے پریشان کن انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کسی قدر احتجاجی انداز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''میری بہن! یہ تم کس قسم کی اجنبی پن کی گفتگو کر رہی ہو ...... پہلے ایسا انداز تو کبھی تم نے نہ اپنایا تھا ...... اب تمہیں کیا ہو گیا ہے ......؟''

سون کرن آگے بڑھی چپ چاپ کمار دیوی کے پاس بیٹھ گئی پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میری بہن! اگر تم برا نہ مانو تو ایک سول کروں ...... اس سے پہلے میں نے ایک بار باورچی خانے میں تم سے سوال کیا تھا لیکن حالات کی ستم ظریفی کہ جس وقت میں نے سوال کیا تھا اس وقت بستی کی لڑکیوں نے دروازے پر دستک دے دی تھی لہٰذا میں ان کے ساتھ چلی گئی تھی ...... آج پھر میں وہی سوال تم سے کرتی ہوں ...... اگر تم اسے اپنے لئے باعث زحمت یا اپنے مزاج کے لیے بے زاری خیال نہ کرو تو مجھے ضرور بتانا ...... مجھے تمہارے جواب سے ایک طرح کا اطمینان اور دلی سکون ہوگا۔''

اس موقع پر کمار دیوی نے شرارت آمیز انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر ہلکے سے تبسم میں کہنے لگی۔

''میں تو وہ سوال ہی بھول چکی ہوں جو تم نے کیا تھا ......؟''

جواب میں اسی کے سے انداز میں سون کرن نے شرارت آمیز انداز میں کندھے اچکائے پھر کہنے لگی۔

''کوئی بات نہیں اگر وہ سوال تم بھول گئی ہو تو میں پھر کئے دیتی ہوں ...... میرا ال یہ تھا کہ کیا ......''

یہاں تک کہتے کہتے سون کرن کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ اس کی طرف ورنے کے انداز میں کمار دیوی کہنے لگی۔

''ہاں خوب یاد آیا تم نے پوچھا تھا کہ میں اب ایبہ سے نفرت کرتی ہوں یا بت؟''

سون کرن نے نفی میں گردن ہلائی پھر کہنے لگی۔

''میں نے یہ سوال نہیں کیا تھا ...... نفرت والی بات میری بہن تم اپنے پاس سے رہی ہو ...... میں نے یہ لفظ استعمال نہیں کیا تھا ...... اچھا چلو سوال یوں ہی سہی تو ج اسی سوال کا مجھے جواب دو۔''

کمار دیوی کے لبوں پر پھر خوش کن اور خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگی۔

''جواب اس کا یہ ہے کہ میں اس سے نفرت نہیں کرتی۔''

کمار دیوی کے ان الفاظ پر سون کرن مسکرائی اور کہنے لگی۔

''میری بہن! گو یہ میرے سوال کا آدھا جواب ہے لیکن میں پہلے اس کی تفصیل انوں گی اس کے بعد میں اپنے آدھے سوال کا جواب تم سے بعد میں مانگوں گی ...... حالات میری بہن تم نے مجھ سے کہے تھے ان کے مطابق پہلے تم ایبہ سے نفرت رتی تھیں اس کی شکل دیکھنے کی روادار نہیں بلکہ بقول تمہارے راج مندر میں جا کر تم نے سوگند کھائی تھی کہ جب تک ایبہ کو قتل نہیں کرو گی اس وقت تک تم شادی نہیں کرو گی ...... کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ پہلے اگر تم ایبہ سے نفرت کرتی تھیں اور اب نہیں رتیں تو اس تبدیلی کی وجہ کیا ہے؟''

جواب میں راج کماری کمار دیوی نے اپنے خوبصورت سرخ ہونٹوں پر زبان پھیری کچھ دیر سوچتی رہی پھر وہ کہہ رہی تھی۔

''سون کرن میری بہن! کبھی کبھی تقدیر کا ترکش اور آدم کی بساط ادراک عجیب نگ دکھا جاتے ہیں ...... انسان کے جذبات و احساسات اور اس کی ذات کے خلاف ک یہ طاقتیں کبھی آپ ہی تیر، آپ ہی ترکش، آپ ہی قاتل، آپ ہی مقتول، آپ ی تیشہ، آپ ہی کلک بن جاتی ہیں ...... یہ ایام کی نیرنگی بھی انسان کو کیا کیا رنگ کھاتی ہے ...... کبھی آتشی بگولوں میں پیس کر رکھ دیتی ہے کبھی رحم و قرب کے در کھول

دیتی ہے ...... کبھی برے ایام کی ویرانی سے بھی زیادہ ہولناک ہیجان خیز شعلوں اور جنونی اور خفقانی خیالات سے بھی زیادہ خطرناک ہو جاتی ہے۔

میری بہن! جب تک ایبہ میرے پاس رہا میں اسے اپنی زندگی کی منزل، اپنی مسافتوں کی خوش کن شاہراہ خیال کرتی رہی جب اس نے مجھ سے بھاگنے کی کوشش کی تب میں نے جانا کہ وہ میری انا، میرے پندار پر ضرب لگانا چاہتا ہے ...... مجھے یہ کوئی اہمیت نہیں دینا چاہتا ...... اسے نہ مجھ سے محبت ہے نہ میری ذات میں کوئی دلچسپی اس بنا پر مجھے اس سے نفرت ہو گئی تھی اور نفرت بھی شدید قسم کی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی رکی پھر اپنی بات کو وہ آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"سون کرن ...... بعد میں مجھے پتہ چلا کہ مشیت خداوندی بھی کوئی چیز ہے ...... اس لئے کہ جب ایبہ ہمارے ہاں سے نکل کر چلا گیا تب میں مہینوں یا یوں جانو برسوں اس سے متعلق سوچتی رہی کہ آخر وہ کیوں بھاگا ...... پھر میں اس سے سلوک پر بھی غور و فکر کرتی رہی جو میں نے اس سے کیا اور ہمارے ہاں رہتے ہوئے جو اس کا رویہ تھا اسے بھی زیر غور لاتی رہی ...... آخر میں اس نتیجہ پر پہنچی کہ ایبہ کا کوئی قصور نہیں تھا ...... ہمارے ہاں وہ خوش معاملی، ہم آہنگی اور توازن اور خلوص نیت پر قائم تھا جبکہ میں اس کے مقابلے میں مکر و فریب اور فساد و مصلحت بے توفیقی اور عاقبت نا اندیشی کا شکار تھی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی رکی پھر لمبا سانس لیا ...... کچھ دیر خاموش رہ کر پھر وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔

"سون کرن، میری بہن! جس وقت ایبہ ہمارے ہاں سے بھاگا تھا ...... اس وقت وہ بھی نابالغ تھا ...... میں بالکل بچی تھی ...... میری سوچوں، میرے خیالات میں جذبات کا دائرہ وسیع اور فراخ نہیں تھا ...... تنگ نظری کا شکار تھی ...... اپنے دین دھرم کے علاوہ کسی اور کے دین دھرم کو کوئی اہمیت نہ دیتی تھی ...... بعد میں جوں جوں بلوغت کی طرف بھاگتی رہی توں توں ایبہ سے متعلق میری سوچیں گہری ہوتی رہیں اور مجھے یہ احساس ہونے لگا کہ میں نے اس کے ساتھ زیادتی کی تھی ...... اگر اس دور میں کبھی وہ میرے سامنے آتا تو شاید میں اسے معاف کر دیتی ...... اس سے صلح کر لیتی لیکن یہ ساری بعد کی باتیں ہیں ...... اس وقت کی جب ایبہ ہمیں چھوڑ کر جا چکا تھا اور

جو میں نے راج مندر میں جا کر سوگند کھائی تھی کہ جب تک ایبہ کو قتل نہیں کروں گی، ادی نہیں کروں گی یہ بھی سمجھنا کہ میری کم عمری میری تنگ نظری کی ایک بھیانک اور خوفناک غلطی تھی جسے میں اب نگاہ میں لاتی ہوں یا جس سے متعلق اب میں سوچتی ہوں تو میرے اپنے رونگٹے تک کھڑے ہو جاتے ہیں کہ میں ایسی بھیانک، ایسی بری خوفناک غلطی بھی کر سکتی ہوں۔

بہرحال سون کرن میری بہن! اب یہ بات طے شدہ ہے بلکہ یوں جانو کہ میرے دل کی آواز ہے کہ میں ایبہ سے نفرت نہیں کرتی ...... میرے خیال میں اب تو مطمئن ہو گئی ہو گی۔"

جواب میں سون کرن مسکرائی، تیز نگاہوں سے کمار دیوی کی طرف دیکھا، کہنے لگی۔

"میری بہن! ابھی کہاں ...... جو سوال میں نے تم سے کیا تھا، یہ مجھے اپنے سوال کا آدھا جواب ملا ہے ...... آدھا جواب تو ابھی تمہارے حلق میں اٹکا ہوا ہے جو میں باہر نکالنا ہے۔"

سون کرن کے ان الفاظ پر کمار دیوی نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا پھر کہنے لگی۔

"اب تمہارا آدھا سوال کیسا ہے جو میرے حلقوم میں اٹکا ہوا ہے، وہ بھی کہہ

سون کرن نے چند لمحوں کے لئے بڑی تیز نگاہوں سے کمار دیوی کی طرف دیکھا کہنے لگی۔

"کمار دیوی! میرے سوال کا جو دوسرا حصہ ہے وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے ...... وعدہ کرو کہ تم سچائی پر رہتے ہوئے اس کا جواب دو گی ...... مجھے ٹالنے کی کوشش نہیں کرو گی ...... جو تمہارے دل کی آواز اور پکار ہے اسی سے مجھے آگاہ کرو گی۔"

اس کے ساتھ ہی وعدہ لینے کے لئے سون کرن نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا تھا کمار دیوی مسکرائی پھر اپنا ہاتھ اس نے سون کرن کے ہاتھ میں رکھا اور کہنے لگی۔

"تمہیں بہن کہا ہے ...... اپنے من کی کوئی بات، اپنے دل کا کوئی فیصلہ، اپنے ت کا کوئی ظن و گمان تم سے چھپانے کی کوشش نہیں کروں گی ...... پوچھو، تمہارے سوال کا دوسرا حصہ کیا ہے؟"

کمار دیوی نے جو اپنا نرم و گداز ہاتھ سون کرن کے ہاتھ پر رکھا تب کمار دیوی

کے ہاتھ کو ہلکے ہلکے دباتے ہوئے سون کرن دھیمی سی مسکراہٹ میں کہنے لگی۔

"تم نے یہ تو بتا دیا کہ تم ایبہ سے نفرت نہیں کرتی ہو تو کیا میں یہ جانوں ک اب ایبہ سے نفرت کی بجائے محبت کرتی ہو۔"

سون کرن کے ان الفاظ کے جواب میں کمار دیوی یکشت سنجیدہ ہوگئی تھی کہنے لگی۔

"سون کرن! میری بہن، تمہارا اندازہ درست ہے ...... اب میں اس سے م کرتی ہوں اور محبت بھی بے پناہ ...... اب وہ میرے لئے نایاب گوہر وصدف حسن سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے ...... وہ میرے لئے اب چراغ خانہ اور س حیات کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

سون کرن، میری بہن! دیوداس اور سنگرام کی قید میں رہتے ہوئے میں اکثر سے متعلق سوچتی تھی اس سلوک پر پچھتاتی تھی ...... اس سے نفرت کرنے پر کڑھتی جو کچھ میں نے اس سے کیا یوں جانو میرے بچپنے کی حماقت تھی ...... اب ایبہ میر لئے ایک مختلف حیثیت اختیار کر چکا ہے ...... وہ اب میرے لئے غم کے قلزم خوشیوں کی طغیانیوں ...... تنہائی کے جلتے صحرا میں لذت حرف و حکایت ...... صورت وصدا ظلمتوں میں مغنی کے لحن کسی رامش گر کے نغمے اور حبس کے دشت طراوت گل اور امواج نسیم سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔"

کمار دیوی کے اس جواب سے سون کرن ایسی خوش ہوئی کہ آگے بڑھ کر نے کمار دیوی کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا ...... کئی بار اس کا چہرہ چوما اور کہنے لگی۔

"میری بہن! تو نے یہ جواب دے کر میرا دل خوش کر دیا ہے ...... میں ب رہی تھی کہ تم پھر ایبہ کو پسند کرنے لگو اس لئے کہ جس طرح تم مجھے اپنے اور ایب حالات سناتی رہی ہو وہ سب حالات سن سن کر مجھے ایک طرح سے ایبہ سے ہ ہوگئی تھی ...... تم نے ایسا جواب دیکر میرا دل خوش کر دیا ہے ...... میری بہن! سے نکلنے کے بعد کیا تم ایبہ سے ملو گی ......؟"

راج کماری کمار دیوی جواب میں مسکرائی ...... ایک لمبا سانس لیا کہنے لگی۔

"یہاں سے نکلنے کے بعد میں نہروالا کی طرف جانے کی بجائے ایبہ کی ط جانا پسند کروں گی ...... سون کرن! یہ میرے دل کی آواز ہے ...... اب آگے د حالات مجھے نہروالا کی طرف لے جاتے ہیں یا ایبہ کی طرف ...... لیکن میری خو

ے کہ میں یہاں سے نکل کر پہلے ایبہ سے ملوں ...... میرے اور اس کے درمیان فہمی اور نفرت کی جھیل حائل ہو چکی ہے اسے ختم کرنے کی کوشش کروں ...... اس بعد اپنے ماتا پتا اور بھائی کی طرف جاؤں گی۔"

کمار دیوی جب خاموش ہوئی تو خدشات کا اظہار کرتے ہوئے سون کرن کہنے

"اگر ایبہ نے اس نفرت کو ختم نہ کیا اور تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی نہ بنانا چاہا ......؟"

کمار دیوی بے چاری نے پھر لمبا سانس لیا اور کہنے لگی۔

"جن خدشات کا تم نے اظہار کیا ہے ممکن ہے وہ مجھے رد بھی کر سکتا ہے ...... ن کا اظہار کرتے ہوئے مجھے دھتکار بھی سکتا ہے لیکن اب میں اس نے کسی رویے، سلوک کا برا نہیں مانوں گی اب میں اس کے سامنے نہروالا کی راج کماری بن کر جاؤں گی ...... ایک داسی کی حیثیت سے اس کے سامنے جاؤں گی اور ہاتھ تے ہوئے اپنی غلطیوں کی معافی مانگوں گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی رکی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ رہی تھی۔

"سون کرن! نہروالا سے نکل کر دیوداس کی قید اور یہاں رہتے ہوئے میں ایبہ بت میں اس قدر دور جا چکی ہوں کہ میں ارادہ کر چکی ہوں اپنا دین دھرم چھوڑ کر کا دین قبول کرتے ہوئے اس کی زندگی کی ساتھی اور اس کی بیوی بننا قبول کروں اس لئے کہ اب ایبہ کے بغیر میرا جینا ...... ایبہ کے بغیر میرا جیون بالکل ادھورا ہے ہونے کے برابر ہے۔

سون کرن! میں نے یہ بھی تہیہ کر رکھا ہے کہ اگر ایبہ نے مجھے اپنی بیوی بنا کر نہ چاہا تو میں اس کے ساتھ ایک داسی کی حیثیت سے بھی رہ لوں گی ...... میں اس کہہ دوں گی کہ وہ جہاں چاہے جس لڑکی کو پسند کرے اس سے شادی کر لے میں لڑکی کی اور اس کی خدمت کرتی ہوں گی ...... بس میں ہر صورت میں ایبہ کا قرب ہوں اس کے نزدیک رہنا چاہتی رہوں ...... اپنی گزشتہ غلطیوں کی تلافی کرتے اس کی خدمت کرنا چاہتی ہوں اور میرے سامنے کوئی اور مقصد نہیں ہے۔"

جب تک کمار دیوی بولتی رہی سون کرن مسکراتی رہی ...... کمار دیوی جب خاموش

ہوتی تو بڑے پیارے انداز میں سون کرن نے اس کا گال تھپتھپایا کہنے لگی۔

''اب تمہاری آنکھوں میں نیند بھر آئی ہے ...... سو جاؤ میں بھی اپنے بستر میں جا کر گھستی ہوں۔''

اس پر کمار دیوی اپنے بستر پر دراز ہو گئی تھی جبکہ سون کرن اپنے بستر پر چلی گئی تھی۔

○❖○

مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جمع ہونے والے راجپوتوں کو جب خبر ہوئی کہ زنی سے شہاب الدین غوری اپنے لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے ان کا رخ کر ہے جبکہ قطب الدین ایبک اور ایبہ نہر والا کے نواح میں بھیم دیو کو شکست دینے کے وہاں سے واپسی اختیار کئے ہوئے ہیں تب راجپوت اپنی پوری طاقت اور قوت کے تھ تھنکر شہر کے نواح میں جمع ہوئے یہ تھنکر نام کا شہر وہی ہے جسے آج کل بیانہ کہہ کر را جاتا ہے۔

مسلمان مخبر سلطان شہاب الدین غوری اور قطب الدین ایبک کے درمیان بڑی ڑی اور برق رفتاری کے ساتھ پیغام رسانی کا کام انجام دے رہے تھے جہاں سلطان اب الدین غوری نے اپنے لشکر کے ساتھ براہ راست تھنکر یعنی بیانہ کا رخ کیا تھا ں قطب الدین ایبک اور ایبہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ ادھر ہی کا رخ کر رہے تھے ں تک کہ بیانہ سے کافی دور قطب الدین اور ایبہ سلطان شہاب الدین غوری سے ن ملے۔ سلطان اپنے پورے لشکر کے ساتھ بیانہ کی طرف بڑھا اور جہاں راجپوتوں نے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے پڑاؤ کیا تھا بالکل ان کے سامنے جا کر سلطان نے لشکر پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

راجپوتوں کے لشکر کی یہ خصوصیت تھی کہ اس میں گوالیار، اجمیر و کالنجر اور بدایوں کے ان گنت جنگجو راجپوت شامل تھے اس کے علاوہ کے راجہ بھیم دیو نے بھی مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے اپنے لشکر کا ایک حصہ راجپوتوں کی مدد کے لئے روانہ کر دیا تھا۔

اس طرح راجپوتوں کو اپنی متحدہ طاقت پر ایک زعم اور بے بنیاد گمان اور گھمنڈ سا ہو گیا تھا سلطان شہاب الدین کے بیانہ کے پاس پڑاؤ کرنے کے ساتھ ہی راجپوتوں نے جنگ کی ابتداء کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اپنے لشکر کی وہ صفیں درست کرنے لگے تھے

اور اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے لشکر کے وسطی حصے کے علاوہ دائیں بائیں اور پشت کی طرف زور زور سے طبل و نقارے بج اٹھے تھے لشکری عجیب وغریب آوازوں میں ایک دوسرے کا حوصلہ بلند رکھنے کے لئے نعروں کا سہارا لے رہے تھے۔

دوسری طرف سلطان شہاب الدین بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کر چکا تھا۔

اس کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے بیانہ کے نواح میں راجپوت سلطان شہاب الدین کے لشکر پر سیاہ کار شب میں تیرگی کی تیز بارش اندھی مسافتوں کے خونی راستوں پر جالوت کی سازشوں کے رقص گہنائے ہوئے چاند کی رات کے سیل بے پناہ میں درد کا روپ دھارتے لمحوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

مسلمانوں نے بھی فوراً راجپوتوں کے اس حملے کے جواب میں اپنی کارروائی کی اور وہ بھی تکبیریں بلند کرتے ہوئے راجپوتوں پر عذاب کے سلسلے کھڑے کرتے صحرا کے ساؤنت پاسبانوں، بے پناہ وحشتیں برپا کرتے دشت کی ویرانیوں کے بے انت رقص اور احساس کی موجوں پر خون کی کندہ کاری کرتی بحر کی طوفان بدوش موجوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دونوں لشکریوں کے اس طرح ٹکرانے سے میدان جنگ کے اندر آتش کی حدت موت کی وحشتیں رگ رگ میں شگاف کرنے لگی تھیں لمحوں کے غبار میں موت شوریدہ سر دکھ کی کسک اور تشنگی کے ابلتے بحر کی طرح ہر طرف رقص کرنے لگی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے دہر کی قیود و اسیری سے نکل کر ان گنت غضب آلود صیاد اپنے کام کی ابتداء کر چکے ہیں۔

بیانہ کے نواح میں راجپوتوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ اس جنگ میں مسلمانوں کو بدترین شکست دے کر اپنی پچھلی ساری جنگوں کی شکست کا انتقام لیں لیکن ان کی بدبختی مسلمانوں کے مقابلے میں ان کی کوئی تدبیر ان کا کوئی بھی جتن کامیاب نہ ہوا پھر تھوڑی دیر بعد راجپوتوں نے خود ہی دیکھ لیا کہ سلطان شہاب الدین کے لشکر کے سامنے اب ان کے لشکریوں کی حالت دہر کے آشوب خانہ میں شعور کے فقدان و وسوسوں کے پرتو اور انحطاط کی بے یقینی جیسی ہونی شروع ہو گئی تھی جبکہ ان کے مقابلے میں مسلمان لشکری سرمدی لمحات آتشیں دائروں کے بگولوں اور قدرت کے بیکراں احتساب کی طرح آگے بڑھتے ہوئے ان پر حملہ آور ہو رہے تھے اور ان کی تعداد کو بڑی تیزی سے کم کرتے چلے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ اس جنگ میں

چپوتوں کو شکست ہوئی۔

بیانہ کے نواح میں سلطان کے ہاتھوں بدترین شکست اٹھانے کے بعد راجپوت
گ کھڑے ہوئے کچھ نے گوالیار کا رخ کیا اور کچھ اجمیر کے گرد و نواح کی طرف
لے گئے تھے۔

جنگ کے بعد سلطان نے جہاں دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا تھا وہیں
انے اپنے لشکر کے ساتھ قیام کرنے کا بھی حکم دیا تھا۔

حالات کی ستم ظریفی کہ سلطان شہاب الدین ابھی بیانہ کے نواح میں میدان
کے اندر ہی قیام کئے ہوئے تھا کہ غورستان سے اس کے پاس کچھ قاصد آئے اور
ں نے سلطان کو دو بری خبریں دیں۔

پہلی یہ کہ سلطان کا بڑا بھائی غیاث الدین غورستان میں سخت بیمار تھا اور اس کے
کی کوئی امید نہیں تھی۔

دوسری خبر یہ کہ پہلے کی طرح طوس اور سرخس شہر میں پھر سرکشی اور بغاوت کے
اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

یہ خبریں ملنے کے بعد سلطان شہاب الدین بڑا فکرمند اور پریشان ہوا اور اسی
اس نے اپنے سارے سالاروں کو طلب کر لیا تھا جب سب سالار سلطان کے پاس
ے تب سلطان نے سب سے پہلے ان دو خبروں کی تفصیل انہیں بتائی اس کے بعد
الدین ایبک کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان کہہ رہا تھا:

”ایبک میرے بیٹے! اس میں کوئی شک نہیں کہ بیانہ کے نواح میں راجپوتوں کو
ت دے کر ہم نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے لیکن یاد رکھنا اگر ان کا تعاقب اور
رکے مکمل طور پر ان کی طاقت اور قوت کا خاتمہ نہ کیا گیا تو کسی بھی وقت وہ پھر
رہو کر ہمارے سامنے آ سکتے ہیں جو دو خبریں میں نے تمہیں سنائی ہیں ان کے تحت
ج ہی واپس غورستان کا رخ کروں گا۔ غورستان جاتے ہوئے میں پہلے طوس اور
شہروں کا رخ کروں گا اور وہاں جو حالات خراب ہوئے ہیں انہیں درست کرتا ہوا
ان کی طرف نکل جاؤں گا اور اپنے بھائی کی بیمار پرسی کروں گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان شہاب الدین غوری رکا اس کے بعد وہ دوبارہ کہہ

”جہاں تک ہمیں خبریں ملی ہیں ان کے مطابق یہاں سے بھاگنے والے راجپوتوں

میں سے کچھ نے گوالیار کا رخ کیا ہے اور کچھ جا کر اجمیر کے نواح میں اپنے آپ کو مسلح کرنے لگے ہیں ۔ قطب الدین حسب سابق حسین خرمیل کو تو میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ ایبہ تمہارے پاس رہے گا اس کے علاوہ قلب لشکر میں اپنے ساتھ کام کرنے والے سالار بہاؤ الدین طغرل کو بھی تم دونوں کے ساتھ یہیں چھوڑ رہا ہوں۔ روانگی سے پہلے میں تمہیں یہ کہوں گا کہ راجپوتوں کے خلاف فوراً حرکت میں آنا۔''

سلطان رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا:

''میں جانتا ہوں تم نے یہاں قیام کے دوران اپنے لشکر میں مزید اضافہ کر لیا ہے لیکن جو لشکر میں غزنی سے لے کر آیا تھا اب اس کا ایک حصہ بھی میں یہاں چھوڑ کر جاؤں گا اور وہ حصہ اب بہاؤ الدین طغرل کی کمانداری میں رہے گا۔

میرے بعد تم یہ کام کرنا کہ بہاؤ الدین طغرل کو تو گوالیار کی طرف روانہ کرنا گوالیار میں جو شکست خوردہ راجپوت جا کر بیٹھ گئے ہیں بہاؤ الدین طغرل ان پر حملہ آور ہو اور انہیں شکست دے کر گوالیار پر قبضہ کر لے۔

جبکہ تمہارے اور ایبہ کے لئے میں یہ چاہوں گا کہ تم اپنے لشکر کو لے کر اجمیر کا رخ کرنا اجمیر کے گرد و نواح میں جو راجپوت پھیل گئے ہیں پوری طاقت و قوت اور سختی کے ساتھ ان کے خلاف حرکت میں آؤ اور انہیں اس طرح کچل مسل کر رکھ دو کہ آنے والے دور میں کسی بھی موقع پر وہ تمہارے لئے خطرے کا باعث نہ بنیں۔''

سلطان رکا اس کے بعد وہ پھر کہہ رہا تھا:

''جیسا کہ جنگ سے پہلے ہمارے مخبروں نے اطلاع دی تھی کہ راجپوتوں کا وہ لشکر جو بیانہ کے نواح میں ہم سے ٹکرایا تھا اس میں نہر والا کے لشکر کا ایک حصہ بھی شامل تھا اور نہر والا کے راجہ بھیم دیو نے راجپوتوں کی مدد کے لئے وہ لشکر روانہ کیا تھا۔

میں ایک طرح سے تم دونوں پر بے حد خوش اور مطمئن ہوں کہ تم لوگوں نے میری غیر موجودگی میں نہر والا کے راجہ بھیم دیو کو شکست دینے کے بعد ایک طرح سے اپنی گزشتہ پسپائی کا اس سے خوب انتقام لیا۔ یہاں سے روانگی سے قبل میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ گوالیار اور اجمیر کے نواح میں راجپوتوں کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کرنے کے بعد بہاؤ الدین طغرل کو تو اپنے پیچھے علاقوں کی دیکھ بھال کے لئے چھوڑنا جبکہ تم دونوں لشکر لے کر نہر والا کا رخ کرنا نہر والا کے راجہ سے ٹکرانا اور اگر ہو سکے تو اس کے علاقوں کو فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لینا تاکہ آنے والے دور میں یہ بھیم

یہ اس قابل نہ رہے کہ جگہ جگہ بغاوت کھڑی کرنے والے راجپوتوں کی مدد کر سکے۔

قطب الدین ایبک اور ایبہ نے سلطان کی اس تجویز سے اتفاق کیا لہٰذا اسی روز سلطان شہاب الدین لشکر کو لے کر واپسی کا سفر کر گیا تھا نئے سالار بہاؤ الدین طغرل کو لشکر دے کر گوالیار کی طرف روانہ کر دیا تھا جبکہ باقی لشکر کو لے کر قطب الدین ایبک اور ایبہ اجمیر کے نواح کا رخ کر رہے تھے۔

ایبہ کے وہ لشکر جنہیں اس نے دیو داس اور سنگ رام کو پکڑنے اور ماہی گیروں کی بستی سے راجکماری کمار دیوی کو نکال کر نہر والا پہنچانے کے لئے مقرر کیا تھا وہ جب دریائے سرسوتی کے کنارے آئے تو نہ جانے دیو داس اور سنگ رام کو کیسے خبر ہو گئی کہ کچھ مسلح جوان کمار دیوی کو اغواء کرنے کے سلسلے میں ان دونوں کو پکڑنے کے لئے آ رہے ہیں لہٰذا وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس موقع پر رام داس نے بڑی دانشمندی سے کام لیا اس نے فوراً بڑی راز داری سے رات کے وقت ایبہ کے ان مسلح جوانوں سے رابطہ قائم کیا اور انہیں بتا دیا کہ دیو داس اور سنگ رام کس سمت بھاگے ہیں؟ اس لئے کہ رام داس کی موجودگی ہی میں دیو داس اور سنگ رام فرار ہوئے تھے۔

دیو داس اور سنگ رام کو شاید خبر ہو چکی تھی کہ ایبہ کے مسلح جوان دونوں کو پکڑنے کے علاوہ کمار دیوی کو تلاش کرنے آئے ہیں لہٰذا وہ ہانسی کی طرف بھاگے ان کے ساتھ ان کے کافی مسلح جوان بھی تھے اب وہ اپنے گھوڑوں کو بڑی تیزی سے اس شاہراہ پر دوڑا رہے تھے جو ہانسی سے ریواڑی و بھرت پور اور گوالیار کے پاس سے گزرتی ہوئی سیدھی دریائے جمنا کے متوازی کالنجر شہر کی طرف چلی گئی تھی۔

بھگوان داس و اس کی بیٹی کرن کماری اور اس کی بیوی راج سندری صبح کا کھانا کھانے کے بعد دریا کی طرف جانے کے لئے نکلنے ہی والے تھے کہ عین اسی لمحہ دروازے پر زوردار دستک ہوئی دروازے پر ہونے والی ہر دستک راج کماری کمار دیوی کے لئے خوف اور دہشت لے کر آتی تھی دستک کی آواز سنتے ہی وہ بیچاری کرن کماری کے پاس سے اٹھی اور بھاگتی ہوئی توشک خانے کی طرف جا کر چھپ گئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد راج سندری نے اپنے شوہر بھگوان داس کی طرف دیکھتے ہوئے کسی قدر

تشویش بھرے انداز میں پوچھ لیا:

"دروازے پر اس وقت دستک کون دے سکتا ہے صبح ہی سویرے تقریباً بستی کے سارے لوگ تو کام پر جا چکے ہوں گے کیا......"

بھگوان داس نے مسکراتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی کہنے لگا۔

"فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میرا دل کہتا ہے کہ کوئی راج کماری کمار دیوی کا پتہ نہیں کرنے آیا ہوگا بہر حال تم دونوں ماں بیٹی بیٹھو میں دیکھتا ہوں دستک دینے والا کون ہے؟"

بھگوان داس نے جب آگے بڑھ کر دروازے کی زنجیر ہٹا کر دروازہ کھولا تب اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی اس لئے کہ دروازے پر رام داس کھڑا تھا۔

بھگوان داس ایک طرف ہٹ گیا رام داس اندر داخل ہوا۔ بھگوان داس نے پہلے کی طرح دروازے کو اندر سے زنجیر لگا دی دونوں آگے پیچھے آگے بڑھے اور اس کمرے میں جا کر بیٹھے جہاں سے بھگوان داس اٹھ کر گیا تھا اس موقع پر دھیمے اور پیار بھرے لہجہ میں رام داس نے کمار دیوی کو کہا تھا:

"کمار دیوی میری بیٹی! آ جاؤ میں رام داس ہوں تمہیں چھپنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

ان الفاظ کے جواب میں کمار دیوی بھاگتی ہوئی توشک خانے سے اس کمرے میں آ گئی تھی پہلے کی طرح کرن کماری کے پاس ہو بیٹھی پھر بڑے شوق اور تجسس سے رام داس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی:

"بابا! آپ کا اس وقت آنا کسی علت کے بغیر نہیں لگتا ہے ضرور حالات میں کوئی تبدیلی آئی ہے۔"

جواب میں رام داس نے لمحہ بھر کے لئے بڑے غور سے کمار دیوی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا:

"بیٹا! تیرا اندازہ درست ہے میں تیرے لئے دو خبریں لے کر آیا ہوں ایک اچھی اور ایک بری۔

بری خبری یہ ہے کہ چند ماہ پہلے مسلمانوں کا ایک لشکر نہر والا پر حملہ آور ہوا تمہارے پتا بھیم دیو اور بھائی رام دیو نے نہر والا سے باہر نکل کر مسلمانوں کے لشکر کا مقابلہ کیا لیکن شکست اٹھائی اور شہر کے اندر محصور ہو گئے اگر بیانہ کے گرد و نواح میں

ہتوں نے جمع ہو کر مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آنے کی کوشش نہ کی ہوتی تو ے خیال میں مسلمانوں کا لشکر اب تک نہر والا میں داخل ہو کر تمہارے پتا راجہ بھیم و اپنے سامنے بے بس کر چکا ہوتا تاہم تمہارے باپ کو شکست دینے کے بعد انوں کا لشکر وہاں سے لوٹ آیا ہے۔"

یہ خبر سن کر کمار دیوی کسی قدر فکر مند ہو گئی تھی دکھ بھرے انداز میں پھر اس نے داس کو مخاطب کیا۔

"کیا مسلمانوں کے لشکر کی کمانداری مسلمانوں کا سلطان کر رہا تھا؟"

"نہیں میری بیٹی! مسلمان کا سلطان شہاب الدین غوری اس وقت غزنی شہر میں

رام داس نے ذرا سا رک کر کہنا شروع کیا تھا۔

"یہ حملہ سلطان کی غیر موجودگی میں ہندوستان میں سلطان کے والی قطب الدین اور ایبہ نے کیا تھا اور نہر والا کے نواح میں کھلے میدانوں میں ان دونوں نے ے باپ راجہ بھیم دیو کو شکست دی تھی۔"

اس انکشاف پر کمار دیوی تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتی رہی پھر تاسف ے لہجے میں کہنے لگی:

"ایسا ہونا ہی تھا میرے بھائی رام دیو کے اندازے درست ثابت ہوئے۔ وہ کہا کرتا تھا کہ مسلمان اپنی پسپائی کا انتقام ضرور لیں گے اور ایسا آخر ہو کر رہا اور انوں کو ایسا کرنا بھی چاہئے تھا وہ ایسا کرنے کا حق رکھتے تھے۔ اس لئے کہ شروع میں نہر والا کے نواح میں ہمارے ہاتھوں مسلمانوں کو پسپا ہونا پڑا تھا اور اس کا انتقام بہر حال مسلمانوں نے لے لیا ہے اب مسلمانوں کا لشکر اس وقت کہاں
"

رام داس نے غور سے کمار دیوی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"بیٹی! میری ملاقات ان لوگوں سے ہوئی ہے جنہیں ایبہ نے دیو داس اور سنگ گرفتار کرنے کے لئے ادھر بھیجا تھا۔ انہوں نے مجھ پر انکشاف کیا کہ مسلمانوں ہاتھوں اس طرح نہر والا کے راجہ بھیم دیو کو شکست ہوئی تھی۔ مسلمانوں کا لشکر اس کہاں ہے؟ یہ میں ان سے نہیں جان سکا وہ جلدی میں تھے۔"

رام داس کے خاموش ہونے پر اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کمار دیوی نے پھر خاطب کیا:

"بابا! بری خبر تو آپ کہہ چکے ہیں اب اچھی خبر ہی سناؤ۔"

رام داس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کہنے لگا۔

"میری بیٹی! اچھی خبر یہ ہے کہ ایبہ کے آدمی دیو داس سنگ رام کے تعاقب میں لگ گئے ہیں۔"

کمار دیوی چونکی جستجو بھرے انداز میں پوچھا۔

"ان دونوں کے تعاقب میں لگ گئے ہیں کیا مطلب ہے آپ کا؟"

رام داس پھر مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"بیٹی! جس وقت ایبہ کے مسلح جوانوں نے ان علاقوں کا رخ کیا تھا کسی طرح دیو داس اور سنگ رام کو ان کے آنے کی خبر ہوگئی اور انہیں یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ راجکماری کمار دیوی کو اغواء کرنے کی وجہ سے کچھ لوگ انہیں گرفتار کرنے کے لئے آ رہے ہیں اور گرفتار کرنے والے ایبہ کے مسلح جوان ہیں۔"

اس خبر کے ملتے ہی وہ اپنے کچھ مسلح جوانوں کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوئے جس وقت وہ بھاگے میں وہاں تھا۔ میرے ہوتے ہوئے ہی ایبہ کے آدمی وہاں پہنچ گئے میری ان سے مختصر سی گفتگو ہوئی اور میں نے انہیں دیوداس اور سنگ رام کے بھاگنے کی اطلاع کر دی وہ چونکہ کالنجر کی طرف بھاگے ہیں لہٰذا وہ شاہراہ جو ہانسی اور ریواڑی سے ہوتی ہوئی کالنجر کی طرف جاتی ہے ایبہ کے آدمی بھی اسی شاہراہ پر ان کے تعاقب میں چلے گئے ہیں میری بیٹی یہ تیرے لئے اچھی خبر ہے مجھے امید ہے کہ ایبہ کے آدمی دیو داس اور سنگ رام اور ان دونوں کے ساتھ ساتھ ان کے مسلح جوانوں کو بھی گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد رام داس رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"بیٹا! رام داس، سنگ رام اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کرنے کے بعد میرے خیال میں ایبہ کے مسلح جوان صرف دیو داس اور سنگ رام کو اپنی گرفت میں لیں گے۔ ہاں اگر ان دونوں کے ساتھی مسلح جوانوں نے مسلمانوں سے الجھنے کی کوشش کی تو میرے خیال میں وہ ایبہ کے لشکریوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے اس کے بعد دیو داس اور سنگ رام دونوں کو پکڑ کر ایبہ کے وہ مسلح جوان ایبہ کے پاس لے جا کر جائیں گے اس کے بعد میرے خیال میں میری بیٹی وہی مسلح جوان تمہیں یہاں سے نکالنے کے لئے

ئیں گے اور تمہیں لے کر نہر والا کی طرف روانہ ہوں گے ساتھ ہی راستے میں شاید وہ وداس اور سنگ رام کو بھی اپنے ساتھ نہر والا لے کر جائیں گے اس لئے کہ ان کی سزا ہر حال تمہارے پتا ہی کو تجویز کرنی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد رام داس جب خاموش ہو تب بے پناہ خوشی کا اظہار تے ہوئے کمار دیوی کہنے لگی۔

"بابا! یہ خبر دے کر آپ نے میرا دل خوش کر دیا ہے...... اب بھگوان کرے یہ دیو اس اور سنگ رام دونوں ایبہ کے مسلح جوانوں کے ساتھ ٹکراؤ میں مارے نہ جائیں ...... ری خواہش ہے کہ یہ دونوں گرفتار ہوں اور ایبہ اور اس کے مسلح ساتھی مجھے اور ان نوں کو نہر والا بھجوانے کا اہتمام کریں ...... اگر ایبہ ایسا کر دے تو میں اس کا یہ احسان گی بھر نہیں بھولوں گی ...... سانس اور وقت نے اجازت دی تو میں ایک بار لوٹ کر بستی میں ضرور آؤں گی اور یہاں جو مجھ پر قرض اور احسان کا بوجھ ہے کسی نہ کی رت اسے چکانے کی کوشش ضرور کروں گی۔"

کمار دیوی جب خاموش ہوئی تو اس کی طرف گھورنے کے انداز میں بھگوان داس نے لگا۔

"بیٹا! کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو؟ تمہاری حیثیت ہمارے ہاں بیٹی کی سی ہے اور وں کی بہتری کے لئے کیا جانے والا کام احسان نہیں ہوتا فرض میں شامل ہوتا ہے تک تمہارے یہاں سے نکالے جانے کا بندوبست نہیں ہوتا تمہاری حفاظت ہم پر م ہے۔"

اس کے ساتھ ہی بھگوان داس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

"بیٹا! میرے کام کا وقت ہوگیا ہے ہم اب جاتے ہیں تم بالکل بے فکر ہو کر آرام

بھگوان داس کے اٹھتے ہی کرن کماری و راج سندری اور رام داس اٹھ کھڑے ئے تھے چاروں باہر نکلے بھگوان داس نے دروازے کو باہر سے قفل لگا دیا تھا جبکہ کمار اس کمرے سے اٹھ کر ساتھ والے کمرے میں مسہری پر جا کر دراز ہوگئی تھی۔

○❖○

دیو داس اور سنگ رام جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریائے جمنا کے متوازی ریواڑی اور کالنجر کی طرف جانے والی شاہراہ پر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ بچ کر بھاگ نکلے ہیں۔ انہیں ابھی تک یہ خبر نہ تھی کہ ایبہ کے آدمی ان کے تعاقب میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی بختی کہ ایبہ کے وہ لشکری کوئی مختصر سا کاوا کاٹتے ہوئے ان کے آگے نکل گئے تھے اس لئے کہ اب مسلمان لشکری ان علاقوں میں سفر کرتے ہوئے سارے علاقوں سے واقف ہو چکے تھے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دیو داس اور سنگ رام جب مزید کچھ آگے گئے تب ایبہ کے مسلح جوان شاہراہ پر ان کی راہ روکے ہوئے تھے۔

اور ان کی حالت یہ تھی کہ ان میں سے کچھ کے ہاتھوں میں برہنہ تلواریں اور ڈھالیں تھیں کچھ کے ہاتھوں میں کمانیں تھیں جن پر انہوں نے تیر چڑھا رکھے تھے ان کے قریب جا کر دیو داس اور سنگ رام اور ان کے ساتھی اپنے گھوڑوں کی باگیں کھینچتے ہوئے رک گئے تھے یہ صورت حال ان کے لئے بالکل نئی اور پریشان کن تھی دیو داس اور سنگ رام پہلے بڑی حیرانی اور پریشانی میں ان کی طرف دیکھتے رہے پھر دیو داس نے سنگ رام کی طرف دیکھا اور تفکر بھرے انداز میں کہنے لگا:

''بھائی! یہ کون لوگ ہیں جو ہماری راہ روکے کھڑے ہوئے ہیں کیا یہ......''

دیو داس اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لئے کہ سنگ رام بول اٹھا۔

''اس کی طرف غور سے دیکھو کیا تم ان کے لباس سے اندازہ نہیں لگاتے کہ یہ مسلمان ہیں میرا دل کہتا ہے یہ وہی لوگ ہیں جنہیں ہم کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا حیرت ہے یہ اس قدر تیزی کے ساتھ کیسے ہمارے آگے نکل گئے؟ انہوں نے کوئی مختصر سا کاوا کاٹ کر ہمارے سامنے آتے ہوئے ہماری راہ روک لی ہے دیکھیں یہ کس قسم کے ردعمل کا اظہار کرتے ہیں...... بہر حال یہ بات......''

یہاں تک کہتے کہتے سنگ رام کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ ایبہ کے جن مسلح وں نے ان کی راہ روکی تھی ان کا جو سالار تھا وہ کڑکتی ہوئی آواز میں انہیں مخاطب ے کہنے لگا۔

''تم لوگوں میں جو دیو داس اور سنگ رام ہیں وہ علیحدہ ہو کر دائیں جانب کھڑے ہائیں''

اس پر سنگ رام کے مسلح جوانوں میں سے کسی نے کڑکتی ہوئی آواز میں کہا تھا۔

''ہم سب دیو داس اور سنگ رام ہیں تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟''

راہ روکنے والوں کا سالار گرجتی اور بھڑکتی ہوئی آواز میں بول اٹھا۔

''اپنی زبان کو اپنے حلقوم میں محفوظ رکھو میں صرف دیو داس اور سنگ رام سے ہنا چاہتا ہوں باقی لوگوں میں سے جس نے بھی بولنے کی کوشش کی اپنی جان سے ھو بیٹھے گا۔''

ایبہ کے اس سالار کے جواب میں جب سنگ رام کے ایک اور ساتھی نے ت کرنے کی دھمکی دی تب اس سالار نے مخصوص اشارہ کیا یہ اشارہ ملنا تھا کہ چند ں حرکت میں آئیں سنسناتے ہوئے تیر نکلے اور دیو داس اور سنگ رام کے کئی ازمین پر ڈھیر ہو گئے تھے۔

یہ صورت حال دیو داس اور سنگ رام کے لئے بڑی پریشان کن تھی اپنے گھوڑوں وں نے ایڑھ لگائی اور دائیں طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے پھر سنگ رام کہنے لگا:

''میں سنگ رام ہوں اور یہ میرے ساتھ میرا پھوپھی زاد دیو داس ہے۔''

سنگ رام اور دیو داس جب دائیں جانب ہٹ کر کھڑے ہو گئے تب اس سالار پنے ساتھیوں کو پھر مخصوص اشارہ کیا اور اس اشارے کے جواب میں تیروں کی ر بار ماری گئی۔ جس کے نتیجہ میں دیو داس اور سنگ رام کے سارے ساتھی موت بن کر اپنے گھوڑوں سے گر گئے تھے جب ایسا ہو چکا تب اس سالار نے پھر کڑکتی ں سنگ رام اور دیو داس کو مخاطب کیا۔

''تم دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر جاؤ۔''

صورت حال چونکہ بڑی ہولناک ہو چکی تھی اپنے ساتھیوں کے مارے جانے سے ام اور دیو داس پر وحشت طاری ہو چکی تھی لہٰذا ایک دوسرے کی طرف دیکھتے دونوں جست لگا کر اپنے گھوڑوں سے اتر کھڑے ہوئے تھے۔ اس سالار نے پھر

انہیں حکم دیا تھا۔

”اپنی تلوار و ڈھال اور کمر میں بندھی ہوئی پیٹیاں اتار کر ایک طرف پھینک دو......“

سنگ رام اور دیو داس نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی پھر اس سالار کے اشارے پر دو لشکری آگے بڑھے سنگ رام اور دیو داس کے ہتھیاروں پر انہوں نے قبضہ کرلیا۔ اس موقع پر سنگ رام نے بڑی بے بسی سے راہ روکنے والوں کے سالار کو مخاطب کرکے کہا:

”تم لوگ کون ہو ...... کیوں تم لوگوں نے ناحق ہمارے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ہم سے ہمارے ہتھیار لے کر ہمیں نہتہ کر کے تم کیا چاہتے ہو...... آخر ہم نے کیا جرم کیا ہے جس کی بناء پر تم ہم سے ایسا سلوک کر رہے ہو...... تم ہمیں مقامی باشندے بھی نہیں لگتے پردیسی اور اجنبی لگ رہے ہو...... پھر کیوں ہمارے ساتھ ایسا سلوک کر رہے ہو اس لئے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اس سے پہلے نہ کوئی عداوت تھی نہ دشمنی......... ؟“

سنگ رام یہیں تک کہنے پایا تھا کہ راہ روکنے والوں کا سالار اسے مخاطب کرکے انتہائی خفگی میں کہنے لگا۔

”تم لوگ جرم بھی کرتے ہو اور پھر دوسروں سے جرم کی نوعیت کی تفصیل بھی جاننا پسند کرتے ہو...... تم لوگ امرت و بسمار کو زہر و آئینے کو سنگ و روشنی کو ظلمت و کہکشاں کو غبارِ راہ اور برق کو شعلہ کہنے والے لوگ ہو ...... تم ہم سے پوچھتے ہو کہ تم لوگوں نے کیا جرم کیا ہے جس کی تمہیں سزا دی جا رہی ہے۔

تم لوگوں کا کیا یہ کم جرم ہے کہ تم نے ایک لڑکی کو اغوا کیا اسے اٹھا کر یہاں لائے اسے حبس بے جا میں رکھا دیکھو جب کوئی جرم کرتا ہے تو کسی نہ کسی موقع پر وہ جرم بول کر جرم کرنے والے کی طرف اشارہ ضرور کرتا ہے۔ یہ بھی اپنے دل پر لکھ رکھو کہ قاتل جب کسی کو قتل کرتا ہے تو مقتول کا کوئی نہ کوئی نشان قاتل کی نشاندہی ضرور کر دیتا ہے تم نے کسی چھوٹی موٹی لڑکی کو نہیں نہر والا کی راجکماری کو اوشا دیوی کے تہوار سے اٹھا کر ایک بہت بڑا جرم کیا اور پھر یہاں لا کر اسے بند رکھا اس پر اپنی مرضی مسلط کرنے کی کوشش کی۔“

یہاں تک کہتے کہتے مسلمانوں کے اس سالار کو رک جانا پڑا تھا اس لئے کہ اس بار اسے مخاطب کرتے ہوئے دیو داس کہنے لگا۔

”ہم نے ایسا کر کے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ وہ لڑکی نہر والا کے راجہ بھیم دیو کی بیٹی
جو تم لوگوں کا بدترین دشمن ہے وہ لڑکی ہندو دھرم سے تعلق رکھتی ہے اور جہاں تک
ہارا حلیہ دیکھتا ہوں تم مسلمان ہو لہٰذا تم لوگوں کا اس لڑکی سے کیا تعلق اور واسطہ؟
یں اس کی مدد نہیں کرنی چاہئے تم نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا ہے میں سمجھتا
م ناحق ہم پر ظلم کر رہے ہو ہم ہندو میں وہ لڑکی بھی ہندو ہے یہ ہمارا ذاتی معاملہ
رے خیال میں تم لوگوں کو اس میں دخل اندازی نہیں دینی چاہئے۔“

دیو داس جب اس سالار کو مخاطب کرنے کے بعد خاموش ہوا تب اس کو جواب
ہوئے سالار بول اٹھا۔

”تم گمراہ ظالم اور ستمگر قسم کے لوگ ہو...... ظالمو! عورت کسی قوم کسی دین دھرم
ں قبیلے سے تعلق رکھتی ہو وہ قابل عزت و قابل احترام ہے...... عورت تو اپنی
ں سیاروں کا روپ ...... سر قرطاس لکھے محبت بھرے الفاظ کی خوشبو اور رنگوں کی
ں تحریک کی مانند ہے ...... کائنات کی ذات کی اندھی گھپاؤں میں عورت تو ایک
ب تاب کی مانند ہے ...... اس کائنات میں عورت و خوشبو کی ہنسی و وقت کی
ور محبت کی ساعت و جھنکار سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے...... عورت اپنی ذات
ب امن کی علامت حسن لازوال کی حرمت اور اجالوں کی سحر سے بھی زیادہ
تی ہے۔“

ں تک کہنے کے بعد وہ سالار جب خاموش ہوا تب اس بار سنگ رام بول

ر تم لوگوں کا اشارہ نہر والا کی راجکماری کمار دیوی طرف ہے تو پھر میں خیال
ا کہ تم مسلمانوں کے سالار ایبہ کے آدمی ہو ہم نے اس لڑکی پر کوئی ظلم اس
یادتی نہیں کی۔ یہ میرے ساتھ میرا ماموں زاد ہے نام اس کا دیو داس ہے یہ
ے اسے پسند کرتا تھا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اسے ہم نے اوشا دیوی کے تہوار
ور یہاں لے کر آئے لیکن ہم غلط نظریئے کے تحت نہیں لائے تھے نہ ہی آج
ں میں سے کسی نے اسے غلط نگاہ سے دیکھا۔ میرا یہ بھائی اسے اپنے پیار
جذبوں کی حرارت و محبت کی تمازت اور قربتوں کا لمحہ بنانا چاہتا تھا لیکن اس
ا کرنے کی حامی بھرلی شادی کرنے کا وعدہ بھی کرلیا اس کے بعد موقع ملنے
، بھاگ کھڑی ہوئی۔“

سنگ رام کے خاموش ہونے پر وہ سالار پھر بول اٹھا۔

''ظالمو! اگر اس نے شادی کا وعدہ کرلیا تھا تو ایسا اس نے وقت ٹالنے اور اپنی جان بچانے کی خاطر کیا ہوگا تم لوگوں نے اس کی نظر نظر میں ویرانیاں، احساس میں محرومیاں اور جذبات میں سیاہیاں بھر کر اسے اپنانے کی کوشش کی وہ بے بس اور مجبور ہوگئی جس وقت اسے موقع ملا یہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار رکا پھر ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''اب ہمیں باتوں میں الجھا کر وقت ضائع کرنے کی کوشش نہ کرو اور اپنے گھوڑں پر بیٹھ جاؤ تا کہ یہاں سے کوچ کیا جائے۔''

سالار کے ان الفاظ پر دونوں چونک سے پڑے تھے پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے تھے پھر سنگ رام نے پوچھا:

''تم ہم دونوں کو کہاں لے کر جاؤ گے؟''

اس پر وہ سالار بول اٹھا۔

''ہم تم دونوں کو یہاں سے اپنے لشکر میں لے کر جائیں گے وہاں اپنے سالار ایبہ کے سامنے پیش کریں گے اس کے بعد تمہیں نہر والا کے راجہ بھیم دیو کی طرف بھیجا جائے گا اس لئے کہ تم اس کے اور اس کی بیٹی کے مجرم ہو۔ سزا تمہیں وہی دے گا میرے خیال میں تمہارے پہنچنے تک راجکماری کمار دیوی بھی وہاں پہنچ جائے گی لہٰذا اس کی موجودگی میں نہر والا کا راجہ بھیم دیو تمہارے لئے سزا تجویز کرے گا۔''

ان الفاظ پر سنگ رام اور دیو داس دونوں لرز کانپ گئے تھے دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر ایک ساتھ دونوں نے ہاتھ جوڑ دیئے اور سالار کی منت و ساجت کرتے ہوئے دیو داس کہنے لگا۔

''دیکھو! جو کچھ ہم نے کیا ہے تمہاری نگاہوں میں یہ غلطی اور جرم ہے تو ہم اپنی اس غلطی اور جرم کی معافی مانگتے ہیں آئندہ کوئی بھی ایسی حرکت کرنے کی کوشش نہیں کریں گے اور پھر یہ بھی تو سوچو کہ راجکماری کمار دیوی ہمارے ہاں سے بھاگ چکی ہے ہوسکتا ہے وہ اپنے باپ کے پاس پہنچ چکی ہو۔ جب ایک باپ کو اس کی بیٹی مل گئی ہے تو پھر تم لوگوں کو ہمیں سزا دلوانے سے کیا حاصل ہوگا؟''

اس پر وہ سالار بھی بول اٹھا۔

''ہم تمہارے متعلق اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں کرسکتے تم دونوں سے متعلق جو ہیں دیا گیا ہے ہم اس کے پابند ہیں اور اسی پر عمل کیا جائے گا۔ دونوں وقت لئے بغیر اپنے گھوڑوں پر بیٹھ جاؤ وقت ضائع کرو گے یا بات نہیں مانو گے تو ری حالت تمہارے ان ساتھیوں سے مختلف نہیں ہوگی۔''

ان الفاظ نے سنگ رام اور دیو داس کو ہلا اور لرزا کر رکھ دیا تھا دونوں فوراً اپنے ڑوں پر بیٹھ گئے اور اس سالار کے کہنے پر اس کے ساتھیوں نے دونوں کو اپنے حلقے لے لیا تھا ساتھ ہی اس سالار نے اپنے ساتھیوں کو دو حصوں میں تقسیم کرلیا تھا اپنے ساتھیوں کے ساتھ سنگ رام اور دیو داس کو اس نے ایبہ کی طرف روانہ کردیا اور خود دوسرے ساتھیوں کے ساتھ اس نے راجکماری کمار دیوی کو ماہی گیروں کی بستی کالنے کے لئے دریائے سرسوتی کا رخ کیا تھا۔

قطب الدین ایبک اور ایبہ نے اپنے لشکر کے ساتھ اجمیر کے گرد ونواح کا رخ کیا تھا جہاں مختلف ٹولیوں میں مسلمانوں کے خلاف سرکشی برپا کرنے کے لئے راجپوت جمع ہور ہے تھے۔ راجپوتوں کو جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں کا ایک لشکر ان پر حملہ آور ہونے کے لئے آرہا ہے تو وہ یکجا ہوگئے ادھر ادھر پھیلی راجپوتوں کی ٹولیاں ایک جگہ جمع ہوگئیں، اجمیر کے نواح میں راجپوتوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک بار پھر ہولناک جنگ ہوئی اس جنگ میں قطب الدین ایبک اور ایبہ نے پھر راجپوتوں کو بدترین شکست دی اس شکست کے نتیجہ میں راجپوت نہر والا کی طرف بھاگ گئے تھے۔ اس لئے کہ اب نہر والا کا راجہ ہی ایک طرح سے ان کی پناہ گاہ بنا ہوا تھا۔

قطب الدین ایبک اور ایبہ کے ہاتھوں جب اجمیر کے نواح میں راجپوتوں کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ نہر والا کی طرف بھاگے تب قطب الدین ایبک اور ایبہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان کے تعاقب میں نہر والا کی طرف ہولئے تھے۔

دوسری طرف مسلمانوں کا سالار بہاؤ الدین طغرل سلطان شہاب الدین غوری کے حکم کے مطابق گوالیار کی طرف بڑھا تھا۔ گوالیار میں بھی کافی راجپوت جمع ہوگئے تھے۔ بہاؤ الدین طغرل گوالیا پر حملہ آور ہوا وہاں جو راجپوت جمع ہوگئے تھے انہوں نے طغرل کا ڈٹ کا مقابلہ کیا لیکن ان کی بدقسمتی کہ بہاؤ الدین طغرل نے انہیں بدترین شکست دی اور فاتح کی حیثیت سے وہ گوالیار میں داخل ہوا اس طرح گوالیار پر اس نے قبضہ کرلیا۔

دوسری طرف اجمیر کے نواح میں قطب الدین اور ایبہ نے جب راجپوتوں کو شکست دی اور وہ نہر والا کی طرف روانہ ہوئے تب اپنے کچھ مخبروں نے انہیں اطلاع دے دی تھی کہ بہاؤ الدین طغرل گوالیار پر حملہ آور ہوکر اور وہاں راجپوتوں کو شکست دے کر گوالیار پر قابض ہو چکا ہے۔ قطب الدین ایبک نے فی الفور تیز رفتار قاصد بہاؤ الدین طغرل کی طرف روانہ کئے اور اسے کہلا بھیجا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ راجپوتوں کے پیچھے پیچھے نہر والا کا رخ کر رہے ہیں لہٰذا ایبہ اور اس کی غیر موجودگی میں وہ بدلتے حالات پر کڑی نظر رکھے اس کے بعد قطب الدین ایبک اور ایبہ نے بڑی برق رفتاری سے نہر والا کی طرف پیش قدمی شروع کر دی تھی۔

ایک روز رات کا کھانا کھانے کے بعد راجکماری کمار دیوی اور کرن کماری دونوں اپنے کمرے میں بیٹھی باہم گفتگو کر رہی تھیں جبکہ دوسرے کمرے میں بھگوان داس اور راج سندری دونوں میاں بیوی بیٹھے کسی موضوع پر بات چیت کر رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی تھی اس پر کمار دیوی نے فوراً اٹھ کر توشک خانے کی طرف جانا چاہا پر بھگوان داس اپنی جگہ سے اٹھا اور اسے مخاطب کرکے کہنے لگا۔

"بیٹی! بیٹھی رہو میں دروازہ کھولے بغیر ہی پوچھتا ہوں کون ہے؟" ساتھ ہی بھگوان داس کمرے سے نکل کر سیدھا صحن میں گیا اور بلند آواز میں پوچھا۔ "کون ہے؟"

باہر سے ہلکی دھیمی سی آواز سنائی دی تھی۔

"میں رام داس ہوں دروازہ کھولو"

یہ آواز سن کر کمار دیوی اور کرن کماری دونوں اپنے کمرے سے نکل کر اس کمرے میں آگئی تھیں جہاں تھوڑی دیر پہلے راج سندری اور بھگوان داس بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

بھگوان داس نے آگے بڑھ کر باہر کا دروازہ کھولا دروازہ کھلتے ہی رام داس اندر داخل ہوا بھگوان داس نے پھر دروازے کو اندر سے زنجیر لگا دی دونوں اسی سامنے والے کمرے کی طرف گئے جہاں سے بھگوان داس اٹھ کر گیا تھا۔ رام داس اور بھگوان داس دونوں ایک ہی نشست پر بیٹھ گئے اس موقع پر رام داس کے چہرے پر دور دور تک طمانیت اور سکون تھا۔ کمار دیوی کو مخاطب کرکے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے کمار دیوی اسے مخاطب کرکے بول اٹھی۔

"بابا! آج تمہارا چہرہ مطمئن اور خوش کن لگ رہا ہے میرا دل کہتا ہے کہ تم آج میرے لئے مزید اچھی خبریں لے کر آئے ہو۔"

رام داس کھل کر مسکرایا پھر کمار دیوی کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

"بیٹا! یہ وقت کی ستم ظریفی سمجھو یا ایک حادثاتی اتفاق کہ میں تمہارے لئے دو ہی خبریں لے کر آیا ہوں ایک خبر اچھی ہے ایک بری۔ اب تم یقیناً مجھ سے یہ کہو گی کہ پہلے میں بری خبر کہوں بعد میں اچھی لیکن میں ایسا نہیں کروں گا پہلے اچھی خبر کہوں گا اس کے بعد بُری۔

بیٹا! اچھی خبر یہ ہے کہ پچھلی ملاقات میں میں نے تمہیں بتایا تھا کہ سنگ رام اور دیو داس کو ایبہ کے مسلح جوانوں کے آنے کی خبر ہو گئی تھی لہٰذا وہ اس شاہراہ کی طرف بھاگے تھے جو ہانسی سے ریواڑی اور کالنجر کی طرف جاتی ہے۔ میرے خیال میں وہ کالنجر ہی کی طرف بھاگنا چاہتے تھے لیکن ایبہ کے آدمی ان کے پیچھے پیچھے تھے لہٰذا انہوں نے دیو داس و سنگ رام اور ان کے ساتھیوں کو جا لیا انہوں نے دیو داس اور سنگ رام کے سارے آدمیوں کا خاتمہ کر دیا اور ان کے کچھ مسلح ساتھی تو دیو داس اور سنگ رام کو پکڑ کر ایبہ کی طرف لے گئے ہیں جبکہ باقی مسلح جوان میری طرف آئے تھے میں انہیں اسی حویلی میں ٹھہرا کر آیا ہوں جہاں کبھی تمہارا قیام ہوا کرتا تھا۔

بیٹا! وہ تمہیں لینے کے لئے آئے ہیں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ تم ابھی میرے ساتھ چلو۔ دریا کے اس پار وہ بڑی بے چینی سے میرا اور تمہارا انتظار کر رہے ہیں اس لئے کہ..........."

رام داس کو یہاں تک کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لئے کہ بیچ میں کمار دیوی بول اٹھی تھی۔

"بابا! اگر وہ مجھے لینے کے لئے آئے ہیں تو کیا وہ صبح تک انتظار نہیں کریں گے کیا وہ رات کے وقت ہی مجھے یہاں سے لے کر روانہ ہو جائیں گے۔"

رام داس نے غور سے کمار دیوی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"بیٹا! وہ زیادہ دیر نہیں رکیں گے میں ان کے کہنے پر ہی تمہیں لینے کے لئے آیا ہوں۔ کشتی اس وقت ساحل ہی پر کھڑی ہے۔ جو ملاح مجھے لے کر آیا ہے وہ بھی میرا اور تمہارا انتظار کر رہا ہوگا۔ لہٰذا تمہیں میرے ساتھ دریا کے اس کنارے جانا ہوگا تاکہ ایبہ کے مسلح جوان تمہیں یہاں سے بحفاظت نکال کر نہر والا پہنچائیں۔"

رام داس جب خاموش ہوا تو کسی قدر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کمار دیوی بول اٹھی۔

"اگر وہ رات کے وقت ہی مجھے یہاں سے لے کر کوچ کرنا چاہتے ہیں تو میں

ن کا ساتھ دوں گی۔ میں تو ایبہ کی زندگی بھر ممنون اور شکر گزار رہوں گی کہ اس نے ھے دیو داس اور سنگ رام کے جہنم سے نکالنے کے لئے اپنے آدمی بھیجے اور ان دونوں باشوں کو اس کے ساتھیوں نے گرفتار کر لیا ہے۔ یہ بھی میرے لئے ایک بہت بڑی اور ھی خبر ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی رکی دم لیا کچھ سوچا اور دوبارہ وہ رام داس کو اطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"بابا! اچھی خبر تو تم نے کہہ دی بلکہ میں سمجھتی ہوں کہ یہ میرے لئے بہت ہی ی خبر ہے۔ میں ایبہ کے مسلح جوانوں کے ساتھ یہاں سے نکل کر جب اپنے ماتا پتا ، پاس جاؤں گی تو نہ جانے وہ میرے متعلق کیا سوچیں گے؟ کیسی کیسی الجھنیں کیسے ے وسوسات ان کے ذہنوں ان کے دلوں کو متاثر کریں گے شاید میرے متعلق وہ یہ ، سوچیں کہ اغواء ہونے کے بعد میں اپنی عصمت اور اپنی آبرو سے محروم ہو چکی ہوں ا، مجھے امید ہے کہ میں انہیں اپنی پاکدامنی کا یقین دلانے میں کامیاب ہو جاؤں ا۔"

کمار دیوی جب خاموش ہوئی تو اس کی تسلی اس کی تشفی کے لئے بڑے پیار بڑی نت میں رام داس اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بیٹا تمہیں فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ ایبہ کے جو ا جوان رام داس اور سنگ رام کو اپنے ساتھ ایبہ کے پاس لے گئے ہیں۔ بیٹا جب ہر والا پہنچو گی تو میرا خیال ہے ایبہ دیو داس اور سنگ رام کو بھی وہاں بھیج دے گا اور ان کی موجودگی میں ہی ساری بات تمہارے باپ کے سامنے کھل کر آ جائے گی اس کہ ایبہ نے مجھے اشارہ دیا تھا کہ وہ خود سنگ رام اور دیو داس کے لئے کوئی سزا ہیں کرے گا ان دونوں کو تمہارے پتا کے پاس بھجوا دے گا۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں ہوسات کا تم اظہار کر رہی ہو ایسی کوئی نوبت پیش نہیں آئے گی۔"

رام داس کے خاموش ہو جانے پر گہری سوچوں میں ڈوبنے کے بعد کمار دیوی چھ فیصلہ کیا پھر کہنے لگی۔

"بابا! کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ یہاں سے نکل کر پہلے میں ایبہ کے پاس جاؤں کے بعد نہر والا کا رخ کروں میں ایک انتہائی اہم اور نازک موضوع پر ایبہ سے کرنا چاہتی ہوں اور اس سے مل کر ہی میں نہر والا جانا چاہتی ہوں۔"

کمار دیوی کے خاموش ہونے پر رام داس نے اسے مخاطب کیا۔

''بیٹا! تم ایک اچھی خبر تو مجھ سے سن چکی ہو۔ تم بری خبر کو بھول گئی ہو میرے خیال میں جب میں بری خبر تم سے کہوں گا تو تم نے جو نہر والا جانے سے پہلے ایبہ کے پاس جانے کی خواہش کا اظہار کیا ہے تو اس خبر کے دوران میرے خیال میں تمہیں تمہاری اس خواہش کا خود بخود ہی جواب مل جائے گا۔''

رام داس کے ان الفاظ پر کمار دیوی چونکی تھی پھر بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''اچھا اگر یہ بات ہے تو دوسری خبر جسے تم بری خبر کہہ رہے ہو کہو وہ کیا ہے؟ تاکہ میں بھی جانوں کہ حالات میرے خلاف کیسی کروٹ لے رہے ہیں؟''

کمار دیوی جب خاموش ہوئی تب رام داس نے کہنا شروع کیا۔

''بیٹا! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں وہ تمہارے لئے واقعی دکھ اور افسوس کا باعث ہوگا لیکن جو کچھ میں نے سنا ہے وہی تم سے کہوں گا جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں ایک بار تمہارے پتا جی کو مسلمانوں کے ہاتھوں اس سے پہلے شکست ہو چکی ہے اس وقت تم یہیں تھیں اب جو نئی خبر آئی ہے وہ یہ کہ مسلمانوں کا ایک لشکر پھر نہر والا پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے اس لئے کہ مسلمانوں کے بقول تمہارے پتا جی سے ایک نہیں کئی مواقع پر غلطیاں ہوئیں۔ پہلی غلطی وہ یہ شمار کرتے ہیں کہ نہر والا کے راجہ نے ترائن کی دونوں جنگوں میں ہندوستان کے دوسرے راجاؤں کا ساتھ دیا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے نہر والا کے راجہ یعنی تمہارے پتا جی کو شکست دے کر اپنی پہلی پسپائی کا انتقام لیا تو راجہ کو امن اور صلح کے ساتھ رہنا چاہئے تھا لیکن مسلمانوں کا کہنا ہے کہ تمہارے پتا جی نے مسلمانوں سے انتقام لینے کی ٹھان لی تھی لہٰذا اس نے اس وقت اپنا ایک لشکر مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے بھجوایا جس وقت راجپوت بیانہ کے مقام پر مسلمانوں سے ٹکرانے کا عزم کئے ہوئے تھے۔

بیانہ میں شکست کے بعد راجپوت جب اجمیر کی طرف بھاگے تو اس میں نہر والا کے بھی لشکری تھے اجمیر کے نواح میں قطب الدین ایبک اور ایبہ نے جب انہیں شکست دی تو شکست خوردہ سارے راجپوتوں کے علاوہ وہ لشکری جنہیں تمہارے پتا جی نے مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے روانہ کیا تھا وہ نہر والا کی طرف بھاگے ہیں اور اب قطب الدین ایبک اور ایبہ دونوں اپنے لشکر کے ساتھ انہی شکست خوردہ راجپوتوں

تعاقب کرتے ہوئے نہر والا کا رخ کر رہے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رام داس رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''بیٹا! مسلمانوں کا یوں اپنے لشکر کے ساتھ نہر والا کی طرف جانا اب کسی نتیجہ کے ر نہیں رہے گا۔ چونکہ تمہارے پتا جی نے بہت سے مواقع پر مسلمانوں کے خلاف روائیاں کی ہیں لہٰذا میرا اپنا اندازہ ہے مسلمان اس بار پھر نہر والا پر حملہ آور ہوں ، اور نہر والا پر قبضہ کر کے رہیں گے اس لئے کہ پہلی بار جب مسلمان تمہارے پتا سے ائے تمہارے پتا اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں محصور ہو گئے تھے اس وقت بھی جوابی روائی کرتے ہوئے مسلمان شہر پر قبضہ کر سکتے تھے لیکن ان کی غیر موجودگی میں چونکہ ، کے حالات خراب ہو گئے تھے لہٰذا نہر والا کا محاصرہ کرنے کے بجائے قطب الدین ، اور ایبہ لشکر کو لے کر بیانہ کی طرف چلے گئے تھے اب جو وہ نہر والا کی طرف ے ہیں تو میرے خیال میں وہ کوئی فیصلہ کن جنگ کریں گے۔ بیٹا! اگر اس موقع پر تم ں سے نکل کر وقت ضائع کئے بغیر نہر والا کی طرف جاؤ تو کیا تم اس جنگ کو رکوا نہیں ا ہو۔''

یہ خبر سن کر راجکماری کمار دیوی اداس اور پریشان ہو گئی تھی دکھ بھرے انداز میں گی۔

''رام داس! میرے محترم! میں یہ جنگ کیسے رکوا سکتی ہوں اب جبکہ مسلمانوں بقول میرے باپ سے غلطیاں ہو ہی چکی ہیں تو مسلمان حملہ آور ہونے سے ٹلیں نہیں اور پھر مسلمانوں میں میری کیا حیثیت ہے کہ میں جنگ کو رکوا سکوں لے ے کے مسلمانوں کے لشکر میں ایک ایبہ کی ذات ہے جسے میں جانتی ہوں لیکن ماضی ماں اس سے میرا سلوک ایسا تھا جس کی بناء پر وہ شاید میری شکل دیکھنا بھی پسند نہ کرے۔ بہر حال میں یہاں سے نکل کر وقت ضائع کئے بغیر نہر والا جانا پسند کروں گی اور دیکھوں گی کہ مسلمانوں کے حملہ آور ہونے سے حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں؟''

رام داس اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔

''بیٹا اگر یہ بات ہے تو فوراً کھڑی ہو جاؤ وقت ضائع نہ کریں ...... ایبہ کے شکری ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے ہمیں فوراً یہاں سے کوچ کر جانا چاہئے۔''

بھگوان داس ، راج سندری اور کرن کماری اٹھ کھڑی ہوئیں کمار دیوی نے اپنا

مختصر سا سامان سمیٹا۔ بھگوان داس، راج سندری اور کرن کماری سے وہ رخصت ہوئی پھر رات کی گہری تاریکی میں وہ گھر سے نکل کر رام داس کے ساتھ ہولی تھی۔ دونوں بڑی رازداری کے ساتھ دریا کے کنارے آئے وہاں ایک کشتی ان دونوں کی منتظر تھی اسی کشتی میں رام داس بائیں کنارے سے دائیں کنارے کی طرف آیا دونوں کشتی میں بیٹھے اور ملاح نے چپ چاپ کشتی کو حرکت میں لاتے ہوئے بائیں کنارے کی طرف جانا شروع کر دیا تھا۔

دوسرے کنارے پر جا کر کشتی جب رکی رام داس اور راج کماری کشتی سے اترے چند قدم اس عمارت کی طرف بڑھے جس کے اندر کسی دور میں دیوداس اور سنگ رام نے کماری دیوی کو محبوس کر رکھا تھا پھر ایک جگہ کماری دیوی رک گئی اور رام دیو کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

"بابا! تم نے ایبہ کے آدمیوں کو کہاں بٹھایا؟"

جواب میں رام داس نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیٹی! میں نے انہیں کہاں بٹھانا ہے؟ سنگ رام کی عمارت میں تو میں نہیں بٹھا نہیں سکتا اس لئے کہ سنگ رام کا باپ ابھی زندہ ہے وہ کبھی کبھار ہی اس عمارت کی طرف آتا ہے اس کے باوجود اگر میں ایبہ کے آدمیوں کو اس عمارت میں ٹھہراتا تو میرے لئے خطرات اٹھ سکتے تھے اس بناء پر میں نے انہیں اس عمارت کے پشتی حصے کی طرف جہاں دریا کے کنارے جھاڑ جھنکار کا سلسلہ شروع ہوتا ہے وہاں بٹھا رکھا ہے وہ خود بھی کسی عمارت میں گھس کر بیٹھنے کے لئے تیار نہ تھے اور وہیں بیٹھنا پسند کیا جہاں میں تمہیں اب لے کر جا رہا ہوں۔"

رام داس جب خاموش ہوا تو تفکرات بھرے انداز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کماری دیوی کہنے لگی۔

"بابا! جن لوگوں کے پاس تم مجھے لے کر جا رہے ہو جانے وہ کیسے ہیں؟ یہاں سے لے جانے کے بعد میرے ساتھ کیسا سلوک کریں؟ وہ پتہ نہیں مجھے نہر والا یا ایبہ کے پاس پہنچاتے بھی ہیں یا نہیں؟"

رام داس مسکرایا اور دھیمے سے لہجہ میں کہنے لگا۔

"بیٹا! زندگی میں کسی نہ کسی پر تو اعتبار کرنا ہی پڑتا ہے اور پھر ایسے ماحول اور ایسے حالات میں تو ایک نہیں کئی لوگوں پر اعتبار کرنا پڑتا ہے جہاں تک ایبہ کے ان

نہوں کا تعلق ہے تو مسلمان ہیں مجھے امید ہے وہ تمہیں ایک بہن کی طرح اپنے رکھیں گے اور تمہیں تمہاری منزل پر پہنچا کر دم لیں گے۔ اس لئے کہ انہوں نے ہیں جا کر ایبہ کو بتانا ہوگا کہ تمہیں انہوں نے کہاں پہنچایا ہے؟"

رام داس کے ان الفاظ پر کماری دیوی کسی قدر مطمئن ہو گئی تھی اس کے بعد وہ آگے نے لگے تھے۔ کچھ دور جا کر کماری دیوی نے دیکھا ان کے سامنے کچھ ہیولے دکھائی ے لگے تھے جب مزید آگے بڑھے تو ایبہ کے وہ مسلح جوان جھاڑیوں کے اندر زمین ننگی پیٹھ پر بیٹھے ہوئے تھے جب انہوں نے رام داس اور کماری دیوی کو آتے دیکھا تو ب کھڑے ہو گئے رام داس آگے بڑھا اور جس سالار نے ریواڑی کے آس پاس دیو ا اور سنگ رام سے گفتگو کی تھی اسی کو مخاطب کرتے ہوئے رام داس کہنے لگا۔

"یہ راجکماری کماری دیوی ہے اور اس کی حیثیت میرے ہاں ایک بیٹی کی سی ہے۔"

رام داس کے ان الفاظ کے جواب میں وہ سالار مسکراتے ہوتے کہنے لگا۔

"اگر ان کی حیثیت آپ کے ہاں بیٹی کی سی ہے تو ہمارے ہاں ان کی حیثیت بہن کی سی ہوگی۔"

ان الفاظ پر کماری دیوی چونکی تھی۔ رام داس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اس سالار کو مخاطب کرتے ہوئے رام داس کہنے لگا۔

"راستے میں یہ بیچاری فکرمند ہو رہی تھی کہ آپ لوگ نہ جانے اس کے ساتھ کیا ل کریں...... اسے اس کی منزل تک پہنچاتے بھی ہیں یا نہیں؟"

رام داس کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ وہ سالار اس کی بات کاٹتے ہوئے دار لہجے اور نرم الفاظ میں کہنے لگا۔

"جو کام ہمارے ذمہ لگایا گیا ہے اسے ہم پورا کرنا اپنا فرض ہی نہیں عبادت خیال تے ہیں۔ راجکماری کو ہمارے متعلق فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اسے اس کی ا تک پہنچانا ہمارے سالار کا حکم ہے اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی کو ہم گناہ خیال تے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار رکا پھر براہ راست وہ راجکماری کماری دیوی کو ب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"خاتون! تمہاری حیثیت ہمارے ہاں ایک بہن کی سی ہے لیکن تمہارے ہاں ت کی عزت اس کا احترام نہیں ہے تو پھر تم اپنے دل میں یہ خیال تو مت کرو کہ

عورت سے متعلق ہمارے اصول بھی تم ہی جیسے ہوں گے۔"

سالار کے جواب میں کمار دیوی خوش طبعی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"تم لوگوں نے جو مجھے بہن کہا ہے تو اس وجہ سے میرے دل میں، میرے مر میں تمہاری عزت کو اور زیادہ جلا بخش دی ہے لیکن کیا میں یہ جان سکتی ہوں کہ یہ تم کیسے کہہ دیا کہ ہمارے ہاں عورت کی عزت اور احترام نہیں کیا جاتا؟"

سالار مسکرایا اور کہنے لگا۔

"میری بہن یہ بات میں تو نہیں کہتا تمہارے بڑے بڑے پنڈت اور تمہارے بڑے بڑے مذہبی پیشوا ہی کہتے ہیں تم یہ بات تو تسلیم کرو گی کہ ہندوستان ایک مذہبی ملک سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس کی مذہبی حیثیت ہمیشہ دوسری حیثیتوں پر غالب رہی ہے لیکن تم اس بات کو بھی تسلیم کرو گی کہ یہاں عورت کو غلامی اور محکومی کی زندگی سے کبھی نجات نہیں ملی۔

ہندوستان کے مشہور مقنن منوراج نے عورت کے بارے میں کہا تھا۔

"عورت لڑکپن میں اپنے باپ کے اختیار میں رہے جوانی میں شوہر کے اختیار میں بیوہ ہونے کے بعد اپنے بیٹوں کے اختیار میں رہے خود مختار ہو کر کبھی نہ رہے۔"

ایک اور موقع پر کہا۔

"عورت خواہ نابالغ ہو خواہ جوان یا بوڑھی وہ گھر میں کوئی بھی کام خود مختاری سے نہ کرے۔"

ایک اور موقع پر تمہارے یہی پنڈت مزید کہتے ہیں۔

"عورت کے لئے قربانی اور برت کرنا گناہ ہے صرف شوہر کی خدمت کرنا چاہئے اور اس کو چاہئے کہ شوہر کے مرنے کے بعد دوسرے شوہر کا نام بھی نہ لے کم خوراک کے ساتھ اپنی زندگی کے دن پورے کرے۔"

تمہارے مذہب کے پیشوا یہ بھی کہتے ہیں۔

"جھوٹ بولنا عورتوں کا ذاتی خاصہ ہوتا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کمار دیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"بی بی! تمہاری مذہبی کتب یہ بھی کہتی ہیں کہ دریا، مسلح سپاہی، پنجے اور سینگ رکھنے والے جانور بادشاہ اور عورت پر کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔"

تمہاری مذہبی کتب مزید کہتی ہیں۔

"جھوٹ بولنا، بغیر سوچے کام کرنا، فریب و حماقت، طمع و ناپاکی، بے چینی یہ عورت کے جبلی عیب ہیں۔"

مزید کہتے ہیں۔

"شہزادوں سے تہذیب و اخلاق، عالموں سے شیریں کلامی، قمار بازوں سے دروغ گوئی اور عورتوں سے مکاری سیکھنی چاہئے۔"

"آگ، پانی، جاہل مطلق، سانپ، شاہی خاندان اور عورت یہ سب موجب ہلاکت ہوتے ہیں ان سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہئے۔

دوست، خدمت گار اور عورت مفلس آدمی کو چھوڑ دیتے ہیں اور جب وہ دولت مند ہو جاتا ہے تو پھر اس کے پاس آ جاتے ہیں۔

میری بہن! یہ جو باتیں میں نے کہی ہیں یہ سب تمہاری مذہبی کتب میں شامل ہیں ان کے علاوہ بھی سنو۔

تمہاری اس سرزمین میں ستی کا رواج خود اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہاں عورت کا کوئی مستقل وجود نہیں سمجھا جاتا اور خاوند کی موت کے بعد اس سے بھی زندگی کا حق چھین لیا جاتا ہے۔

میری بہن! ذرا ہندوستان کے علاوہ دوسرے غیر مذاہب پر بھی نگاہ ڈالو ہندو مذہب ہو یا یہودیت یا عیسائیت یا دنیا کا کوئی اور مذہب اس کے مرکز دنیا کے وہ علاقے رہے ہیں جو تہذیب و تمدن کے لحاظ سے آگے بڑھے ہوئے سمجھے جاتے ہیں اور ایک حقیقت ہے کہ ایسے تمام علاقوں میں اقتدار اور قیادت ہمیشہ مرد ہی کے ہاتھ میں رہا ہے اس لئے ہمارا خیال ہے کہ مرد نے ان مذاہب میں ایسی تحریفات کی ہیں جن کی بناء پر عورت کے ساتھ ہر طرح کی چیرہ دستی اس کے لئے جائز کی گئی اور ظلم و زیادتی کے لئے اس کو خدائی سند عطا کر دی ورنہ خداوند قدوس نے جو عدل و انصاف کا سرچشمہ ہے کبھی بھی عورت کے بارے میں یہ تصور پیش نہیں کیا اور نہ ہی کائنات کو اس مالک نے کبھی ظلم اور ناانصافی کا حکم دیا ہے۔

میری بہن! یہ تو عورت سے متعلق تمہارے اپنے دین دھرم کی نقشہ کشی ہے جہاں تک ہمارے دین کا تعلق ہے تو ہمارا دین تو عورت کو نصف انسانیت خیال کرتا ہے اور اسے انسانیت کے آدھے حصے کی ترجمانی مرد کرتا ہے اور دوسرے آدھے حصے کی

ترجمان عورت ہوتی ہے عورت کو نظر انداز کر کے نوع انسانی کے لئے جو بھی لائحہ عمل مرتب کیا جائے گا وہ ناقص اور ادھورا ہوگا۔

میری بہن! جہاں تک ہمارے دین کا تعلق ہے ہمارا دین انسان کی عظمت اور سربلندی کی دعوت دیتا ہے وہ انسان کو زوال و اعتبار کی پستیوں سے اٹھا کر رشتوں کی بلندی کے ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچانا چاہتا ہے جو حد ادراک سے بھی بہت آگے ہے اور عزت نفس اور عظمت آدمیت کا درس دیتا ہے وہ خدائے واحد کی بندگی کی طرف بھی اس لئے بلاتا ہے تاکہ انسان ایک در پر اپنا سر نیاز جھکا کر کائنات کی تمام مخلوقات کے مقابلے میں سربلند ہو جائے۔

اسلام کی نگاہوں میں انسان من حیث الانسان اپنی خلقت اور صفات کے لحاظ سے فطرت کا ایک عظیم شاہکار ہے اور وہ اپنی ظاہری صورت اور باطنی خصوصیت دونوں کے اعتبار سے کائنات کی ایک مکرم اور محترم ہستی ہے جس کے شرف وفضیلت اور بزرگی کا مقابلہ دنیا کی کوئی اور مخلوق اور قوت نہیں کر سکتی۔

اسلام کے اس اصول کو اور اس تصور کو تسلیم کرنے کے بعد انسان خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس کی عظمت، فرش، خاک سے بلند ہو کر کائنات اور ماہ و انجم سے بھی کہیں آگے نکل جاتی ہے اور اسے قدرتی طور پر ایک ایسا اونچا مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ فکر و نظر کے جس سے بڑھ کر بلندی کا کوئی تصور ممکن ہی نہیں رہتا۔

اسلام کے نزدیک انسان کی فلاح سلامتی اور فکر درستی عمل کے ساتھ وابستہ ہے۔ وہ ان نظریات کو جاہلانہ نظریات سمجھتا ہے جو عورت کو محض عورت ہونے کی وجہ سے ذلیل تصور کر کے انسانیت کی بلند ترین سطح سے دور پھینک دیتے ہیں اور مرد کو محض اس لئے عزت و بلندی کا حق دار خیال کرتے ہیں کہ وہ مرد ہے ہمارا دین میری بہن یہ کہتا ہے کہ عزت و ذلت اور سربلندی و سرفرازی کا معیار مرد اور عورت دونوں کے لئے تقویٰ وسیرت اور اخلاق کی بلندی سے وابستہ ہے جو اس کسوٹی پر جتنا کھرا ثابت ہوگا اتنا ہی خدا کی نگاہوں میں قابل قدر، عزت و احترام کا مستحق ہوگا۔

اس کے علاوہ میری بہن ہماری مقدس کتاب یہ بھی کہتی ہے کہ جس مرد اور عورت نے بھی اچھا کام کیا اگر وہ مومن ہے تو ہم اس کو ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ان کے بہتر اعمال کا جنہیں وہ کرتے ہیں اجر دیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار رکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''میری عزیز بہن! برا مت ماننا عورت سے متعلق ہمارے دین اور تمہارے دھرم ے اصول میں زمین و آسمان کا فرق ہے میں تمہارے سامنے کوئی لمبا چوڑا وعظ نہیں کرنا ہاہتا جو کچھ میں نے کہا ہے یہ سب کچھ کہنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ ایک بہن کی ہثیت سے تمہیں ہم پر اعتماد کرنا چاہئے۔ میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ جس طرح تم ہارے حوالے کی جارہی ہو اسی طرح ہم تمہیں تمہاری منزل تک پہنچائیں گے۔ یوں ہو یہ جس قدر میرے ساتھی میرے ساتھ کھڑے ہیں ان سب سے تمہارا بہن بھائی ارشتہ ہے اب مزید کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟''

جب تک وہ سالار بولتا رہا کمار دیوی بڑے غور سے بڑے عجب سے ردعمل کا ہار کرتے ہوئے سنتی رہی جب وہ خاموش ہوا تب ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگی۔

''میرے بھائی میرے کہنے کے لئے آپ نے کچھ چھوڑا ہی نہیں نہ ہی میں کچھ ہنا چاہتی ہوں بس اتنا کہوں گی کہ میں آنکھیں بند کر کے تم لوگوں پر اعتماد اور بھروسہ رتی ہوں بولو کیا کہتے ہو؟''

اس پر وہ سالار مسکرایا اور کہنے لگا۔

''اب میں کہتا ہوں کہ سامنے جو گھوڑا ہے میری بہن تم اس پر سوار ہو جاؤ اور وڑا ہم تمہارے لئے لے کر آئے ہیں اور پھر ہم یہاں سے کوچ کریں۔''

کمار دیوی چپ چاپ آگے بڑھی ایک مسلح جوان نے بھاگ کر اس گھوڑے کی ل پکڑ لی تھی۔ کمار دیوی جب گھوڑے پر بیٹھ گئی تب اس نے گھوڑے کی باگ اسے دی۔ اس کے بعد وہ سالار اور اس کے ساتھی وہاں سے لے کر روانہ ہو گئے تھے۔

○❖○

اجمیر کے نواح میں شکست کھانے کے بعد جن راجپوتوں نے نہر والا کا رخ کیا تھا ان کا سربراہ اور سالار ایک راجپوت گور سنگھ تھا۔ نہر والا کی طرف بھاگتے ہوئے اس نے اپنے آگے آگے تیز رفتار قاصد نہر والا کے راجہ بھیم دیو کی طرف روانہ کئے اور اس سے التماس کی کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ نہر والا شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں صفیں درست کرلے مسلمان ہمارا تعاقب کرتے ہوئے آرہے ہیں اور ہم تمہارے ساتھ مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے۔ انہوں نے بھیم دیو کو یہ بھی تنبیہہ کر دی تھی کہ اگر ان کا کہا مانتے ہوئے بھیم دیو اپنے لشکر کو لے کر شہر سے باہر نہ نکلا تو مسلمان انہیں تو کچل ہی چکے ہیں لیکن بھیم دیو پر بھی حملہ آور ہو کر اسے اور اس کے اہل خانہ کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔

دوسری طرف سلطان کے دوسرے سالار بہاؤالدین طغرل نے پہلے گوالیار کے نواح میں راجپوتوں کو شکست دی اس کے بعد اس نے گوالیار پر قبضہ کرلیا تھا۔ وہاں سے بھی شکست خوردہ راجپوت ایک بہت بڑے جتھے کی صورت میں نہر والا کی طرف بھاگے تھے۔

یہ ساری خبریں نہر والا کے راجہ بھیم دیو کو بھی مل چکی تھیں اجمیر اور گوالیار دونوں شہروں کی طرف سے آنے والے راجپوتوں کی وجہ سے اسے کچھ حوصلہ ہوا اور اس نے پھر ارادہ کرلیا کہ مسلمانوں نے جو اس سے پہلے نہر والا کے نواح میں اسے شکست دی تھی وہ ان سے اس شکست کا بدلہ لے گا۔

لہٰذا جونہی راجپوتوں کا پیغام بھیم دیو کو پہنچا بھیم دیو اور اس کا بیٹا رام دیو دونوں اپنے لشکر کو لے کر نہر والا کے باہر کھلے میدان میں پڑاؤ کر گئے اس موقع پر بھی رام دیو نے اپنے باپ بھیم دیو کی مخالفت کی تھی کہ راجپوتوں کا کہا مانتے ہوئے ہمیں مسلمانوں سے نہیں ٹکرانا چاہئے لیکن بھیم دیو اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم تھا اس نے رام دیو کی

کوئی بات نہ مانی اور راجپوتوں کے ساتھ مل کر اس نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی ناچار رام دیو اپنے باپ کے ساتھ ہولیا تھا۔

اب راجپوتوں کی خوش قسمتی کہ نہر والا سے دور ہی اور راجپوتوں کے دونوں گروہ یعنی گوالیار اور اجمیر کی طرف سے بھاگ کر نہر والا کی طرف جانے والے راجپوت آپس میں مل گئے اس طرح ان کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہوگیا اور ان سارے مسلح راجپوتوں نے گور سنگھ کو اپنا سربراہ اور اپنا سالار مقرر کرلیا تھا۔ اس طرح گور سنگھ جب راجپوتوں کے ایک بہت بڑے لشکر کو لے کر نہر والا کے نواح میں پہنچا تو اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی راجہ بھیم دیو اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پڑاؤ کر چکا تھا۔

بھیم دیو نے راجپوتوں کے سالار گور سنگھ اور اس کے لشکر کا بہترین انداز میں استقبال کیا ان کی رہائش کے لئے عمدہ خیموں کے علاوہ ان کی خوراک کا بھی بہترین بندوبست کیا۔ بھیم دیو کے اس سلوک سے راجپوت خوش ہوگئے تھے پھر راجپوتوں کا سالار گور سنگھ اپنے چند چھوٹے سالاروں کے ساتھ بھیم دیو اور رام دیو دونوں باپ بیٹا اپنے سالاروں کے ساتھ سب ایک جگہ جمع ہوئے اس موقع پر بھیم دیو نے گور سنگھ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”گور سنگھ! یہ جنگ ہم نے مسلمانوں سے اپنی زندگی کی آخری جنگ سمجھ کر لڑنا ہوگی۔ تم جانتے ہو ایک بار پہلے میں نے مسلمانوں کے سلطان شہاب الدین غوری کو شکست دی تھی اور اس کے بعد مجھ پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں نے مجھ سے اپنی اس شکست اور پسپائی کا انتقام لے لیا۔ اب مسلمان پھر اس شہر کا رخ کر رہے ہیں میں چاہتا ہوں کہ میں ان سے اپنی گزشتہ شکست کا بدترین انتقام لوں۔“

بھیم دیو جب خاموش ہوا تب چھاتی تانتے ہوئے گور سنگھ کہنے لگا۔

”بھیم دیو میرے محترم! تم صرف گزشتہ ایک شکست کا انتقام لینا چاہتے ہو جبکہ ہم مسلمانوں سے ترائن کے بعد جتنی جنگیں ہوئیں ہیں اور ان میں ہمیں پسپائی اختیار کرنا پڑی ہے ان سب کا ہم مسلمانوں سے انتقام لینے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گور سنگھ رکا پھر وہ بھیم دیو اور باقی سارے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”میرے عزیزو! میں ترائن کی دونوں جنگوں کے علاوہ بعد میں جتنی جنگیں مسلمانوں سے ہوئیں ان میں حصہ لے چکا ہوں میں نے راجہ جے چند کا بھی ساتھ دیا

بعد میں بھیم راج کی طرف سے بھی لڑا لیکن ہماری بدقسمتی کہ ہمیں ہر موقع پر مسلمانوں کے ہاتھوں شکست اٹھانا پڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ اکثر مواقع پر مسلمانوں کے لشکر کی تعداد ہم سے کافی کم ہوا کرتی تھی پھر بھی وہی غالب اور فتح مند رہے اب اس جنگ میں مسلمانوں کو مغلوب کرنے کے لئے میرے ذہن میں ایک تجویز ہے میرا اپنا اندازہ ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو ہم مسلمانوں کی شکست اور اپنی کامیابی اور فتح کو یقینی بنا سکتے ہیں۔"

گورسنگھ کے ان الفاظ پر بھیم دیو کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی پھر بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"گورسنگھ میرے عزیز! اگر تمہارے پاس ایسی کوئی تجویز ہے تو کہو۔ رکے ہوئے کیوں ہو اگر اس پر عمل کرتے ہوئے ہم مسلمانوں کو نیچا دکھا سکتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں یہ ہماری خوش بختی ہوگی اس لئے کہ مسلمانوں کو شکست دینا اب میری زندگی کی سب سے بڑی اور آخری خواہش اور آرزو ہے۔"

بھیم دیو کے خاموش ہونے پر گورسنگھ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"جس تجویز پر میں عمل کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں کا لشکر ہمارے سامنے آ کر پڑاؤ کرے تو انہیں ایک دن اور ایک رات مکمل آرام کرنے کا موقع دیا جائے آتے ہی ان پر حملہ آور نہیں ہوں گے ہمارے ایسا کرنے سے ایک طرح سے مسلمانوں پر ہمارا ایک دبدبہ طاری ہو جائے گا ان کے سالار اور لشکر یہ خیال کرنے لگیں گے کہ ہم انہیں آرام اور ستانے کا موقع دینے کے بعد ان سے جنگ کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں اس طرح ہماری طرف سے ان کے دل میں ایک جستجو رہے گی کہ جانے مسلمانوں کو آرام اور استراحت کا موقع دینے کے بعد ہم ان پر کیسے ضرب لگاتے ہیں اور کس انداز میں ان پر حملہ آور ہو کر اپنی کامیابی کو یقینی کرتے ہیں۔

یہ تو مسلمانوں کے خلاف ہمارا پہلا حربہ ہوگا اپنی فتح کا در کھولنے کے لئے دوسرا طریقہ ہم یہ استعمال کریں گے کہ جب دونوں لشکر جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے اپنے لشکر کی صفیں درست کریں تو میں اپنے لشکر کے اگلے حصے سے نکل کر دونوں لشکروں کے بیچ میں جاؤں گا اور مسلمانوں کے سالار قطب الدین ایبک اور ایبہ دونوں کے نام لے کر انہیں انفرادی مقابلے کی دعوت دوں گا۔

ان دونوں میں سے جو بھی میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے اترے

مجھے امید ہے کہ میں لمحوں کے اندر اسے میدان جنگ میں ڈھیر کر کے رکھ دوں گا۔ اس طرح جب انفرادی مقابلے میں مسلمانوں کا ایک سالار میرے ہاتھوں مارا جائے گا تو مسلمانوں کا سارا جوش ان کے سارے جذبے ان کا سارا خلوص ان کی ساری جانثاری اور ان کے سارے ولولے خاک اور راکھ ہو کر رہ جائیں گے۔"

گورسنگھ جب خاموش ہوا تب اس کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھتے ہوئے بھیم دیو کہنے لگا۔

"گورسنگھ! جو کچھ تم نے کہا ہے اگر ہم اس پر عمل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنی فتح مندی کا در کھول لیں گے اس موقع پر میں احتیاطاً تم سے ایک بات بھی کہوں گا جب تم انفرادی مقابلے کی دعوت دو گے تو میرا اندازہ ہے کہ قطب الدین ایبک کی بجائے ایبہ انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں اترے گا ایبہ کو میں اور میرے اہل خانہ اچھی طرح جانتے ہیں اس لئے کہ ایک موقع پر وہ ہمارے ہاں قیام بھی کر چکا ہے۔"

بھیم دیو یہیں تک کہنے پایا تھا کہ گورسنگھ بول اٹھا۔

"اس نے کس طرح یہاں قیام کیا تھا اس کی تفصیل کا مجھے علم ہے آپ کو مجھے بتانے کی ضرورت نہیں میرے خیال میں اس سے آگے آپ یہ کہنا چاہیں گے کہ مجھے اس سے محتاط رہنا چاہئے یہ اس لئے کہ وہ ایک عمدہ تیغ زن اور بہترین تیر انداز ہے۔

بھیم دیو! میرے محترم اسے ذرا انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں اترنے دینا اگر میں نے اسے میدان جنگ میں روئی کی طرح دھنک اور چرخے کی طرح گھما کر نہ رکھ دیا تو گورسنگھ نام نہ رہنے دینا۔"

یہاں تک کہتے کہتے گورسنگھ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ شمال کی طرف سے گرد کے بادل اٹھتے دکھائی دیئے تھے اس پر گورسنگھ اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے بھیم دیو اور دونوں کے سارے سالار بھی کھڑے ہو گئے تھے پھر گورسنگھ کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل گئی کہنے لگا۔

"مسلمان اپنے لشکر کو لے کر پہنچ چکے ہیں اور اس بار نہر والا کے باہر ان میدانوں میں ان کے ساتھ جنگ کرنے کا مزہ رہے گا ان کی جھولی ان کے دامن میں ایسی شکست ایسی ہزیمت ایسی بدنامی ڈالیں گے جس کے داغ وہ زندگی بھر نہ دھو پائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد گور سنگھ رکا پھر کہنے لگا:۔

"بھیم دیو میرے محترم! مسلمانوں کے لشکر میں فقط دو ہی بڑے اور سرکردہ سالار ہیں قطب الدین ایبک اور ایبہ ان کا ایک اور سالار بہاؤ الدین طغرل شائد گوالیار ہی میں رہ گیا ہے جبکہ خود ان کا سلطان اپنے ایک اور بڑے سالار حسین خرمل کے ساتھ غزنی جا چکا ہے انفرادی مقابلے میں اگر ایبہ یا قطب الدین ایبک میں سے کوئی میرے ہاتھوں مارا جاتا ہے تو یاد رکھنا اس کی موت مسلمانوں کی شکست اور ہماری فتح مندی پر مہر لگا دے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد گور سنگھ خاموش ہو گیا اس لئے کہ مسلمانوں کا لشکر پہنچ گیا تھا لشکر کے آگے آگے قطب الدین ایبک اور ایبہ تھے اپنے سامنے بھیم دیو اور گور سنگھ کے لشکر کو دیکھتے ہوئے قطب الدین ایبک نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ مسلمانوں کو خطرہ تھا کہ شاید ان کے آتے ہی دشمن ان پر حملہ آور ہو جائے گا لہٰذا وہ اپنی صفیں درست کر کے بالکل مستعد ہو گئے تھے کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا جب بھیم دیو اور گور سنگھ کے لشکر کی طرف سے کوئی حرکت نہ ہوئی تب مسلمانوں میں بھی کچھ دیر خاموشی رہی کچھ ہی دیر بعد لشکر کے پیچھے پیچھے مسلمانوں کے بار برداری کے جانور اور اونٹ بھی پہنچ گئے اس کے بعد قطب الدین ایبک نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

ایک حصہ دشمن کے اچانک حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے بالکل مستعد تھا او دوسرے حصے نے بڑی تیزی کے ساتھ پشت کی جانب خیموں کا ایک شہر آباد کر د تھا اس طرح بھیم دیو اور گور سنگھ کے لشکر کے سامنے مسلمانوں نے بھی اپنا پڑاؤ قائم کرل تھا۔

ایک دن اور ایک رات دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے رہے پھ بھیم دیو اور گور سنگھ نے مشورہ کرنے کے بعد اپنے لشکر میں جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے طبل بجوا دیئے تھے ساتھ ہی انہوں نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔

دوسری طرف مسلمان پہلے ہی مستعد اور تیار تھے پڑاؤ کرنے کے بعد ان کے لشک کا صرف ادھا حصہ کام کرتا تھا اور آدھا دشمن پر نگاہ رکھنے کے لئے تیار اور مستعد ر تھا۔ جب بھیم دیو اور گور سنگھ نے جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے اپنے لشکر کی صفیر درست کرنا شروع کی تھیں عین اسی لمحہ قطب الدین ایبک اور ایبہ بھی اپنے دوسر

سالاروں کے ساتھ اپنے گھوڑوں کو ادھر ادھر دوڑاتے ہوئے اپنے لشکر کی صفوں کی درستگی کو آخری شکل دے رہے تھے۔

اپنی تنظیم درست کرنے کے بعد قطب الدین ایبک وایبہ اور لشکر کے دوسرے سالار اپنے لشکر کے آگے آن کھڑے ہوئے تھے اسی لمحہ راجپوتوں کے لشکر کا سالار گور سنگھ جو اپنے لشکر کے آگے تھا اپنے گھوڑے کو ایڑھ پر ایڑھ لگاتا ہوا دونوں لشکریوں کے درمیان آیا پھر قطب الدین ایبک اور ایبہ کا نام لیتے ہوئے اس نے ان دونوں میں سے کسی ایک کو انفرادی مقابلہ پر اترنے کی دعوت دی۔

اس موقع پر اپنے لشکر کے سامنے کھڑے ایبہ نے بڑے غور سے قطب الدین ایبک کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"محترم بھائی! مقابلے پر اترنے والا یہ راجپوتوں کا سردار ہے میں پچھلی جنگوں یں کئی مواقع پر اسے دیکھ چکا ہوں۔ میرے خیال میں نہروالا کے راجہ بھیم دیو سے شورہ کرنے کے بعد راجپوتوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ پہلے ہمیں انفرادی مقابلے کی وت دی جائے انہوں نے آپ کا اور میرا نام لے کر اس انفرادی مقابلے کے لئے کارا ہے ایسا کر کے یہ چاہتے ہیں کہ اگر انفرادی مقابلے میں ہم دونوں میں سے کسی ک کا خاتمہ ہو جائے گا تو ہمارے لشکر میں بزدلی کی فضا پھیل جائے گی اور یہ لوگ ست کو ہمارا مقدر بنا دیں گے۔ لیکن میرے عزیز بھائی میں ایسا نہیں ہونے دوں گا پ اپنے لشکر کے سامنے رہیں میں اس راجپوت کے مقابلے پر جاتا ہوں پھر دیکھتا ں یہ کتنی دیر تک انفرادی مقابلے میں میرے سامنے ٹھہرتا ہے؟"

جواب میں جب قطب الدین ایبک نے اثبات میں گردن ہلائی ایبہ کے چہرے م نمودار ہوا۔ اپنے گھوڑے کو اس نے ایک انگیخت کر دینے والی مہمیز لگائی اور گھوڑا پٹ دوڑتا ہوا دونوں لشکریوں کے درمیانی حصے کی طرف بڑھا تھا گور سنگھ کے سامنے نے کے بعد ایبہ نے جب ایک جھٹکے کے ساتھ اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچیں تو گھوڑا اگلی دونوں ٹانگیں اٹھاتا ہوا فضا میں الف ہوا اور پھر انتہائی احتجاجی انداز میں انے لگا تھا اس موقع پر گور سنگھ نے دیکھا ایبہ کے ہاتھ میں برہنہ تلوار تھی اور جس سے اس نے باگیں پکڑ رکھی تھیں اس میں ڈھال بھی تھام رکھی تھی۔

پھر ایبہ گور سنگھ کے سامنے آیا اور تلخ لہجہ میں اسے مخاطب کرتے ہوئے اسے ا۔

''مقابلہ شروع ہونے سے پہلے یہ تو بتا تیرا نام کیا ہے؟''

گورسنگھ نے ایبہ کی طرف گھورا پھر کہنے لگا۔

''پہلے تو کہہ قطب الدین ایبک ہے یا ایبہ؟''

ایبہ کی چھاتی تن گئی تھی کھا جانے والے انداز میں اس نے گورسنگھ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میں ایبہ ہوں۔ ظالم کے بچے! قطب الدین ایبک تو انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں اس وقت اترے گا جب تو مجھے زیر کرلے گا۔''

ایبہ جب خاموش ہوا تب ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں گورسنگھ کہنے لگا۔

''اگر تو ایبہ ہے تو سن! ان سرمئی دھندلکوں میں تو میرے ساتھ مقابلے کے دوران اس طرح پھڑ پھڑا کر مجھ سے زندگی کی بھیک مانگے گا جس طرح کوئی گھائل اور مجروح پرندہ اپنے زخمی پروں سے اڑان کرتے وقت پھڑ پھڑا کر رہ جاتا ہے

ایبہ! میں تیرے لئے دکھ درد کی وہ کتھا لکھوں گا کہ تو بود و نابود کی کشمکش میں مبتلا ہوکر رہ جائے گا۔''

گورسنگھ کی اس گفتگو کے جواب میں کھا جانے والے انداز میں ایبہ نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''تیرے جیسے سورما کی ایسی تیسی تو تو اس طرح گفتگو کررہا ہے جیسے خلاؤں کی ان بے کنار وسعتوں اور زمین کی ان گردشوں میں صرف تیری ماں نے ہی تجھ جیسے ایک سورما کو جنم دیا ہے اور کوئی تجھ جیسا پیدا ہی نہیں ہوا۔ گورسنگھ! ابھی تو اپنی خوبیوں اور اپنے صفات کے خول میں رہ کر مجھ سے گفتگو کررہا ہے جب تیرے میرے درمیان مقابلہ شروع ہوگا تو ستم گر شمشیروں اور بجتی ڈھالوں کے رقص میں تو دیکھے گا بھاگوں کی سیاہی کس کے دامن میں آتی ہے اور فوز مندی کس کا مقدر بنتی ہے؟ گورسنگھ ایک بات یاد رکھنا یہ موت کا میدان ہے میں تمہیں پہلے سے آگاہ کر دیتا ہوں کہ مقابلے کے دوران میں تیرے جسم ہی کو نہیں تیری آتما تک کو مجروح کرتا چلا جاؤں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ایبہ رکا پھر گورسنگھ کو مخاطب کرتے ہوئے پہلے سے بھی زیادہ ہولناک انداز میں کہہ رہا تھا۔

''گورسنگھ! تیرا نام بھی تجھے موت کی دعوت دے رہا ہے تو گورسنگھ ہے اور دیکھے گا کہ گور تجھے پکار رہی ہے۔ تیرے جیسے انفرادی مقابلے پر اترنے والے پہلے شیشے کے

ھار میں کھڑے ہو کر گفتگو کرنے کے بڑے ماہر ہوتے ہیں اور جب دوسرے سنگ باری شروع کرتے ہیں تو پھر تیرے جیسے اپنی ذات کے سوز و اضطراب میں کھو کر رہ جاتے ہیں۔ گورسنگھ! آؤ وقت ضائع نہ کریں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں اور دیکھیں کس کے قلب کی دھڑکنیں کس کے ہونٹوں کی کپکپاہٹیں تمام ہوتی ہیں ویسے ایک بات یاد رکھنا میں اس وقت جو تیرے چہرے پر ضدی نقوش دیکھ رہا ہوں انہیں میں بہت جلد یرے من کے گرم تپتے آنگنوں میں تبدیل کروں گا۔ گورسنگھ تو نہ میرے لئے فولاد کا در ہے نہ پتھر کی دیوار، میں تو لمحوں کے اندر تمہیں توڑ کر رکھ دوں گا اور ثابت کردوں گا کہ یری ساری گفتگو بے مقصد رتیری ساری باتیں بے بنیاد ہیں آ مجھ پر حملہ آور ہو میں جھے پہلے وار کرنے کا موقع دیتا ہوں پھر دیکھتے ہیں بدبختی کس کے دامن کو اپنی آماجگاہ اتی ہے۔''

ایبہ کی اس گفتگو سے گورسنگھ تاؤ کھا گیا تھا اپنی تلوار اور ڈھال لہراتا ہوا آگے ھا پھر وہ ایبہ پر برہنہ برہم چیختے شراروں، موت کی لش لش کرتی تار و پود اور پاؤں شکن طاری کرتی تشنہ ذہنی کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری طرف گورسنگھ کے وار کو روکنے کے بعد ایبہ نے بھی اپنے کام کی ابتداء کی رده بھی موت کے جھکڑوں کی یورش پتھروں کی رگوں سے اچانک بھڑک اٹھنے والی ش سنسان وادیوں کے اندر اچانک نمودار ہو جانے والے قضا کے تیز وتند شعلوں اور ل کی دستک دیتے نفرت کے بارود بھرے لمحوں کی طرح حملہ آور ہوگیا تھا۔

ایبہ اس تیزی اور اس شدت کے ساتھ گورسنگھ پر حملہ آور ہو رہا تھا جیسے کوئی ت کے کاروانوں میں درد کا انوکھا انقلاب برپا کرنے کا عزم کر چکا ہو۔ کچھ دیر ابلہ کرنے کے بعد گورسنگھ نے اندازہ لگایا کہ اس نے جو اندازہ لگایا تھا ایبہ اس سے یں زیادہ تیغ زنی میں ماہر اور حملہ آور ہونے میں تیز وسخت جان ہے اس نے کئی قع پر کوشش کی کہ کسی جگہ رک کر ایبہ پر ایسے حملے کرے کہ اسے اپنے سامنے زیر و بس کرکے رکھ دے لیکن ہر موقع پر ایبہ کی جوابی کارروائی نے اسے ناکام بنا کر رکھ تھا اور اب وقت کی آنکھ دیکھ رہی تھی کہ گورسنگھ کے اندر تھکاوٹ کے آثار نمودار ہونا ع ہوگئے تھے اس موقع پر ایبہ نے اپنی تلوار سے ایک زوردار جھٹکا دیتے ہوئے سنگھ کو پیچھے دھکیلا پھر ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے اس نے گورسنگھ کو مخاطب کیا۔

''گورسنگھ! میں دیکھ چکا ہوں تجھ میں تھکاوٹ کے آثار نمودار ہو چکے ہیں میں یہ

بھی دیکھتا ہوں مقابلہ شروع ہونے سے پہلے جو تو ہوس پرستی کی خواہش اور لطافتوں بھری جوانی کے جوش میں مجھ سے گفتگو کرتا تھا تیرا وہ جوش تیرا وہ جذبہ منجمد ہو چکا ہے جوں جوں مقابلہ طویل ہوگا گورسنگھ تیری گور تیرے نزدیک آنا شروع ہو جائے گی اور تو اپنے آدرش تک میں بے کلی محسوس کرنے لگے گا۔"

اس کے ساتھ ہی ایبہ نے پھر گورسنگھ پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا گورسنگھ اب ایبہ کے سامنے الٹے پاؤں ہٹتے ہوئے اپنے آپ کو صرف دفاع تک محدود کر رہا تھا اور ایبہ کے تیز اور جان لیوا حملوں کے سامنے اب اس کی حالت غم کے ہجوم، دکھوں کے انبوہ، وحشتوں کے مناظر اور درد کی اندھی لو سے بھی زیادہ بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

کچھ دیر تک ایبہ گورسنگھ کو الٹے پاؤں پیچھے ہٹنے پر مجبور کرتا رہا لحہ بہ لحہ اس کے حملوں میں تیزی اور شدت آتی جا رہی تھی اور اسی کے ساتھ ساتھ لحہ بہ لحہ گورسنگھ کے چہرے پر خوف و ہراس کی تہیں زیادہ گہری ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ اچانک ایک جگہ ایبہ رکا پہلے زوردار انداز میں اس نے تکبیریں بلند کیں پھر گورسنگھ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"گورسنگھ! میرے پاس وقت کم ہے سنبھل میں اب اپنے کام کی تکمیل کرنے لگا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی ایبہ پھر جست لگانے کے انداز میں آگے بڑھا، گورسنگھ کو چکمہ دیا۔ گورسنگھ کچھ نہ سمجھا کہ وہ کس انداز میں حملہ آور ہونے لگا ہے اور گورسنگھ ابھی دفاع کرنا ہی چاہتا تھا کہ ایبہ کی تلوار برق کی طرح بلند ہو کر گری اور گورسنگھ کو کاٹتی چلی گئی تھی۔

دوسری طرف ایک اور منظر بھی رونما ہو چکا تھا جس وقت ایبہ اور گورسنگھ ایک دوسرے سے انفرادی مقابلہ کر رہے تھے اس وقت راجکماری کمار دیوی بھی ایبہ کے مسلح جوانوں کے ساتھ پہنچ گئی تھی۔ ایک جگہ وہ رک گئی اور مسلح جوانوں کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگی۔

"میرے بھائیو! سامنے دیکھو دونوں لشکر ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہونے کے لئے تیار ہیں اور دونوں لشکریوں کے درمیان انفرادی مقابلہ بھی شروع ہو چکا ہے مسلمانوں کی طرف سے ایبہ ہے میں اسے پہچان چکی ہوں اور میرے باپ کے لشکر کی طرف سے جو انفرادی مقابلہ کے لئے نکلا ہے میں نہیں جانتی وہ کون ہے؟ لیکن اس وقت میں اپنے باپ کے لشکر میں نہیں جاؤں گی اس لئے کہ لشکر میں میں تمہیں ساتھ

نہیں لے جا سکتی جب میرے باپ کے لشکریوں کو علم ہوگا کہ تم مسلمان ہو تو وہ تم پر حملہ آور ہو کر تمہارا خاتمہ کر دیں گے اور میں ایسا ہرگز نہیں چاہتی۔

میری بدبختی کہ میں اکیلی بھی اپنے ماں باپ کے پاس نہیں جا سکتی اس لئے کہ میں اتنا عرصہ گھر سے باہر رہی ہوں لہٰذا ہر کوئی مجھے مشکوک سمجھے گا کہ میں بے آبرو بے عصمت ہو چکی ہوں اور میں یہ الفاظ سننے کے لئے تیار نہیں جس وقت میرے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا اس وقت میں جینے کی بجائے موت کو ترجیح دوں گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی رک گئی اس لئے کہ اسی دوران ایبہ نے گورسنگھ کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس موقع پر کمار دیوی تھوڑی دیر تک بڑے پیار اور فخریہ انداز میں ایبہ کی طرف دیکھتی رہی پھر اس کے ساتھ جو مسلح جوان تھے انہیں مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"میرے عزیز بھائیو! ایسا کرو مجھے اپنے ساتھ اپنے لشکر کے پڑاؤ میں لے جاؤ جنگ جب ختم ہو جائے گی تب میں اپنے باپ و بھائی اور دوسرے عزیز و اقارب سے ملنا پسند کروں گی۔"

ان مسلح جوانوں نے کمار دیوی کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر وہ کمار دیوی کو اپنے لشکر کی پشت پر پڑاؤ کی طرف لے گئے تھے۔

گورسنگھ کا خاتمہ کرنے کے بعد ایبہ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا واپس اپنے لشکر میں آ گیا تھا۔ اب نہر والا کے راجہ بھیم دیو نے حملہ آور ہونے میں پہل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا اور یہ ارادہ اس نے لشکر میں شامل راجپوتوں کی انگیخت پر کیا تھا۔

راجپوتوں کو اپنے جنگجوؤں اور اپنے ناقابل تسخیر ہونے کا وہم و گمان تھا لہٰذا حملے میں انہوں نے پہل کرنے کا ارادہ کیا اور وہ اپنے تشنہ پندار میں خوش گمانیوں کا شکار ہوتے ہوئے صف در صف اور سربکف ہو کر مسلمانوں کے لشکر پر قہر کے سرکتے منحوس سانحوں شریانوں میں اتر جانے والی کرب خیز رتوں اور ستم کی طغیانی کھڑی کرتے حوادث کے لپٹوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

راجپوتوں کے حملہ آور ہونے کے ساتھ ہی ساتھ راجہ بھیم دیو بھی اپنے لشکر کے ساتھ عصیان کے انبوہ، ہجر کی خونی مسافتوں اور کروٹیں لیتی بدی کی ترنگ کی طرح مسلمانوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوسری طرف قطب الدین ایبک و ایبہ اور دوسرے مسلمان سالاروں نے بھی

قہرمانیت کے موجزن بحر ذخار اور قسمت کا منہ چڑاتی سلگاہٹوں کی طرح اپنے کام کی ابتداء کی تھی ۔ پہلے انہوں نے صداؤں کو بے صدا اور ساعتوں کو بے ساعت کر دینے والے انداز میں تکبیریں بلند کی تھیں۔ تکبیروں کے بے کراں سمندر میں وہ راجہ بھیم دیو اور راجپوتوں کے لشکر پر طوق و سلاسل کو توڑ کر آگ اگلتے آتشیں دہانوں اور روح و جسم کے سارے رابطے و ضابطے منقطع کرتی بے روک ازلی عداوتوں اور آتش و آہن کا کھیل کھیلتی صحرا کی ویرانیوں کے رقص کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دونوں لشکریوں کے اس طرح ٹکرانے سے نہر والا کے نواح میں میدان جنگ کے اندر اعصاب شل ہونا شروع ہو گئے تھے کرب کے طویل سلسلے چاروں طرف رقص کناں موت اپنی میلی طیلسان بچھاتی سانسوں میں زہر گھولنے لگی تھی۔ رگوں میں وحشت دوڑ گئی تھی۔ قضاء کی بھٹیاں دلوں میں خوف کی طرح سرایت کرنے لگ گئی تھیں۔

راجہ بھیم دیو کے لشکر اور راجپوتوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ زور دار حملے کرتے ہوئے مسلمانوں کو اپنے سامنے پسپا اور بھاگ جانے پر مجبور کر دیں۔ لیکن ان کی ہر کوشش ان کا ہر حربہ ناکام رہا اس لئے کہ مسلمان تو ان کی اگلی صفوں کو کاٹتے ہوئے پچھلی صفوں کا رخ کرنا شروع ہو گئے تھے اور یہ صورت حال راجہ بھیم دیو ہی نہیں راجپوتوں کے لئے بھی انتہا درجہ کی مایوس کن تھی۔

وہ دیکھ رہے تھے کہ مسلمان لشکری تڑپتی برق کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے اگلی صفوں سے پچھلی صفوں پر موت کے سراب روح کے عذاب قہرمانیوں کی دھند اور وحشتوں کی لہر کی طرح چھانا شروع ہو گئے تھے۔

راجپوت جو جنگ کی ابتداء میں بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہو رہے تھے اور راجہ بھیم دیو کے لشکر سے بھی آگے رہنے کی کوشش کر رہے تھے اب وہ پشت کی طرف سمٹنا شروع ہو گئے تھے۔ ان کی بھی کئی صفیں خون میں لت پت ہو کر زمین بوس ہو چکی تھیں اور یہ صورتحال ان میں بھی مایوسی طاری کرنے کے لئے کافی تھی۔ جس وقت مسلمان زور دار حملے کرتے ہوئے راجہ بھیم دیو کی صفوں کی صفیں کاٹ رہے تھے تو راجپوتوں کے علاوہ بھیم دیو بھی مایوسی کا شکار تھا تب اس وقت پہلے قطب الدین ایبک نے تکبیر بلند کی اس کے جواب میں سارے سالاروں نے تکبیریں بلند کیں اور پھر پورے لشکر نے تکبیریں بلند کرتے ہوئے میدان جنگ کو ہلا کر رکھ دیا تھا ساتھ ہی وہ پہلے کی نسبت اور زیادہ تیزی دکھاتے ہوئے بپھری موجود کی طرح دشمن پر حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے۔

ان تیز حملوں کو راجہ بھیم دیو کے لشکریوں کے علاوہ راجپوت بھی برداشت نہ کر سکے اور بڑی تیزی سے مسلمانوں کے مقابلے میں ان کی حالت گم سم راہوں دھواں دھواں غبار میں نوحہ کناں ہواؤں دکھ کی گرم فضاؤں اور ہجر کی رتوں سے بھی زیادہ المناک ہونا شروع ہو گئی تھی۔

آخر کار مسلمانوں کے ہاتھوں نہر والا کے راجہ بھیم دیو کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ راجپوت جدھر سے آئے تھے ادھر ہی بھاگ گئے۔ راجہ بھیم دیو کا بچا کھچا لشکر اکر شہر میں محصور ہو گیا تھا جب کہ خود راجہ بھیم دیو اور اس کے بیٹے رام دیو دونوں کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔

○❖○

راجکماری کمار دیوی کو یہ تو خبر ہو گئی تھی کہ مسلمانوں کے مقابلے میں اس کے باپ بھیم دیو کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے اس کا یہ خیال تھا کہ شکست اٹھانے کے بعد اس کا باپ اور اس کا بھائی نہر والا میں محصور ہو گئے ہوں گے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد جب پڑاؤ میں یہ افواہ پھیلی کہ نہر والا کے راجہ بھیم دیو اور اس کے بیٹے رام دیو کو گرفتار کر لیا گیا ہے تب کمار دیوی نے ان مسلح جوانوں سے انتہائی عاجزی اور انکساری میں التجا کی وہ اسے اس کے بھائی اور باپ کے پاس لے جائیں ایبہ کے وہ مسلح جوان اس پر تیار ہو گئے اس وقت تک قطب الدین ایبک اور ایبہ دونوں جنگ میں زخمی ہونے والے لشکریوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے اور بھیم دیو اور رام دیو کو ان کے سامنے پیش نہیں کیا گیا تھا۔ اور انہیں چند سالاروں کی حفاظت میں ایک جگہ رکھا ہوا تھا۔ ایبہ کے مسلح جوان کمار دیوی کو وہاں لے گئے جہاں اس کا باپ اور بھائی تھے۔

بھیم دیو اور رام دیو دونوں نے جب مسلح جوانوں کے ساتھ کمار دیوی کو آتے دیکھا تو ان کی حیرت اور تعجب کی کوئی انتہا نہ تھی۔ کمار دیوی جب ان دونوں کے قریب گئی تب دونوں باپ بیٹا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اس دوران وہ مسلح جوان جو کمار دیوی کو لے کر آئے تھے ان کا سرخیل آگے بڑھا اور جس سالار کی نگرانی میں بھیم دیو اور رام دیو کو رکھا گیا تھا اس پر جا کر انکشاف کیا کہ جو لڑکی ان کے ساتھ آئی ہے وہ بھیم دیو کی بیٹی ہے اور اسے ملنا چاہتی ہے اس پر اس سالار نے بھیم دیو سے کمار دیوی کو ملنے کی اجازت دے دی تھی۔

کمار دیوی جب آگے بڑھی تو بھیم دیو اور رام دیو نے اس کا سواگت کیا اسے گلے لگا کر پیار کیا پھر تینوں بیٹھ گئے۔ اس موقع پر بھیم دیو کچھ دیر تک عجیب سے شک و شبہ اور تعجب بھرے انداز میں کمار دیوی کی طرف دیکھتا رہا پھر دکھ بھرے انداز میں اس نے پوچھا۔

"بیٹی! تو کہاں چلی گئی تھی؟ کیا تو مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہے؟ جو اس ے ملنے آ گئی ہے جب ہم شکست اٹھانے کے بعد گرفتار ہو گئے ہیں اور کیا تو نے کسی ہاں پناہ لے رکھی ہے۔"

بھیم دیو جب تک بولتا رہا تب تک عجیب سے انداز میں کمار دیوی اس کی طرف تی رہی جب وہ خاموش ہوا تب وہ بھی بیچاری دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"پتا جی! نہ میں مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہوں نہ ہی میں نے ان کے ہاں لی ہے۔"

اس کے بعد کمار دیوی نے اپنے باپ اور بھائی دونوں سے تفصیل کے ساتھ دیو اور سنگ رام کے ہاتھوں اغوا ہونے اسے دریائے سرسوتی کے کنارے ایک عمارت اندر قیدی بنا کر رکھنے، خدمت گار رام داس کی مدد سے باہر نکلنے اور اس کے بعد ی مدد سے وہاں پہنچنے کی ساری تفصیل سنا ڈالی تھی۔

کمار دیوی جب خاموش ہوئی تو بھیم دیو کہنے لگا۔

"بیٹی! اچھا ہوا تو آ گئی تیری ماں تو تیرے بغیر ہلکان ہو رہی تھی میں اور تیرے انے تو یہ جان لیا تھا کہ وہ اب تیرے بغیر زندہ نہیں رہے گی لیکن لگتا ہے اب جی ے گی۔ سن! میرے بیٹی ہم شکست اٹھانے کے بعد گرفتار ہو چکے ہیں اب دیکھیں مان ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟ اگر یہ میری اور رام دیو کی گردن کاٹتے تو بیٹی دیکھ تو اپنی ماں کو ڈھارس دینا۔ میں سمجھتا ہوں مسلمان ہمیں شکست تو دے ہی ہیں راجپوت ہماری مدد کے لئے جدھر سے آئے تھے ادھر ہی بھاگ گئے ہیں اور ی کی انگیخت پر میں نے جنگ کی ابتداء کی تھی۔ ہمارا بچا کھچا لشکر جا کر شہر میں محصور ہے ہماری بدقسمتی کہ ہم دونوں باپ بیٹا گرفتار ہو چکے ہیں اب دیکھیں ہمارے کیا سلوک کیا جاتا ہے؟"

یہاں تک کہنے کے بعد بھیم دیو رکا پھر اپنی بیٹی کو مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

"بیٹی! کیا تو ایبہ سے مل چکی ہے؟"

اس سوال پر کمار دیوی اداس ہو گئی تھی چند بار اس نے نفی میں گردن ہلائی پھر دکھ ے انداز میں کہنے لگی۔

"بابا! میں ایبہ کے مسلح جوانوں کے ساتھ اس وقت یہاں پہنچی تھی جس وقت ایبہ اچھوتوں کے سردار میں انفرادی مقابلہ جاری تھا۔ اس وقت میں نے ایبہ کے مسلح

جوانوں کے ساتھ اپنے لشکر میں آنا پسند نہ کیا اس لئے کہ اگر میں ان مسلح جوانوں کو لے کر اپنے لشکر میں جاتی تو ہمارے لشکری ان پر حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کر دیتے میں اکیلی بھی آپ کے پاس نہ آنا چاہتی تھی اس لئے کہ اگر میں ایسا کرتی تو آپ یقیناً مجھ پر شک کرتے کہ میں بے آبرو اور بے عصمت ہو چکی ہوں۔ اب یہ ایبہ کے آدمی آپ کے قریب کھڑے ہیں آپ ان سے پوچھ سکتے ہیں کہ میں نے کیسی اور کس طرح اپنی آبرو اپنی عصمت کی حفاظت کی۔"

کمار دیوی کے ان الفاظ میں عجیب سے انداز میں بھیم دیو اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

"میری بیٹی! اگر تو ان کو اپنے ساتھ نہ بھی لاتی ان سے گواہی نہ بھی دلاتی تب بھی مجھے تیری بات پر اعتبار ہوتا تو میری ایسی بیٹی ہے جس پر میں آنکھیں بند کر کے اعتبار کر سکتا ہوں۔"

بھیم دیو کے خاموش ہونے پر کمار دیوی پھر بول اٹھی۔

"پتا جی! جس وقت ایبہ انفرادی مقابلہ کر رہا تھا اس وقت میں یہاں پہنچی اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے راجپوتوں کے سردار کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اور جو حالات میں نے بیان کئے ہیں وہ سامنے رکھتے ہوئے میں آپ کے پاس آنے کی بجائے مسلمانوں کے لشکر کے پڑاؤ میں چلی گئی اور اب میں پڑاؤ سے اٹھ کر ہی آپ کی طرف آئی ہوں۔ اس لئے کہ پڑاؤ میں آپ اور رام دیو کی گرفتاری کی خبر پھیل چکی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی رکی پھر وہ پوچھنے لگی۔

"باتوں باتوں میں مجھے ماتا جی کا پوچھنا یاد ہی نہیں رہا میری گمشدگی پر وہ بڑی پریشان اور فکر مند ہوئی ہوں گی۔"

کمار دیوی کے ان الفاظ کے جواب میں رام دیو بھیم دیو دونوں پریشان اور فکر مند ہو گئے تھے پھر بھیم دیو کہنے لگا۔

"بیٹی! تیری گمشدگی پر تو وہ دن رات روتی رہتی ہے اور تجھے یاد کرتی ہے اب تجھے دیکھ کر میں سمجھتا ہوں اس کی خوشی اس کی طمانیت کی کوئی انتہا نہ رہے گی پھر ابھی تو حالات نہ جانے کس کروٹ بیٹھتے ہیں یہ مسلمان ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ ایبہ نے جو تمہاری مدد کی ہے اور تمہیں بھیڑیوں کے چنگل سے نجات

ہے تو وہ تمہیں تو کچھ نہیں کہے گا۔ اب ہمارے ساتھ دیکھیں کیا سلوک کرتا ہے؟ لئے کہ........."

یہاں تک کہتے کہتے بھیم دیو کو رک جانا پڑا اس لئے کہ ایک طرف سے ایک مسلح ن آیا اور جس سالار کی نگرانی میں بھیم دیو اور رام دیو کو رکھا گیا تھا اسے مخاطب کر کے جوان کہنے لگا۔

"راجہ بھیم دیو اور اس کے بیٹے رام دیو کو لے کر چلو انہیں قطب الدین ایبک اور نے بلایا ہے۔"

یہ الفاظ بھیم دیو اور رام دیو نے بھی سن لئے تھے دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ے راجکماری بھی کھڑی ہو گئی پھر اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"چلیں میں آپ دونوں کے ساتھ چلتی ہوں میں قطب الدین ایبک اور ایبہ ں کی منت سماجت کر لوں گی امید ہے کہ وہ کوئی سخت قدم نہیں اٹھائیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی تینوں کچھ مسلح نوجوانوں کی نگرانی میں چل دیئے۔ تھوڑی دور جا انہوں نے دیکھا کہ قطب الدین ایبک وایبہ اور ان کے کچھ سالار بیٹھے ہوئے تھے ا جب ان کے سامنے گئے تو راجکماری کمار دیوی کو دیکھتے ہی ایبہ کے چہرے پر بل ئے تھے آنکھیں قہر اور غضب برسا گئی تھیں پھر وہ اس سالار سے مخاطب ہوا جس کی انی میں بھیم دیو اور رام دیو کو رکھا گیا تھا۔

"تمہیں صرف بھیم دیو اور رام دیو کو لانے کے لئے کہا تھا یہ لڑکی کون ہے جسے تم ساتھ لے کر آئے ہو؟"

ایبہ کے ان الفاظ پر کمار دیوی حیرت زدہ اور پریشان ہو کر رہ گئی تھی۔ اس موقع ب الدین اور دوسرے سالار ہلکے ہلکے تبسم میں اس کی طرف دیکھ رہے تھے جو بھیم دیو اور رام دیو کو لے کر آیا تھا وہ انتہائی انکساری میں ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے

"امیر! یہ بھیم دیو کی بیٹی راجکماری کمار دیوی ہے۔"

ایبہ نے پھر پہلے جیسے غصہ اور ناپسندیدگی میں اس سالار کو مخاطب کیا۔

"کیا یہ بھی اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ جنگ کے دوران گرفتار ہوئی ہے؟"

وہ سالار بیچارہ پریشان اور کچھ منتشر سا ہو گیا تھا پہلے کی نسبت زیادہ عاجزی سے لگا۔

"نہیں امیر یہ گرفتار تو نہیں ہوئی جس وقت ہم ان دونوں باپ بیٹے کو گرفتار کر کے ایک جگہ رکھے ہوئے تھے تو یہ اپنے باپ اور بھائی سے ملنے کے لئے آئی ہے۔"

ایبہ نے کچھ سوچا پھر اس سالار کو مخاطب کر کے کہا۔

"قبل اس کے کہ ہم بھیم دیو اور اس کے بیٹے رام دیو سے گفتگو کا آغاز کریں اس لڑکی کو یہاں سے ہٹا دو۔"

وہ سالار حرکت میں آنے ہی لگا تھا کہ اس موقع پر ایبہ کو مخاطب کرتے ہوئے راجکماری کمار دیوی بول اٹھی۔

"میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

ایبہ نے منہ دوسری طرف پھیر لیا اور عجیب سی بیگانگی میں کہنے لگا۔

"اور میں تم سے کچھ سننا نہیں چاہتا۔"

اس کے بعد ایبہ نے اپنے سالار کی طرف دیکھا اور پہلے کی نسبت زیادہ غصہ میں کہنے لگا۔

"تم نے سنا نہیں میں نے کہا اس لڑکی کو یہاں سے ہٹا دو تاکہ ہم اس کے باپ اور بھائی سے گفتگو کا آغاز کریں۔"

راجکماری کمار دیوی عجیب سی کشمکش میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اس موقع پر بھیم دیو اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے گیا اس کی منت کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیٹی! ضد نہ کر تو وہ جو خیمہ قریب نظر آ رہا ہے اس کی اوٹ میں جا کر کھڑی ہو جا۔ بیٹی! ایبہ کے سامنے نہ آ میں سمجھتا ہوں یہ تم سے نفرت کرتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے یہاں زیادہ دیر کھڑا رہنے سے اس کی نفرت اپنے عروج پر پہنچ جائے اور ہمارے متعلق کوئی بہتر فیصلہ کرنے کی بجائے یہ ہماری گردن کاٹ دینے ہی کا حکم دے دے۔"

بھیم دیو کے ان الفاظ پر کمار دیوی لرز کانپ گئی تھی چپ چاپ پیچھے ہٹی اور خیمے کی اوٹ میں جا کر کھڑی ہو گئی اس کے جانے کے بعد کچھ دیر خاموشی رہی پھر عجیب سے انداز میں ایبہ نے قطب الدین ایبک کی طرف دیکھا جس کے جواب میں قطب الدین ایبک بھیم دیو کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"بھیم دیو! اس سے پہلے جو تیرے لشکر کے ہاتھوں ہمیں اور ہمارے سلطان کو پسپائی کا منہ دیکھنا پڑا تھا تو تو بڑا خوش اور مطمئن تھا کہ تم نے مسلمانوں کو شکست دے کر

ں جانے پر مجبور کر دیا ہے لیکن ہم نے اسی وقت ٹھان لی تھی کہ تجھ سے اپنی شکست انتقام لیں گے اور دیکھ جو کچھ ہم نے ارادہ کیا تھا اسے ہم نے آج عملی صورت ے دی ہے۔ اب تو ہی بتا تیرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

قطب الدین ایبک کے اس سوال پر بھیم دیو عجیب سی کشمکش میں مبتلا ہو کر رہ گیا اس موقع پر رام دیو نے قطب الدین کی طرف دیکھا پھر بڑی عاجزی میں کہنے لگا:

"اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ کہوں۔ میں راجہ کا بیٹا رام دیو ہوں۔"

قطب الدین ایبک نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہہ سکتے ہو۔"

رام دیو نے چند لمحوں کے لئے بڑے غور سے ایبہ کی طرف دیکھا پھر قطب الدین ـ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مسلمانوں کے محترم امیر! میں جانتا ہوں ایبہ کو ہمارے خلاف بڑے شکوے شکایتیں ہیں اس لئے کہ ہمارے ہاں اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا گیا تھا لیکن کے ساتھ جو سلوک ہوا اس میں میں شامل حال نہیں تھا نہ ہی میرا باپ ایسا کرنا تا تھا۔ یہ ایبہ اور میری بہن کمار دیوی کا معاملہ تھا۔ دونوں اپنے اپنے خیالات پر رہنے کی وجہ سے ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ میں جانتا ہوں ایبہ سے ہم نے اچھا ل نہیں کیا لہٰذا ہم کسی بہتر سلوک کی توقع بھی نہیں رکھتے اس کے باوجود.........."

یہاں تک کہتے کہتے راجہ دیو کو رک جانا پڑا اس لئے کہ قطب الدین ایبک بول کہنے لگا۔

"ان حالات کو دیکھتے ہوئے میں تم باپ بیٹے کا معاملہ ایبہ پر چھوڑتا ہوں۔ تم انے ذاتی طور پر بھی ایبہ پر مظالم کئے ہیں لہٰذا تم لوگوں کے اس کردار کا فیصلہ تو ی کرے گا جہاں تک سلطنت کا معاملہ ہے تو بھیم دیو جو کچھ میں کہنے لگا ہوں غور سنا۔

بھیم دیو اور رام دیو دونوں باپ بیٹا بڑے غور سے قطب الدین کی طرف دیکھنے تھے۔ خیمے کی اوٹ میں کھڑی کمار دیوی نہ صرف ان کی طرف دیکھ رہی تھی بلکہ غور ان کی گفتگو بھی سن رہی تھی۔ قطب الدین ایبک نے بھیم دیو کو مخاطب کرتے پھر کہنا شروع کیا۔

"بھیم دیو! اس سے پہلے بھی ایک بار ہم تم سے ٹکرا چکے ہیں اور تمہیں ہم نے

شکست دی تھی۔ لیکن شکست دینے کے بعد ہم نے مزید تم سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ ہم یہی جان کر لوٹ گئے تھے اس سے پہلے جو ہمیں پسپائی ہوئی تھی اس کا ہم نے تم سے انتقام لے لیا ہے۔

لیکن ہمارے جانے کے بعد تم نے غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ہمارے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد تم پرامن رہتے اور ہمارے خلاف سر ابھارنے کی کوشش نہ کرتے لیکن تم نے حماقت کا ثبوت دیتے ہوئے راجپوتوں کو اپنے ساتھ ملانا شروع کر دیا شاید تم یہ خیال کرنے لگ گئے تھے کہ جس لشکر میں راجپوت ہوں اسے شکست نہیں دی جاسکتی اور میرے خیال میں آج ہم نے تمہارے اس وہم اور زعم کو بھی توڑ دیا ہے راجپوت تو تمہارا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں جہاں کہیں بھی وہ جائیں گے ہم ان کا تعاقب کریں گے انہیں کہیں ٹکنے اور قوت پکڑنے کی مہلت نہیں دیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد قطب الدین ایبک پھر رکا کچھ سوچا دوبارہ وہ راجہ بھیم دیو کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”بھیم دیو! اگر تم راجپوتوں کو اپنے ساتھ ملا کر ہمارے خلاف لشکر کشی نہ کرتے تو ہم بھی خاموش رہتے اور تمہیں نہر والا پر حکومت کرنے دیتے لیکن اب تم نے خود حالات کو تبدیل کیا ہے ہم سے شکست کھانے کے بعد تو نے پھر اپنے آپ کو استوار کرنا شروع کیا اور خم ٹھونک کر ہمارے مقابلے پر آیا۔ لیکن تمہاری بدقسمتی کہ ہمارے ہاتھوں پھر تمہیں شکست اٹھانا پڑی ہے۔

بھیم دیو! میں نہیں جانتا کہ ایبک تمہارے اور تمہارے بیٹے رام دیو سے متعلق کیا فیصلہ کرتا ہے اس لئے کہ جب میں تم دونوں کا فیصلہ اس کے سپرد کر چکا ہوں تو تمہارا فیصلہ وہی کرے گا لیکن تمہاری سلطنت سے متعلق میرا فیصلہ یہ ہے کہ اب تم مزید نہر والا کے حکمران نہیں رہو گے۔ نہر والا کو ہم اپنی سلطنت میں شامل کر رہے ہیں اگر اس سلسلے میں تمہیں کوئی شک یا شبہ ہو تو میں تمہیں اور تمہارے بیٹے رام دیو دونوں کو اجازت دیتا ہوں کہ واپس نہر والا چلے جاؤ جو لشکر یہاں سے شکست اٹھانے کے بعد نہر والا میں داخل ہو چکا ہے پھر اس کی کمانداری شروع کرو۔ میں اور ایبک اپنے لشکر کے ساتھ یہیں پڑاؤ رکھتے ہیں میں تم لوگوں کو یہ بھی اجازت دیتا ہوں کہ ان راجپوتوں کو بھی واپس لے آؤ جو شکست اٹھا کر بھاگ گئے ہیں انہیں بھی نہر والا شہر کے اندر محصور کر لو جب تک تم

اس کام کی تکمیل نہیں کر لیتے اس وقت تک ہم اپنا پڑاؤ یہیں رکھیں گے شہر پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہیں کریں گے اس بات کی میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں اور جب تم نہر والا میں اپنی پوری طاقت اور قوت کو جمع کرتے ہوئے لشکر کو استوار کر لو گے تو ہمیں پیغام بھجوانا تو میں اور ایبک نہر والا پر حملہ آور ہوں گے اور خداوند قدوس نے چاہا تو نہر والا کو بزور شمشیر فتح کر کے رہیں گے۔“

قطب الدین ایبک جب خاموش ہوا تب کچھ دیر کے لئے بھیم دیو کی گردن جھکی ی۔ اس موقع پر اس کا بیٹا رام دیو بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا خیمے کی ٹ میں کمار دیوی انتہائی پریشان اور فکرمند کھڑی تھی۔ چہرہ پیلا پڑا ہوا تھا یہاں تک ہ بھیم دیو نے قطب الدین ایبک کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”میں آپ لوگوں سے مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔ آپ لوگ مجھے شکست ے چکے ہیں راج پاٹ میں آپ لوگوں کے حوالے کرتا ہوں ساتھ ہی میں آپ کو یہ ا یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنے بیوی بچوں کو لے کر یہاں سے نکل جاؤں گا اور کہیں لون جگہ جا کر زندگی کے باقی دن گزار لوں گا میں جانتا ہوں اس وقت پورا ہندوستان پ کی گرفت میں ہے میں جہاں کہیں بھی جاؤں گا آپ لوگوں کی نگاہوں میں ہوں گا ے کے باوجود میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں.........“

یہاں تک کہتے کہتے بھیم دیو کو رک جانا پڑا اس لئے کہ قطب الدین ایبک بول

”بھیم دیو! تمہیں نہر والا چھوڑ کر جانے کی ضرورت نہیں ہے جس قصر میں تمہارا ہے اپنے اہل خانہ کے ساتھ تم اسی قصر میں رہو گے شہر کے اندر جس قدر تمہارے ذہب ہیں انہیں اپنے طور پر عبادت کرنے مندروں میں جانے کی اجازت ہوگی۔ ہمارے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد تمہارے لشکر کا وہ حصہ جو شہر میں داخل ہو صور ہو چکا ہے اسے شہر سے نکال دو کوئی بھی جنگجو یا ہتھیار بند شخص نہر والا میں نہ گا اگر کوئی رہے گا تو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد قطب الدین ایبک رکا کچھ سوچا پھر دوبارہ بھیم دیو کو ب کر کے کہنے لگا۔

”بھیم دیو! ابھی میں نے تمہارے ساتھ اپنی گفتگو ختم نہیں کی پہلے ایبک کا فیصلہ ین کر وہ تم دونوں باپ بیٹے سے متعلق کیا فیصلہ کرتا ہے اس کے بعد میں تمہارے

ساتھ اپنی گفتگو کی تکمیل کروں گا۔ ساتھ ہی قطب الدین ایبک سوالیہ سے انداز میں ایہ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔"

اس موقع پر خیمے کی اوٹ میں کھڑی کمار دیوی عجیب سی پریشانی اور فکرمندی ا درد دل کے ساتھ ایبہ کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ بھیم دیو اور رام دیو نے بھی ایک با بھرپور انداز میں ایبہ کی طرف دیکھا اس موقع پر ایبہ نے بھیم دیو اور رام دیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میں سب سے پہلے اپنے بھائی قطب الدین کا شکر گزار ہوں کہ تم دونوں معاملہ میرے سپرد کیا۔ یہ ان کی مہربانی اور مجھ پر احسان ہے بھیم دیو اور رام دیو م جانتا ہوں جب تک راج محل میں میرا قیام رہا تم دونوں کا سلوک میرے ساتھ برا نہیں تھا اگر برا ہوتا بھی تو یہاں اس موقع پر میں تم سے اپنا کوئی ذاتی انتقام لینے کا مجاز نہیں۔ میں نے تم دونوں کو معاف کیا۔ بھیم دیو تمہاری راجکماری کمار دیوی نے میر ساتھ جو سلوک کیا ہو سکتا ہے اس کی نگاہوں میں میں اسی سلوک کا حقدار تھا بہر حا میں نے اسے بھی معاف کیا۔"

خیمے کی پیچھے کمار دیوی نے جب یہ الفاظ سنے تو اس کے چہرے پر گہری مسکراہ تھی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ ایبہ کی آواز پھر اس کی ساعت ٹکرائی۔ بھیم دیو کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"بھیم دیو و رام دیو! میں نے تم دونوں باپ بیٹے کو معاف کر دیا ہے اب آخری گفتگو کرنی ہے وہ محترم قطب الدین ایبک ہی تم سے کریں گے۔"

ایبہ کے ان الفاظ پر قطب الدین مسکرایا بھیم دیو کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا

"بھیم دیو! اپنے بیٹے اور بیٹی کو لے کر واپس شہر چلے جاؤ شہر میں جس قدر جوان ہیں انہیں شہر سے نکال دو اگر وہ تمہارا حکم مان جائیں تو بہتر اگر وہ تمہارا حکم ما سے انکار کریں تو پھر تم دونوں باپ بیٹا ہمارے پاس چلے آنا ہم میں ہمت اور طاق ہوئی تو ہم انہیں قلعے سے نکال باہر کریں گے۔

بھیم دیو! ہم ارادہ کر چکے ہیں کہ قلعے کے اندر کوئی بھی ہتھیار بند یا مسلح جو نہیں رہے گا۔ سب کو شہر اور قلعہ خالی کرنا ہوگا قلعہ کے اندر ہم اپنے لشکر کا ایک ح رکھیں گے نہروالا میں اپنی طرف سے ایک حاکم مقرر کریں گے اس کے بعد میں اور ا اپنے لشکر کو لے کر یہاں سے واپس چلے جائیں گے۔

بھیم دیو! ایبہ تمہیں معاف کر چکا ہے لہٰذا میں تم سے یہ کہتا ہوں تم تینوں اپنے ہر جاؤ پہلے اپنے شکست خوردہ لشکریوں سے گفتگو کرو جو وہ جواب دیتے ہیں اس سے ہے مطلع کرو۔ اس کے بعد میں کوئی کارروائی کروں گا۔"

بھیم دیو اور رام دیو کی جان بچ گئی تھی لہٰذا وہ اسی پر بے حد خوشی اور طمانیت سوس کر رہے تھے دونوں جانے کے لئے اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے اس دوران یمے کی اوٹ سے کمار دیوی نکلی بھاگتی ہوئی قطب الدین ایبک اور ایبہ کے سامنے آئی۔ یبہ کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑے پھر شہد برساتی آواز میں ہنے لگی۔

"آپ نے میرے باپ بھائی اور مجھے معاف کر دیا اس کے لئے میں آپ کی نون اور شکر گزار ہوں۔"

ایبہ نے کمار دیوی کی طرف دیکھا نہیں اس کی اس حرکت پر کمار دیوی اداس ہو گئی ی زمین کی طرف دیکھتے ہوئے ایبہ نے کمار دیوی کو مخاطب کر کے کہا۔

"کمار دیوی! اپنے راج محل میں تم لوگوں نے جو مجھ سے سلوک کیا وہ میرا اور تم وں کا ذاتی معاملہ تھا اور یہاں اپنی ذاتیات کو سامنے رکھتے ہوئے تم سے کوئی نہ انتقام ا چاہتا ہوں نہ ایسا کرنے کا مجاز ہوں اب تم لوگ جا سکتے ہو۔"

اس موقع پر کمار دیوی بیچاری کٹ کر رہ گئی تھی۔ ایبہ اس کی طرف دیکھنے کا بھی ادار نہیں ہو رہا تھا۔ زمین کی طرف دیکھ رہا تھا کمار دیوی ابھی تک اس کے سامنے ھ جوڑے کھڑی تھی یہاں تک اس نے پھر ایبہ کو مخاطب کیا۔

"ایبہ! میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

ایبہ نے پھر نیچے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"تم اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ چلی جاؤ بس اب میرے ساتھ مزید گفتگو نہ رنا۔ اگر تم نہیں جاؤ گی تو میں خود یہاں سے اٹھ کر چلا جاؤں گا۔"

ایبہ کے ان الفاظ نے راجکماری کمار دیوی کو افسردہ اور اداس کر دیا تھا۔ ایبہ سے ٹ کر وہ قطب الدین ایبک کے سامنے آئی اور دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کر کے ہنے لگی۔

"بھائی! اگر آپ برا نہ مانیں تو علیحدگی میں ذرا میری بات سنیں۔"

قطب الدین ایبک نے اس موقع پر سوالیہ انداز میں ایبہ کی طرف دیکھا۔ ایبہ

مسکرایا اور کہنے لگا۔

''اگر وہ علیحدگی میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے تو وہ آپ سن لیں کیا کہنا چاہتی ہے؟ اس میں کیا حرج ہے؟''

قطب الدین ایبک مسکرایا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اس موقع پر کمار دیوی نے اپنے باپ بھیم دیو اور اپنے بھائی رام دیو کو بھی اپنے ساتھ آنے کو کہا اس طرح وہ تینوں اسی خیمے کے پاس چلے گئے جس کی اوٹ میں تھوڑی دیر پہلے کمار دیوی کھڑی تھی پھر کمار دیوی دھیمے اور راز دارانہ سے لہجے میں قطب الدین ایبک کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''امیر! میری نگاہوں میں آپ میرے بڑے بھائی کی حیثیت رکھتے ہیں اور میں ایک بہن کی حیثیت سے آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔''

قطب الدین ایبک نے شفقت بھرا ہاتھ کمار دیوی کے سر پر رکھا پھر بڑی ہمدردی میں کہنے لگا۔

''میری بہن! کہہ تو کیا کہنا چاہتی ہے؟''

کمار دیوی کچھ دیر خاموش رہی پھر کہنے لگی۔

''سب سے پہلے تو میں آپ اور ایبہ دونوں کی شکر گزار ہوں کہ ہمارے لشکر کو شکست دینے کے بعد آپ نے میرے باپ، میرے بھائی کو معاف کر دیا اس کے علاوہ بھائی! بات یہ ہے کہ پہلے واقعی میری اور ایبہ کی دشمنی چل رہی تھی۔ میں آپ سے کوئی بات چھپاؤں گی نہیں شروع میں جب اچ کے میدان میں ایبہ نے مجھ سے تیغ زنی اور تیر اندازی کا مقابلہ جیتا تھا پھر وہ وہاں سے ہمارے راج محل میں آ کر مقیم ہوا تھا تو اس کے ساتھ رہتے ہوئے میں اس کی طرف مائل ہو گئی تھی اور اس سے بے پناہ محبت کرنے لگی تھی جب اس نے نہر والا سے بھاگنے کی کوشش کی تو اس کے اس بھاگنے کے عمل کو میں نے اپنی انا پر ایک ضرب جانا میں یہ خیال کرنے لگی تھی کہ میں ایبہ سے اس قدر محبت کرتی ہوں اور میری محبت کا جواب وہ یوں دے رہا ہے یہاں سے مجھے چھوڑ کر وہ بھاگ رہا ہے اس طرح ایبہ کے بھاگنے سے میں نے یوں سمجھا کہ اس نے میری تحقیر کی ہے اگر میں اس سے جو محبت کرتی تھی اس کے تحت اندھی ہو کر اس کے خلاف انتقام پر اتر آئی اور اس سے برا سلوک کیا لیکن اس کے باوجود وہ بڑا باہمت اور جرأت مند ہے کسی نہ کسی طرح وہاں سے بھاگ گیا۔

میں یہ بھی تسلیم کرتی ہوں کہ اس کے بھاگنے کے بعد میں نے راج مندر میں جا کر سوگند کھائی تھی کہ میں اس وقت تک شادی نہیں کروں گی جب تک اسے قتل نہیں کروں گی لیکن اب میں ہر چیز کو بھول چکی ہوں فراموش کر چکی ہوں میرے ساتھ کیا بیتی ہے یہ آپ کو معلوم ہے میں اپنے بھائی اور باپ کو اس لئے یہاں آپ کے پاس لے کر آئی ہوں کہ میں آپ پر انکشاف کروں کہ ایبہ کے جن ساتھیوں نے مجھے سرسوتی کے جہنم سے نکالا ہے اور وہ مجھے یہاں لے کر آئے ہیں ان کے ساتھ سفر کرتے ہوئے میں ان کے اطوار ان کے کردار اور ان کے اخلاق سے جہاں متاثر ہوئی وہاں جب وہ جگہ جگہ رک کر نماز ادا کرتے تو ان کے اس عمل نے بھی مجھے متاثر کیا۔ لہٰذا میں اب ہندو نہیں مسلمان ہو چکی ہوں آپ کے مسلح جوان مجھے لے کر آئے تھے انہی کے اندر انہی کی موجودگی میں میں نے اسلام قبول کیا تھا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد راجکماری کمار دیوی رک گئی اس کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے تھے بیچاری کچھ دیر ہونٹ کاٹتی رہی اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اس کا باپ بھیم دیو اور بھائی رام دیو بھی پریشان ہو گئے تھے۔

قطب الدین ایبک نے ہاتھ آگے بڑھا کر بڑے پیارے انداز میں اس کا سر تھپتھپایا کہنے لگا۔

''میری بہن! کیا بات ہے؟ تم روکیوں دی ہو اگر تم اسلام قبول کر چکی ہو تو اس پر کیا تمہیں پچھتاوا ہے؟ میں تو سمجھتا ہوں تمہیں خوش ہونا چاہئے۔''

قطب الدین ایبک کے الفاظ پر کمار دیوی چونک سی پڑی سر پر بندھے ہوئے رومال سے اس نے اپنے آنسو خشک کئے اور کہنے لگی۔

''بھائی یہ بات نہیں ہے میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میں اپنے دل کی گہرائیوں سے ایبہ سے محبت کرنے لگی ہوں میں یہ بات اپنے بھائی اور باپ کی موجودگی میں کہہ رہی ہوں جس وقت وہ شروع شروع میں راج محل میں آیا تھا تو اس وقت جو مجھے اس سے محبت تھی اس سے کہیں زیادہ اب میں اسے چاہنے اور محبت کرنے لگی ہوں۔ بھائی میں آپ سے یہ چاہتی ہوں کہ کسی نہ کسی طرح ایبہ کو مجھ سے راضی کرا دیں اگر آپ ایسا کریں گے تو میں ساری زندگی آپ کی احسان مند رہوں گی اپنے باپ اور بھائی کے سامنے تو یہ بھی کہتی ہوں کہ اگر ایبہ مجھے نہ ملا تو میں اپنی ذات کا خاتمہ کر لوں گی میں زندہ رہنا پسند نہیں کروں گی۔''

کمار دیوی جب خاموش ہوئی تو قطب الدین ایبک کچھ دیر سوچتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کمار دیوی! فقط تمہارے متعلق جو ایبہ کے خیالات ہیں انہیں ایک دم تبدیل کرنا کوئی آسان کام نہیں میری بہن تمہیں شاید خبر نہ ہو کہ جتنا عرصہ تم اور ایبہ ایک دوسرے سے جدا اور دور رہے اس دوران ایبہ نے ایک لڑکی سے شادی کر لی تھی اور اس سے محبت بھی کرنے لگا تھا وہ لڑکی بھی بے پناہ انداز میں اسے چاہتی تھی اور پل کے لئے بھی اسے اپنی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ جنگوں کے دوران بھی اس کے پہلو بہ پہلو رہ کر حصہ لیا کرتی تھی لیکن جس قبیلے سے وہ لڑکی تعلق رکھتی تھی وہ قبیلے والے اپنی لڑکیوں کو بیچ دیتے ہیں اور وہ لڑکی بھاگ کر ایبہ کے لشکر میں پناہ لینے پر مجبور ہوئی تھی۔ وہ کسی کے ہاتھ بکنا نہیں چاہتی تھی نہ اپنی ذات اپنی آبرو کا سودا کرنا چاہتی تھی کچھ عرصہ وہ ایبہ کے ساتھ رہی اسی دوران وہ ایبہ کو پسند کرنے لگی دونوں نے شادی کر لی لیکن برا ہو حالات کا جو شخص اس لڑکی کو خریدنا چاہتا تھا وہ اسے پسند کر چکا تھا۔ وہ اس کی خوبصورتی سے متاثر تھا۔ وہ اسے ترائن کی جنگ کے بعد اٹھا لے جانا چاہتا تھا جب وہ لڑکی پڑاؤ میں موجود تھی لیکن جب اس نے ان کے ساتھ بھاگنے سے انکار کر دیا تو وہ خفیہ طور پر اس لڑکی کو قتل کر کے چلے گئے اب ایبہ کو اپنی بیوی کے مرنے کا بھی بے حد دکھ اور صدمہ ہے۔

میری بہن! میں سمجھتا ہوں ایبہ کو تم سے جو شکایتیں و شکوے اور گلے ہیں وہ آہستہ آہستہ ہی رفع ہو سکتے ہیں اس کے بعد ہی تم ں جا کر ایک دوسرے کو اپنا سکتے ہو ہاں اگر تم ایبہ کی زندگی کی ساتھی بننا چاہو تو مجھے حد خوشی ہوگی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد قطب الدین رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"کمار دیوی! یوں جانو تمہیں اور ایبہ کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے لئے ایک سست عمل اور وقت کی ضرورت ہے اگر تم یہ خیال کرتی ہو کہ یہاں قیام کے دوران میں ایبہ سے بات کروں کہ وہ تمہارے ساتھ راضی ہو جائے تو یہ ناممکن ہے اگر ایک بڑے بھائی کی حیثیت سے وہ میرا کہا مانتے ہوئے تم سے راضی بھی ہو گیا تو وہ یوں کہہ دے گا اس نے تمہیں معاف کیا لیکن تمہاری طرف سے اس کا دل صاف نہیں ہوگا اور میں ایسا نہیں چاہتا میں چاہتا ہوں کہ جب تم دونوں ایک دوسرے کی زندگی کا ساتھی بنو

تم دونوں کے دل صاف ہوں اور ایک دوسرے کی ضرورت بن کر ایک دوسرے کے اتھ رہو۔"

قطب الدین ایبک جب خاموش ہوا تب کمار دیوی تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر چتی رہی پھر کہنے لگی۔

"بھائی! میں جانتی ہوں وہ فی الفور مجھ سے راضی نہیں ہوگا اس لئے کہ اس وقت وہ میری طرف دیکھنے کا روادار تک نہیں ہے۔ جس وقت اس نے مجھ سے گفتگو کی ی طرف دیکھا ہی نہیں زمین کی طرف دیکھتے ہوئے وہ میرے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔ چاہتی ہوں کہ جب یہاں کے انتظامات مکمل کرنے کے بعد آپ اپنے لشکر کو لے ر واپس جائیں تو مجھے بھی اپنے لشکر میں شامل کر لیں اس لئے کہ میں آپ کے پڑاؤ قیام کر چکی ہوں اور میں نے دیکھا کہ وہاں پڑاؤ میں کافی عورتیں ہیں آپ کے لشکر ان عورتوں کے ساتھ میں بھی رہ لیا کروں گی۔ اس طرح آپ کے لشکر میں رہتے ئے میں گاہے گاہے ایبہ کے سامنے آ کر اور کبھی اس کی خدمت کرتے ہوئے اسے ل کر کے اپنے قریب لانے کی کوشش کروں گی مجھے امید ہے کہ آپ میری اس تجویز ٹھکرائیں گے نہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی جب خاموش ہوئی تب قطب الدین پہلے جیسی ردی میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"کمار دیوی! میری بہن جو بات تم نے کہی ہے اس پر عمل کرنا کوئی آسان نہیں اس وقت تمہارا باپ اور تمہارا بھائی تمہارے پاس کھڑے ہیں پہلے ان دونوں سے ھو کیا یہ دونوں تمہیں ایسا کرنے کی اجازت دیں گے۔"

اس موقع پر کمار دیوی بیچاری سوالیہ انداز میں کبھی اپنے باپ کبھی اپنے بھائی کی ف دیکھنے لگی تھی۔ عجیب سی کاٹ کھانے والی خاموشی تھی جسے کمار دیوی کے بھائی رام نے توڑا تھا۔

رام دیو نے پہلے اپنے باپ کی طرف دیکھا پھر قطب الدین ایبک کو مخاطب تے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر! میں کمار دیوی کا بھائی ہوں میں یہ بھی جانتا ہوں کہ شروع میں یہ ایبہ کس قدر شدت کے ساتھ محبت کرتی تھی اور یہ بھی جانتا ہوں کہ بعد میں کس قدر ت سے اس سے نفرت بھی کرتی رہی میں اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہوں کہ میری

بہن سے کچھ غلطیاں ہوئیں اور ان غلطیوں ہی وجہ سے اس کے اور ایبہ کے درمیان بے تعلقی کی خلیج گہری ہوگئی بہرحال میری طرف سے اجازت ہے یہ آپ کے لشکر میں قیام کرسکتی ہے اس لئے کہ اگر ایبہ اسے اپنی زندگی کا ساتھ بنا لے تو میں سمجھوں گا کہ میری بہن کو اس کی منزل مل گئی ہے جب میری بہن خوش ہوگی تو خود میں بھی خوش ہوں گا۔''

رام دیو خاموش ہوا تو کمار دیوی اپنے باپ بھیم دیو کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ وہ بیچارا اس موقع پر بت کی طرح خاموش کھڑا تھا آخر کمار دیوی نے اپنے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''پتا جی! کیا آپ میرے ارادوں سے اتفاق نہیں کرتے حالانکہ میرا بھائی مان چکا ہے۔''

بھیم دیو چونک اٹھا ایک گہری نگاہ اپنی بیٹی پر ڈالی اور انتہائی چاہت اور محبت میں کہنے لگا۔

''بیٹی! یہ بات نہیں اپنے بھائی سے پوچھو جب تم ہم سے چلی گئی تھی میں ہر وقت یہی دعا مانگا کرتا تھا کہ بھگوان کرے ایبہ نے اغواء کرکے تمہیں اپنے پاس رکھ لیا ہو اور تم سے شادی کرلی ہو۔ بیٹی! ایبہ ایک اچھا انسان ہے ہماری بدقسمتی کہ ہم نے اسے کھو دیا تھا بیٹی! تو اگر ایبہ کو راضی کرنے اور اسے حاصل کرنے کے لئے امیر قطب الدین کے لشکر میں شامل رہنا چاہتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں اگر تم ایبہ کو حاصل کرسکو تو یوں جانو اس میں میری بھی خوشی اور طمانیت ہوگی لیکن سوچتا ہوں کہ اگر تم باہر ہی باہر لشکر میں رہتے ہوئے لوٹ جاؤ گی تو تمہاری ماں پر کیا بیتے گی۔ بس انہی سوچوں نے مجھے اداس اور افسردہ کردیا ہے۔''

بھیم دیو کے ان الفاظ کے جواب میں کمار دیوی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی قطب الدین ایبک بول اٹھا تھا۔

''نہیں ایسا نہیں ہوگا آپ دونوں باپ بیٹا ابھی اور اسی وقت کمار دیوی کو لے کر نہر والا چلے جائیں۔ کمار دیوی پہلے اپنی ماتا سے ملے ہم اپنے لشکر کو لے کر آج ہی یہاں سے کوچ تو نہیں کررہے ابھی تو کئی ہفتوں تک ہمارا قیام ہوگا۔ شہر کے انتظام کو ہم اپنے طور پر درست کریں گے قلعہ کے اندر اپنا ایک لشکر رکھیں گے یہاں اپنا ایک والی مقرر کریں گے اس کے بعد میں اور ایبہ یہاں سے جائیں گے۔''

قطب الدین ایبک کے ان الفاظ سے بھیم دیو اور رام دیو اور کمار دیوی تینوں

مطمئن ہوگئے تھے پھر قطب الدین ایبک کے کہنے پر وہ تینوں وہاں سے چلے گئے تھے جبکہ قطب الدین ایبک وہاں سے ہٹ کر ایبہ کے پاس آیا جو ابھی تک اسی جگہ بیٹھا ہوا تھا جہاں قطب الدین ایبک اسے چھوڑ کر گیا تھا قطب الدین کے آنے پر ایبہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا پھر دونوں مل کر میدان جنگ سے اپنا پڑاؤ اٹھا کر آگے بڑھے تاکہ نہر والا شہر کے قریب جا کر خیمہ زن ہوسکیں۔

○❖○

راجہ بھیم دیو جس کی اب کوئی حیثیت نہ رہی تھی وہ اپنے بیٹے رام دیو اور راجکماری کمار دیوی کے ساتھ جب نہر والا کی فصیل کے شمالی دروازے کے پاس آیا تو اس نے دیکھا شہر پناہ کا وہ دروازہ بند تھا فصیل کے اوپر برجوں کے اندر پہرہ دینے والوں نے راجہ کو دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے دروازے کے محافظوں کو آواز دے کر دروازہ کھولنے کے لئے کہا تھا جس پر دروازہ کھل گیا۔ تینوں شہر میں داخل ہوئے جونہی بھیم دیو اور رام دیو کے شہر میں اخل ہونے کی خبریں پھیلیں بھیم دیو کے وہ مسلح جوان جو میدان جنگ سے شکست اٹھا کر شہر میں محصور ہوئے تھے وہ اس کے گرد جمع ہونا شروع ہوگئے وہ سب بدحواس اور پریشان ہو رہے تھے اس موقع پر اپنے بیٹے رام دیو اور کمار دیوی کے ساتھ بھیم دیو ان سیڑھیوں پر کھڑا ہوگیا جن کے ذریعے فصیل کے اوپر چڑھا جاتا تھا پھر سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے بھیم دیو بول اٹھا۔

"میں جانتا ہوں ہمیں شکست ہو چکی ہے مسلمان میدان جنگ سے اپنا پڑاؤ اٹھا کر شہر کے نزدیک آ کر خیمہ زن ہو رہے ہیں تم میں سے جو پھر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ ہاتھ کھڑا کرے۔"

بھیم دیو کے ان الفاظ کے جواب میں سب کو سانپ سونگھ گیا تھا کسی نے ہاتھ کھڑا نہ کیا تھا۔ بھیم دیو کچھ دیر تک سب کی طرف دیکھتا رہا پھر کسی قدر سکون کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"مجھے تمہارے فیصلے سے خوشی ہوئی ہے اگر تم میں سے کوئی ہاتھ کھڑا کرتا تو یہ سمجھتا کہ وہ اب اپنی موت کو دعوت دے رہا ہے دیکھو! مسلمانوں کا مقابلہ ہم نہیں کر سکتے مسلمان ہمیں شکست دے چکے ہیں اور تھوڑی دیر تک مسلمانوں کے سالار شہر میں داخل ہوں گے اور شہر کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیں گے۔ شہر کے قلعے کے اندر وہ اپنا لشکر متعین کریں گے اور یہاں اپنا والی مقرر کرنے کے بعد لشکر کا بڑا حصہ

واپس چلا جائے گا اس لئے کہ نہر والا کو مسلمانوں نے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا ہے۔

میرے ساتھیو! اس سے پہلے تم نے ہماری بہت خدمات کی ہیں مسلمان شہر میں داخل ہوتے وقت شہر کے اندر کسی کو بھی مسلح حالت میں دیکھنا پسند نہیں کریں گے اگر کوئی ایسا شخص نظر آیا تو وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے تمہاری بہتری کے لئے میں مشورہ دوں گا کہ ہتھیار کھول کر اپنے گھروں کے اندر دبک جاؤ اور پرسکون زندگی بسر کرو اور آئندہ کسی کے خلاف اٹھنے کی کوشش نہ کرنا اور اگر تم میں سے کوئی میری ان باتوں سے اختلاف رکھتا ہے آنے والے دور میں وہ مسلمانوں سے انتقام لینے کا ارادہ رکھتا ہے تو میں اسے مشورہ دوں گا کہ وہ فی الحال اس شہر کو چھوڑ دے اس لئے کہ اگر انتقام لینے کے ارادے کے ساتھ کوئی بھی اس شہر میں قیام کرے گا تو وہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارا جائے گا۔"

جب کوئی بھی حرکت میں نہ آیا تو بھیم دیو انہیں مخاطب کرتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

"اگر یہ معاملہ ہے تو پھر جاؤ اپنے اپنے گھروں میں بند ہو جاؤ اگر ایسا کرو گے تو اپنی جانوں کو محفوظ کر لو گے۔ اس لئے کہ تھوڑی دیر تک مسلمان شہر میں داخل ہوں گے اور ان کا لشکر شہر کا نظم و نسق سنبھال لے گا۔"

راجہ بھیم دیو کے ان الفاظ کے بعد لوگ وہاں سے چھٹنا شروع ہو گئے تھے اور اپنے گھروں کو چلے گئے تھے کسی نے بھی شہر سے نکل جانے کا فیصلہ نہ کیا تھا۔

جب سب لوگ چلے گئے تب بھیم دیو اپنے پہلو میں کھڑے اپنے بیٹے رام دیو کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"رام دیو! میرے بیٹے پہلے میں اکیلا راج محل میں جاتا ہوں تمہاری ماں کو ہماری اور میری گرفتاری کی خبر پہنچ چکی ہوگی اور وہ بڑی غمزدہ اور دکھیا ہو رہی ہوگی اب ہم تینوں اکٹھے گئے اور ایک خوشی کی بجائے اس نے دو خوشیاں دیکھیں یعنی ہمیں بھی زندہ دیکھا اور اس نے یہ بھی دیکھ لیا راجکماری کمار دیوی بھی آگئی ہے تو میرا اندیشہ ہے کہ کہیں ایک دم زیادہ خوشیاں ملنے سے وہ اپنی جان ہی گنوا نہ بیٹھے۔ پہلے میں جاتا ہوں تھوڑی دیر کا وقفہ ڈالنے کے بعد تم دونوں بہن بھائی بھی راج محل میں آجانا۔ رام نے اس سے اتفاق کیا تھا پھر بھیم دیو راج محل کی طرف ہولیا۔

راج محل میں جب وہ اپنی خواب گاہ میں داخل ہوا تو اندر رانی راج کنول ایک مسہری پر بیٹھی گردن جھکائے رو رہی تھی۔ اس کی ہچکیاں اس کی سسکیاں دروازے تک سنی جا سکتی تھیں بھیم دیو دروازے پر کھڑا ہو کر کچھ دیر اسے غور سے دیکھتا رہا جب وہ آگے بڑھا تو اس کی آہٹ پا کر راج کنول ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور جب اس نے اپنے سامنے بھیم دیو کو دیکھا تو لمحہ بھر کے لئے وہ ٹھٹھک کر رہ گئی تھی۔ عجیب سے کشمکش و پیچ میں مبتلا ہو گئی تھی پھر ایک دم وہ سنبھلی آنکھیں اس نے خشک کر لیں۔ چہرے پر تبسم پھیل گیا۔ بھاگ کر آگے بڑھی بھیم دیو کے دونوں ہاتھ اس نے تھامے پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"مجھے تو یہ خبر ملی تھی ہمارے لشکر کی شکست کے بعد آپ اور رام دیو کو گرفتار کر لیا گیا ہے آپ اکیلے آئے ہیں رام دیو کہاں ہے؟"

بھیم دیو نے مسکراتے ہوئے راج کنول کا شانہ تھپتھپایا کہنے لگا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے رام دیو بالکل ٹھیک ہے اور وہ ......" راج کنول بیچ میں بول اٹھی بھیم دیو کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگی۔

"پر میں پوچھتی ہوں وہ ہے کہاں؟"

راج کنول چونکہ پرسکون اور مطمئن سی ہو گئی تھی لہٰذا اس کی خوشی میں اضافہ کرنے سے پہلے اسے باتوں میں الجھاتے ہوئے بھیم دیو کہنے لگا۔

"راج کنول! کیا تمہیں میرے رہا ہونے اور سلامتی کے ساتھ تمہارے پاس آنے کی خوشی نہیں ہے۔"

راج کنول کے چہرے پر گہری مسکراہٹ بکھر گئی کہنے لگی۔

"مجھے آپ کے آنے کی خوشی نہیں ہوگی تو اور پھر کس کے آنے کی خوشی ہوگی؟"

اس پر بھیم دیو بول اٹھا۔

"اس خوشی کے علاوہ میں تمہیں ایک اور خوشی بھی دینا چاہتا ہوں"

راج کنول مسکرائی اور کہنے لگی۔

"دوسری خوشی کی خبر آپ یہ سنانا چاہ رہے ہوں گے میرا بیٹا رام دیو بھی آپ کے پیچھے پیچھے راج محل میں آ رہا ہے یا وہ گھر میں داخل ہو چکا ہے۔"

اس پر بھیم دیو کہنے لگا۔

"اگر رام دیو کے آنے کو بھی تم خوشخبری خیال کرتی ہو تو پھر یوں جانو رام دیو

راج محل میں داخل ہو چکا ہے۔ اس طرح تمہیں دو خوشخبریاں نصیب ہوئی ہیں لیکن اگر ان خوشیوں کو دو سمجھتی ہو تو پھر میں تمہیں ایک تیسری خوشخبری بھی سنانا پسند کروں گا۔"

راج کنول کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

"تیسری خوشی میرے لئے کیا ہو سکتی ہے؟"

گہرے تبسم میں بھیم دیو کہنے لگا۔

"تیسری خوشی تمہارے لئے یہ ہے کہ رام دیو اور راج کماری کمار دیوی دونوں بھائی بہن راج محل میں داخل ہو چکے ہوں گے اور ابھی تھوڑی دیر تک تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔"

بھیم دیو کے ان الفاظ کے جواب میں راج کنول کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ اس کمرے کے دروازے پر رام دیو اور راجکماری کمار دیوی دونوں بہن بھائی مسکراتے ہوئے نمودار ہوئے تھے انہیں دیکھتے ہی راج کنول بھاگی آگے بڑھی پہلے اس نے کمار دیوی کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اس کے منہ کا ہر حصہ اس کی پیشانی، اس کے شانے، اس کے ہاتھ، اس کے بازو تک چومتی رہی پھر اپنے ساتھ لپٹا کر کچھ دیر اسے پیار کیا بعد میں رام دیو کو بھی اپنے ساتھ لپٹا کر پیار کیا۔ پھر دونوں کے ہاتھ تھام کر اس نے ان دونوں کو اس مسہری پر بٹھایا جہاں تھوڑی دیر پہلے وہ بیٹھ کر رو رہی تھی۔ بھیم دیو بھی ان کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

پھر کمار دیوی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور راج کنول کو مخاطب کر کے کہنے لگی:

"ماتا! میں لگاتار سفر کرتے ہوئے تھکاوٹ محسوس کر رہی تھی لیکن آپ سے ملنے کے بعد تو میری ساری تھکاوٹ جاتی رہی ہے ذرا میں منہ ہاتھ دھو لوں پھر آپ کے پاس بیٹھتی ہوں میں کہاں رہی؟ کن حالات سے گزری یہ ساری تفصیل پتا جی آپ کو بتاتے ہیں اتنی دیر تک میں بھی لوٹ آتی ہوں۔"

راج کنول منہ سے کچھ نہ بولی اس نے اثبات میں گردن ہلائی تب کمار دیوی اس کمرے سے نکل کر اپنی خواب گاہ کے طرف گئی تھوڑی دیر تک خوابگاہ کی بیچ میں کھڑی ہو کر اپنی خوابگاہ کی ہر چیز کا جائزہ لیتی رہی پھر طہارت خانہ میں گئی اور وہاں منہ ہاتھ دھونے لگی تھی۔

دوسری طرف راج کنول کے پوچھنے پر بھیم دیو نے کمار دیوی کو دیو داس اور سنگرام کے اغواء کرنے وہاں قیدیوں کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے اس کے بعد ایبہ کی وجہ

سے وہاں سے رہائی ملنے کی تفصیل پہلے بتائی اس کے بعد بھیم دیو نے اپنی اور اپنے بیٹے رام دیو کی گرفتاری اور اس کے بعد رہائی کے سارے حالات تفصیل کے ساتھ راج کنول سے کہہ دیئے تھے۔

یہ سارے حالات سن کر راج کنول تھوڑی دیر تک گم صم بیٹھی رہی کچھ سوچتی رہی پھر سر کو جھٹکا اور بھیم دیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”جہنم میں گیا یہ راج پاٹ ہمیں اس کی ضرورت ہی نہیں ہے میں سمجھتی ہوں ہم چاروں زندہ اور سلامت ہیں بس اس کے علاوہ مجھے کچھ نہیں چاہئے میں یہ خیال کرتی ہوں یہ جو مسلمانوں نے ہمیں اپنے راج محل میں پہلے کی طرح رہائش رکھنے کی اجازت دے دی ہے تو یہ بھی ان کا ہم پر بڑا احسان ہے ورنہ ہمارے لشکر کو شکست دینے کے بعد وہ ہمارے سارے لشکریوں کے ساتھ ساتھ ہمارے سارے خاندان کا بھی خاتمہ کر سکتے تھے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد کچھ دیر خاموشی رہی پھر بھیم دیو نے راج کنول کو اس ساری گفتگو سے بھی آگاہ کر دیا تھا جو قطب الدین ایبک کو علیحدگی میں لے جا کر کمار دیوی نے کی تھی۔

یہ ساری تفصیل سننے کے بعد راج کنول بڑی دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبی رہی اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے بھیم دیو اور رام دیو دونوں باپ بیٹے کچھ دیر تک تو بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے رہے آخر بھیم دیو نے راج کنول کو مخاطب کیا۔

”کیا تم کمار دیوی کے ان ارادوں سے اتفاق نہیں کرتی ہو۔“

بھیم دیو کے ان الفاظ کے جواب میں راج کنول نے ایسے ردعمل کا اظہار کیا جیسے وہ چونک اٹھی ہو ایک گہری نگاہ اس نے بھیم دیو پر ڈالی پھر کہنے لگی۔

”مجھے کمار دیوی کے ارادوں سے تو کوئی اختلاف نہیں ہے وہ ایبک کو پسند کرتی ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس لئے کہ وہ پہلے بھی ایبک سے ٹوٹ کر پیار کر چکی ہے لیکن دونوں میں غلط فہمی کی بناء پر نفرت اور بیگانگی کی خلیج حائل ہوگئی ہے اب اگر حالات کی چکی میں پسنے کے بعد کمار دیوی پھر ایبک کی طرف راغب ہوئی ہے رجوع کر چکی ہے مجھے اس کے ان ارادوں سے تو خوشی ہے اب یہاں راج محل کی زندگی میں بھی کوئی کشش نہیں رہ گئی وہ اب اپنا گھر آباد کر لے تو اسی میں ہمارا سکون ہے لیکن ساتھ ہی مجھے اپنے سامنے دو طرح کے خدشات بھی دکھائی دیتے ہیں۔“

بھیم دیو نے چونک کر پوچھ لیا۔

”کیسے خدشات؟“

راج کنول نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

”پہلے کو تو خدشہ کم اور نا آسودگی زیادہ کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ اگر میری بیٹی ادہ کر چکی ہے کہ وہ مسلمانوں کے لشکر میں منتقل ہو جائے گی تو میرے لئے اس میں ئی قباحت تو نہیں نا آسودگی یہ ہے کہ میری بیٹی اتنا عرصہ مجھ سے جدا رہی اور اب رف چند دن میرے پاس رہنے کے بعد پھر مجھ سے دور ہو جائے گی۔

دوسرا خدشہ جو میرے لئے روح کا عذاب بن سکتا ہے وہ یہ ہے کہ کمار دیوی اگر لمانوں کے لشکر میں رہتے ہوئے ایبک کو اپنی طرف مائل کرتی ہے اسے راضی کرنے کوشش کرتی ہے اس کے دل میں اپنی پہلی محبت بحال کرنے کی جدوجہد کرتی ہے وہ میں کامیاب ہو جاتی ہے تو پھر میرے لئے خوشیاں ہی خوشیاں ہیں۔ اگر وہ اس کامیاب نہیں ہوتی تو آپ یہ بھی سوچیں کہ کیا اس کی ناکامی ہمارے لئے اندیشے اندیشے نہ لے کر آئے گی۔ اگر ایبک اس سے راضی نہیں ہوتا اسے اپنی زندگی کا ساتھی نے پر تیار نہیں ہوتا تو وہ پھر ایبک سے علیحدہ رہتے ہوئے کیسے لشکر میں دن گزارے ۔“

راج کنول جب خاموش ہوئی تب بھیم دیو پھر بول اٹھا۔

”راج کنول! جن خدشات کا تم نے اظہار کیا ہے راج محل کی طرف آتے ہوئے خدشات کا اظہار کمار دیوی سے کیا تھا لیکن کمار دیوی نے ان خدشات کو جھٹلا دیا ۔ اس کا کہنا تھا کہ میں لشکر میں شامل ہو کر ....“

بھیم دیو اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لئے کہ بیچ میں راج کنول بول اٹھی تھی:

”پر وہ مسلمانوں کے لشکر میں رہے گی کیسے؟ اتنے مردوں کے بیچ میں اکیلی لڑکی گزر و بسر کرے گی؟“

بھیم دیو کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

”مسلمانوں کے لشکر میں کمار دیوی اکیلی نہیں ہوگی مسلمانوں کی عورتیں بھی لشکر ثامل ہیں اور کمار دیوی ان سے مل بھی چکی ہے۔ راج کنول تم نے میری بات بیچ اٹ دی میں کہہ رہا تھا کہ جن خدشات کا اظہار تم نے کیا ہے ایسے ہی خدشات نے بھی کمار دیوی کے سامنے کئے تھے اس کا جواب کمار دیوی نے مجھے یہ دیا تھا کہ

پہلے تو وہ اپنے طور پر لشکر میں رہتے ہوئے ایبہ کو راضی کرنے اور اس سے صلح کرنے کی کوشش کرے گی۔ کمار دیوی کا کہنا ہے کہ اگر ایسا ہوگیا تو پھر وہ ایبہ سے شادی کرلے گی۔ اور پھر اس کی بیوی کی حیثیت سے اس کے ساتھ رہے گی۔

اس موقع پر میں نے اپنی بیٹی سے یہ بھی سوال کیا تھا کہ اگر وہ ایبہ کو رضامند نہ کرسکی اس کے دل میں اپنی پرانی محبت کو نہ جگا سکی تو پھر کیا کرے گی؟

تب بھی کمار دیوی نے ہار نہیں مانی اس کا کہنا تھا کہ اگر اس کی ساری کوششیں ناکام ہوگئیں اور ایبہ کسی بھی صورت اس سے راضی نہ ہوا تو پھر وہ سلطان شہاب الدین غوری کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا معاملہ اس کے سامنے پیش کرے گی اور کمار دیوی کو پکی امید ہے کہ سلطان شہاب الدین اس کا یہ مسئلہ حل کرا دیں گے۔ اب بولو تم کیا کہتی ہو؟''

بھیم دیو کی اس گفتگو کے جواب میں راج کنول کچھ کہنا چاہتی تھی کہ بھیم دیو ایک بار پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا۔

''ویسے تم اس کی ماں ہو جو باتیں وہ تمہارے سامنے کہہ سکتی ہے ہم سے نہیں کہہ سکتی۔ ایک بار تم بھی اس موضوع پر اس سے گفتگو کرلو تاکہ تمہارا من بھی اس کی طرف سے مطمئن ہو جائے میں اور رام دیو اتنی دیر تک مسلمانوں کے امیر قطب الدین ایبک کی طرف جاتے ہیں اور اسے بتاتے ہیں کہ وہ جب چاہیں شہر میں داخل ہو جائیں کوئی ان کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھائے گا۔ راج کنول تمہاری طرف آنے سے پہلے شہر میں شکست خوردہ جو لشکری تھے انہیں سمجھا دیا ہے کہ وہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ اگر ان میں سے کسی نے ہتھیار اٹھانے کی کوشش کی تو مسلمان اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے اس بناء پر ہم دونوں باپ بیٹا ایک بار پھر قطب الدین کی طرف جاتے ہیں اور اسے اطلاع دیتے ہیں کہ شہر کے اندر بالکل سکون ہے۔ لوگ اطاعت اور فرمانبرداری پر آمادہ ہیں وہ جب چاہیں شہر میں داخل ہوکر شہر کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ جاتے جاتے میں شہر پناہ کے دروازے کے کچھ محافظوں کو بھیجوں گا کہ وہ نہر والا کے قلعہ کے سارے دروازے بھی کھول دیں اس کے ساتھ ہی بھیم دیو اور رام دیو دونوں باپ بیٹا اٹھ کھڑے ہوئے اور راج محل کے اس کمرے سے وہ نکل گئے تھے۔

ان کے جانے کے تھوڑی دیر بعد اس کمرے میں کمار دیوی داخل ہوئی اندر آتے ہی اس نے کسی قدر پریشانی سے راج کنول کو مخاطب کرکے پوچھا۔

''ماتا! یہ پتا جی اور بھائی کدھر چلے گئے ہیں؟''

راج کنول نے اس مسہری پر ہاتھ مارتے ہوئے اسے اپنے قریب آکر بیٹھنے کے ے کہا ساتھ ہی وہ بول اٹھی۔

''بیٹی! وہ دونوں باپ بیٹا مسلمانوں کے لشکر میں گئے ہیں اور قطب الدین ایبک اطلاع کرنا چاہتے ہیں کہ شہر کے اندر کوئی ایسا مسلح جوان نہیں ہے جو دنگا فساد کھڑا ے۔ لہٰذا وہ جب چاہیں شہر میں داخل ہوکر شہر کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے سکتے ''

اس جواب پر کمار دیوی کچھ اداس سی ہوگئی آگے بڑھ کر وہ اپنی ماتا راج کنول پہلو میں بیٹھ گئی کہنے لگی۔

''نہیں مجھے بتا کر جانا چاہئے تھا میں بھی اس موقع پر ان کے ساتھ جاتی۔''

کمار دیوی کے ان الفاظ کا راج کنول نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ سوچتی رہی پھر نگاہوں سے کمار دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

''بیٹا! تمہارے پتا جی نے تمہارے متعلق مجھے ساری تفصیل بتا دی ہے وہ کہہ ے تھے کہ تم یہاں سے نکل کر مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو جاؤ گی اور ایبہ کو حاصل نے کی کوشش کرو گی۔''

راج کنول جب خاموش ہوئی تب ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کمار دیوی کہنے لگی۔

''ماتا جی! آپ نے درست سنا ہے ...... ماتا! ایبہ کے ساتھ ہم نے ماضی میں زیادتیاں کی ہیں ہم اسے راکشش، اپرادھی، دوشی اور بانگرو خیال کرتے رہے ...... ی باتوں میں اس کا ٹھٹھہ و مذاق بھی ہم نے اڑایا اور ملازموں کے کمرے میں زنجیر ر بند کر دیا گیا یہ اس کے ساتھ بہت بڑی زیادتی تھی۔ ماتا! وہ برا مانس نہیں ہے نردوش ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی جب خاموش ہوئی تب اندیشوں کا اظہار کرتے ے راج کنول کہنے لگی۔

''پر بیٹا! تم اس کے ساتھ کیسے رہو گی اس سے تو تم نفرت کرنے لگی تھی اس کے ....''

راج کنول اپنی بات مکمل نہ کرسکی اس لئے کہ بیچ میں کمار دیوی بول اٹھی۔

''ماتا! نفرت کرتی تھی یہ ماضی بعید کی بات ہے اب ایبہ میرے لاشعور کے

آئینوں میں، میرے جسم کے سایوں، میری روح کی تپش، میرے لبوں کی مسکراہٹوں، میرے بدن کی کسمساہٹ، میرے دل کے نہاں خانوں میں بستا ہے وہ اب میری پریت کی ضو، میری آنکھوں کا سپنا اور میرے لئے منگل سوتر کی ٹھنڈک ہے۔

ماتا! جس وقت وہ یہاں رہ رہا تھا میں نوعمر تھی اور کچی عمر کی دھند میں میں نے کئی غلط فیصلے کر دیئے تھے۔ میں نے دو گھڑی کی اپنی چاہت سانس بھر کی راحت کی قدر نہ کی اپنے رویے سے ایبہ کے لئے چاندنی کی بارش کو لُو کی لپٹوں میں تبدیل کرتی رہی ماتا اب جب میں ماضی میں اس کے ساتھ اپنے رویے سے متعلق سوچتی ہوں تو دل بیٹھتا ہے کاش جیون کا یہ روگ صرف ایک سپنا ہی ہوتا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی جب رکی تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے راج کنول کہنے لگی۔

"پر بیٹی تم نے راج مندر میں جا کر سوگند کھائی تھی کہ اس وقت تک تم شادی نہیں کرو گی جب تک تم ایبہ کو قتل نہیں کرو گی تو اب تمہاری حالت کی مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہیں اس سے شادی کر کے اور اس کے قریب جا کر اسے نقصان تو نہیں پہنچانا چاہتی ہو۔ اگر بیٹا تمہارے یہ ادارے ہیں تو پھر مسلمانوں کے لشکر میں رہنے سے باز رہو۔ اگر تم اس کو نقصان پہنچاؤ گی تو یاد رکھنا مسلمانوں کے لشکر سے زندہ بچ کر کیسے نکل سکو گی۔"

راج کنول کی اس گفتگو کے جواب میں کمار دیوی سنجیدہ ہو گئی کہنے لگی۔

"ماتا! آپ کس قسم کی گفتگو کر رہی ہیں؟ ایبہ تو اب میرے لئے پوجا کے پھولوں، پریت رنگ موتیوں، چندن کے پودے، تلسی کی ٹہنی سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے اس کے بغیر تو میرا جیون ہی اب ادھورا ہے اس کے بغیر میرے لئے راتیں چاند سے خالی، آئینے بے عکس رہ جائیں گے۔

ماتا! کیا میں آپ کی گفتگو سے یہ اندازہ لگا لوں کہ آپ نہیں چاہتیں کہ میں ایبہ کے قریب جاؤں اس سے معافی مانگوں اسے منانے راضی کرنے کی کوشش کروں۔

اگر آپ نہیں چاہتیں تو میں آپ کا کہا ٹالوں گی نہیں آپ کے پاس رک جاؤں گی پر ایک بات یاد رکھئے گا ایسی حالت میں یہاں اس راج محل کے اندر میں جوگ بروگ میں پاپ کی موجوں کے اندھیروں آدرش کے بھسم شدہ ملبے اور دریا کے کنارے کھڑی ہو کر پیاسی بے کل امیدوں کی سی زندگی بسر کر سکوں گی۔ ماتا! ایبہ سے میری محبت اب لامحدود ہو چکی ہے ان بے انت سموں میں اب ایبہ ہی میرے من آنگن کی

شا ہے ایبہ کو حاصل کرنے کے لئے ماتا میں دھن دولت کے ساگر چھوڑ سکتی ہوں اپنی م بھومی تک کو بھول سکتی ہوں۔ ماتا! تو نے دیکھا ہوگا راجکماریاں اپنا سوئمبر رچا کر نے من کا مول لگاتی ہیں لیکن میں تو اپنی محبت میں ایبہ کے ہاتھوں بے دام ہی بک ی ہوں ماتا! آپ کے روکنے سے ضرور رک جاؤں گی پر یہ یاد رکھئے گا کہ یہاں تے ہوئے ایبہ کے بغیر میری حالت وقت کے جبر تلے تشنہ ہونٹوں گرسنہ نگاہوں اور تی زبان سے بھی زیادہ بدتر ہو کر رہے گی اب بولیں آپ کیا فیصلہ کرتی ہیں؟ آپ ری ماتا ہیں جو بھی فیصلہ کریں گی میں اس پر عمل کروں گی میں آپ کو دکھی نہیں سکھی ھنا چاہتی ہوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی جب رکی تب کچھ دیر تک راج کنول بڑے غور اس کی طرف دیکھتی رہی پھر آگے بڑھ کر اس نے کئی بار کمار دیوی کی پیشانی اس گال اس کا منہ چوما۔ پھر اس کے سرخ گال تھپتھپائے بڑی محبت اور چاہت میں نے لگی:

"بیٹا! تمہاری سوچیں، تمہارے اندازے غلط ہیں میں تمہیں جیون کے کشٹ میں تو ں ڈالنا چاہتی نہ میں یہ چاہتی ہوں کہ میری بیٹی یہاں راج محل میں رہ کر ئیاں برداشت کرتی رہے میں تمہارا سکھ چاہتی ہوں۔ تمہارے سکھ سے ہی ہمارا سکھ تہ ہے اور تمہارے دکھ سے ہی ہمارا دکھ وابستہ ہے اگر تم ایبہ کے ساتھ رہ کر پرسکون ئن رہ سکتی ہو تو تمہارا اطمینان ہمارا اطمینان بن جائے گا۔ میں تمہیں منع نہیں کروں یکن ایک بات ضرور کروں گی۔

میری بیٹی! ایبہ کے ساتھ پہلا جیسا سلوک نہ کرنا جب اس کے ساتھ ملو اس کے گفتگو کرو تو یہ بھول جانا کہ تم راجکماری ہو۔ اس کے ساتھ اب محتاط ہو کر گفتگو کرنا کروں کا سالار ہے اب ہمارے ہاں پڑا ہوا بے بس انسان نہیں ہے اس کے علاوہ ان شہاب الدین غوری کا منظور نظر بھی ہے اس سے متعلق تمہاری غیر موجودگی میں بڑی خبریں ملتی رہی ہیں۔

بیٹی!........."

یہاں تک کہنے کے بعد راج کنول کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹ کراتے ہوئے کمار دیوی کہنے لگی:

"ماتا! آپ بے فکر رہیں میں راجکماری کے دور کو بھول چکی ہوں اور اب پھر میں

راجکماری ہوں بھی نہیں اس لئے کہ یہ شہر مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو چکا ہے اب نہ آپ رانی ہیں نہ پتا جی راجہ نہ رام دیو راج کمار ہے اور نہ میں راجکماری۔ اب ہم نہر والا میں عام لوگوں کی طرح ہیں اس ایبہ اور قطب الدین ایبک کی بڑی مہربانی کہ انہوں نے ہمارے پتا جی اور بھائی کو چھوڑ دیا۔ ہمیں راج محل میں رہنے کی اجازت دے دی۔

ماتا! مسلمانوں کے لشکر میں رہ کر یوں جانیئے گا کہ میں وہاں ایبہ کی داسی کی حیثیت سے رہوں گی۔ اگر وہ مجھ سے راضی ہوگیا تو یاد رکھئے گا اس کی آسائش و آرام کی ہر خوشی کا خیال رکھوں گی اس کے سارے کام ایک داسی بن کر کروں گی بے فکر رہیں۔''

کمار دیوی کی اس گفتگو سے راج کنول مطمئن ہوگئی تھی اس لئے کہ وہ مسکرا رہی تھی پھر اپنی جگہ پر اٹھی کمار دیوی کا ہاتھ اس نے تھاما پھر کہنے لگی:

''میرے ساتھ آؤ تم بھوک محسوس کر رہی ہو گی میں پہلے تمہیں کھانا کھلاتی ہوں اس کے بعد پھر یہیں آ کر بیٹھ کر باتیں کرتی ہیں۔''

کمار دیوی اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر اپنی ماتا کے ساتھ اس کمرے سے نکل گئی۔

دوسری طرف بھیم دیو اور رام دیو دونوں باپ بیٹا مسلمانوں کے لشکر میں گئے وہاں انہوں نے قطب الدین ایبک اور ایبہ کو شہر کے حالات سے آگاہ کیا اس پر قطب الدین ایبک اور ایبہ نے اپنے لشکر کا آدھا حصہ تو پڑاؤ ہی میں رکھا اور آدھے لشکر کو لے کر وہ شہر میں داخل ہوئے۔ شہر میں بالکل سکون اور خاموشی تھی سب سے پہلے شہر کے قلعے پر قبضہ کیا گیا۔ شہر کا نظم و نسق اپنے طور پر انہوں نے استوار کیا شہر کے اندر ایک حاکم اور ایک قلعہ دار مقرر کیا چند روز مزید دونوں نے نہر والا میں قیام کیا اس کے بعد اپنے لشکر کو لے کر وہ نہر والا سے شمال کی طرف روانہ ہوگئے تھے۔ راجکماری کمار دیوی بھی ان کے لشکر میں شامل ہو چکی تھی۔

قطب الدین ایبک اور ایبہ اپنے لشکر کے ساتھ اس شاہراہ پر سفر کر رہے تھے جو رتلام اور چیتل سے ہوتی ہوئی گوالیار اور وہاں سے اپنا رخ بدلتے ہوئے دھول پور، متھرا اور وہاں سے ہوتی ہوئی دہلی کی طرف نکل گئی تھی۔

جس وقت وہ چیتل اور اجین کے درمیان کھلے اور وسیع میدانوں کے اندر سفر کر رہے تھے اس وقت سورج غروب ہونے کے لئے جھک رہا تھا۔ اس موقع پر قطب الدین نے اپنے لشکر کو روک دیا اور ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

''ایبہ میرے بھائی! یہاں لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لینا چاہئے۔''

ایبہ نے قطب الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا پھر بلند آواز میں قطب الدین نے اپنے لشکر کو وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

جس وقت پڑاؤ قائم کیا جا رہا تھا اور قطب الدین ایبک اور ایبہ اپنے گھوڑوں سے اتر کر پڑاؤ کا جائزہ لے رہے تھے۔ جنوب مشرق کی طرف سے کچھ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے جب وہ ان دونوں کے نزدیک آئے تو وہ پہچان گئے وہ ان کے مخبر تھے قریب آ کر وہ اپنے گھوڑوں سے اترے سب سے پہلے قطب الدین ایبک نے انہیں مخاطب کیا۔

''میرے عزیزو! لگتا ہے تم ہمارے لئے کوئی خبر لے کر آئے ہو اب خدا بہتر جانتا ہے خبر اچھی ہے یا بری؟''

آنے والوں میں سے ایک نے قطب الدین ایبک کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''امیر! اب تک جہاں جہاں بھی راجپوتوں کو شکست ہوئی ہے وہاں وہاں سے سب راجپوت سمٹ کر اس وقت دو جگہ جمع ہو چکے ہیں ان کا ایک بہت بڑا لشکر اس وقت کالنجر میں جمع ہے دوسرا اس وقت بدایوں شہر میں مقیم ہے اور وہاں اپنی قلعہ بندیاں

مضبوط اور مستحکم کر کے مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہونے کی تیاریاں کر رہا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر رکا پھر اپنے اندیشوں کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"امیر محترم! اگر کالنجر اور بدایوں میں اپنی قوت کو بڑھانے والے راجپوتوں پر بروقت ضرب نہ لگائی تو یہ مزید طاقت وقوت پکڑ سکتے ہیں۔ تھانیسر سے لے کر بنارس تک جو جگہ جگہ شکست خوردہ راجپوت بکھرے ہوئے ہیں اور سرگرداں ہیں وہ کالنجر اور بدایوں کا رخ کر رہے ہیں اس طرح دن بدن ان لوگوں کی طاقت وقوت میں اضافہ ہوتا جائے گا اگر بروقت کالنجر اور بدایوں پر ضرب لگا دی جائے تو پھر آنے والے دور میں میرے خیال میں راجپوتوں کو کبھی مسلمانوں کے خلاف سر اٹھانے کی جرأت اور جسارت نہیں ہوگی۔"

آنے والا مخبر جب خاموش ہوا تب سوالیہ سے انداز میں ایبہ کی طرف دیکھتے ہوئے قطب الدین کہنے لگا۔

"ایبہ میرے بھائی! راستے میں تم مجھے کہہ رہے تھے کہ ہمیں جلد از جلد سفر کرتے ہوئے دہلی کا رخ کرنا چاہئے اب بولو دہلی کا رخ کرنا ہے یا کسی اور سمت کا؟"

جواب میں ایبہ مسکرایا کہنے لگا۔

"دہلی کو تو فی الحال بھول جائیے یہاں لشکری پڑاؤ کر رہے ہیں تو لشکر کو صرف ایک شب آرام کرنے کا موقع دیتے ہیں کل یہاں سے کالنجر کی طرف کوچ کریں گے۔ پہلے کالنجر پر حملہ آور ہوں گے اس کے بعد بدایوں کا رخ کریں گے۔ میں جانتا ہوں کالنجر ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ ہے اور اسے فتح کرنے کے لئے ہمیں اپنی پوری طاقت وقوت سے کام لینا پڑے گا بہر حال کالنجر میں جمع ہونے والے راجپوتوں کے لشکر کو کھلا نہیں چھوڑیں گے۔"

ایبہ کی گفتگو کا جواب قطب الدین ایبک دینا ہی چاہتا تھا کہ رک گیا۔ اس لئے کہ وہ اپنے سامنے دیکھنے لگا تھا جس طرف ایبہ کی پیٹھ تھی۔ سامنے سے راجکماری کمار دیوی ان دونوں کی طرف آ رہی تھی۔ ایبہ نے جب اندازہ لگایا کہ قطب الدین ایبک اس کے پیچھے کسی کی طرف غور سے دیکھ رہا ہے تب وہ ٹھٹھکا جب اس نے مڑ کر دیکھا تو کمار دیوی آ رہی تھی۔ ایبہ نے اپنا گھوڑا وہیں کھڑے رہنے دیا اور قطب الدین ایبک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بھائی! یہیں رہیں میں ذرا دیکھتا ہوں کہ لشکری کس ترتیب اور نظام میں پڑاؤ قائم کر رہے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی قطب الدین ایبک کا انتظار کئے بغیر ایبہ مڑا اور مخالف سمت چل دیا۔ جب وہ کمار دیوی کے پاس سے گزرنے لگا تب کمار دیوی رکی انتہائی پیار و مٹھاس اور شیریں لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"ایبہ! ذرا رکیں میں آپ سے کچھ کہنے کے لئے آئی ہوں اور آپ جا رہے ہیں۔"

ایبہ اس کے پاس سے گزر گیا اور دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔

"لشکری پڑاؤ کر رہے ہیں اور میں ان کی نگرانی کرنے لگا ہوں تم نے جو کچھ کہنا ہے قطب الدین ایبک سے کہہ لو۔"

کمار دیوی بیچاری مایوس سی ہو گئی تھی آگے بڑھی قطب الدین ایبک کے پاس آن کھڑی ہوئی۔ قطب الدین ایبک نے اس کے چہرے کا اندازہ لگاتے ہوئے اس کی ڈھارس اور تسلی کے لئے کہنا شروع کیا۔

"میری بہن! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میرا اندازہ ہے کہ یقیناً تم نے ایبہ کو روکنے کی کوشش کی ہوگی وہ نہیں رکا۔ لشکر میں شامل ہونے کے بعد یہ تم دونوں کی پہلی ملاقات ہے۔ خداوند نے چاہا تو بہت جلد تم دونوں کے حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ پر میری بہن ایک بات یاد رکھنا ہمت نہ ہارنا۔"

کمار دیوی مسکرائی کہنے لگی۔

"بھائی میں ہمت نہیں ہارنے والی۔ ہمت ہارنے والی ہوتی تو یوں اکیلی آپ کے لشکر میں شامل نہ ہو جاتی۔"

قطب الدین ایبک کمار دیوی کے ان الفاظ کا جواب دینا چاہتا تھا پر اسے رک جانا پڑا اس لئے کہ کچھ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے تھے۔ وہ اس جگہ آئے جہاں اس وقت قطب الدین ایبک اور کمار دیوی کھڑے ہوئے تھے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کمار دیوی دنگ رہ گئی۔ اس لئے کہ ان آنے والے سواروں کے اندر دیو داس اور سنگ رام بھی تھے اور ان کے دونوں ہاتھ ان کی پشت پر بندھے ہوئے تھے ان دونوں کو اس حالت میں دیکھ کر کمار دیوی کی خوشی اور اس کے اطمینان کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس موقع پر اس نے قطب الدین کی طرف دیکھا پھر بے پناہ خوشی کا اظہار

کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''امیر! میری زندگی کے سب سے بڑے دو مجرم گرفتار ہو گئے ہیں میں سمجھتی ہوں یہ میرے لئے بے انتہاء خوشی کا دن ہے یہ سامنے جو دو گھوڑوں پر بیٹھے ہیں اور جن کے ہاتھ پشت پر بندھے ہیں ان میں سے آگے والا دیو داس اور پچھلا اس کا ماموں زاد سنگ رام ہے انہوں ہی نے مجھے اچ کے تہوار سے اغواء کیا تھا۔''

اتنی دیر تک آنے والے گھڑسوار اپنے گھوڑوں سے اتر کر قریب آئے پہلے انہوں نے باری باری بڑی ارادت مندی اور عقیدت کے ساتھ قطب الدین ایبک سے مصافحہ کیا پھر ان کا سرخیل قطب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! یہ جو دو نوجوان گھوڑوں پر بیٹھے ہیں یہ دیو داس اور سنگ رام ہیں انہوں نے ہی ہماری بہن کمار دیوی کو اچ کے تہوار سے اغوا کیا تھا اور انہیں گرفتار کرنے کے لئے ہمیں ایبہ نے روانہ کیا تھا انہوں نے ہمیں بڑا تنگ کیا۔ انہیں لانے میں تاخیر اس لئے ہوئی کہ پہلی بار ہم نے انہیں ریواڑی کے قریب گرفتار کیا پر یہ دونوں ہمیں چکمہ دے کر بھاگ گئے۔ جگہ جگہ بھاگتے پھرے ہم بھی ان کا کھوج لگاتے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے رہے آخر ہم نے انہیں اچ سے جا پکڑا یہ وہاں اوشا دیوی کے مندر کے اندر چھپے ہوئے تھے بہر حال امیر ایبہ نے جو کچھ مخبر مقرر کئے تھے وہ ان کی تاک میں تھے اور انہوں نے ہی ہماری رہنمائی کی اور آج ہم انہیں گرفتار کر کے لے آئے ہیں۔''

قطب الدین ایبک نے کچھ سوچا پھر آنے والے ان جوانوں کے سرخیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تھوڑی دیر رکو پڑاؤ قائم کیا جا رہا ہے جونہی خیمے نصب ہو جاتے ہیں اور ایبہ اپنے خیمے میں منتقل ہوتا ہے تم ان دونوں کو اس کے خیمے میں اس کے سامنے پیش کر دینا اب ان دونوں کی سزا وہی تجویز کرے گا اس لئے کہ اسی نے ان دونوں کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اب تم پڑاؤ کی طرف جاؤ سیدھے ایبہ کی طرف نہ جانا ایبہ کے پاس دونوں کو اس وقت لے کر جانا جب خیمے نصب ہو جائیں اور وہ خیمے میں منتقل ہو جائے۔''

قطب الدین ایبک کے کہنے پر وہ لشکری دیو داس اور سنگ رام کو لے کر وہاں سے ہٹ گئے تھے ان کے جانے کے بعد قطب الدین ایبک نے کمار دیوی کو مخاطب کیا۔

''میری بہن! سب سے پہلے تو میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں کہ تمہیں اغواء نے کے والے دونوں مجرم پکڑے گئے ہیں۔ اب میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ تم ان دونوں مجرموں کو جو لشکری گرفتار کر کے لائے ان کے ساتھ رہو جب یہ ان ں کو ایبہ کے خیمے میں لے کر جائیں گے تو تم خیمے سے باہر کھڑی رہ کر سننا کہ ایبہ کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے گفتگو سے تم اندازہ لگانے میں کامیاب ہو جاؤ گی کہ کے دل میں تمہاری کس قدر محبت کس قدر عزت اور احترام ہے کیا میں نے سچ کہا ۔''

جواب میں کمار دیوی مسکرائی کہنے لگی۔

''امیر! میں بھی یہی چاہتی تھی۔ اب آپ اجازت دیں تو میں جاؤں۔''

قطب الدین منہ سے کچھ نہ بولا جب مسکراتے ہوئے اس نے اثبات میں گردن ئی تو کمار دیوی وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

جب پڑاؤ کے خیمے نصب کر دیئے گئے ایک طرف لشکر کے لئے کھانا تیار ہونا ع ہو گیا ایبہ اپنے خیمے میں داخل ہوا خیمے میں آ کر وہ تھوڑی دیر بیٹھا تھا کہ اپنے لشکریوں کو اس نے دیو داس اور سنگ رام کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا تھا ان کا براہ خیمے میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہی چونکنے کے انداز میں ایبہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا آگے بڑھ کر اس سے پرجوش مصافحہ کیا پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور اسے ب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ آنے والے اس چھوٹے سالار نے ایبہ کو مخاطب ا۔

''امیر! جس کام کے لئے آپ نے ہمیں روانہ کیا تھا اس کی ہم تکمیل کر چکے ہیں ے سارے ساتھی اس وقت آپ کے خیمے کے باہر کھڑے ہیں اور ہم اپنے ساتھ دیوی کو اغواء کرنے والے دیو داس اور سنگ رام کو بھی لے کر آئے ہیں۔ اگر آپ م دیں تو میں انہیں خیمے میں لے کر آؤں۔''

ایبہ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا:

''ان ظالم کے بچوں کو ذرا اندر لاؤ میں دیکھوں ان کی شکلیں کیسی ہیں؟''

وہ سالار باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد وہ دیو داس اور سنگ رام دونوں کو خیمے کے لے کر آیا دونوں کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اس موقع پر کمار دیوی بھی

خیمے سے باہر ان مسلح جوانوں کے قریب آن کھڑی ہوئی تھی جو دیو داس اور سنگ رام کو پکڑ کر لائے تھے۔

ان دونوں کو جب ایبہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اپنے چھوٹے سالار کو مخاطب کر کے ایبہ کہنے لگا۔

''ذرا ان دونوں کے پشت پر بندھے ہوئے ہاتھ کھول دو میں دیکھوں تو یہ کتنے بلوان ہیں۔''

اس سالار نے آگے بڑھ کر دونوں کے ہاتھ کھول دیئے اور وہ ایبہ کے سامنے کھڑے ہو کر دونوں اپنے ہاتھوں اور کلائیوں کو مسلنے لگے تھے۔

ایبہ کچھ دیر تک انہیں بڑے غور اور کھا جانے والے انداز میں دیکھتا رہا پھر اپنے چھوٹے سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ان میں سے دیو داس کون ہے؟ سنگ رام کون؟''

ایبہ کے اس سوال پر وہ بول اٹھا۔

''امیر! جو دائیں جانب ہے وہ دیو داس ہے بائیں طرف والا سنگ رام ہے۔''

ایبہ آگے بڑھا پہلے وہ دیوداس کے سامنے آن کھڑا ہوا اور اس قدر قہر بھرے انداز میں دیو داس کی طرف دیکھا کہ دیو داس اس کے دیکھنے کے انداز کی تاب نہ لا سکا اس نے نگاہیں جھکا لیں تھیں ایبہ نے اپنا ہاتھ اس کی تھوڑی کے نیچے رکھا اس کا چہرہ اوپر اٹھایا پھر انتہائی غضب آلود آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میری طرف دیکھو! میرا نام ایبہ ہے برے کام بھی کرتے ہو شرماتے بھی ہو ...... یہ کہو کہ تمہیں کیسے جرأت اور جسارت ہوئی کہ تم کسی کی بیٹی کو تہوار سے اٹھا کر اپنے ہاں لے جاؤ اور اسے قیدی کی حیثیت سے اپنے ہاں رکھو۔

دیکھو! یہ جو تمہارے ساتھ تمہارا ماموں زاد ہے اس سے تو میں بعد میں بات کروں گا پہلے یہ کہو کہ تمہارے اس ماموں زاد کی کوئی بہن بھی ہے اور اس کی ماں کہاں ہے......؟''

دیوداس نے چور نگاہوں سے سنگ رام کی طرف دیکھا پھر ایبہ کی طرف دیکھتے ہوئے خوفزدہ انداز میں کہنے لگا۔

''یہ ماں باپ کا اکیلا ہے بہن اس کی کوئی نہیں اور ماں اس کی مر چکی ہے ایک باپ ہی باپ ہے۔''

تلخ انداز میں ایبہ نے سنگ رام کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''چلو یہ تو ماں بہن کے رشتے سے آزاد ہے اسے تو بہن کے رشتے کی نہ قدر ہوگی نہ احترام لیکن تمہاری تو بہن تھی ذرا یہ سوچ کر بتاؤ کہ اگر کوئی تمہاری بہن کو اس طرح اٹھا کر لے جاتا جس طرح تم نے کمار دیوی کو اچ سے اٹھا لیا تھا تو پھر تم پر کیا گزرتی؟''

ایبہ کے اس سوال کا دیو داس نے کوئی جواب نہ دیا چپ رہا ایبہ اسے گھورتا رہا ب وہ پھر بھی نہ بولا تب ایبہ کا ہاتھ اٹھا اور اس نے ایسا زوردار طمانچہ دیوداس کے نہ پر مارا کہ دیو داس لڑھکنیاں کھاتا ہوا دور جا گرا تھا ساتھ ہی انتہائی غصے اور غضبناکی ں ایبہ دھاڑا تھا۔

''شیطان کے بچے ...... تمہیں جرأت اور جسارت کیسے ہوئی کہ تم کسی کی بیٹی کو اٹھا کر اسے حبس بے جا میں رکھو......؟''

اس کے بعد ایبہ پر جنون سوار ہو گیا تھا آگے بڑھا اور اس نے پاؤں کی ٹھوکروں ر گھونسوں کی دیو داس پر بارش کر دی تھی۔ دیو داس بری طرح چیخنے چلانے اور آہ و اری کرنے لگا تھا۔

دیو داس چیختا رہا اور ایبہ بری طرح اسے پیٹتا رہا یہاں تک کہ دیوداس بے سدھ ا ہو کر اور بازو پھیلا کر زمین پر لیٹ گیا تھا۔

اسے چھوڑ کر اب ایبہ سنگ رام کے سامنے آیا۔ سنگ رام کا چہرہ اس وقت ہلدی گیا ہوا تھا اور وہ زمین کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ایبہ غرایا'' زمین کی طرف نہیں میری طرف دیکھو جس وقت تم نے کمار دیوی کو ا کیا تھا کیا اس وقت بھی تم زمین کی طرف دیکھ رہے تھے اب زمین کی طرف دیکھنے ے کیا حاصل؟''

سنگ رام جب لگاتار زمین کی طرف دیکھتا رہا تب دیو داس ہی کی طرح ایبہ کا ھ اٹھا اور اس کے منہ پر اس زور کا طمانچہ پڑا کہ وہ بھی لڑھکنیاں کھاتا ہوا زمین پر گر یا تھا اس کے بعد دیو داس ہی کے انداز میں ایبہ اسے بھی پیٹنے اور مارنے لگا تھا اور ک رام آہ وزاری کرتے ہوئے معافی بھی مانگتا جا رہا تھا۔

جب سنگ رام کو بھی مار مار کر ایبہ نے ادھ موا کر دیا تب ایبہ اپنے اس چھوٹے لار کے پاس آیا جو ان دونوں کو لے کر آیا تھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"دیکھو! ان دونوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ ان کے کیے کی جس قدر میں سزا دے سکتا تھا وہ میں نے انہیں وے دی ہے ...... پہلے ان دونوں کو کمار دیوی کے پاس لے جاؤ ...... کمار دیوی اس وقت ہمارے لشکر میں شامل ہے ...... تم ایسا کرو ان دونوں کو باہر لے جاؤ یا تو سیدھے امیر قطب الدین کے پاس چلے جاؤ ...... ان دونوں کو بھی ساتھ لے جاؤ۔"

اس موقع پر وہ سالار بول اٹھا۔

"امیر! ان دونوں کو پہلے ہم قطب الدین ہی کے پاس لے گئے تھے اور انہوں نے آپ کی طرف بھجوایا ہے۔"

جواب میں ایبہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"لیکن اب جو کچھ میں کہتا ہوں اس کے مطابق کرو ...... ان دونوں کو قطب الدین ایبک کے پاس لے جاؤ میری طرف سے امیر کو کہنا کہ وہ راجکماری کو بھی اپنے پاس بلا لے ان دنوں کی قسمت کا فیصلہ خود راجکماری کمار دیوی کرے گی۔ امیر قطب الدین کے سامنے ان دونوں کو کمار دیوی کے ساتھ پیش کر دینا۔ مجھے امید ہے کہ وہ انہیں معاف نہیں کرے گی ان کے سر قلم کر کے رہے گی بہر حال یہ سارا معاملہ اس کی صوابدید پر میں چھوڑتا ہوں بس ان دونوں کو لے جاؤ۔"

کمار دیوی ایبہ کے اس رویے ان دونوں کو مارنے اور اس کی طرف داری کرنے پر بیچاری خیمے کے باہر کھڑی رو رہی تھی۔ جب وہ سالار دیو داس اور سنگ رام کو خیمے سے باہر لے گیا تب کمار دیوی تقریباً بھاگتی ہوئی اور روتی ہوئی خیمے میں داخل ہوئی اور آتے ہی وہ ایبہ کے پاؤں پر گر گئی تھی ایبہ دنگ رہ گیا تھا وہ امید بھی نہیں رکھتا تھا کہ اس موقع پر کمار دیوی بھی خیمے میں داخل ہوگی اور قدموں پر آ پڑے گی۔ اب ایبہ عجیب سی حالت میں تھا کہ کمار دیوی اس کے قدموں پر گر کر اس کی دونوں ٹانگوں سے لپٹ گئی تھی اس کے بعد ہچکیوں اور سسکیوں میں کمار دیوی ایبہ کو مخاطب کر کے کہہ رہی تھی:

"آپ نے دیو داس اور سنگ رام کو اس طرح مار کر ثابت کر دیا ہے کہ فضاؤں کی ان نیلگوں وسعتوں اور فنا کی بے کراں غاروں کے اندر میں تنہا اور اکیلی نہیں ہوں۔ شیطانوں کے خونی رقص و بدقسمتی کے آتش فشانی دہانوں اور جیون کے گرم تپتے آنگنوں میں کوئی میرا انتقام لینے والا بھی ہے اور مجھ سے زیادتی کرنے والوں سے نمٹنے والا بھی ہے۔"

اس موقع پر ایبہ نے راجکماری کمار دیوی سے اپنی ٹانگیں چھڑائیں لیکن کمار دیوی
قدر سختی سے اور شدید گرفت کے ساتھ اس کی ٹانگوں سے لپٹی ہوئی تھی کہ ایبہ پیچھے نہ
ہ سکا۔ ایک موقع پر اس نے نیچے جھک کر کمار دیوی کو اس کے بازوؤں سے پکڑ کر
اوپر اٹھانا چاہا لیکن تھوڑا سا جھکنے کے بعد کچھ سوچتے ہوئے پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا
ی قدر بیگانہ سے انداز میں راجکماری کمار دیوی کو وہ مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
"کمار دیوی! یہ کیا حرکت ہے؟ جب کوئی دیکھے گا کہ تم اکیلی اس وقت میرے
یں میری ٹانگوں کو جکڑے کھڑی ہو تو لوگ کیا سوچیں گے؟"
کمار دیوی اسی طرح ایبہ کی ٹانگوں سے لپٹی رہی اور اپنے آپ کو کسی قدر
لتے ہوئے کہنے لگی۔
"جو کوئی کچھ سوچتا ہے سوچتا رہے جہنم میں جائے اس کی مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے
ں وقت تک آپ کی ٹانگیں نہیں چھوڑوں گی جس وقت تک آپ یہ نہیں کہیں گے
پ مجھ سے ناراض نہیں ہیں نہ ہی مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔
ایبہ نے دونوں ٹانگیں کھول کر اس کی گرفت سے آزاد ہونا چاہا لیکن کمار دیوی
پنی گرفت میں اور زیادہ مضبوطی کر لی۔ اس پر ایبہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔
"دیکھو کمار دیوی یہ بہت بری حرکت ہے اس موقع پر میں یہ جملہ کہہ بھی دوں گا
ری ذات پر کیا اثر پڑے گا؟"
"آپ اس کو چھوڑیں میری ذات پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ آپ کے اس جملے
ری ذات کے لئے ایک انقلاب بھی برپا ہو سکتا ہے بہرحال جب تک آپ یہ
ں کہیں گے اس وقت تک میں آپ کی ٹانگیں نہیں چھوڑوں گی۔ بھلے آپ ناراض
اگر آپ مجھ سے اسی قدر تنگ ہیں تو ایسا کریں اپنی تلوار بے نیام کریں اور مجھ
یں اور میری گردن کاٹ دیں اس لئے کہ میں اب زندہ بھی نہیں رہنا چاہتی اور
ے تو میں پہلے یہ تنگ آ چکی ہوں۔"
کمار دیوی کے ان الفاظ نے ایبہ کو کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا آخر کسی قدر نرم
ں وہ کمار دیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"دیکھو کمار دیوی! میرے لشکری دیو داس اور سنگ رام کو امیر قطب الدین ایبک
ں لے کر گئے ہیں تم بھی وہاں جاؤ اس لئے کہ جب قطب الدین ایبک ان کے
تجویز کرے تو اس موقع پر تمہارا وہاں موجود ہونا ضروری ہے اس لئے کہ جو سزا

تم کہو گی وہی سزا قطب الدین ایبک انہیں دے گا اب اپنی جگہ سے اٹھو اور امیر قطب الدین کے پاس جاؤ چلو جاؤ اب دیر نہ کرو۔ اچھا میں تم سے کہتا ہوں کہ میں تم سے نفرت نہیں کرتا۔"

ایبہ کے یہ جملے ادا کرنے کے بعد کمار دیوی نے ایبہ کی ٹانگیں چھوڑ دیں اٹھ کھڑی ہوئی اپنا لباس درست کیا تھوڑی دیر تک بڑے غور اور عجیب سی کسمپرسی میں وہ ایبہ کی طرف دیکھتی رہی پھر منت کرنے گڑگڑانے کے انداز میں وہ ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"آپ بھی میرے ساتھ امیر کے پاس چلیں اس لئے کہ ان دونوں اوباشوں کو جس وقت سزا مل رہی ہو آپ کا بھی وہاں موجود رہنا ضروری ہے۔"

کمار دیوی جب خاموش ہوئی تب کسی قدر بیگانگی کا اظہار کرتے ہوئے ایبہ کہنے لگا۔

"دیکھو کمار دیوی! اب زیادہ پھیلتی نہ جاؤ تم نے جو جملہ ادا کرنے کے لئے کہا تھا وہ میں نے ادا کر دیا ہے اب مزید مجھے کچھ نہ کہنا میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم فوراً امیر قطب الدین کے پاس چلی جاؤ۔"

ایبہ کا مزاج چونکہ برہم ہونا شروع ہو گیا تھا لہٰذا کمار دیوی نے کچھ سوچا بیچاری گردن جھکاتی ہوئی خیمے سے نکل گئی تھی اسی حالت میں اداس اور افسردہ وہ جب قطب الدین ایبک کے پاس گئی تو اس وقت قطب الدین ایبک کے سامنے دیو داس اور سنگ رام کھڑے ہوئے تھے ایبہ کے وہ لشکری جو انہیں پکڑ کر لائے تھے وہ بھی ان کے گرد ایک حلقہ بنائے کھڑے تھے۔ کمار دیوی جب ان کے قریب گئی جب قطب الدین ایبک نے اسے مخاطب کیا۔

"میری بہن! یہ تیرے دونوں مجرم اس وقت یہاں تیرے سامنے کھڑے ہیں بول تو ان دونوں کے لئے کیا سزا تجویز کرتی ہے؟"

اس موقع پر کمار دیوی مزید قطب الدین ایبک کے قریب ہوئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"امیر! اگر آپ برا نہ مانیں تو ایبہ کو بھی یہاں بلوایئے میں چاہتی ہوں کہ ان کی موجودگی میں ان دونوں کو سزا دی جائے۔"

قطب الدین نے تیز نگاہوں سے کمار دیوی کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

"کیا تم ایبہ سے مل کر نہیں آ رہی ہو۔"

"امیر میں ان سے مل کر تو آ رہی ہوں میں نے ان کی منت بھی کی کہ میرے ساتھ آئیں لیکن انہوں نے میرے ساتھ آنے سے صاف انکار کر دیا ہے اب اگر آپ بلائیں گے تو آ جائیں گے۔"

قطب الدین مسکرایا پھر اپنے قریب کھڑے سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جاؤ! ایبہ کے پاس جاؤ! میرا کہنا کہ وہ یہاں آئے"

وہ سالار چلا گیا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اس کے ساتھ ایبہ بھی تھا۔ ایبہ قطب الدین ایبک کے ساتھ آن کھڑا ہوا جبکہ کمار دیوی جس جگہ کھڑی تھی وہاں سے ہٹ کر وہ ایبہ کے پہلو میں آن کھڑی ہوئی تھی۔ قطب الدین نے ایبہ کی طرف دیکھتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا۔

"ایبہ! اب بولو ان دونوں کو کیا سزا دینی ہے؟"

ایبہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"امیر! بات یہ ہے کہ ان دونوں کے لئے سزا کمار دیوی کو تجویز کرنی چاہئے جو بھی یہ سزا تجویز کرے گی اس پر عمل کیا جائے گا۔ اس لئے کہ کمار دیوی کو انہوں نے کس قدر اذیت پہنچائی کس طرح اس کا ذہنی سکون خراب کیا؟ کس طرح اسے زبردستی اٹھا کر دریائے سرسوتی کے کنارے لے گئے اسے ہی نہیں اس کے ماں باپ اور بھائی کو بھی ایک اذیت میں مبتلا کر کے رکھا۔ سارے عوامل کو دیکھتے ہوئے آخری فیصلہ کمار دیوی ہی کو کرنا ہے۔"

ایبہ کے ان الفاظ پر کمار دیوی کے لبوں پر تبسم بکھر گیا تھا اس موقع پر قطب الدین ایبک نے اسے مخاطب کیا۔

"میری بہن! اب بول تو کیا کہتی ہے؟"

کمار دیوی کچھ دیر تک دیو داس اور سنگ رام کی طرف دیکھتی رہی وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اچانک دیو داس اور سنگ رام نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور بھاگنے کے انداز میں آگے بڑھے اور گرنے کے انداز میں دونوں نے اپنے سر کمار دیوی کے پاؤں پر رکھ دیئے تھے۔ کمار دیوی یہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے بدک کر پیچھے ہٹ گئی تھی اس موقع پر دیو داس اور سنگ رام نے اپنے سر اوپر اٹھائے پھر دیو داس کمار دیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"کمار دیوی! ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم دونوں سے بڑی غلطی ہوئی یہ ہماری

زندگی کی پہلی خطا تھی اگر تم ہم دونوں کو اس کی سزا دو تو کوئی اس سزا کو روک نہیں سکتا لیکن میں اور سنگ رام تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ آج سے تم ہم دونوں کی بہن ہو ہم سے جو غلطی ہوئی معاف کر دو آئندہ اگر ہم تمہاری طرف میلی نگاہ سے بھی دیکھیں تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہماری گردن کاٹ دی جائیں تو ہم اف نہیں کریں گے لیکن ایک بار معاف کر دے۔“

اس موقع پر قطب الدین ایبک نے پھر کمار دیوی کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

”اب کہو میری بہن کیا کہتی ہو؟“

کمار دیوی قطب الدین ایبک کے قریب ہوئی بڑی راز داری اور دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”امیر! ان دونوں کو معاف کر دینے سے اور بہت سے لوگوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔ یہاں سے جب یہ واپس جائیں گے تو یہ پتہ کرنے کی کوشش کریں گے کہ مجھے ان کی حویلی سے کس نے بھاگنے میں مدد دی پھر یہ بھی جاننے کی کوشش کریں گے کہ بھاگنے کے بعد میں نے کس کے ہاں اتنا عرصہ گزارا اور کہاں چھپی رہی اور کیسے مجھے وہاں سے نکالا گیا اور جو جو لوگ بھی اس کام میں ملوث ہوں گے یہ دونوں ضرور انہیں قتل کر کے رہیں گے اس لئے کہ میں ان دونوں کی سرشت جان چکی ہوں ان کی فطرت میں انسانیت کی رحم دلی اور دوسرے پر احسان کرنے اور معاف کرنے کا مادہ ہے ہی نہیں۔“

کمار دیوی کے ان الفاظ پر قطب الدین ایبک کی حالت بالکل بدل گئی تھی انتہا درجہ کا سنجیدہ ہو گیا تھا پھر جو سالار ان دونوں کو پکڑ کر لایا تھا قطب الدین نے اسے مخصوص اشارہ کیا وہ سالار اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ دیو داس اور سنگ رام کو پکڑ کر پڑاؤ سے ذرا فاصلے پر لے گئے اور وہاں ان دونوں کا خاتمہ کر دیا گیا۔

قطب الدین ایبک اور ایبہ نے اپنے لشکر کے ساتھ ایک شب وہاں بسر کی اور اگلے روز صبح ہی صبح انہوں نے کالنجر کا رخ کیا تھا۔

O*O

قطب الدین ایبک اور ایبہ دونوں اپنے لشکر کو لے کر دریائے کین کے کنارے کنارے مشرق کی طرف بڑھتے رہے یہاں تک کہ ایک جگہ آ کر اپنے مخبروں کی رہنمائی میں اپنا رخ بدلا اپنے لشکر کے ساتھ وہ جنوب کی طرف بڑھے تھے اس لئے کہ کالنجر شہر دریائے کین سے لگ بھگ 35 میل جنوب مشرق میں واقع تھا بڑی تیزی سے سفر کرتے ہوئے اپنے لشکر کو لے کر قطب الدین ایبک اور ایبہ کالنجر پہنچے۔ کالنجر بڑا پرانا مستحکم اور دفاع کرنے والوں کے لئے محفوظ مقام خیال کیا جاتا تھا یہ بلندی پر ہونے کی وجہ سے عموماً حملہ آوروں کے لئے دشواری کا باعث بنا کرتا تھا۔

جب کالنجر شہر سامنے دکھائی دینے لگا تب ایک جگہ قطب الدین نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے لشکر کو پیچھے روک دیا خود بھی رک گیا اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایبہ نے بھی اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ لی تھیں۔ قطب الدین ایبک اپنے گھوڑے کو ایبہ کے قریب لایا تھوڑی دیر تک اس کے ساتھ کان میں بڑی راز دارانہ سی گفتگو کرتا رہا جسے سن کر ایبہ مسکراتا رہا۔ اس کے بعد دونوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں کھینچیں انہیں ایڑھ لگائی اور اپنے لشکر کے ساتھ پھر وہ آگے بڑھنے لگے تھے۔

کالنجر شہر چونکہ ان کے جنوب میں تھا اور وہ شمال کی طرف سے اس کی طرف آئے تھے لہٰذا انہوں نے شہر کے شمال ہی میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ دوسری طرف کالنجر شہر کے اندر جو راجپوتوں کا لشکر تھا وہ بھی بالکل مستعد ہو گیا تھا۔ فصیل مسلح جوانوں سے بھر گئی تھی فصیل کے اوپر سے راجپوت مسلمانوں پر آوازیں بھی کسنے لگے تھے۔ مسلمان چونکہ کالنجر کے شمال میں خیمہ زن ہو رہے تھے لہٰذا کالنجر شہر کے اندر راجپوتوں کا لشکر تھا وہ بھی زیادہ تر فصیل کے شمالی حصے میں آ کر جمع ہو گیا تھا۔

اس وقت سورج غروب ہونے کے لئے جھک رہا تھا۔ سورج کے غروب ہونے

سے پہلے ہی پہلے مسلمانوں نے اپنے لشکر کا پڑاؤ کر لیا خیمے نصب کر دیئے گئے سب سے پہلے لشکر کا ایک حصہ مستور کیا گیا تا کہ کالنجر سے نکل کر اگر کوئی شب خون مارے تو اس کا دفاع کر دیا جائے اس کے بعد باقی لشکر کو آرام کرنے کا موقع فراہم کیا گیا۔

عشاء کی نماز کے بعد جب مسلمان لشکری کھانا کھانے کے بعد پھر آرام کرنے لگے تب کالنجر کے اندر جو راجپوتوں کا لشکر تھا اس نے خیال کیا کہ مسلمان آج کی رات آرام کریں گے اور ہوسکتا ہے کہ کل دن کے وقت یا آنے والی شب کو کالنجر پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں تاہم فصیل کے اوپر رہتے ہوئے انہوں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ مسلمانوں کے لشکر کا ایک حصہ بالکل مستعد ہے تا کہ ان پر شب خون نہ مارا جاسکے اور راجپوت خود بھی نہ چاہتے تھے کہ قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں سے ٹکرایا جائے۔

جس وقت رات اپنے انجام کو پہنچ رہی تھی درختوں میں گھونسلوں کے اندر بسیرا کرنے والے پرندے جاگ اٹھے تھے شہر کی فصیل کے اوپر جو راجپوتوں کا لشکر تھا وہ اب مطمئن ہو گیا کہ مسلمان حملہ آور نہیں ہوں گے اس لئے کہ تھوڑی دیر تک ان کے لشکر میں اذان ہوگی اور وہ نماز پڑھنے لگ جائیں گے لیکن اذان اور نماز ہونے اور نماز کے لئے ابھی کافی وقت تھا تاہم شمال کی طرف کچھ راجپوت لشکر جاگتے رہے باقی آرام کرنے لگے تھے۔ ان کی نگاہیں مسلمانوں کے لشکر کے اس حصے پر جمی ہوئی تھیں جو اپنے پڑاؤ کی حفاظت کے لئے بالکل مستعد اور تیار تھا۔ عین اسی لمحہ کالنجر شہر کی فصیل کے اوپر ایک خونی انقلاب اور تبدیلی اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس لئے کہ شمال میں جو راجپوت فصیل پر مستعد تھے انہوں نے فصیل کے جنوبی حصے میں ایک عجیب قسم کا شور و غوغا اور آہ و فغان سنی تھی۔ پہلے وہ یہ سمجھے کہ شہر کے اندر شائد کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے جس کی وجہ سے یہ کہرام مچ گیا ہے لیکن یہ ان کی غلط فہمی تھی اس لئے کہ راستے میں لشکر کو روک کر قطب الدین ایبک اور ایبہ نے جو راز دارانہ سرگوشی کی تھی اس سرگوشی کو وہ عملی صورت دے چکے تھے۔

لشکر کا جو حصہ انہوں نے پڑاؤ کی حفاظت کے لئے مستعد رکھا تھا اور اس کے ذمہ یہ بھی کام لگایا تھا کہ اگر کوئی شب خون مارنے کے لئے شہر سے نکلے تو اس کو روک کر اپنے پڑاؤ کا دفاع کیا جائے جبکہ باقی لشکر نے رات کے پچھلے حصے تک تو گہری نیند کی لشکری ستا لئے آرام کر لیا اس کے بعد قطب الدین ایبک اور ایبہ اپنے لشکر کو تیار کر کے مزید شمال کی طرف لے گئے اور ایک لمبا چکر کاٹتے ہوئے کالنجر شہر کی فصیل

کے جنوبی حصے میں آئے تھے اور پھر اچانک اور دفعتاً کالنجر شہر کی فصیل پر رسوں کی سیڑھیاں پھینک کر فصیل کے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے اور اب جو انہوں نے فصیل کے جنوب میں جو محافظ راجپوت تھے ان کا قتل عام شروع کیا تھا۔ فصیل کے اوپر ایک خوف بھرا شور اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد شمال کے راجپوتوں کو خبر ہو گئی کہ جنوب کی طرف سے مسلمانوں کا لشکر فصیل کے اوپر چڑھ آیا ہے اور جنوب کی طرف جو محافظ راجپوت تھے ان کا خاتمہ کرنے کے بعد مسلمان اب فصیل کے شمالی حصے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ خبر سننے کے بعد شمال میں جو راجپوتوں کا لشکر تھا وہ سراسیمہ ہو کر رہ گیا۔ جو سوئے ہوئے تھے انہیں جگا دیا گیا پھر سب تیار اور مسلح ہو کر بڑی تیزی سے جنوب کی طرف بڑھے تھے تا کہ مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا جائے۔ عین اسی لمحہ مسلمانوں کا وہ لشکر جو پڑاؤ کے لئے مستعد تھا وہ بھی آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آیا اور رسوں کی سیڑھیوں پھینکتے ہوئے وہ شمال کی طرف سے شہر کی فصیل پر چڑھ گئے اور اب انہوں نے ان راجپوتوں کی پشت کی طرف سے حملہ کر دیا تھا جو شمال سے جنوب کی طرف بڑھنا شروع ہوئے تھے۔ اس طرح راجپوت دونوں طرف سے مسلمانوں کے سامنے پسنا شروع ہو گئے تھے۔

راجپوتوں کا وہ لشکر جو ابھی تک شہر کے اندر محفوظ دستوں کے طور پر آرام کر رہا تھا اسے بھی خبر ہو گئی تھی کہ مسلمان فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ لہٰذا لشکر کا وہ حصہ بھی تیزی سے تیار ہو کر فصیل پر چڑھنا شروع ہو گیا تھا۔ لیکن ان راجپوتوں کی بدقسمتی کہ ان کے اوپر چڑھنے تک مسلمانوں نے پہلے سے فصیل پر موجود راجپوتوں کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور اب صورت حال یہ تھی کہ راجپوت مسلمانوں پر حملہ آور ہونے میں عجیب طرح کی دشواریاں محسوس کر رہے تھے وہ چاہتے تھے کہ کوئی ایسی جگہ ملے جہاں سے وہ مسلمانوں کی پشت پر ضرب لگائیں لیکن ان کے لئے ایسا ممکن نہ ہوا اس لئے کہ جنوب کی طرف سے قطب الدین ایبک اور ایبہ فصیل پر چڑھنے کے بعد اپنے اپنے حصے کے لشکروں کو لے کر دائیں بائیں سے ہوتے ہوئے آگے بڑھنے لگے تھے۔ اس طرح ایک نیم دائرے کی صورت میں فصیل کے اوپر ان کا لشکر مکمل چکا تھا دوسری طرف مسلمانوں کا وہ لشکر جو شمال سے اوپر چڑھ آیا تھا وہ بھی نیم دائرے کی صورت میں آگے بڑھ رہا تھا۔ اس طرح مسلمانوں پر کوئی کاری ضرب

لگانے کے لئے راجپوتوں کو جگہ نہ ملی اور اسی کشمکش میں مسلمانوں نے بڑی تیزی سے ان کا قتل عام کرتے ہوئے ان کی تعداد کم کرنا شروع کر دی تھی یہاں تک کہ اب مسلمانوں کے لشکر کے ایک حصہ نے فصیل سے نیچے اتر کر بھی راجپوتوں کے ساتھ معرکہ آرائی شروع کردی تھی۔

فصیل کے اوپر سارے راجپوتوں کا خاتمہ کرنے کے بعد قطب الدین ایبک اور ایبہ اپنے پورے لشکر کے ساتھ فصیل سے نیچے اتر کر شہر میں داخل ہوگئے تھے۔ اب راجپوت ادھر ادھر بھاگتے ہوئے اپنا دفاع کرنے لگے تھے۔ اتنی دیر تک مشرق سے سورج بھی طلوع ہوا دن کی روشنی میں قطب الدین ایبک اور ایبہ نے کالنجر کے اندر مسلح راجپوتوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا اور اس طرح کالنجر شہر انہوں نے فتح کر کے اس پر قبضہ کرلیا تھا۔

شہر کے اندر جس قدر مسلح راجپوت تھے ان سب کا خاتمہ کر دیا گیا تھا لہٰذا کالنجر شہر کے اندر اب کوئی ایسی قوت نہ تھی جو مسلمانوں کے لئے خطرے یا دشواری کا باعث بنتی۔ اس کے علاوہ کالنجر کے لوگوں کو جب خبر ہوئی کہ مسلح راجپوتوں کا مکمل طور پر صفایا کردیا گیا ہے تب کالنجر کے لوگ گروہ در گروہ قطب الدین ایبک اور ایبہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کرنے لگے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے قطب الدین ایبک نے شہر کے اندر مناد پھیلا دیئے اور قطب الدین ایبک کے حکم پر وہ منادی کرتے ہوئے لوگوں کو مطیع اور فرمانبردار رہنے کے لئے کہتے رہے ساتھ ہی سارے شہر کے اندر انہوں نے لوگوں کو امان دینے کا بھی اعلان کر دیا تھا۔ اس طرح شہر کے لوگ مطمئن ہو گئے کہ ان پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان نہیں پہنچایا جائے گا لہٰذا وہ دن کے وقت اپنے روز مرہ کے کاموں میں لگ گئے تھے۔

شہر کے اندر جو راجپوتوں کی لاشیں تھیں ان سے شہر کو مکمل طور پر صاف کر دیا گیا تاکہ شہر کے اندر کوئی وباء نہ پھوٹ پڑے کالنجر میں وہ راجپوت جو قتل ہونے سے بچ گئے تھے وہ اپنی جانیں بچا کر بدایوں کی طرف بھاگ گئے تھے۔ تاہم مسلمانوں نے شہر کی مکمل صفائی کرنے کے بعد شہر کو اپنے قبضے میں لے لیا قطب الدین ایبک نے شہر کے اندر نظم ونسق چلانے کے لئے اپنے لشکر کا ایک حصہ وہاں متعین کیا اس کے بعد وہ باقی لشکر کو لے کر شہر سے باہر اپنے پڑاؤ کی طرف چلا گیا تھا۔

شہر سے نکل کر ایبہ جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو دنگ رہ گیا اسے لئے کہ خیمے

ں بہترین انداز میں صفائی کی گئی تھی اور جو مختصر سا سامان خیمے میں تھا اسے بڑے سلیقے ر قرینے سے رکھا گیا تھا۔ فرش پر چٹائی بچھانے کے بعد ایبہ کا جو بستر لگا کرتا تھا ایبہ نے اسے غور سے دیکھا اس میں بھی تبدیلی تھی۔ بستر کی جو چادر عام طور پر اس کے ستعمال میں رہتی تھی وہ بدل دی گئی تھی اور بالکل نئی تھی بستر کے اوپر کچھ نئی چادریں ی ہوئیں تھیں اور جہاں خیمے میں ایک کونے میں ایبہ کے سردیوں میں استعمال کے ے کمبل پڑے رہتے تھے وہ بھی وہاں نہیں تھے ان کی جگہ وہاں نئے اور دبیز موٹے ی کمبل پڑے ہوئے تھے اور پھر حیرت کی بات یہ کہ ان کمبلوں کے قریب کمار دیوی جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔

ایبہ ابھی چونکہ خیمے کے دروازے ہی پر کھڑا تھا اور کمار دیوی نے اس کی طرف ہیں دیکھا تھا لہٰذا ایبہ کچھ دیر تک اپنے خیمے کا جائزہ لیتا رہا پھر جونہی اس نے خیمے کے ر قدم رکھا کمار دیوی چونک کر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایبہ خیمے کے وسط میں جا ر تھوڑی دیر تک کمار دیوی کو بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر کسی قدر سنجیدگی میں اسے طب کر کے کہنے لگا:

"کمار دیوی! جھوٹ نہ بولنا میرے خیمے میں یہ تبدیلی کس نے کی ہے؟"

کمار دیوی چند قدم آگے بڑھ کر ایبہ کے قریب ہوئی پھر کسی قدر بے تکلفانہ سے از میں وہ ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی:

"مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تبدیلی میں نے خود کی ہے اور اس ، میں تبدیلی کون کر سکتا ہے؟ میرے علاوہ یہاں کوئی تبدیلی کر کے تو دیکھے۔"

کمار دیوی کے الفاظ میں ایبہ کچھ دیر بڑی غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا سوچتا پھر پہلے کی نسبت زیادہ سنجیدگی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا:

"دیکھو کمار دیوی! تم ایک باعزت لڑکی ہو۔ ایک اچھے شریف بلکہ شاہی گھرانے ، تعلق رکھتی ہو۔ تمہارا اس طرح میرے خیمے میں آنا جانا اچھا نہیں ہے۔ کمار دیوی تم ی ہو اور لڑکیوں کو بدنام کرنے میں لوگ دیر نہیں لگاتے۔"

ایبہ کے خاموش ہونے پر پہلے جیسی بے تکلفی میں کمار دیوی کہنے لگی:

"کس کے ساتھ بدنام کریں گے لوگ مجھے۔ آپ کے ساتھ؟ آپ کے ساتھ تے ہیں تو بھلے کرتے رہیں اور پھر بدنام کون کرے گا؟ بدنام کرنے والے اس ن کہاں تھے جب مجھے اُچ شہر کے نواح سے اغوا کرلیا گیا تھا۔ اس وقت جبکہ میں

انتہائی بے بسی کی حالت میں ایک قیدی کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہی تھی۔ ایبہ کے علاوہ کوئی میرے کام نہیں آیا تھا لہٰذا لوگ مجھے آپ کے ساتھ بدنام کرنا چاہتے ہیں تو کرلیں۔"

ایبہ نے پھر چند لمحے بڑی بے بسی سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم مجھے بدنام کرنا چاہتی ہو۔"

کمار دیوی نے ایبہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"آپ کو کوئی بدنام کر کے تو دیکھے اگر میں کمار دیوی اس کا حلقوم نہ کاٹ دوں تو کمار دیوی نہ کہنا۔"

ایبہ عجیب بے بسی میں پھنس گیا تھا سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگا:

"یہ تم قصابوں والی گفتگو کرنا ترک کر دو اپنے خیمے میں جا کر آرام کرو۔ دیکھو کمار دیوی برا نہ ماننا تم نے ہمارے لشکر میں شامل ہو کر انتہا درجہ کی غلطی کی ہے یہاں تمہیں مصائب اور کٹھنایاں جھیلنے سے کیا حاصل؟ کیا فائدہ؟ تم نہروالا میں راج محل کے اندر اپنے ماتا پتا اپنے بھائی کے پاس رہتی وہیں تمہارا ذہنی، وہیں تمہارا قلبی سکون تھا۔ اب یہاں لشکر کے ساتھ جگہ جگہ ماری ماری پھر رہی ہو وہاں تم دبیز گدوں والی مسہریوں پر سوتی تھیں یہاں تمہیں زمین پر سونا پڑتا ہے کیا تم اس فرق کو محسوس نہیں کرتی ہو۔"

کمار دیوی بھی سنجیدہ ہو گئی دھیمے سے لہجے میں کہنے لگی۔

"میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتی لشکر میں رہتے ہوئے نہ مجھے کوئی تکلیف ہے اور نہ ہی میں کوئی کٹھنائی جھیل رہی ہوں۔ میں خوش ہوں اس لئے کہ اس لشکر کے اندر میری منزل ہے اس لشکر کے اندر میرا آدرش ہے اس لشکر کے اندر میرا گوہر مقصود ہے پھر میں کیسے اس لشکر میں نہ رہوں کیسے لشکر کو چھوڑ کر نہروالا میں اپنے ماتا پتا کے پاس رہوں؟"

"اچھا اب تم ایسا کرو اپنے خیمے میں چلی جاؤ دیکھو تمہارا یوں میرے خیمے میں آ کر اس طرح بیٹھ جانا ...."

ایبہ اپنی بات نہ مکمل کر سکا اس لئے کہ کمار دیوی پھر بول اٹھی:

"اس خیمے میں آنے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا حتیٰ کہ آپ بھی نہیں روک سکتے نہ آپ مجھے اس خیمے سے جانے کے لئے کہہ سکتے ہیں آپ ایک موقع پر مجھ سے کہہ چکے ہیں کہ آپ مجھ سے نفرت نہیں کرتے اور جس سے نفرت نہ کی جائے اسے اس

رح دھتکار کر خیمے سے نکالا نہیں جا سکتا۔"

جواب میں ایبہ کچھ دیر خاموش رہا ایک بار پھر اس نے کمرے کا جائزہ لیا پھر کہنے ا۔

"اچھا اب مطلب کی طرف آؤ یہ جو میرے بستر کی چادریں تبدیل کی گئی ہیں انے کمبل اٹھا کر وہاں نئے کمبل رکھ دیئے گئے ہیں اور میرے خیمے کا دوسرا سامان بھی بدیل کر دیا گیا ہے تو یہ کس نے کیا ہے؟ اور کس خوشی میں کیا ہے؟"

کمار دیوی نے پھر پرامید انداز میں ایبہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"آپ کے اندازے میں ایسی حرکت کون کر سکتا ہے؟"

ایبہ نے ایک لمبا سانس لیا کہنے لگا۔

"کمار دیوی! میں جانتا ہوں یہ حرکت تو تمہاری ہی ہے لیکن یہ بتاؤ کہ یہ جو سارا سامان لائی ہو اس پر تمہاری کتنی رقم خرچ آئی ہے؟ اور یہ تم کہاں سے لے کر آئی ؟ رقم تم نے کہاں سے لی ہے؟ یہ ساری تفصیل بتاؤ تاکہ میں تمہیں ان ساری چیزوں ا ادائیگی کر دوں۔"

ایبہ کے اس استفسار میں کمار دیوی کہنے لگی۔

"جس وقت آپ اور بھائی قطب الدین نے شہر کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیا ا تو لشکر کی کچھ عورتیں کالنجر شہر کے بازار کی طرف گئی تھیں میں بھی ان کے ساتھ ہو لی ا یہ چیزیں میں خود لے کر آئی ہوں میرے پاس رقم تھی لہٰذا نہ میں نے کسی سے رقم اور نہ ہی مجھے ضرورت پیش آئی ہے اور نہ ہی میں آپ سے رقم لوں گی۔"

اس پر ایبہ مڑا دروازے کی طرف بڑھا کہنے لگا۔

"اگر یہ بات ہے تو اس خیمے میں تم رہو گی میں کسی دوسرے خیمے میں رہ لوں ۔"

ایبہ کے ان الفاظ کے جواب میں کمار دیوی تڑپ کر آگے بڑھی ایبہ کا اس نے و پکڑ لیا اور پھر اسے کھینچتی ہوئی خیمے کے وسط میں لے آئی تھی اس کے اس طرح بازو ڑنے پر ایبہ پریشانی اور حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

اس موقع پر کمار دیوی نے بڑی مٹھاس بڑے پیار اور شہد بھری آواز میں اسے طب کیا:

"میں نے جو آپ کا بازو پکڑا ہے تو آپ میری طرف اس طرح حیرت، پریشانی

اور فکری مندی سے کیوں دیکھ رہے ہیں؟ یہ کوئی پہلا موقع تو نہیں ہے چند برس پیچھے جائیے جب میں اور آپ نہر والا کے راج محل میں رہا کرتے تھے تو کیا وہاں آپ نے میرا ہاتھ اور میں نے آپ ہاتھ نہ تھاما تھا اور کیا وہاں رہتے ہوئے آپ میرا بازو اور میں آپ کا بازو نہ پکڑتی رہی تھی؟''

ایبہ نے اپنا بازو چھڑا لیا پھر تکلیف دہ احساس میں کمار دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا:

''کمار دیوی! وہ اور بات تھی اس وقت میں اور تم دونوں کچی عمر میں تھے اور پھر وہ ماحول کچھ اور تھا اور اب تبدیلی آگئی ہے۔ اس لئے کہ..........''

کمار دیوی نے فوراً ایبہ کی بات کاٹ دی:

''کیا تبدیلی آگئی ہے؟ کیا مجھے زنگ لگ گیا ہے؟

کیا اس سے پہلے نہر والا کے راج محل میں پریم کی امرت فضاء میں ہم ایک دوسرے کو اور ایک دوسرے کے بدن کو چھو نہیں چکے۔ کیا وہاں پریم کی اڑتی امنگوں میں ہم ایک دوسرے کے اعضا کا جمال نہیں کر چکے کیا خوشبو کے سفر میں ہم ایک دوسرے کے بدن کے لمس سے واقف نہیں ہیں اگر میرے سینے میں آپ کے پریم کے الاؤ نہ ہوتے آپ کی پریت میں میں ریزہ ریزہ نہ ہوگئی ہوتی تو یوں اپنے جیون کو جنوں خیز بنا کر لشکر میں دھکے نہ کھاتی پھرتی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی خاموش ہوئی پھر سنجیدہ اور کسی قدر روہانسی آواز میں وہ کہہ رہی تھی:

''میں جانتی ہوں میں انتہا درجہ کی خوبصورت ہوں اور پرکشش بھی ہوں کسی دھوکے اور کسی فریب میں نہیں اور پھر میں نے شادی ہی کرنی ہوتی تو میرا پرجمال چہرہ میرے دہکتے و مہکتے لب میرا اجلا دلکش بدن میرے کول اعضاء و جوارح اور سحر خیز شگوفوں جیسے میرے کھنکتے نقرئی قہقہوں کو دیکھ کر اور سن کر ہر کوئی مجھ سے شادی کرنے کی بھیک مانگتا۔ لیکن میں تو صرف آپ کی محبت کی گھنی چھاؤں کے لطف و لذت میں بیٹھنا چاہتی ہوں اس کے علاوہ میں کچھ نہیں چاہتی۔''

اتنا کہنے کے بعد کمار دیوی بیچاری اداس ہوگئی تھی چند قدم پیچھے ہٹ کر کھڑی ہوگئی تھی اس کے ان الفاظ کے جواب میں ایبہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ایک لشکری خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا اور ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! آپ کو سالار اعلیٰ نے بلایا ہے غزنی سے سلطان کے کچھ قاصد آئے ں۔ سلطان نے آپ کو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ فوراً غزنی طلب کرلیا ہے۔ خوارزم ی حالات کچھ خراب ہوگئے ہیں لہٰذا سلطان نے جو قاصد بھیجے ہیں وہ سلطان کا یہی م لے کر آئے ہیں کہ آپ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ غزنی پہنچیں۔''

وہ لشکری جب خاموش ہوا تب کچھ سوچتے ہوئے ایبہ کہنے لگا۔

''تم چلو میں تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہوں'' وہ لشکری وہاں سے ہٹ گیا۔ پھر کسی ر ہمدردی میں کمار دیوی کو مخاطب کرتے ہوئے ایبہ کہنے لگا۔

''کمار دیوی! دیکھو اب تم اپنے خیمے میں جاؤ تمہارے کھانے کا وقت ہوگیا ہے۔ ں جا کر کھانا کھاؤ اور آرام کرو اور میرا تو غزنی سے بلاوا آگیا ہے مجھے تو غزنی چلے ا ہے۔''

اس موقع پر کمار دیوی نے گھورنے کے انداز میں ایبہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی:

''اپنے من میں یہ خیال نہ بٹھا لیجئے گا کہ آپ مجھے یہاں چھوڑ کر غزنی چلے یں گے ایسا ہو ہی نہیں سکتا میں لشکر میں جنگوں میں حصہ لینے کے لئے شامل نہیں ا اس لشکر میں آپ ہی میرا آدرش اور میری منزل ہیں اگر آپ نے غزنی کا رخ کرنا تو جو لشکر آپ کے ساتھ جائے گا اس لشکر میں میں بھی غزنی جاؤں گی۔''

ایبہ نے گھور کر اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''تم غزنی جا کر کیا کروگی؟''

کمار دیوی نے بھی اپنی بات پر زور دیتے ہوئے پوچھ لیا۔

''اور آپ غزنی جا کر کیا کریں گے......؟''

''مجھے تو سلطان نے بلایا ہے۔'' ایبہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

جواب میں اس کے انداز میں اور اسی طرح گردن ہلاتے ہوئے کمار دیوی کہنے

''اور مجھے بھی سلطان نے بلایا ہے یہ میرے لئے بہت اچھا موقع ہے اور میں ن کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے سامنے آپ کا اور اپنا معاملہ پیش کروں گی۔ بھتی ہوں کیسے فیصلہ میرے حق میں نہیں ہوتا۔''

اس کے ساتھ ہی ایبہ خیمے سے نکل گیا تھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا قطب الدین کے خیمے کی طرف گیا جب وہ خیمے کے دروازے پر جا کر رکا تب اس نے دیکھا

اندر قطب الدین ایبک اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ ایبہ کو دیکھتے ہی وہ کھڑا ہوگیا ہاتھ کے اشارے سے اندر بلایا اور سامنے بیٹھنے کے لئے کہا۔

جونہی ایبہ خیمے میں داخل ہوا اس کے پیچھے ہی پیچھے کمار دیوی بھی خیمے میں داخل ہوگئی اس کے قدموں کی آہٹ پا کر ایبہ نے جب مڑ کر دیکھا تب وہاں کمار دیوی کو دیکھ کر حیران اور ششدر رہ گیا۔ کمار دیوی نے اس سے بات نہیں کی سیدھی قطب الدین ایبک کی طرف گئی قریب ہوئی پھر قطب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی:

”محترم بھائی! میں نے سنا ہے ان کو سلطان نے غزنی طلب کرلیا ہے۔“

قطب الدین مسکرایا اور کہنے لگا:

”میری بہن! تم نے ٹھیک سنا ہے اس سے آگے جو کچھ تم کہنا چاہتی ہو اس کی تمہیں کہنے کی ضرورت نہیں ہے وہ میں کہہ دیتا ہوں۔ میری بہن! جس وقت لشکر کے ایک حصے کے ساتھ ایبہ یہاں سے غزنی جائے گا تو تم اس کے ساتھ غزنی جانے والے لشکر میں شامل ہوگی۔ تمہیں غزنی جانے سے کوئی نہیں روک سکتا اب بولو تم کیا کہتی ہو؟“

جواب میں کمار دیوی مسکرائی پھر کہنے لگی اب مجھے بھوک لگی ہے امیر میں جا کر اپنے خیمے میں کھانا کھاتی ہوں اس کے ساتھ ہی کمار دیوی مسکراتی ہوئی مڑی اور خیمے سے نکل گئی تھی۔

کمار دیوی جب خیمے سے نکل گئی تب تھوڑی دیر تک تو خیمے میں خاموشی رہی پھر ایبہ کو مخاطب کرتے ہوئے قطب الدین ایبک کہہ رہا تھا:

”ایبہ میرے عزیز بھائی! تھوڑی ہی دیر پہلے سلطان کی طرف سے کچھ قاصد آئے ہیں اور وہ یہ پیغام لے کر آئے ہیں کہ سلطان نے تمہیں غزنی طلب کرلیا ہے خوارزم کے حالات کچھ خراب ہوگئے ہیں اس بناء پر سلطان خوارزم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے لہٰذا تمہاری خدمات سلطان نے وہاں طلب کرلی ہیں۔

میرے بھائی! ہندوستان میں ہم نے بڑی بڑی قوتوں کو زیر کرلیا ہے کالنجر کے راجپوت بھی زیر ہو چکے ہیں اب راجپوتوں کا ایک بڑا گروہ بدایوں میں جمع ہو چکا ہے یہاں سے جو شکست خوردہ راجپوت بھاگے ہیں وہ بھی ادھر چلے گئے ہیں۔

میرے بھائی! میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج رات کے پچھلے پہر لشکر یہاں سے کوچ کرے گا بدایوں کا رخ کریں گے۔ تم بدایوں تک میرے ساتھ رہو گے۔ بدایوں کو فتح کرنے کے بعد میں شہر کے انتظامات سنبھالتا رہوں گا اور شہر کے انتظام

رت کرنے کے بعد میں دہلی کا رخ کر جاؤں گا لیکن شہر کے فتح کے فوراً بعد میرے
ائی تم لشکر کے ایک حصے کو لے کر غزنی کی طرف روانہ ہو جانا۔ اب بولو میرے بھائی
سلسلے میں تم کوئی تبدیلی چاہتے ہو۔“

”امیر! میں نے کیا تبدیلی چاہنی ہے؟ بہر حال بدایوں کی مہم میں آپ کے
ھ شامل ہوں گا اس کے بعد میں غزنی چلا جاؤں گا۔“

ایبہ کے خاموش ہونے پر قطب الدین ایبک پھر بول اٹھا:

سلطان کے جو قاصد آئے ہیں انہوں نے یہ بھی واضح کردیا ہے کہ وہاں تمہارا
مستقل نہیں ہوگا۔ خوارزم کی مہم کو سر کرنے کے بعد تم پھر واپس ہندوستان میرے
آؤ گے اور قاصدوں نے یہ بھی اشارہ دیا ہے کہ خوارزم کی مہم سر کرنے کے بعد
ا ہے سلطان خود بھی ہندوستان کا رخ کرے۔ بس میرے بھائی میں نے تمہیں
مقصد کے لئے بلایا تھا۔ اب کھانا یہیں منگواتے ہیں دونوں اکٹھے بیٹھ کر کھاتے
۔ اس کے بعد جا کر تم آرام کرنا رات کے پچھلے پہر لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔“

اس کے ساتھ ہی قطب الدین ایبک نے کسی کو آواز دی تھوڑی دیر بعد ایک
ی خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا قطب الدین ایبک نے اسے کھانا لانے کے لئے
اور وہ تیزی سے پیچھے ہٹ گیا تھا زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ دو نوجوان خیمے میں داخل
ے وہ کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھے۔ کھانے کے برتن انہوں نے ترتیب کے
قطب الدین ایبک اور ایبہ کے درمیان لگا دیئے اور دونوں باہر نکل گئے ان کے
، کے بعد قطب الدین ایبک اور ایبہ دونوں کھانا کھانے لگے تھے اور اسی رات
پچھلے پہر لشکر کالنجر سے بدایوں کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

O❖O

بدایوں ایک قدیم اور پرانا شہر ہے کہتے ہیں اس کی بنیاد 905ء میں بدھ نام کے ایک ہندو راجہ نے ڈالی تھی۔ اس کے بعد 1030ء میں بدایوں کو سلطان محمود غزنوی کے بھانجے مسعود سالار غازی نے فتح کیا تھا اور اب 1197ء میں قطب الدین ایبک اس شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا تھا۔

اس کے بعد بھی یہ شہر مختلف حملہ آوروں کا نشانہ بنتا رہا۔ 1215ء میں التمش نے تاج الدین یلدوز کو لاہور کے قریب شکست دی اور اسے گرفتار کر کے بدایوں بھیج دیا۔ خلجیوں کے زمانے میں بدایوں ایک بہت بڑا عسکری مسکن قرار دے دیا گیا تھا۔ جلال الدین خلجی ایک جرار لشکر لے کر ملک چھجو کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے بدایوں پہنچا تھا اور اس کے بعد 1385ء میں فیروز تغلق نے اردگرد کے قبائل کی بغاوت کو فرو کر کے قبول خاں شیروانی کو بدایوں کا حاکم مقرر کیا تھا۔

بدایوں کو شہنشاہ اکبر کے دور میں صوبہ دہلی کی ایک سرکار بنا دیا گیا تھا اور یہاں چاندی کے سکے ڈھالنے کے لئے ایک دارالضرب قائم کیا گیا تھا 1571ء میں اس شہر میں ایک زبردست آتشزدگی ہوئی جس میں سارا شہر جل کر خاکستر ہو گیا اور شہر کی آبادی کی ایک بہت بڑی تعداد بھی جل کر ہلاک ہو گئی اس کے بعد شہنشاہ شاہجہاں نے بدایوں اور سنبھل کو ملا کر ایک سرکار بنا دی اور اس کا نام کٹھیر رکھا اور بریلی کو ان کا صدر مقام قرار دیا۔ مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد بدایوں پر روہیلوں نے قبضہ کر لیا اور 1778ء میں یہ اودھ کے نوابوں کے قبضے میں آ گیا اس کے بعد 1801ء میں انگریز اس پر قابض ہو گئے۔

بہرحال قطب الدین ایبک اور ایبہ اپنے لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری کے ساتھ بدایوں کا رخ کر رہے تھے یہ شہر دریائے اسود کے کنارے واقع ہے اتر پردیش میں آتا ہے اور دہلی سے لگ بھگ 27 میل جنوب مغرب میں واقع ہے یہاں

راجپوتوں نے ایک خاصہ بڑا لشکر جمع کر رکھا تھا اس کے علاوہ کالنجر میں جن راجپوتوں کو شکست ہوئی تھی اور وہ اپنی جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے انہوں نے بھی بدایوں ہی کا رخ کر لیا تھا اس لئے کہ اب ان کے سامنے بدایوں کے علاوہ کوئی ایسا حصار نہ تھا جہاں قیام کر کے وہ مسلمانوں کا مقابلہ کر سکیں اس لئے کہ ان کے بڑے بڑے ٹھکانوں، ان کی بڑی بڑی پناہ گاہوں کو فتح کرتے ہوئے مسلمان ان پر قابض ہو چکے تھے۔ لہٰذا بدایوں میں جو راجپوتوں کا لشکر تھا وہ بدایوں کو اپنی آخری پناہ اور اپنا آخری حصار اور اپنا آخری گڑھ جان کر قطب الدین ایبک اور ایبہ کے خلاف پوری طاقت اور قوت سے مقابلہ کرتے ہوئے اپنی ماضی کی گزشتہ شکستوں اور ہزیمتوں کو ایک شاندار کامیابی میں تبدیل کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔

بدایوں میں جو اس وقت راجپوتوں کا لشکر تھا انہوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کالنجر والوں جیسا طریق کار نہیں اپنایا اس کے علاوہ جو راجپوت اپنی جانیں بچا کر کالنجر سے بدایوں میں داخل ہوئے تھے انہوں نے بھی مشورہ دیا تھا کہ شہر کے اندر محصور رہ کر ہرگز مسلمانوں کا مقابلہ نہ کیا جائے ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ اگر شہر کے اندر محصور رہ کر مقابلہ کیا گیا تو مسلمان دو حربے استعمال کرتے ہیں ہر صورت میں شہر کو فتح کر لیں گے پہلا حربہ وہ یہ استعمال کر سکتے ہیں کہ کسی بھی موقع پر فصیل کے محافظوں کو ذرا سی لاپرواہی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ رسوں کی سیڑھیوں کے ذریعے شہر کی فصیل چڑھ سکتے ہیں جب وہ ایسا کر لیتے ہیں تو پھر انہیں فصیل سے اتارنا مشکل نہیں ناممکن ہو جاتا ہے۔

انہوں نے بدایوں میں جو لشکر تھا اسے یہ بھی مشورہ دیا کہ اگر اس طرح مسلمان شہر کو فتح نہ کر سکے تو پھر وہ دوسرا طریقہ یہ استعمال کرتے ہیں کہ محاصرے میں شدت اختیار کرتے ہیں اپنے پاس وافر مقدار میں سامان رسد اور دوسرا ضرورت کا سامان رکھتے ہیں اور جس شہر کا محاصرہ کرتے ہیں اس کی ایسی ناکہ بندی کرتے ہیں کہ نہ کوئی باہر جانے دیتے نہ اندر۔ اس طرح شہر کے لوگ محاصرے سے تنگ آ کر خود ہی ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جاتے ہیں ان دونوں صورتوں میں شہر کے اندر جو لشکر ہوتا ہے اس کا خوب قتل عام ہوتا ہے اور تقریباً اس کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے۔

لہٰذا ان مشوروں پر عمل کرتے ہوئے راجپوتوں کے اس لشکر نے یہ فیصلہ کیا کہ جب مسلمانوں کا لشکر شہر کے قریب آئے تو راجپوت بھی بدایوں شہر سے باہر نکل کر اپنے

لشکر کا پڑاؤ کریں گے خم ٹھونک کر مسلمانوں کے مقابلے پر آئیں گے جونہی مسلمان بدایوں کے قریب آئیں ان پر حملہ کر دیا جائے اس طرح مسلمانوں کے خلاف کامیابی کی امید ہے اگر پھر بھی ناکامی ہوئی تو پھر کم از کم اپنی جانیں بچا کر بھاگنے کا موقع تو ملے گا اور اگر شہر کے اندر محصور رہ کر مقابلہ کیا تو مسلمان ہوسکتا ہے کسی کو بھاگنے نہ دیں اور سب کا قتل عام کر دیں۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد راجپوت شہر سے نکلے اور شہر کے جنوب میں انہوں نے اپنے لشکر کا پڑاؤ کر لیا تھا بدایوں شہر کے اندر جس قدر سامان ان کی ضرورت کے لئے استعمال ہوسکتا تھا وہ سارا انہوں نے شہر سے باہر نکال لیا تھا۔ شہر پناہ کے دروازے انہوں نے بند کر دیئے تھے اور شہر کے جنوب میں انہوں نے اپنے لشکر کو استوار کرتے ہوئے بڑی بے چینی سے مسلمانوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے تھے۔

دوسری طرف قطب الدین ایبک اور ایبہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ آندھی اور طوفان کی طرح شمال کا رخ کئے ہوئے تھے ان کے مخبر بھی پوری طرح کام کر رہے تھے اور انہوں نے قطب الدین ایبک اور ایبہ کو بتا دیا تھا کہ بدایوں میں جو راجپوتوں کا لشکر ہے وہ شہر سے باہر نکل کر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر چکا ہے اور جونہی مسلمانوں کا لشکر ان کے قریب پہنچے گا وہ فی الفور حملہ آور ہو کر مسلمانوں کے لشکر کی صفوں کو منتشر کرتے ہوئے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے قطب الدین ایبک اور ایبہ نے اپنے دوسرے سالاروں کے ساتھ مل کر لشکر کی تقسیم کا کام بھی سرانجام دے دیا تھا اور اس کے ساتھ ہی جس طرح وہ صفیں جنگ کے لئے استوار اور درست کرتے تھے اسی طرح صفوں کو استوار کر کے وہ پیش قدمی کرنے لگے تھے۔

جونہی مسلمانوں کا لشکر بدایوں شہر کے قریب آیا۔ راجپوتوں کا وہ لشکر زیست کے کاشانوں میں قہر بھرے درد انگیز جھگڑوں اور پریشان لمحوں کے فروغ میں قرار دل کو چھین لینے والی آوارہ وحشتوں کی طرح حرکت میں آیا پھر راجپوتوں کا وہ لشکر بشریت کی کدورت میں نفاق و بغض کی کھولتی آتش سیال زندگی کے کارزار میں نفرتوں کے چرخ چلاتی اضطراب و وسوسوں کی آندھیوں اور آشتی کے دامن و شانتی کی جھولی تک میں چھید کر دینے والے پاتال کے کھولتے لاوے کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

دوسری طرف قطب الدین ایبک اور ایبہ بھی اپنے دوسرے سالاروں کے ساتھ

پنے لشکر کی صفیں بالکل درست اور استوار کر کے راجپوتوں کے سامنے آئے تھے لہٰذا ابی کارروائی کرتے ہوئے انہوں نے بھی پہلے اس انداز میں تکبیریں بلند کیں جیسے ن کے کالے ساگر میں درد کی صدائیں کرب کی آوازیں کرنوں کا ہجوم بن کر اٹھ ڑی ہوں اور پھر تکبیروں کے انہی تند طمانچوں کے بیچ مسلمان قطب الدین ایبک اور ہ کی سرکردگی میں ہر جدوجہد کو کور چشم کرتے برق کے نادیدہ لپکوں، ہر جرأت اور ارت کو اندھا کر دینے والی سلگتے صدا کی ریت اڑاتی آندھیوں اور فضاؤں میں رقص تے اور زمین کے چیتھڑے اڑاتے طوفانوں کی طرح راجپوتوں پر حملہ آور ہو گئے تھے وں کے نواح میں دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے میدان جنگ کے اندر رقص کرتی ء وموت مفاہمت کی سانسوں رفاقت کی حلاوتوں زیست کی رفاقتوں کو نسلوں کی ت کرب کے سلگتے تھل اور ان دیکھے درد بھرے اندیشوں میں تبدیل کرنے لگی تھیں۔

بدایوں کے نواح میں کچھ دیر تک دونوں لشکروں کے درمیان ہولناک جنگ ہوتی ۔ راجپوتوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ اس جنگ کو مسلمانوں کے خلاف آخری جنگ سمجھ کر لڑیں اور ہر صورت میں مسلمانوں کو پسپا ہونے اور ہزیمت نے پر مجبور کریں لیکن ان کا ہر جتن ہر کوشش ناکام رہی مسلمان لشکری برق کے وں اور نہ رکنے والے جھکڑوں کی طرح ان کی ایک صف سے دوسری صف اور صف سے تیسری صف کی طرف جست و خیز کرتے ہوئے بڑھ رہے تھے اور اس راجپوتوں کے لشکر میں کمی آتی جا رہی تھی۔

شروع میں مسلمانوں نے زیادہ تر راجپوتوں کے حملوں کے سامنے اپنے آپ کو تک محدود رکھا تھا جارحیت کم اختیار کی تھی اور آہستہ آہستہ جب وہ اپنے حملوں ڑی پیدا کرتے رہے جارحیت کو اپنے عروج پر لاتے رہے تب ان کے مقابلے اجپوتوں کے لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہونا شروع ہو گئی تھی یہاں تک کہ وہ می آیا جب راجپوتوں نے دیکھا کہ مسلمان لشکریوں کے سامنے اب ان کے لشکر لت وسوسوں کے اندیشوں، خطرات کے المیوں اور پرانی دہکتی چوٹوں اور غموں کی سے بھی زیادہ المناک ہو کر رہ گئی تھی۔

راجپوتوں کے سالاروں نے یہ بھی دیکھا کہ مسلمانوں کے لشکر کے سامنے ان کی ن نہ رہی تھی ان کے لشکر کی اگلی صفیں مکمل طور پر درہم برہم ہو چکیں تھیں اور پچھلی کے لشکری بھی اپنی جانوں کے لئے خطرہ محسوس کرتے ہوئے اگلی صفوں کی طرف

جاتے ہوئے ہچکچا رہے تھے اور یہی وہ وقت تھا جب مسلمانوں نے اپنے حملوں میں مزید تیزی پیدا کی اور پھر وہ تکبیریں بلند کرتے ہوئے راجپوتوں کے لشکر کی اگلی صفوں کو مکمل طور پر کاٹنے کے بعد ان کے لشکر کی وسطی حصے اور کسی قدر پشتی حصے میں بھی موت کا رقص شروع کر چکے تھے۔

تھوڑی دیر مزید جب جنگ جاری رہی تب بدایوں کے نواح میں قطب الدین ایبک اور ایبہ کے ہاتھوں راجپوتوں کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ اپنی جانیں بچانے کے لئے ادھر ادھر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

بدایوں کے نواح میں راجپوتوں کو شکست دینے کے بعد مسلمانوں کو دو بڑے فائدے ہوئے۔

اول یہ کہ راجپوتوں نے اپنے لشکر کے پیچھے جو پڑاؤ قائم کیا تھا اس کے اندر انہوں نے ضرورت کی ہر شے رکھی تھی ایک طرح سے انہوں نے بدایوں شہر سے اپنا سارا سامان باہر نکال لیا تھا اور اب یہ مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

دوسرا بڑا فائدہ جو مسلمانوں کو پہنچا کہ جونہی راجپوت شکست اٹھا کر بھاگے بدایوں شہر کے لوگوں نے شہر پناہ کے دروازے مسلمانوں پر کھول دیئے لوگ پہلے ہی خوش تھے کہ راجپوت شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کر رہے ہیں اور اس طرح شہریوں پر کوئی افتاد نہیں آئے گی۔ شہریوں نے شہر پناہ کے دروازے کھولنے کے بعد ایک وفد قطب الدین ایبک کی خدمت میں بھیجا اور اپنے پورے تعاون و فرمانبرداری اور اطاعت کا یقین دلا دیا اس طرح بدایوں شہر کے نواح میں لڑی جانے والی جنگ میں راجپوت تو شکست اٹھا کر بھاگ گئے اور بدایوں شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

جنگ کے بعد جس وقت قطب الدین ایبک اور ایبہ جنگ میں زخمی ہونے والے اپنے لشکریوں کی دیکھ بھال اور ان کے علاج اور مرہم پٹی کی نگرانی کر رہے تھے عین اسی لمحہ ایک طرف سے بھاگتی ہوئی کمار دیوی آئی ایبہ کے پہلو میں آ کر رکی تھوڑی دیر تک زہد شکن انداز میں مسکراتے ہوئے ایبہ کی طرف دیکھا اس کی اس حالت کو دیکھتے ہوئے ایبہ مسکرانے لگا تھا لیکن ضبط کر گیا کمار دیوی نے بھی شاید اس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھ لیا تھا لہٰذا خوش کن اور حلاوت بھرے انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی:

''ایبہ! میرے ذمہ بھی کوئی کام لگائیں مجھے جو بھی کام آپ سونپیں گے وہ کر کے خوشی ہو گی۔''

اس موقع پر قطب الدین ایبک بھی قریب ہی کھڑا تھا اور وہ دونوں کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا جواب میں ایبہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''تمہارے ذمے یہ کام ہے کہ تم ....''

یہاں تک کہتے کہتے ایبہ رک گیا اس پر پہلے کی نسبت زیادہ پیار بھرے انداز میں کمار دیوی بول اٹھی۔

''آپ رک کیوں گئے؟ اپنی بات مکمل کریں کیا آپ میرے لئے کوئی سخت بات کہنے لگے تھے؟ آپ کہہ دیں میں برا نہیں مانوں گی۔''

ایبہ نے غور سے کمار دیوی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''کمار دیوی! میں تمہارے خلاف کوئی سخت الفاظ کہنے کا حق ہی نہیں رکھتا۔ میں تو سے یہ کہنے لگا تھا کہ تمہارے ذمہ یہ کام ہے کہ تم تو خیمے میں جا کر آرام کرو لیکن نکہ ابھی تک خیمے نصب ہی نہیں ہوئے لہٰذا میں نے اپنی بات مکمل نہیں کی رک گیا۔''

ایبہ کے ان الفاظ سے کمار دیوی خوش اور مطمئن ہو گئی تھی پھر کہنے لگی۔

''دیکھو! لشکر میں شامل عورتیں زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہی ہیں کچھ پانی پلا رہی کچھ مرہم پٹی کا سامان فراہم کر رہی ہیں طبیبوں کی مدد کر رہی ہیں مجھے بھی تو کچھ نا چاہئے۔''

''تم بھی تو کرو تمہیں کس نے منع کیا ہے۔'' ایبہ نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہہ تھا۔

اس پر کمار دیوی پھر بول اٹھی۔

''ان سب میں کوئی کسی لشکری کی ماں ہے کسی کی بہن ہے کسی کی بیوی ہے اس پر وہ سب لگی ہوئی ہیں اب اس لشکر میں آپ ہی میرا آدرش آپ ہی میری منزل قصد حیات ہیں آپ اپنی زبان سے کیوں نہیں کہہ دیتے؟''

''خواہ مخواہ میں ہی کہہ دوں'' ایبہ نے بیگانگی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ دیا تھا۔

جواب میں اس کے رویے کو محسوس کئے بغیر لبوں پر گہری مسکراہٹ بکھیرتی ہوئی دیوی پھر کہنے لگی۔

''ایبہ! کچھ کام کچھ باتیں خواہ مخواہ ہی کہنی پڑتی ہیں اور خواہ مخواہ ہی کرنے پڑتے یکھیں ایبہ! آپ مجھے کوئی کام سونپ دیں اپنی زبان سے مجھے کچھ کہیں ایسا کہنے پ کی زبان دکھ تو نہیں جائے گی ...... میرا کام ہو جائے گا۔''

ایبہ نے غور سے اس موقع پر کمار دیوی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”اچھا! باقی عورتیں بھی لگی ہیں تم بھی ان کے ساتھ جو کام چاہے کرنا شروع کردو۔“

ایبہ کے ان الفاظ پر کمار دیوی خوش ہوگئی تھی پھر وہ کسی پرسکون اور طمانیت سے بھرپور غزال کی طرح جست و خیز کرتی ہوئی دوسری عورتوں کے ساتھ کام میں لگ گئی تھی۔

قطب الدین ایبک اور ایبہ دونوں اپنے لشکریوں کی دیکھ بھال میں معروف تھے کہ ایک چھوٹا سالار ان دونوں کے پاس آیا اور قطب الدین ایبک کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

”امیر! ہم نے ایک راجپوت سالار کو زندہ گرفتار کیا ہے اس نے نہروالا کے راجہ کی حمایت میں بھی ہمارے ب۔ کالنجر کی نواح میں جو راجپوتوں سے ٹکراؤ ہوا اس میں بھی شامل تھا وہاں سے بھاگ کر بدایوں آگیا تھا اور یہاں بھی اس نے ہمارے خلاف جنگ لڑی مزید یہ کہ کالنجر میں جو لشکر ہمارے سامنے آیا تھا اس لشکر کا وہ نائب سردار تھا اور یہاں آکر اس نے راجپوتوں کے لشکر کی سالاری بھی کی تھی نام اس کا روپ سنگھ ہے میں نے اسے اپنے کچھ لشکریوں کی تحویل میں دیا ہوا ہے۔“

وہ سالار جب خاموش ہوا تب خوش کن انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے قطب الدین ایبک کہنے لگا۔

”اسے پکڑ کر یہیں لے آؤ۔“

تھوڑی دیر بعد وہ سالار لوٹا اس کے ساتھ کچھ مسلح جوان بھی تھے جو روپ سنگھ نام کے راجپوت کو اپنے ساتھ لے کر آئے تھے قطب الدین ایبک اور ایبہ تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اسے دیکھتے رہے پھر قطب الدین ایبک نے اسے مخاطب کیا۔

”کیا تمہارا نام روپ سنگھ ہے؟“

جواب میں اس نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی منہ سے کچھ نہیں بولا۔ قطب الدین ایبک کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا کہنے لگا۔

”اگر تمہارے منہ میں زبان نہیں ہے تو پھر تم لشکر کی کمانداری کیسے کرتے ہو؟ اگر زبان ہے تو پھر اس سے کام کیوں نہیں لیتے ہو؟ اس کا کام سر سے کیوں لیتے ہو؟“

اس پر وہ دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

”جی میرا نام روپ سنگھ ہے۔“

قطب الدین نے اس کا جائزہ لیا پھر جو سالار اسے لے کر آیا تھا اسے مخاطب کرکے کہنے لگا۔

”یہ زخمی لگتا ہے پہلے طبیب کو بلاؤ اس کے زخموں کی مرہم پٹی کرے۔“

قطب الدین ایبک کے ان الفاظ پر روپ سنگھ دنگ رہ گیا تھا اور بڑی حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

”شائد وہ اپنے ذہن میں اپنے لئے کسی کڑی سزا کا تعین کر چکا تھا تاہم وہ چھوٹا سالار پیچھے ہٹا تھوڑی دیر تک وہ طبیب کو لے آیا روپ سنگھ نے جہاں جہاں زخم دکھائے ہاں طبیب نے مرہم لگا کر پٹیاں باندھ دی تھیں۔“

زخموں پر پٹیاں بندھوانے کے بعد روپ سنگھ جب قطب الدین ایبک کے سامنے کھڑا ہوا تب قطب الدین نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”میں نے سنا ہے تم نہروالا کے نواح میں بھی جنگوں میں حصہ لیتے رہے ہو کالنجر ر یہاں بدایوں سے باہر بھی جو ہماری اور راجپوتوں کی جنگیں ہوئی ہیں تم ایک سرکردہ الار کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہو۔“

روپ سنگھ سنجیدہ ہوگیا تھا کہنے لگا۔

”میں جھوٹ نہیں بولوں گا جھوٹ بولنے کا فائدہ نہیں اس لئے کہ آپ کے دمیوں نے میرے متعلق ساری تفصیل آپ کو بتا دی ہوگی لہٰذا آپ جو کچھ کہہ رہے ا وہ درست ہے۔“

قطب الدین نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”کہاں کے رہنے والے ہو......؟“

”ٹھنڈا کا......“

اس نے غور سے قطب الدین ایبک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

”میرے خیال میں جنگ میں زخمی ہونے کی وجہ سے تم گرفتار کرلئے گئے ہو اگر ا نہ ہوتے تو بھاگنے میں کامیاب ہو جاتے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمہیں جنگ کے ران بھاگنے کا موقع نہ ملا ہو اور تمہارا اپنا گھوڑا زخمی ہو کر ختم ہوگیا ہو۔“

”آپ ٹھیک کہتے ہیں......“

روپ سنگھ نے ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا تھا۔

"جنگ میں فرار ہونے کے بعد تم کدھر کا رخ کرتے؟" قطب الدین ایبک نے پھر پوچھا۔

"میں بٹھنڈا جاتا......"

"تو جاؤ پھر بٹھنڈا چلے جاؤ"

ساتھ ہی اپنے چھوٹے سالار کی طرف قطب الدین نے دیکھا پھر کہنے لگا۔

"راجپوتوں کے پڑاؤ میں سے ایک گھوڑا اسے دے دو اور اپنی جس منزل کی طرف یہ جانا چاہتا ہے جانے دو......"

روپ سنگھ اپنی جگہ پر کھڑا رہا پھر کہنے لگا۔

"کسی اور سالار کے سامنے میں اس طرح گرفتار ہو کر جاتا تو وہ مجھے کڑی سزا دیتا آپ مجھے معاف کر رہے ہیں مجھے جانے کے لئے کہہ رہے ہیں۔"

قطب الدین ایبک کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کہنے لگا۔

"روپ سنگھ! میں نے دیکھا تم پہلے ہی کافی زخمی تھے میرے خیال میں جو زخم تمہیں لگے ہیں یہی سزا تمہارے لئے کافی ہے اس سے زیادہ میں تمہیں سزا نہیں دینا چاہتا۔ ہاں! تم جنگ کے دوران اگر کسی کا سامنا کرتے تو وہ ضرور تمہاری گردن کاٹتا جنگ ختم ہو چکی ہے لہٰذا جہاں جنگ سے بچنے والے دوسرے راجپوت اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے گئے ہیں وہاں اب تم بھی چلے جاؤ۔"

قطب الدین ایبک جب خاموش ہوا تب متاثر کن انداز میں تھوڑی دیر تک روپ سنگھ اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

"ہم راجپوت اپنے آپ کو جسم و جان کی شادابی اور کشت روح تک کو ویران کر دینے والی تشنگی کے فریب کی طرح بہادر و شجاع اور ناقابل تسخیر خیال کرتے تھے لیکن تم لوگوں کے سامنے ہم لوگ بے کار منجمد صداؤں کی طرح بے سکت و بے ہدف ہو کر رہ گئے ہیں تم لوگ ایسے پرآشوب عذاب کی طرح ہم پر حملہ آور ہوئے جس کے سامنے راجپوت اپنے سارے نشہ پندار و اپنی بہادری اور اپنی جرأت مندی کو بھلا بیٹھے یا یہ سارے اوصاف تم لوگوں نے اپنی جرأت مندی کی وجہ سے ان سے چھین لئے میں سمجھتا ہوں تم لوگوں نے ہماری وراثت میں شکستگی اور ہماری روایتوں میں توڑ پھوڑ کر کے رکھ دی ہے اور اب ہندوستان کے راجپوت تم لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

روپ سنگھ جب خاموش ہوا تب قطب الدین ایبک بڑی عاجزی میں کہنے لگا:

"ہم جب بھی اپنے کسی کام کی ابتداء کرتے ہیں تو اپنی کوشش اپنی جدوجہد کے ج کو خداوند قدوس پر چھوڑتے ہیں ہم نے کبھی بھی نشۂ پندار کو اپنا معیار شرف نہیں ہماری نگاہوں میں صرف اپنے خداوند قدوس کی رضا مندی اور اس کے احکام کی ی ہی معیار شرف ہے۔"

اب تم جاؤ اس لئے کہ میں نے ابھی اپنے بہت سے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنی میرا یہ سالار تمہارے ساتھ جاتا ہے اور تمہیں یہ گھوڑا مہیا کر دیتا ہے۔"

روپ سنگھ نے ایک بار تشکر آمیز انداز میں قطب الدین ایبک کی طرف دیکھا پھر ن کے چھوٹے سالار کے ساتھ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے اور اس کے بعد کھانا کھانے کے بعد ایبہ اپنے خیمے چلا گیا تھا۔ وہ خیمے میں گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا نہ جانے اس کے تفکرات کن ں بانوں کے گرد گھوم رہے تھے کہ اسی وقت خیمے کے دروازے پر کمار دیوی نمودار اور پھر ہلکی سی آواز و میٹھے لہجے و دل موہ لینے والے انداز میں وہ کہنے لگی۔

"کیا میں اندر آسکتی ہوں؟"

ایبہ چونک پڑا اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔

"آؤ" ساتھ ہی اس نے ہاتھ سے ایک نشست کی طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔

کمار دیوی مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کر اس نشست پر بیٹھ گئی اس کے بعد ایبہ بھی ا سے اٹھا تھا وہاں ہو بیٹھا تھا۔ گفتگو کا آغاز کمار دیوی نے کیا کہنے لگی۔

"خیمے میں میرے اس طرح داخل ہونے کے بعد آپ نے جو اپنی جگہ سے اٹھ میرا سواگت اور میرا استقبال کیا ہے اس سے ایک بات میرے ذہن میں بیٹھتی ہے م از کم آپ کے دل آپ کے من میں میرا احترام تو ہے۔"

ایبہ کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کہنے لگا۔

"کمار دیوی! ہم مسلمانوں کے دل میں ہر عورت کے لئے ایسا ہی احترام ہے"

ایبہ جب خاموش ہوا تب کمار دیوی نے پھر اسے مخاطب کیا:

"کیا آپ نے مجھے بلایا ہے؟ ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک لشکری میری طرف گیا تھا نے کہا تھا کہ آپ مجھے بلا رہے ہیں کیا یہ درست ہے؟"

ایبہ کہنے لگا۔

"یہ درست نہ ہوتا تو وہ لشکری تمہیں بلانے کیوں جاتا؟ میں نے آج تمہیں ایک

خاص مقصد کے تحت بلایا ہے۔"

"کیا مقصد........؟" ایبہ کی طرف دیکھتے ہوئے کمار دیوی نے پوچھ لیا تھا۔

کچھ دیر تک ایبہ سر جھکا کر سوچتا رہا سنجیدہ ہو گیا تھا اس کی یہ حالت شاید کمار دیوی کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ بیچاری فکرمندی سے کچھ دیر تک اس کی طرف دیکھتی رہی پھر پیار اور ہمدردی کے ملے جلے جذبات میں پوچھ لیا۔

"کیا بات ہے آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"ایبہ نے گردن سیدھی کی پھر کمار دیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کمار دیوی! میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ میں لشکر کے ایک حصے کے ساتھ کل صبح ہی صبح یہاں سے غزنی کی طرف کوچ کر رہا ہوں۔ دیکھو! سلطان خوارزم کی طرف ایک مہم پر روانہ ہونا چاہتا ہے اور اس مہم میں مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔ خوارزم دور شمال میں برفستانوں کا علاقہ ہے تم انتہائی جنوب کی رہنے والی ہو تم لوگوں نے برف تک نہ دیکھی ہوگی۔ لہٰذا ان علاقوں میں تم خیمہ گاہ کی زندگی بسر نہیں کر سکو گی اس بناء پر میں تم سے کہتا ہوں کہ تم کل لشکر میں شامل ہو کر غزنی جانے کا ارادہ ترک کر دو۔ میں تمہارے ساتھ چند مسلح جوان کرتا ہوں وہ تمہیں عزت اور احترام کے ساتھ نہر والا پہنچا آئیں گے۔ جہاں تم اپنے ماں باپ اور بھائی کے ساتھ پرسکون زندگی بسر کر سکتی ہو۔ دیکھو کمار دیوی! میری حالت تم سے چھپی ہوئی نہیں ہے میں تو ساری زندگی اسی طرح بسر کرتا رہا ہوں جس طرح بسر کر رہا ہوں اس لئے کہ میں غلام تھا۔ غلاموں کی زندگی اسی طرح کٹ جاتی ہے گزر جاتی ہے نہ ہندوستان میں نہ غزنی میں میرا کوئی مستقل ٹھکانا ہے نہ کوئی میرے عزیز و اقارب ہیں یوں جانو میں ایک خانہ بدوش ہوں اور اس پر مستزاد یہ کہ غلام ہوں گو کبھی سلطان نے مجھے غلام نہیں سمجھا سلطان نے اپنی نگاہوں میں ہمیشہ مجھے بیٹے جیسی عزت و احترام دیا یہ ان کی مہربانی ہے اس کے باوجود میں تم سے کہوں گا کہ لشکر میں رہ کر کٹھنائیوں و مصیبتوں اور اپنے لئے فاقوں اور بیماری کو دعوت نہ دو۔"

ایبہ جب خاموش ہوا تب بڑی سنجیدگی اور بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کمار دیوی نے پوچھ لیا۔

"پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ غزنی کیوں جا رہے ہیں؟"

ایبہ نے غور سے کمار دیوی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"یہ بھی کوئی سوال ہے سلطان نے مجھے بلایا اور سلطان کے بلاوے پر مجھے ہر صورت میں جانا ہے میں حکم عدولی تو نہیں کر سکتا......"

کمار دیوی پہلے جیسی سنجیدگی میں کہنے لگی۔

"آپ کو چونکہ سلطان نے بلایا ہے لہٰذا آپ نے غزنی جانے کا تہیہ کر لیا ہے سو اس بلاوے کی وجہ سے اس حکم کی وجہ سے آپ نے غزنی کو اپنی منزل جانا ہے اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہونا چاہتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی رکی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"ایبہ میں نے کسی سے محبت کی ہے کسی کو اپنی زندگی کی منزل کسی کو اپنی زیست کی انتہاء، کسی کو اپنے جیون کا ساتھی سمجھا ہے اب وہی میری منزل وہی میرا مقصد، مغرب کی طرف سفر کرے اور میں جنوب کی طرف چلی جاؤں تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ بڑا احمقانہ فیصلہ ہوگا اسی طرح آپ کی منزل غزنی ہے کیا آپ غزنی کی طرف جانے کی بجائے مشرق میں قنوج کا رخ کر سکتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی خاموش ہو گئی کچھ دیر سوچتی رہی ایبہ کو گھورتی رہی دوبارہ اسے مخاطب کیا۔

"یہ جو آپ بار بار اپنے آپ کو غلام خیال کرتے ہیں تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ایسا کر کے آپ اپنے آپ کو میری نگاہوں میں گرانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کی یہ کوشش ہے تو یوں جانیں آپ اپنی کوشش میں مکمل طور پر ناکام ہیں اگر آپ غلام ہیں تو پھر میں ایک غلام کی داسی ہوں آئندہ آپ میرے سامنے کبھی اپنے آپ کو غلام نہ کہئے گا۔ آپ لشکریوں کے سالار ہیں اور خداوند قدوس نے آپ کو ایک بہت اچھا اور باعزت منصب عطا کر رکھا ہے آپ اس منصب سے کیوں روگردانی کرتے ہیں؟"

یہاں تک کہنے کے بعد کمار دیوی رکی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"ایبہ اگر آپ مجھے غزنی نہ بھی لے جانا چاہیں گے تو تب بھی میں جاؤں گی اگر آپ وہاں مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا چاہیں گے تو میں اپنا معاملہ سلطان کے سامنے پیش کروں گی اور میں آپ کو پہلے سے بتا دوں مجھے سو فی صد امید ہے کہ سلطان میرے حق

میں فیصلہ کریں گے۔ ساتھ ہی آپ کے کانوں میں یہ بات ڈال دوں کہ اگر سلطان نے میرے حق میں فیصلہ نہ کیا تو میں سلطان کے سامنے ہی خنجر مار کر اپنے آپ کا خاتمہ کرلوں گی۔ بس اب یہی میری زندگی کا مدعا اور مقصد ہے۔''

اس کے ساتھ ہی کمار دیوی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گی آپ آرام کریں اس لئے کہ صبح میں اور آپ نے بھی یہاں سے کوچ کرنا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی کمار دیوی خیمے کے دروازے کی طرف ہولی دروازے پر جا کر رکی مڑ کر ایک گہری پیار بھری نگاہ ایبہ پر ڈالی پھر وہاں سے چلی گئی تھی اگلے روز صبح ہی صبح ایبہ نے اپنے لشکر کے ساتھ بدایوں کے نواح میں غزنی کا رخ کیا تھا کمار دیوی لشکر میں شامل تھی۔

ایک روز ایبہ اپنے لشکر کے ساتھ غزنی کے مستقر میں داخل ہوا اس کی آمد کی اطلاع شاید سلطان شہاب الدین کو پہلے ہی ہو چکی تھی لہٰذا سلطان شہاب الدین بذات خود اس وقت حسین خرمیل اور اپنے دوسرے سالاروں کے ساتھ موجود تھا ایبہ سلطان سے ذرا فاصلے پر اپنے گھوڑے سے اتر گیا آگے بڑھ کر انتہائی ارادت مندی سے اپنے آپ کو کسی قدر جھکاتے ہوئے سلطان سے مصافحہ کیا لیکن سلطان نے اسے زیادہ دیر ایسا نہ کرنے دیا اسے بازو سے پکڑ سیدھا کیا اور گلے لگا لیا اس کے بعد ایبہ، حسین خرمیل اور دوسرے سالاروں سے ملنے کے بعد پھر سلطان کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔

اس موقع پر سلطان کچھ دیر سوچتا رہا پھر ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ایبہ! تمہاری اور قطب الدین ایبک کی کارگزاریوں کی اطلاع مخبر بروقت مجھے کرتے رہیں اور میں بے حد خوش ہوں کہ تم نے اور قطب الدین دونوں نے مل کر نہ صرف یہ کہ میری غیر موجودگی میں اجمیر کے نواح میں راجپوتوں کو زیر کیا بلکہ نہروالا پر حملہ آور ہو کر اسے فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کرلیا یہاں تک کہنے کے بعد سلطان شہاب الدین غوری جب رکا تب ایبہ بولا اور کہنے لگا۔

''سلطان محترم! نہروالا کے بعد نہروالا سے جو راجپوت شکست اٹھا کر بھاگے وہ دو مقامات پر جمع ہونے لگے تھے اس کے علاوہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں بھی جو

راجپوت پھیلے ہوئے تھے جو اپنے آپ کو ناقابل تسخیر جنگجو خیال کرتے تھے وہ بھی کالنجر اور بدایوں میں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔''

اس کے بعد ایبہ نے سلطان شہاب الدین کو کالنجر اور بدایوں پر حملہ آور ہونے اور دونوں میں راجپوتوں کو شکست دینے کے بعد ان شہروں کو اپنی سلطنت میں شامل کرنے کی تفصیل بتا دی تھی۔

یہاں تک کہنے کے بعد ایبہ جب خاموش ہوا تب سلطان شہاب الدین بے پناہ خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری غیر موجودگی میں تم لوگوں نے ایک طرح سے ساری مزاحمتی قوتوں کا خاتمہ کر کے رکھ دیا ہے اب میرے خیال میں قطب الدین ایبک کو کسی دشمن کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور وہ فتح کئے جانے والے علاقوں میں حکمرانی کرتے ہوئے وہاں کے حالات کو بہتر اور خوشحالی کے لئے کام کرنا شروع کر دے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان شہاب الدین رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

''ایبہ! میں سمجھتا ہوں ہندوستان میں اب ہماری ترک تاز اور ہماری مہموں کا ایک طرح سے خاتمہ ہو چکا ہے۔ بیٹے تمہیں لشکر کے ایک حصے کے ساتھ غزنی اسی لئے بلایا ہے کہ خوارزم کے حالات میں ایسی تبدیلی پیدا ہو گئی ہے کہ آنے والے دور میں ہمارے لئے دشواریاں اور انتہا قسم کی پیچیدگیاں کھڑی کر سکتے ہیں لہٰذا میں وہ وقت نہیں آنے دینا چاہتا میں چاہتا ہوں کہ قبل اس کے وہاں کے حالات ہمارے لئے مصائب و آلام کا در کھولیں ہم پہلے ہی ان پر قابو پا کر نہ صرف اپنے علاقوں بلکہ اپنی سرحدوں کو بھی دشمنوں کی ترک تاز اور یلغار سے محفوظ کر لیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان شہاب الدین رکا پھر ایبہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''خوارزم سے متعلق ابھی میں تمہارے ساتھ تفصیل سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا کہ وہاں کن علاقوں کا رخ کرنا ہے؟ کیسے اور کن دشمنوں کے خلاف حرکت میں آنا ہے ابھی تم لگاتار سفر کرتے ہوئے تھکے ہارے آئے ہو لہٰذا میں چاہوں گا تم آرام کرو اپنے لشکر میں واپس جاؤ ان کے آرام اور قیام کا بھی اہتمام کرو۔''

سلطان کے ان الفاظ کے ساتھ ہی ایبہ پیچھے ہٹا پھر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر

وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

اس کے ہٹنے کے تھوڑے ہی دیر بعد سلطان شہاب الدین کے محافظ دستوں کا سالار سلطان کے قریب آیا اور دھیمے سے لہجے میں سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”سلطان محترم! جو لشکری ایبہ لے کر آیا ہے اس لشکر میں ہندوستان سے ایک لڑکی بھی آئی ہے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر علیحدگی میں کچھ کہنا چاہتی ہے۔ اپنے چہرے اپنی گفتگو سے وہ بیچاری مصیبت کی ماری لگتی ہے لوگوں سے وہ پوچھتی رہی کہ سلطان کے محافظ دستوں کا سالار کون ہے؟ لہٰذا ایک لشکری اسے میرے پاس لے آیا لہٰذا اس نے مجھ سے گزارش کی ہے کہ وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر کوئی نالش پیش کرنا چاہتی ہے۔“

محافظ دستوں کا سالار جب خاموش ہوا تب قریب ہی کھڑے حسین خرمیل نے پہلے ایک گہری نگاہ سلطان پر ڈالی پھر محافظ دستوں کے سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ لڑکی ایبہ کی نگاہوں سے اوجھل رہتے ہوئے لشکر میں شامل ہو گئی ہو اور یہاں آ کر سلطان کو نقصان پہنچانا چاہے اسی بناء پر وہ علیحدگی میں گفتگو کرنے کی التماس کر رہی ہے ....“

یہاں تک کہتے کہتے حسین خرمیل کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اپنے محافظ دستوں کے سالار کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان خود بول اٹھا تھا۔

”دیکھو! اس لڑکی کو پہلے یہاں میرے پاس لے کر آؤ پہلے میں یہ جانوں گا کہ وہ ہے کون؟ کیا چاہتی ہے؟ اس کے بعد اگر ضرورت پڑی تو میں علیحدگی میں بھی اس کی نالش سننے کے لئے تیار ہوں تم جاؤ پہلے اسے میرے پاس لے کر آؤ۔“

محافظ دستوں کا وہ سالار پیچھے ہٹ گیا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اس کے ساتھ راجکماری کمار دیوی تھی۔ کمار دیوی محافظ دستوں کے سالار کے ساتھ سلطان کے سامنے آئی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اسے مخاطب کرتے ہوئے سلطان نے کہنا شروع کیا۔

”بیٹی! تو بتا کون ہے؟ کس کے خلاف نالش کرنا چاہتی ہے ...... مجھے بتایا ہے کہ تو ایبہ کے لشکر میں یہاں پہنچی ہے بتا کیا اس کے لشکر میں کسی نے تیری حرمت کی پامالی کی ہے ...... کسی نے تم سے زیادتی کی ہے ...... کسی نے تمہاری حق تلفی کی ہے بولو تم کس کے خلاف نالش رکھتی ہو ...... سلطان شہاب الدین غوری کے ان ہمدردانہ اور شفیقانہ الفاظ پر کمار دیوی بیچاری پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کی ہچکیاں وسسکیاں بلند ہونا

شروع ہو گئی تھیں یہ صورت حال سلطان شہاب الدین غوری اور ارد گرد کھڑے اس کے سالاروں اور محافظ دستوں کے سالار کے لئے بڑی حیرت انگیز اور تشویش ناک تھی۔

سلطان آگے بڑھا شفقت بھرا ہاتھ اس نے کمار دیوی کے سر پر رکھا پھر پہلے کی نسبت زیادہ شفیقانہ اور محبت بھرے لہجے میں کہنے لگا۔

”بیٹی! جس طرح تو پھوٹ پھوٹ کر روئی ہے میں یہ اندازہ لگا رہا ہوں کہ تو دکھی ہے غمزدہ حالات سے گزرتے ہوئے یہاں پہنچی ہے۔ بتا تجھ پر کیا مصیبت ٹوٹی اگر میرے لشکر میں تیرے ساتھ کسی نے زیادتی کی ہے اور زیادتی کرنے والا اگر میرا سالار ایک طرف رہا خود میرا قریبی عزیز بھی ہوا تو بیٹی! اپنے دل میں یہ ٹھان رکھ وہ بھی سزا سے نہیں بچے گا اب بتا کیا معاملہ ہے؟“

کمار دیوی بیچاری کچھ دیر تک زمین کی طرف دیکھتی رہی ہچکیاں لیتی رہی پھر سر پر بندھے ہوئے رومال سے اس نے اپنی آنکھیں خشک کیں اپنے آپ کو سنبھالا ایک گہری نگاہ ہونٹ کاٹتے ہوئے سلطان کی طرف دیکھا پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

”سلطان محترم! شاید آپ نے میرا نام سن رکھا ہو گا میں کمار دیوی ہوں۔“

اس تعارف پر سلطان چونکا پھر بڑے غور سے کمار دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”کیا تم نہر والا کے راجہ بھیم دیو کی بیٹی راجکماری کمار دیوی ہو؟“

کمار دیوی بیچاری اس موقع پر منہ سے کچھ نہ بولی اثبات میں جب اس نے گردن ہلائی تو اس کی آنکھوں سے پھر آنسو ٹپک پڑے تھے۔

اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے سلطان پگھل گیا تھا ایک بار پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھا پھر کہنے لگا۔

”کیا بات ہے بیٹی! تمہارے اور ایبہ کے درمیان تو بڑے اختلافات ہو گئے تھے میں نے تو یہاں تک سنا تھا تم نے ایک مندر میں جا کر سوگند کھائی تھی کہ جب تک ایبہ کو قتل نہیں کرو گی اس وقت تک تم شادی نہیں کرو گی اور اب تم ایبہ کے لشکر میں کیسے شامل ہو گئی ہو؟ کیا ایبہ نے تمہیں زبردستی اٹھوایا ہے اور تم اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ......؟“

سلطان کے ان الفاظ پر کمار دیوی چونکی سلطان کی طرف دیکھا پھر شروع سے لے کر آخر تک اس بیچاری نے اپنے اغواء ہونے جس بے جا میں رہنے ایبہ کے وہاں

سے نکالنے اپنے باپ کے پاس جانے اپنے باپ کے ہاں سے نکل کر ایبہ کے لئے لشکر میں شامل ہونے اور نفرت کی بجائے ایبہ سے بے پناہ محبت کرنے اور اسے حاصل کرنے کی خواہش رکھنے کی ساری تفصیل سلطان سے کہہ دی تھی۔

یہ سب کچھ جاننے کے بعد سلطان کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر بڑے پیارے انداز میں سلطان نے کمار دیوی کا سر تھپتھپایا کہنے لگا۔

''بس اتنی سی بات ہے بیٹی یہ تو کوئی بات ہی نہیں اس میں تمہیں رونے و ہچکیاں لینے اور یوں آنسو بہا کر اپنے آپ کو غمزدہ اور دکھی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ایبہ سے متعلق تو فکر مند کیوں ہوتی ہے؟ ایبہ کوئی برف سے لدا ہوا ہمالیہ کا کوہستانی سلسلہ تو نہیں ہے جسے تم عبور نہیں کرسکتی ہو اس کی حیثیت میرے ہاں عزیز و ہر دلعزیز بیٹے کی سی ہے اگر تم ایبہ کو حاصل کرنا چاہتی ہو اور اس کو نہ حاصل کرنے کی وجہ سے تم نے اپنی حالت یہ بنا رکھی ہے تو بیٹی پھر مطمئن رہو۔ ایبہ تمہیں ضرور اپنائے گا اور ہر صورت میں تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنائے گا یہ میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں اب مزید بیٹی تو بول کیا چاہتی ہے؟''

سلطان کے ان الفاظ کے جواب میں کمار دیوی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی ایک بار پھر اس نے آنکھیں خشک کیں پھر بڑی ممنونیت اور شکر گزاری سے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''سلطان محترم! اس کے علاوہ اور مجھے کچھ نہیں چاہئے؟ اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں جانوں گی میں نے اپنی زندگی میں کچھ نہیں کھویا۔''

کمار دیوی جب خاموش ہوئی تو سلطان نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''کمار دیوی میری بیٹی! اگر تم ایبہ کے لئے اپنے ماتا پتا اپنے بھائی کو چھوڑ کر نہر والا سے نکل سکتی ہو اگر تم ایبہ کو حاصل کرنے کے لئے راج محل کی زندگی ترک کر کے خیمہ گاہ کی مصیبتیں برداشت کرسکتی ہو اگر تم ایبہ کی محبت میں بدایوں سے لے کر یہاں غزنی تک کے سفر کی کٹھنائیاں برداشت کرسکتی ہو تو کیا ہم تمہارے لئے یہ بھی نہیں کرسکتے کہ تمہیں ایبہ کی زندگی کا ساتھی بنا دیں۔ میری بیٹی مطمئن رہ خوارزم کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد جس وقت ایبہ یہاں سے فارغ ہو کر مشرق کا رخ کرے گا تو میں تمہیں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ تم اس کے ساتھ اس کی بیوی کی حیثیت سے سفر کرو گی اس کے علاوہ اگر تم چاہتی ہو تو کہو۔''

ایک بار پھر کمار دیوی کی حالت خوش کن ہو گئی تھی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''نہیں سلطان محترم! میں زندگی بھر آپ کی ممنون اور احسان مند رہوں گی میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وقت کا سلطان مجھے بیٹی کہہ کر پکارے گا میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس قدر شفیقانہ برتاؤ کرتے ہوئے آپ لمحوں کے اندر میرا مسئلہ حل کر دیں گے۔''

کمار دیوی جب خاموش ہوئی تب سلطان نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''بیٹی! اب تو بتا تو کہاں قیام کرنا پسند کرے گی؟''

اس پر دھیمے سے لہجے میں کمار دیوی بول اٹھی۔

''سلطان محترم! جو لشکر ایبہ لے کر آیا ہے اس میں عورتیں شامل ہیں میں پہلے بھی انہی کے ساتھ رہ رہی تھی میں چاہوں گی کہ اب بھی مجھے وہاں رہنے کی اجازت دے دی جائے۔''

سلطان کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

''بیٹی! جیسا تو چاہتی ہے کہ ایبہ کے معاملے میں تو بالکل مطمئن ہو جا یوں جان کہ تیرا کام ہو چکا ہے اب تو جا اور جا کر آرام کر اس لئے کہ تو بھی ایک لمبا سفر طے کر کے آئی ہے۔''

اس کے ساتھ ہی جب کمار دیوی نے آگے بڑھ کر اور قدرے جھک کر ممنونیت اور شکر گزاری کے انداز میں سلطان کے پاؤں پکڑنا چاہے تو سلطان بدکنے کے انداز میں پیچھے ہٹ گیا کمار دیوی کو اس کے بازو سے پکڑ کر اوپر اٹھایا پھر حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری بچی! تیری حیثیت ہمارے ہاں بیٹیوں کی سی ہے تمہیں ایک معمولی سے کام کے لئے میرے پاؤں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے ...... میری بچی! تو نے اپنا حق مانگا ہے اور تجھے تیرا حق ہر صورت میں مل کر رہے گا۔''

اس کے ساتھ ہی پھر سلطان نے اس کا سر تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

''اب تو جا اور جا کر آرام کر......''

اس کے ساتھ ہی کمار دیوی وہاں سے ہٹی اور ایبہ کے لشکر کی طرف چلی گئی تھی۔

چند دن بعد سلطان شہاب الدین غوری نے اپنے لشکر کے ساتھ شمال کا رخ کیا گو

سرما اپنے عروج پر آگیا تھا برف باری کا بھی امکان تھا اس کے باوجود سلطان شہاب الدین اپنی اس مہم پر نکل کھڑا ہوا۔

اس مہم پر نکلنے کی وجہ یہ تھی کہ خوارزم کے حکمران محمد خوارزم شاہ نے مرو کے حاکم محمد خیز بیگ پر حملہ آور ہو کر اسے ہلاک کر دیا تھا اور مرو کا یہ حاکم سلطان شہاب الدین غوری کا آدمی تھا لہٰذا سلطان نے اس کے قتل کا انتقام لینے کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ شمال کا رخ کیا تھا۔

اس کے علاوہ خورازمیوں نے مرو کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر دور دور تک تباہی و بربادی کا بھی کھیل کھیلا تھا اور ان کی یہ حرکت کم از کم سلطان شہاب الدین غوری کے لئے ناقابل برداشت تھی بس یہی انتقام لینے کے لئے سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ خوارزم کا رخ کیا تھا۔

سلطان کے لشکر میں اس وقت دو بڑے سالار تھے ایک حسین خرمیل اور دوسرا ایبہ لہٰذا روانگی کے وقت ہی سلطان نے ایک طرح سے اپنے لشکر کی ترتیب درست کرلی تھی۔ لشکر کو اس نے تین حصوں میں تقسیم کر لیا تھا اور ایک حصہ اپنے پاس رکھا دوسرا حسین خرمیل کی کمانداری میں دیا گیا اور حسین خرمیل کے لشکر کو مقدمتہ الجیش کا نام دیا گیا۔ لشکر کا تیسرا حصہ ایبہ کی کمانداری میں تھا اور اس میں کماردیوی شامل تھی۔ اس طرح سردی اور برف باری کی پرواہ کئے بغیر سلطان شہاب الدین غوری بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ خراسان کی طرف بڑھا تھا۔

O❖O

خراسان کا علاقہ مختلف ادوار میں مختلف حیثیت اور صورت اختیار کرتا رہا نامور
رافیہ دانوں کے مطابق خراسان کی سرحدیں مشرق میں ماوراالنہر تک اور جنوب میں
ق و عجم تک پھیلی ہوئی تھیں۔

خراسان کے بڑے بڑے شہر نیشا پور، مرو و ہرات اور بلخ وغیرہ تھے اب اس
ہ کی حالت اور ہیئت تبدیل ہوگئی ہے سرخس سے لے کر جنوب کی طرف مشہد اور
ت کے درمیان کا علاقہ افغانستان میں شامل ہو چکا ہے۔

ہجری 531ھ میں عبداللہ بن عامر نے زیاد بن قیس کی کمانداری میں جو لشکر
زستان سے، خراسان پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا تھا اس لشکر کے حملوں کے
ان یہاں کے باشندوں نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔

امیر معاویہ حکمران ہوئے تو انہوں نے خراسان کو نئے سرے سے استوار کیا اور
یہاں مسلمانوں کی طاقت وقوت کو مستحکم کیا خراسان ہی وہ علاقہ ہے جہاں ایک
ا ابومسلم نے بنو امیہ کے خلاف اور عباسیوں کے حق میں آواز اٹھائی اور ایک بہت
شکر تیار کر کے آخر کار وہ خلافت بنو امیہ کے زوال کا باعث بنا۔

اس کے بعد یہ علاقے مختلف حکمرانوں کے تحت رہے یہاں تک کہ 994ء میں
ان محمود غزنوی آندھی اور طوفان کی طرح اٹھا اور ان علاقوں پر وہ قابض
یا سلطان محمود غزنوی کے بعد تغلق بیگ خراسان پر قابض ہوا اور اس کے بعد خراسان
رزم شاہیوں کے قبضہ میں آگیا تھا اب انہی خوارزم شاہیوں نے جن کا مرکزی شہر
رزم تھا چونکہ مرو کے حاکم کو قتل کرا دیا تھا جو سلطان شہاب الدین غوری کا حمایتی تھا
اس کے قتل کا انتقام لینے کے لئے سلطان شہاب الدین غوری شمال کا رخ کئے
ئے تھا۔

دوسری طرف خوارزم کے حکمران محمد خوارزم شاہ کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ شہاب

الدین غوری اس سے مرو کے حاکم کے قتل کا انتقام لینے کے لئے بڑی تیزی سے اس طرف بڑھ رہا ہے لہٰذا اس نے بھی شہاب الدین غوری کا مقابلہ کرنے کے لئے ا تیاریوں کو آخری شکل دے دی تھی۔

محمد خوارزم شاہ کا مرکزی شہر خوارزم تھا یہ ایک طرح سے بڑا محفوظ شہر خیال کیا اس کے اردگرد کوہستانی اور بڑے بڑے پتھروں سے بنی ہوئی انتہائی مضبوط اور مستحکم فصیل تھی اور پھر دریائے جیحوں سے ایک نہر نکال کر خوارزم کے مشرق سے گزاری گ تھی لہٰذا مشرق کی طرف سے یعنی خراسان کی جانب سے اگر کسی کو خوارزم پر حملہ آور ہ ہوتا تھا تو دریائے جیحون کے کنارے کنارے خوارزم کی طرف بڑھتے ہوئے اسے نہر بھی عبور کرنا پڑتی تھی اور یہ بوقت ضرورت اس نہر کو پار کرنے کے لئے جو نہر کشتیوں کے پل بنائے گئے تھے وہ پل توڑ دیئے جاتے تھے جس کی بناء پر حملہ آوروں خوارزم پر حملہ آور ہونے میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

یہی وہ جگہ تھی جہاں سکندر اعظم نے بھی چونے کے پتھر اور ڈامر کو ملا کر دریا جیحون پر ایک بند تعمیر کیا تھا تاکہ اردگرد کے لوگ آبپاشی کر کے اپنی گزر و بسر کر سکیں۔

بہر حال دریائے جیحون کے کنارے پہنچ کر سلطان شہاب الدین نے اپنا ر تبدیل کیا پہلے وہ سیدھا شمال کی طرف بڑھ رہا تھا اب وہ دریائے جیحون کے کنار کنارے بائیں جانب مڑتے ہوئے مغرب کے رخ پر خوارزم کی طرف جا رہا تھا۔

دوسری طرف محمد خوارزم شاہ کو بھی اس کے مخبر پل پل کی خبریں دے رہے۔ لہٰذا وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ خوارزم سے نکلا خوارزم کے مشرق میں جو نہر تھی اسے ع کر کے وہ کھلے میدانوں میں خیمہ زن ہو گیا تھا۔ اس طرح اس نے نہر کے مشرق ا دریائے جیحون کے جنوب کو میدان جنگ بنانے کا تہیہ کر لیا تھا۔

سلطان شہاب الدین غوری کو بھی دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاعات مل رہی تھ لہٰذا وہ بھی بڑی تیزی سے آگے بڑھتا ہوا محمد خوارزم شاہ کے لشکر کے سامنے جا خیمہ ز ہوا تھا۔

اس طرح دونوں لشکر ایک دوسرے کے خلاف معرکہ آرائی کرنے کے لئے ت کر گئے تھے۔

دونوں لشکر چند روز تک اپنی تیاریوں میں لگے رہے خوارزم شاہ کو امید تھی سلطان شہاب الدین غزنی سے دریا جیحون تک ایک لمبا سفر طے کر کے آیا ہے چند

نگ کے بعد اس کے پاس سامان رسد ختم ہو جائے گا لہٰذا وہ جنگوں کی طوالت سے ا کر لوٹ جانے میں ہی اپنی عافیت خیال کرے گا لیکن ایسا نہیں ہوا سلطان شہاب ن نے اپنے لشکریوں کو آرام کرنے اور ستانے کا موقع فراہم کرنے کے بعد ایک بح ہی صبح جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے اپنے لشکر میں جنگ کے طبل بجوا دیئے

اس کے بعد اپنے کام کی ابتداء کرنے کے لئے سلطان شہاب الدین نے اپنے و آگے بڑھایا پھر وہ خوارزم شاہیوں پر غم دہر کے ویرانوں میں ہجرتوں کے عذاب رتوں اور گونجتی الم ہواؤں میں غموں کی بے روک یلغار اور لمحوں تک کو ریزہ ریزہ ینے والی طغیانیوں اور تلاطم سے بھرپور سرشاریوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی خوارزم شاہیوں نے بھی جوابی کارروائی کرتے ہوئے ذہنوں کو ں کا اسیر کرتی ہولناکیوں کی کالی قضاؤں سوچوں کو زنگ آلود کر دینے والی انوکھی اور ہ قوتوں کی طرح اپنے کام کی ابتداء کرتے ہوئے سلطان شہاب الدین کے لشکر پر بت پھیلاتی آندھی اور نفرت کھڑی کرتے بگولوں کی طرح حملہ آور ہونا شروع ے تھے۔

دونوں طرف کے لشکری آگ و خون کا ہیجان بن کر ایک دوسرے کی جبین کو شکن کرنے لگے تھے ہر کوئی دوسرے کی صفوں میں اس طرح گھسنے کی کوشش کرنے لگا ے تیرگی کی گود میں روشنی کی کرنیں گھسنے لگتیں ہیں۔

دریائے جیحون کے پہلو میں سلطان شہاب الدین غوری اور محمد خوارزم شاہ کے ن ہولناک رن پڑا اس معرکہ میں شہاب الدین خوری نے خوارزمیوں کو شکست دی ارزم شاہ اپنے مرکزی شہر خوارزم میں محصور ہو گیا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ خوارزم شاہ اور سلطان شہاب الدین غوری کے درمیان ھی جو دریائے جیحون سے نکالی گئی تھی اور جس سے خوارزم اور اس کے گرد و نواح لاقے میں آب پاشی کا کام لیا جاتا تھا سلطان شہاب الدین کے لئے دشواری یہ تھی ر وہ اپنا پڑاؤ میدان جنگ سے اٹھا کر نہر کو عبور کر کے آگے لگائے تب وہ خوارزم ا جو فصیل تھی اس کے اوپر جو محافظ تھے ان کے تیروں کا نشان بنتا تھا اس لئے کہ ا کے اوپر سے چلائے جانے والے تیر نہر کے قریب تک پہنچ سکتے تھے اس بناء پر ن شہاب الدین نہر پار کر کے اپنے پڑاؤ کو شہر کے قریب نہ لا سکا۔

سلطان شہاب الدین نے پڑاؤ تو وہیں رکھا جہاں جنگ ہوئی تھی اس کے بعد اس نے اپنے لشکریوں کو کچھ ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کیا اس کے بعد اس نے پھر خوارزم شہر پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا۔

اب صورت حال کچھ یوں پیدا ہوگئی تھی کہ دن میں کئی کئی مرتبہ سلطان شہاب الدین غوری نہر کو پار کر کے خوارزم شہر پر حملہ آور ہوتا شہر کی فصیل پر چڑھنے کی کوشش کرتا لیکن اس میں کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی اس لئے کہ سلطان کے پاس نہ چھوٹے قلعہ شکن آلات تھے نہ اس کے پاس منجنیقیں تھیں اور رسوں کی سیڑھیاں پھینک کر خوارزم کی فصیل پر چڑھنا انتہائی دشوار اور تکلیف دہ تھا اس لئے کہ فصیل کے اوپر ان گنت لشکری تھے اور جونہی سلطان شہاب الدین غوری کے لشکری نزدیک جاتے فصیل کے اوپر سے تیروں کی بارش کر دی جاتی تھی اس طرح سلطان شہاب الدین غوری کے لشکریوں کو فصیل کے اوپر چڑھنے کا موقع نہ ملتا یوں کئی دن بیت گئے کبھی سلطان شہاب الدین غوری نہر کو پار کر کے شہر کی فصیل کے قریب پہنچ جاتا اور کبھی جب وہ نہر کو پار کرتا تو خوارزم شاہ شہر سے باہر نکل کر اس پر حملہ آور ہوتا تھوڑی دیر دونوں لشکر آپس میں ٹکراتے اس کے بعد خوارزم شاہ پھر شہر کے اندر محصور ہو جاتا اس طرح جنگوں کا یہ سلسلہ طول پکڑنے لگا تھا۔

ایک روز سلطان شہاب الدین غوری مغرب اور عشاء کے درمیان اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ خیمے کے دروازے پر ایبہ نمودار ہوا۔ ایبہ کو دیکھتے ہی سلطان نے اپنے پہلو میں خالی نشست پر ہاتھ مارا اور پھر ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ایبہ! آؤ یہاں میرے پاس بیٹھو میں بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔“

ایبہ آگے بڑھا سلطان کے پہلو میں بیٹھ گیا سلطان کچھ دیر تک غور سے ایبہ کی طرف دیکھتا رہا سلطان کے اس طرح دیکھنے پر ایبہ پریشان ہوگیا پھر بڑی ارادت مندی سے سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”سلطان محترم! کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے کوئی خطا سرزد ہوئی ہے جو اس طرح آپ مجھے گھور کر دیکھ رہے ہیں اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں سلطان محترم پہلے ہی معذرت کر لیتا ہوں۔“

سلطان شہاب الدین کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کہنے لگا۔

”ایبہ میرے بیٹے! یہ بات نہیں دراصل میں جس گفتگو کا آغاز کرن چاہتا تھا تمہاری طرف غور سے دیکھتے ہوئے یہ سوچ رہا تھا کہ آخر اس گفتگو کا آغاز کیسے کروں؟“

سلطان کے ان الفاظ پر ایبہ بھی کچھ سوچوں میں پڑ گیا کہنے لگا۔

”سلطان محترم! کیا اس گفتگو کا تعلق خوارزم شہر پر حملوں سے ہے؟“

سلطان نے نفی میں سر ہلایا کہنے لگا۔

”اگر اس کا تعلق خوارزم پر حملوں سے متعلق ہوتا تو پھر میں تمہیں اکیلا نہیں اپنے سارے سالاروں کو یہاں بلاتا اور ان سے مشورہ کرتا۔“

ایبہ نے دوسرا سوال کیا۔

”کیا اس گفتگو کا مرکز حسین خرمیل ہے؟“

سلطان نے پھر نفی میں گردن ہلا دی ایبہ نے بھی کچھ دیر تک سلطان کی طرف غور سے دیکھا پھر کہنے لگا۔

”آپ نے چونکہ مجھے اکیلے کو بلایا ہے لہٰذا میرا اندازہ ہے تو پھر اس گفتگو کا موضوع میری ذات ہی ہو سکتی ہے۔“

سلطان پہلے کی نسبت کھل کر مسکرا دیا کہنے لگا۔

”اب تم صحیح راستے پر آئے ہو ایبہ میں نے تمہارے متعلق ہی ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے تمہیں بلایا ہے بیٹے! نہ حقیقت چھپانا نہ ہی سچائی کو ایک طرف رکھ کر بات کرنا..........“

یہاں تک کہتے کہتے سلطان کو رک جانا پڑا اس لئے کہ بیچ میں ایبہ بول اٹھا۔

”سلطان محترم! کیا پہلے میں نے کبھی ایسا کیا ہے؟“ سلطان نے پھر نفی میں گردن ہلائی کہنے لگا۔

”نہیں پہلے تو ایسا کبھی نہیں کیا۔ جس موضوع پر گفتگو ہونے لگی ہے وہ موضوع ایسا ہے کہ تم گفتگو کے دوران مجھے ٹال بھی سکتے ہو۔

ایبہ میں کمار دیوی سے متعلق تمہارے جذبات جاننا چاہتا ہوں دیکھو! جو کچھ مجھ سے کہنا چاہو وہ کہنے سے قبل یہ سوچنا کہ کمار دیوی نے کس قدر تمہاری خاطر مصیبتیں کٹھنائیاں برداشت کی ہیں کہاں نہروالا اور کہاں خوارزم؟ یہ ہزاروں میلوں کا جو سفر اس نے طے کیا ہے تو اپنی خوشی سے تو نہیں کیا اور پھر یہ بھی سوچو کہ وہ راج محل میں

زندگی بسر کرنے کی عادی ہے اور اب وہ ہزاروں میل کے سفر کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں بھی پڑاؤ ہوتا ہے خیموں کی زندگی بسر کرنا برداشت کر رہی ہے زمین کی ننگی پیٹھ پر سوتی ہے حالانکہ میرا خیال ہے اس سے پہلے وہ ایسا کرنے کی عادی نہیں تھی۔ ایبہ! جس وقت تم اپنے لشکر کو لے کر غزنی پہنچے تھے اور مجھ سے ملاقات کرنے کے بعد تم واپس چلے گئے تو وہ کماردیوی مجھ سے ملنے کے لئے آئی تھی اس کے بعد سلطان نے کماردیوی سے ساری گفتگو کی تفصیل اور کماردیوی کے پھوٹ پھوٹ کر رونے کی تفصیل ایبہ سے کہہ دی تھی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان شہاب الدین غوری جب رکا تب ایبہ بول اٹھا۔

”سلطان محترم! آج آپ نے کماردیوی سے متعلق گفتگو کر لی ہے تو پھر میں سچائی سے کام لوں گا کوئی بات آپ سے چھپاؤں گا نہیں آپ نے مجھے ہمیشہ ایک شفیق باپ کی سی محبت اور شفقت دی ہے سلطان محترم بات یہ ہے کہ میں شروع میں کماردیوی سے بے پناہ محبت کرنے لگا تھا جس وقت میں اس کے ہاں سے بھاگا تھا اس وقت بھی میں اسے چاہتا تھا بھاگا میں اس لئے تھا کہ اس وقت میں اور کماردیوی دونوں نوعمر تھے ایک دوسرے کو اپنا نہیں سکتے تھے میں نے نہروالا کا محل وقوع دیکھ لیا تھا آپ کا ارادہ چونکہ ملتان اور اچ کے بعد نہروالا پر حملہ آور ہونے کا تھا لہٰذا میں چاہتا تھا کہ نہروالا کے محل وقوع سے آپ کو آگاہ کروں گا۔

اس کے بعد سلطان محترم! حالات خراب ہوتے چلے گئے کماردیوی کی خبریں مجھ تک پہنچتی رہیں اس لئے کہ ان علاقوں میں ہمارے مخبر بڑی تیزی اور بڑی سرگرمی سے کام کر رہے تھے اور جب انہوں نے مجھے یہ بتایا کہ کماردیوی نے اپنے راج مندر میں جا کر سوگند کھائی تھی کہ وہ اس وقت تک شادی نہیں کرے گی جب تک مجھے قتل نہیں کرلے گی تب سلطان محترم میں اس کماردیوی سے دور ہٹتا چلا گیا اس کے بعد میری محبت نے دوسرا رخ اختیار کرلیا ان غیر مسلم قبائل کی لڑکی بھاگ کر میرے پاس آگئی اور میں نے اس سے شادی کرلی آپ جانتے ہیں وہ انتہا درجہ کی خوبصورت پرخلوص اور وفادار تھی لیکن میری اور اس کی بدقسمتی کہ ہم زیادہ عرصہ تک ایک دوسرے کا ساتھ نہ دے سکے اور وہ بے چاری بے گناہ ماری گئی۔

سلطان محترم! میں اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہوں کہ کماردیوی نے میرے لئے بڑی کٹھنائیاں برداشت کی ہیں کوئی بھی خوشی سے اتنا لمبا سفر نہیں کرتا کوئی بھی

کو چھوڑ کر خانہ بدوشوں کی طرح خیمہ گاہ کی زندگی کو پسند نہیں کرتا۔ سلطان محترم! میں اسے بھی تسلیم کرتا ہوں کہ اب اس کی جانثاری اس کی تگ و دو اور محبت کے اظہار نے مجھے پہلے جیسے دور میں داخل کر دیا ہے میں یہ بھی کہوں کہ وہ ایک اچھی لڑکی ہے وفا شعار ہے انتہا درجہ کی خوبصورت ہے اور جو بھی اس کی زندگی کا ساتھی بنے گا وہ خوش ہوگا۔

سلطان محترم! میں یہ سارا معاملہ آپ پر چھوڑتا ہوں آپ نے ہمیشہ مجھے باپ کی شفقت دی ہے لہٰذا اس معاملے میں بھی جو فیصلہ کریں گے وہ میرے لئے آخری ہوگا۔“

ایبہ جب خاموش ہوا تو سلطان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

”فیصلہ تو میں بعد میں دیتا ہوں پہلے میرے چند سوالوں کا جواب دو۔ پہلے یہ کہو کہ کیا تمہارے دل میں کماردیوی کی محبت ہے؟“

ایبہ نے سلطان کو طرف دیکھا منہ سے کچھ نہ بولا تاہم اثبات میں اس نے گردن ہلادی تھی اس پر سلطان نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔ دو تین بار ایبہ کا شانہ تھپتھپایا پھر کہنے لگا۔

”کیا تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو؟“ سلطان نے تیز نگاہوں سے ایبہ کی طرف دیکھتے ہوئے پھر پوچھا۔

ایبہ نے پھر پہلے کی طرح اثبات میں گردن ہلائی ساتھ ہی کہنے لگا۔

”سلطان محترم! اگر وہ میری زندگی کی ساتھی بنتی ہے تو میں ہمیشہ اس کی رفاقت پر فخر کرتا رہوں گا۔“ سلطان تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

”اگر یہ بات ہے تو پھر تم اسے کیوں تنگ کرتے رہے ہو؟ کیوں وہ تمہارے پیچھے پیچھے بھاگتی رہی ہے اور تم اس سے اجنبیوں کا سا سلوک کرتے رہے ہو۔“

”سلطان محترم! جیسا کہ میں نے آپ سے پہلے گزارش کی کہ اس نے راج مندر میں جا کر قسم کھائی تھی کہ شادی وہ اس وقت کرے گی جب وہ مجھے قتل کردے گی۔ ان سارے عوامل کو دیکھتے ہوئے میں فی الفور تو اس سے شادی نہیں کرسکتا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ واقعی میرے ساتھ مخلص ہے یا یونہی میرے قریب آ کر میرا خاتمہ کرنے کے درپے ہے اس بناء پر میں اس سے بے مروتی کرتا رہا اجنبیت برتتا رہا۔“

”اور اب اس سے متعلق تمہارا کیا خیال ہے.....؟“ سلطان نے پھر پوچھ لیا تھا۔

ایبہ مسکرایا پھر کہنے لگا۔

"سلطان محترم! اب اس کی طرف سے میرا دل بالکل صاف ہے وہ میرے خلاف کسی قسم کی انتقامی کارروائی نہیں کرنا چاہتی وہ میرے ساتھ مخلص ہے اور انتہائی دیانتداری اور خلوص کے ساتھ میری زندگی کا ساتھی بننا چاہتی ہے۔"

ایبہ جب خاموش ہوا تب سلطان نے اطمینان بھرا ایک لمبا سانس لیا پھر کہنے لگا:

"ایبہ تم نے اپنی اس گفتگو سے میرا دل خوش کر دیا ہے میں اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد تمہاری اور کمار دیوی کی شادی کا اہتمام کردوں۔ بیٹے! وہ بیچاری انتہا درجہ کی دکھیا ہے بار بار تمہارے خیمے کی طرف جاتی ہے کبھی میرے خیمے آتی ہے آج بھی آئی تھی رو رہی تھی بیچاری کہ ایبہ مجھ سے صحیح گفتگو نہیں کرتا بہرحال بیٹے اگر تمہارا دل اس کی طرف سے صاف ہے تو یہ میری خوشی کا باعث ہے۔ بیٹے! اگر وہ کبھی تمہارے خیمے میں آ جاتی ہے تو اس سے اجنبیت نہ برتا کرو اور اب تو تمہیں برتنی بھی نہیں چاہئے تم اقرار کر چکے ہو کہ تم اسے پسند کرتے ہو ایبہ نہروالا سے وہ اپنے ساتھ کچھ قیمتی اشیاء بھی لائی ہوئی ہے اس کے پاس کافی نقدی بھی ہے۔ کچھ جواہرات بھی ہیں، زیور بھی ہیں خاصی بڑی چرمی خرجین میں ہیں یہ ساری چیزیں وہ آج مغرب سے پہلے میرے پاس لے کر آئی تھی وہ چاہتی تھی کہ میں یہ چیزیں سنبھال کر رکھ لوں لیکن میں نے نہیں لیں۔ میں نے اسے مشورہ دیا ہے کہ یہ چیزیں یا تو تم اپنے پاس رکھو یا ایبہ کو دو وہ سنبھال کر رکھے گا۔ تمہارا نام لینے پر وہ کچھ مایوس اور افسردہ سی ہوگئی تھی اور جس وقت وہ میرے ساتھ گفتگو کر رہی تھی میں نے دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور اس نے بڑے دکھے ہوئے دل کے ساتھ کہا تھا کہ میں ایبہ سے جتنا قریب ہونے کی کوشش کرتی ہوں اتنا ہی وہ مجھ سے دور بھاگتا ہے۔"

جب تک سلطان شہاب الدین بولتا رہا ایبہ ہلکے ہلکے دھیمے دھیمے مسکراتا رہا سلطان جب خاموش ہوا تب کہنے لگا۔

"سلطان محترم! اب آپ کو کمار دیوی کے سلسلے میں کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ اب چونکہ میں آپ کے سامنے اسے اپنانے کا فیصلہ کر چکا ہوں لہٰذا میں اسے اب اپنی ذات کا ایک حصہ خیال کروں گا اور اس کی دیکھ بھال بھی کروں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایبہ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر سلطان کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! جس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے آپ نے مجھے بلایا تھا اس پر تو گفتگو ہو چکی اب میں بھی آپ کے ساتھ ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

سلطان محترم! وہ موضوع انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور ہو سکتا ہے آپ مجھ سے اس سلسلے میں اتفاق نہ کریں لیکن جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اور جو کچھ میرے دلی جذبات ہیں ان کا اظہار میں آپ سے ضرور کروں گا۔

سلطان محترم! میں حسین خرمیل کو ایک عرصہ سے جانتا ہوں اس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا رہا ہوں جنگوں میں بھی اس کے ساتھ حصہ لیتا رہا ہوں اس کے جذبات اس کے احساسات اس کے رویوں سے بھی اچھا خاصا واقف ہوں لیکن یہاں آنے کے بعد سلطان محترم میں اس میں کچھ تبدیلی دیکھتا ہوں۔"

ایبہ کے ان الفاظ پر سلطان شہاب الدین چونکا تھا اور پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"کیسی تبدیلی......؟"

"سلطان محترم! خوارزم شاہ کے ساتھ یہاں صف آراء ہونے سے پہلے پڑاؤ کے اندر ایک جگہ وہ اپنے ان سالاروں اور قریبی ساتھیوں سے گفتگو کر رہا تھا جو اس کے تحت کام کرتے ہیں جب میں ان کے نزدیک گیا تو میں نے محسوس کیا کہ مجھے دیکھتے ہی اس نے بات کا رخ بدل دیا تھا اور نیا موضوع شروع کر دیا تھا۔

اس کے اس رویے نے مجھے ایک طرح سے ایک شک میں مبتلا کر دیا تھا میں نے اس وقت آپ پر اظہار نہیں کیا تھا لیکن میں اس کی کھوج میں لگ گیا تھا اس کے بعد میں کئی مواقع پر جان بوجھ کر اس سے ملنے کے لئے گیا اور خاص کر میں اس وقت اس سے ملنے کے لئے جاتا رہا جس وقت وہ اپنے ماتحت سالاروں اور قریبی ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ کر گفتگو کر رہا ہوتا تھا تو میں نے دیکھا مجھے دیکھتے ہی ایک تو اس کے چہرے کی حالت تبدیل ہو جاتی تھی دوسرے فوراً بات کا رخ بدل دیا جاتا تھا۔ بس اس کے ان رویوں نے سلطان محترم اس کی ذات کو ایک طرح سے میرے لئے مشکوک بنا دیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کسی ضرورت کے موقع پر ہمیں پیٹھ دکھا دے۔"

ایبہ کے خاموش ہونے پر سلطان تھوڑی دیر گہری سوچوں میں ڈوبا رہا کچھ سوچتا رہا پھر ایبہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ایبہ! اس سے پہلے حسین خرمیل نے کبھی ایسے رویوں کا اظہار تو نہیں کیا نہ ہی میں نے کبھی اس کی جانثاری اس کے خلوص میں کسی قسم کے شک کی گنجائش دیکھی ہے اور اب اگر وہ اپنے رویوں کو تبدیل کرنا چاہتا ہے تو ایبہ تم جانتے ہو میں تو اپنے سارے کام خداوند قدوس پر چھوڑتا ہوں اگر ان علاقوں میں اس نے میرے مقدر میں ناکامی لکھی ہوئی ہے تو اس ناکامی کو کامیابی میں کوئی نہیں تبدیل کر سکتا اور اگر خداوند قدوس نے میری قسمت میں یہاں کامیاب ہونا لکھا ہے تو میری اس کامیابی اور فوز مندی پر سیاہی پھیر کر کوئی اسے ذلت و رسوائی میں تبدیل نہیں کر سکتا۔

سلطان تھوڑی دیر رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ایبہ! تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ حسین خرمیل جو کرنا چاہتا ہے کر لے آخری فیصلہ تو وہی ہوگا جو میرا اللہ کرے گا۔ اس سلسلے میں تم کوئی بات دل میں نہ بٹھا لینا اور نہ ہی فکر مند ہونا اب تم جاؤ اور جا کر آرام کرو۔"

اس کے ساتھ ہی ایبہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور سلطان کے خیمے سے نکل گیا تھا تیز تیز چلتا ہوا جب وہ اپنے خیمے میں داخل ہوا تو ٹھٹھک کر دروازے پر ہی کھڑا ہو گیا اس لئے کہ خیمے کے وسط میں اس وقت کمار دیوی بیٹھی ہوئی تھی اس نے اپنے سامنے کھانے کے برتن لگائے ہوئے تھے اور کھانے کے برتنوں کے اوپر اس نے سفید رنگ کا ایک باریک کپڑا بچھاتے ہوئے کھانے کی ساری اشیاء کو ڈھانپ رکھا تھا اور چپ چاپ بیٹھی شاید ایبہ ہی کا انتظار کر رہی تھی۔

ایبہ اندر داخل ہوا کمار دیوی کے سامنے جا کر بیٹھ گیا پھر بڑے نرم لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم کب سے یہاں آئی بیٹھی ہو؟"

اس کے اس رویے کو کمار دیوی نے بھی محسوس کیا تھا لہٰذا وہ بھی بڑے شریں لہجے میں کہنے لگی۔

"مجھے یہاں آئے تھوڑی دیر ہوئی ہے یہاں آئی تو پتہ چلا کہ خیمہ خالی ہے میں نے کسی سے پوچھا ہی نہیں کہ آپ کہاں گئے ہیں بس چپ چاپ یہاں بیٹھ گئی اور آپ کا انتظار کرنے لگی۔"

ایبہ نے سامنے باریک کپڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کمار دیوی کو مخاطب کیا۔

"اور یہ تم نے ڈھانپ کر کیا رکھا ہوا ہے۔"

جواب میں کمار دیوی نے ایک لمبا سانس لیا بڑے غور سے ایبہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا پھر کہنے لگی۔

"آج میں آپ کے ساتھ آخری فیصلہ کرنے آئی ہوں......"

ایبہ نے پہلے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر بلند کیے اور خیمے کی چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"یا اللہ! رحم" اس کی اس ادا پر کمار دیوی کو ہنسی آ گئی تھی کھلکھلا کر ہنس پڑی اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر علیحدہ کیے پھر کہنے لگی۔

"آپ مجھے ہنسانے کی کوشش نہ کریں جو میں کہنا چاہتی ہوں وہ غور سے سنیں ایبہ چپ چاپ بیٹھ گیا کہنے لگا۔

"اچھا! کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

کمار دیوی نے پھر غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"یہ میں کھانا لے کر آئی ہوں آپ کی آمد تک میں نے کھانے کے برتن ڈھانپ کر رکھے ہوئے تھے۔ اس میں میرا اور آپ دونوں کا کھانا ہے اگر آپ نے آج میرے ساتھ یہاں بیٹھ کر کھانا نہ کھایا تو میں جانوں گی میں آپ کے قابل نہیں ہوں اور آپ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔"

اس کے بعد اپنے لباس کے اندر سے ایک خنجر کمار دیوی نے نکالا اور وہ خنجر اس نے ایک طرف رکھتے ہوئے بڑے عزم میں کہنا شروع کیا۔

"یہ خنجر دیکھ رہے ہیں اگر آپ نے آج میرے ساتھ بیٹھ کر اس طرح کھانا نہ کھایا جس طرح زندگی کے دو ساتھی بیٹھ کر کھاتے ہیں تو یہ خنجر میں اپنے جسم میں اتار کر ہمیشہ کے لئے اپنا خاتمہ کر لوں گی اس کے بعد میں جینا پسند ہی نہیں کروں گی میں ایسی زندگی پر لعنت بھیج دوں گی۔"

ایبہ تھوڑی دیر تک مسکرا کر کمار دیوی کی طرف دیکھتا رہا پھر کھانے کے برتن کے اوپر جو باریک پڑا ہوا تھا وہ اس نے اٹھایا مسکرا کر کمار دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"کمار دیوی! کھانا تو میں تمہارے ساتھ ضرور کھاؤں گا اور اب تو اکثر بیشتر تمہارے ساتھ ہی کھانا کھانا پڑے گا۔"

ایبہ کے ان الفاظ نے کمار دیوی کی حالت ہی بدل کر رکھ دی تھی چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا تھا آنکھوں میں دور دور تک طمانیت کی چمک تھی اور ہونٹوں پر دل موہ لینے والا اور دلفریب قسم کا تبسم بکھر گیا تھا اس موقع پر ایبہ کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ ایبہ نے قریب پڑا ہوا اس کا خنجر اٹھایا اور اس کی گود میں رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''کمار دیوی! اس خنجر کو اپنے پاس ہی رکھو ہو سکتا ہے کسی موقع پر یہ میرے ہی خلاف تمہارے کام آئے۔''

کمار دیوی بیچاری بجھ گئی تھی ایک دم اٹھ کر اس نے ایبہ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا کہنے لگی۔

''ایسے الفاظ کہنے سے تو بہتر ہے آپ اپنے ہاتھوں سے ہی یہ خنجر میرے جسم میں اتار دیں کیا یہ خنجر میں آپ کے خلاف استعمال کر سکتی ہوں؟ کیا کمار دیوی ایبہ کے خلاف ایسی حرکت کر سکتی ہے؟''

ایبہ نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

''پر وہ تمہاری راج مندر کی سوگند کدھر گئی؟''

جواب میں کمار دیوی مسکرائی کہنے لگی۔

''لعنت بھیج دی ہے میں نے اس سوگند پر اس وقت میں ہندو تھی اب ایک مسلمان لڑکی ہوں اور پچھلے جتنے رویے تھے سارے راکھ کی طرح ہوا میں اڑ گئے ہیں ختم ہو گئے ہیں۔''

اس موقع پر عجیب سے انداز میں ایبہ نے کمار دیوی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اس کا گال تھپتھپایا پھر کہنے لگا۔

''کمار دیوی! تمہارے اور میرے پرانے رویے اور حالات ختم ہوئے اب میں تم پر پورا بھروسہ اور اعتماد کرتا ہوں آج کے بعد جو تم چاہو گی وہی ہوگا میں تمہارے کسی ارادے کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔''

کمار دیوی ان الفاظ کے جواب میں خوشی میں پھول نہ سما رہی تھی یہاں تک کہ ایبہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''آؤ کھانا شروع کریں۔''

کمار دیوی نے اس سے اتفاق کیا دونوں چپ چاپ کھانا کھانے لگے تھے کھانے کے بعد مشکیزے سے کمار دیوی نے خود پانی ڈال کر ایبہ کو پلایا کھانے کے برتن اٹھا کر

اس نے ایک طرف رکھ دیئے پھر ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اب آپ بتائیں کہ آپ کہاں گئے ہوئے تھے؟''

ساتھ ہی کمار دیوی کھسک کر ایبہ کے قریب ہو بیٹھی۔ ایبہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

''مجھے سلطان نے بلایا تھا اور میں انہی کے پاس سے اٹھ کر یہاں آیا ہوں۔''

کمار دیوی نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھ لیا۔

''کیوں خیریت تو تھی؟''

''سلطان نے تمہارے متعلق بھی گفتگو کی تھی اور..........''

''میرے متعلق گفتگو کی تھیں'' چونکنے کے انداز میں کمار دیوی نے ایبہ سے پوچھ لیا تھا۔

پھر سلطان سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفظیل ایبہ نے کمار دیوی سے کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل جاننے کے بعد کمار دیوی تھوڑی دیر تک مسکراتے ہوئے ایبہ کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

''ایبہ! میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جو استعمال کر کے تمہارا شکریہ ادا کر سکوں اس لئے کہ..........''

ایبہ نے کمار دیوی کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا کہنے لگا۔

''ایسی بیگانگی کی باتیں نہیں کرتے شکریہ اپنوں کا نہیں پرائیوں کا کیا جاتا ہے کیا میں تمہاری نگاہوں میں پرایا ہوں۔''

کمار دیوی نے نفی میں گردن ہلائی پھر کہنے لگی۔

''پھر بھی مجھے آپ کا ممنون ہونا چاہئے کہ آپ نے میرے حق میں فیصلہ دیا؟''

اس کے ساتھ ہی کمار دیوی نے اپنی پشت پر رکھی ایک چرمی خرجین اٹھائی اور وہ ایبہ کی گود میں رکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''یہ ساری چیزیں آپ سنبھال کر رکھئے گا یہی وہ چیزیں ہیں جو پہلے میں سلطان کے پاس لے کر گئی تھی لیکن سلطان نے کہا نہیں انہیں میں اپنے پاس رکھوں یا ایبہ کے پاس رکھواؤں اب جبکہ ہم دونوں ایک دوسرے کی زندگی کے ساتھی ہیں لہٰذا یہ ساری چیزیں آپ کی حفاظت میں اچھی لگتی ہیں۔''

جواب میں ایبہ مسکرایا کہنے لگا۔

''یہ تھیلی پکڑو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اس کا کیا کرنا ہے؟''

ایبہ نے جب کمار دیوی کی طرف تھیلی بڑھائی تو کمار دیوی نے تھیلی نہیں پکڑی کہنے لگی۔

"پہلے آپ اس کو کھول کر دیکھیں اس میں ہے کیا؟"

اس پر ایبہ کہنے لگا۔

"مجھے دیکھنے کی ضرورت نہیں سلطان مجھے بتا چکے ہیں اس میں سونے کے سکے ہیں جواہرات ہوں گے زیورات ہوں گے اور دوسری قیمتی اشیاء ہوں گی یہ پکڑو پھر میں تمہیں بتاتا ہوں۔"

کمار دیوی نے خرجین پکڑ لی پھر لباس کے اندر سے ایبہ نے ایک چابی نکالی اور کمار دیوی کی گود میں رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میری کل کائنات وہ کونے میں پڑا ہوا آہنی صندوق ہے یہ اس کی چابی ہے اپنی ساری چیزیں اس میں رکھ دو میرے کپڑے اور دوسری اشیاء بھی اس میں ہیں میرے پاس جس قدر نقدی و اثاثہ ہے وہ بھی اس کے اندر ہے اب یہ چابی تمہارے حوالے تم جانو چابی جانے اور وہ لوہے کا صندوق جانے۔"

ایبہ کے الفاظ پر کمار دیوی کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی جست لگانے کے انداز میں وہ اٹھ کھڑی ہوئی خیمے کے کونے میں گئی اور لوہے کا صندوق کھولا پہلے سارے سامان کا جائزہ لیا خرجین بھی اس کے اندر رکھی پھر تالہ لگا کر ایبہ کے پاس آئی چابی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگی۔

"یہ چابی رکھیں......"

ایبہ نے ہاتھ آگے نہیں بڑھایا کہنے لگا۔

"یہ چابی اب تمہارے پاس رہے گی ان سب چیزوں کی تم ہی حفاظت کرو گی ان ساری چیزوں کی مالک بھی آج سے تم ہی ہو۔"

جواب میں کمار دیوی کھلکھلا کر ہنس دی پہلے کی طرح جیسے وہ جست لگا کر اٹھی تھی ویسے ہی جست لگا کر بیٹھ گئی دونوں کچھ دیر وہاں بیٹھ کر مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے اس کے بعد کمار دیوی وہاں سے اٹھ کر اپنے خیمے کی طرف چلی گئی تھی۔

O❖O

جب تک سلطان شہاب الدین غوری دریائے جیہون سے نکالی گئی نہر کو عبور کر کے بار بار خوارزم پر حملہ آور ہوتا رہا اس دوران خوارزم کے حکمران نے سلطان شہاب الدین کے خلاف دو بڑی قوتوں سے مدد طلب کر لی اس نے اپنے تیز رفتار قاصد سمرقند کے حکمران عثمان خان کی طرف روانہ کئے اور اس سے مدد طلب کی کچھ اور قاصد اس نے خطا کے غیر مسلم ترکوں کے بادشاہ کی طرف بھجوائے اس سے بھی شہاب الدین کے خلاف اس نے مدد کی استدعا کی۔

ان قاصدوں کے جواب میں شہاب الدین پر حملہ آور ہونے کے لئے سمرقند کا حکمران عثمان خان ایک لشکر لے کر نکلا دوسرا خطا کے ترکوں کے غیر مسلم بادشاہ نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ قرہ بیگ کو ایک لشکر دے کر بھیجا تا کہ وہ شہاب الدین غوری کے خلاف خوارزم شاہ کی مدد کرے۔

اب صورت حال سلطان شہاب الدین غوری کے لئے پیچیدہ ہوتی جا رہی تھی جب مخبروں نے اسے خبر دی کہ خوارزم شاہ کی مدد کے لئے سمرقند کا حکمران عثمان خان اور غیر مسلم ترکوں کے بادشاہ کا سپہ سالار قرہ بیگ بہت بڑے لشکر لے کر خوارزم شاہ کی مدد کے لئے آ رہے ہیں تب سلطان شہاب الدین نے خوارزم پر حملہ آور ہونا بند کر دیا اپنے پڑاؤ کو سمیٹا اور پھر وہ دریائے جیہون کے کنارے کنارے بلخ شہر کی طرف بڑھا وہ جانتا تھا کہ اگر تینوں قوتیں یکجا ہو کر اس کے سامنے آ گئیں تو پھر اس کے لشکر کا بہت زیادہ نقصان ہوگا۔ اس بناء پر اس نے بلخ کا رخ کیا تھا۔

خوارزم شاہ کو جب خبر ہوئی کہ سلطان شہاب الدین اپنا پڑاؤ ختم کر کے جیہون کے ساتھ ساتھ بلخ کی طرف کوچ کر گیا ہے تب وہ اپنا لشکر لے کر خوارزم سے نکلا اور شہاب الدین غوری کے پیچھے لگ گیا تھا۔

اتنی دیگر تک حالات کی ستم ظریفی کہ سامنے کی طرف سے خطا کے غیر مسلم ترکوں

کا ہراول لشکر آنمو دار ہوا جبکہ غیر مسلم ترکوں کا باقی لشکر پیچھے تھا یہ صورت حال بڑی نازک تھی پشت کی جانب سے خوارزم شاہ بڑھتا چلا آ رہا تھا سامنے کی طرف سے خطا کے ترکوں کا ہراول پہنچ گیا تھا اور دوسری طرف سمرقند کا حکمران عثمان خاں بھی اپنے لشکر کے ساتھ دریائے جیحون کو عبور کرتے ہوئے سلطان شہاب الدین کا رخ کئے ہوئے تھا۔

ان حالات میں شہاب الدین غوری نے حسین خرمیل کو تو سامنے غیر مسلم ترکوں کے ہراول لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا ایبہ کو اس کے حصے کے لشکر کے ساتھ پشت کی جانب سے بڑھنے والے خوارزم شاہ کو روکنے کے لئے روانہ کر دیا۔

خطا کے ترکوں پر حسین خرمیل بڑی جرأت مندی اور بہادری سے حملہ آور ہوا اور انہیں شکست دے کر پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ دوسری طرف ایبہ بھی آندھی اور طوفان کی طرح خوارزمیوں کے لشکر پر حملہ آور ہوا اور وقتی طور پر انہیں پسپا ہونے اور پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔

کہتے ہیں خطا کے ترکوں کو پیچھے ہٹانے کے بعد حسین خرمیل سلطان شہاب الدین کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”خطا کے ترک پیچھے ہٹ گئے ہیں لہٰذا ہمیں پوری طاقت و قوت سے ان کا تعاقب کرنا چاہئے ......“

لیکن سلطان شہاب الدین غوری نے اس سے اتفاق نہیں کیا اس لئے کہ وہ خطا کے ترکوں کا صرف ہراول لشکر تھا اور باقی لشکر پیچھے آ رہا تھا جبکہ پشت کی جانب سے خوارزم شاہ موجود تھا اور پھر بائیں طرف سے سمرقند کا بادشاہ عثمان خاں دریائے جیحون کو عبور کرتے ہوئے شہاب الدین غوری کے لئے مصیبت کا باعث بننے کے درپے تھا۔

کہتے ہیں سلطان شہاب الدین غوری نے حسین خرمیل کی اس تجویز سے اتفاق نہ کیا اور حسین خرمیل نے اسے اپنی بے عزتی جانا لہٰذا سلطان کے پاس سے اٹھ کر وہ باہر چلا گیا اور جب رات آئی تو اپنے حمائتیوں کو لے کر وہ سلطان کا ساتھ چھوڑ کر جزوان کی طرف چلا گیا۔ حسین خرمیل چونکہ جزوان کا رہنے والا تھا اور جزوان کے بہت سے لشکری بھی اس وقت سلطان شہاب الدین کے لشکر میں شامل تھے لہٰذا حسین خرمیل لگ بھگ پانچ ہزار جنگجوؤں کے ساتھ سلطان شہاب الدین سے علیحدہ ہو کر اپنے آبائی وطن جزوان کی طرف چلا گیا تھا۔

کچھ مورخ یہ بھی لکھتے ہیں کہ تعاقب نہ کرنے کی وجہ سے حسین خرمیل سلطان شہاب الدین سے علیحدہ نہیں ہوا وہ کہتے ہیں کہ علیحدگی کی یہ وجہ بالکل ناقابل اعتبار اور بے سروپا ہے جو شخص تجویز پیش کرے کہ خطا کے لشکر پر فوراً حملہ آور ہو کر اور اس کا تعاقب کر کے اپنی فتح کو یقینی بنایا جائے تو سلطان کسی بھی صورت اس کی اس رائے کو رد نہ کرتا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ اس کے برخلاف حسین خرمیل کی تجویز یہ تھی کہ حسین خرمیل تین دشمنوں سے جنگ نہیں کرنا چاہتا تھا لہٰذا اس نے سلطان کو مشورہ دیا کہ ہم ان تین قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا سلطان کو فوراً جنگ ترک کر کے غزنی کا رخ کرنا چاہئے لیکن جب سلطان نے حسین خرمیل کی اس تجویز سے اتفاق نہ کیا تب حسین خرمیل کسی بات کو بہانہ بنا کر اپنے پانچ ہزار حمائتیوں کے ساتھ سلطان سے علیحدہ ہو کر جزوان کی طرف چلا گیا تھا۔

اب صورت حال بڑی گھمبیر ہو گئی تھی تین بڑے بڑے دشمنوں کے مقابلے میں سلطان شہاب الدین اکیلا تھا اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد دشمن تین مختلف سمتوں سے اس پر حملہ آور ہونا شروع ہو گئے۔

ایک طرف سے غیر مسلم ترکوں کا سپہ سالار اعلیٰ قرہ بیگ کرب کی سرسراتی لہروں اور قہر کے طویل سلسلوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا دوسری طرف سے خوارزم کا بادشاہ محمد خوارزم شاہ جنم جنم کی راکھ کریدتی نفرت اور خوف کی آندھیوں کی طرح ضربیں لگانے لگا تھا جبکہ تیسری طرف سے سمرقند کا حکمران عثمان خاں بستی بستی پربت پربت بربادی پھیلاتی صحرا کی ویرانیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

کم لشکر رکھنے کے باوجود سلطان شہاب الدین نے ہمت نہیں ہاری تینوں دشمنوں کے مقابلے میں جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی تینوں کے لشکر پر جسموں کو چھبتی روحوں کو ڈستی تابکار شعاعوں۔ قلب پر تیرگی ذہنوں پر مفلسی اور عقل پر کج روی طاری کر دینے والے حوادث کے بگولوں کی طرح حملہ آور ہونے لگا تھا۔

دریائے جیحون کے کنارے کچھ دیر تک گھمسان کا رن پڑا دونوں طرف سے تلواریں برستی رہیں ڈھالیں ابھرتی رہیں گرتی رہیں تیروں کی بارش ہوتی رہی گھمسان کی جنگ میں اپنے لشکر کے آگے رہتے ہوئے سلطان شہاب الدین غوری اور ایبہ دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے لشکر کو انہوں نے تقسیم نہیں کیا تھا سارے لشکر کو یکجا ہی رکھا تھا۔

اس ہولناک جنگ میں کہتے ہیں سلطان شہاب الدین کے محافظ تیروں سے چھلنی ہو کر رہ گئے تھے اور سلطان کے بھی کئی تیر لگے تھے اس موقع پر جبکہ سلطان کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ وہ اپنے گھوڑے پر ڈگمگانے لگا تھا اور اگر تھوڑی دیر تک کوئی اسے سنبھالا نہ دیتا تو وہ اپنے گھوڑے سے گر جاتا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ اس موقع پر ایبہ نے سلطان کی حالت دیکھ لی تھی اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا وہ سلطان کے قریب گیا جست لگا کر سلطان کے پیچھے بیٹھا گھوڑے کا رخ موڑا اور قریبی قلعے اندخود کی طرف ہولیا تھا اس کا گھوڑا اس کے پیچھے، پیچھے جا رہا تھا سارے لشکریوں کو اس نے اپنے پیچھے پیچھے آنے کا حکم دیا تھا تاکہ قریبی قلعے اندخود میں محصور ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا جاسکے۔

ایبہ سلطان شہاب الدین کو لے کر اندخود قلعے میں محصور ہوگیا بچے کھچے لشکری بھی سارے اپنا ضرورت کا سامان لے کر۔ قلعے کے اندر منتقل ہوگئے تھے اور قلعے کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے۔ لشکری فی الفور قلعے کی فصیل کے اوپر برجوں کے اندر گھات میں بیٹھ گئے تھے تاکہ اگر کوئی قلعے کے اوپر چڑھنے کی کوشش کرے تو اس پر تیر اندازی کر کے اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا جائے۔

سلطان شہاب الدین کو لے کر ایبہ جب فصیل کی سیڑھیوں کے قریب آیا تب سلطان نے اسے گھوڑا روکنے کے لئے کہا۔ اس موقع پر کچھ سالار بھی بھاگتے ہوئے سلطان کے قریب آگئے تھے باقی بچے کھچے لشکریوں کو فصیل کے اوپر استوار کر چکے تھے اس موقع پر ایک طرف سے بھاگتی ہوئی کچھ عورتیں بھی وہاں جمع ہوگئی تھیں اور ان کے اندر کمار دیوی بھی تھی۔

سلطان کے کہنے پر ایبہ نے گھوڑے کو روک دیا پھر ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ایبہ! پہلے تو میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم جنگ سے مجھے بخیریت یہاں لے کر آئے۔ بیٹے! میں کوئی زیادہ زخمی نہیں ہوں تم جانتے ہو دشمن کے بہت سے تیر میرے لگے لیکن میری زرہ کو نقصان نہیں پہنچا سکے تم نیچے اترو اس کے بعد میں نیچے اترتا ہوں۔"

اس موقع پر ایبہ عجیب شش و پنج میں پڑ گیا تھا جب اس نے اترنے میں کچھ دیر لگائی تب سلطان نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

"کیا بات ہے بیٹے تم نیچے کیوں نہیں اتر رہے ہو؟"

اس موقع پر جو سالار قریب آئے تھے ایبہ کی حالت دیکھتے ہوئے دنگ رہ گئے ،اس لئے کہ ایبہ کی رانوں اور دونوں پنڈلیوں کے اندر کئی تیر پیوست تھے۔

دوسری طرف کمار دیوی نے جب قریب آکر ایبہ کی حالت دیکھی تو اس بیچاری ، دکھ اور غم میں اپنا سر تھام لیا اور وہ آگے بڑھی اس موقع پر وہ ایبہ کو مخاطب کر کے ہ کہنا چاہتی تھی کہ ایک سالار سلطان کے قریب گیا اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے

"سلطان محترم! پہلے آپ گھوڑے سے اتریں ایبہ کی رانوں اور پنڈلیوں کے اندر) تیر پیوست ہیں آپ اتریں گے تو پھر وہ آرام سے اتر سکے گا۔"

اس سالار کے ان الفاظ پر سلطان شہاب الدین فکر مند ہوگیا تھا نیچے اترا اس نے ھا کئی تیر واقعی ایبہ کی رانوں اور پنڈلیوں میں پیوست تھے کچھ دیر تک سلطان حیرت ،اس کی طرف دیکھتا رہا پھر ایک سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ایبہ کو سہارا دے کر نیچے اتارو۔"

اس موقع پر ایبہ نے نفی میں گردن ہلائی اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! یہ تیر مجھے اس وقت لگے جب میں آپ کو لے کر میدان جنگ ، بھاگا پشت کی جانب سے ہم پر تیر اندازی کی گئی جس کی وجہ سے یہ تیر لگے میں ڑے سے نہیں اتروں گا پہلے میری رانوں اور پنڈلیوں سے تیر نکلوائیں بعد میں اترتا ں۔"

اس موقع پر جذبات سے بے قابو ہو کر کمار دیوی قریب آئی اور اسے مخاطب کے کہنے لگی۔

"پہلے آپ نیچے اتریں پھر آپ کو یہاں سیڑھیوں پر لٹا کر تیر نکالے جائیں گے۔"

ایبہ نے پھر نفی میں گردن ہلائی تب سلطان کہنے لگا۔

"طبیب کو بلالو اور یہیں بیٹھے بیٹھے اس کے تیر نکال دو وہ ٹھیک کہتا ہے۔"

ایک لشکری بھاگا بھاگا گیا اور وہ طبیب کو بلا کر لے آیا پہلے تیر نکالے گئے پھر ایبہ ،اترا اسے سیڑھیوں پر لٹا کر طبیب نے زخموں پر مرہم لگا کر پٹیاں باندھ دی تھیں۔

مرہم پٹی کرانے کے بعد ایبہ جب اٹھ کر بیٹھ گیا تب سلطان نے اس کی طرف ھا اور احتیاطاً کہنے لگا۔

"تم بیٹھو نہیں اسی طرح لیٹے رہو پہلے میں قلعے کے اندر تمہارے آرام اور سکون

کا اہتمام کرتا ہوں اس کے بعد فصیل پر جا کر فصیل کے استحکامات کا جائزہ لیتا ہوں۔"

یہاں تک کہنے بعد سلطان رکا پھر مزید ایبہ کے قریب ہوتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیٹے! جس جنگ کے لئے آئے تھے یوں جانو وہ جنگ تو ہم ہار چکے حالات کا کچھ پتہ نہیں ہے کہ آگے ہم پر کیا بیتے؟ میرے ساتھ کیا ہو؟ تم پر کیا گزرے اس لئے میں چاہوں گا کہ آج ہی تمہارا اور کمار دیوی کا نکاح پڑھا دیا جائے تا کہ جتنے دن ہم یہاں محصور رہیں وہ بیوی کی حیثیت سے تمہاری دیکھ بھال کرتی رہے۔"

اس موقع پر طبیب جس نے ایبہ کے زخموں کی مرہم پٹی کی تھی وہ سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! جب یہ کام کرنا ہی ہے تو اس میں تاخیر کیوں؟ اس قلعے کے اندر ہم اجنبی ہیں جس وقت آپ ان علاقوں کی طرف آئے تھے تو اس وقت بھی قلعہ خالی تھا اور آپ نے اس قلعے کا جائزہ لیا تھا یہ تو خدا کا شکر ہے کہ اس قلعے کے قریب دشمن سے ہمارا ٹکراؤ ہوا اور ہم بچ کر اس قلعے میں محصور ہو گئے۔"

طبیب کے اس مشورے کو سلطان نے پسند کیا تھا کمار دیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کمار دیوی! یہیں فصیل کی سیڑھیوں پر بیٹھ جاؤ بیٹی ابھی اور اسی وقت یہ طبیب تمہارے نکاح کا اہتمام کرے گا۔"

کمار دیوی بیچاری شرمانے لگی تھی گردن جھکا کر آگے بڑھی ایبہ کے پہلو میں بیٹھ گئی سلطان بھی وہاں ہو بیٹھا کچھ سالار بھی وہاں آ گئے تھے اور ان سب کی موجودگی میں ایبہ اور کمار دیوی کا نکاح پڑھا دیا گیا تھا۔

نکاح سے فارغ ہونے کے بعد سلطان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا کمار دیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کمار دیوی! میں ابھی اپنے کچھ لشکری بھیجتا ہوں قلعہ کے اندر کسی کمرے کی صفائی وستھرائی کرتے ہیں وہاں تم ایبہ کو اپنے ساتھ لے جانا اسے آرام کرنے دینا دیکھ بھال بھی کرنا" اس موقع پر کمار دیوی بڑے پیار بڑے شوق سے ایبہ کی طرف دیکھنے لگی تھی اس دوران ایبہ کو نہ جانے کیا سوجھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا اور سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! میں اپاہج نہیں ہوا کہ جا کر کمرے میں آرام کروں سرا کی وجہ

سے میں چونکہ موٹا اور دبیز لباس پہنے ہوئے تھا لہٰذا تیروں نے میری پنڈلیوں اور رانوں پر کوئی خاص اثر نہیں کیا معمولی زخم ہیں خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ سلطان محترم! اب جبکہ کمار دیوی میری بیوی ہے ہم دونوں میاں بیوی فصیل کے اوپر ایک برج میں بیٹھیں گے اور پھر دیکھتے ہیں کہ اس برج کے سامنے اور دائیں بائیں کون نزدیک آ کر فصیل پر چڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ سلطان محترم! جہاں تیر اندازی میں میرا نشانہ اچھا ہے وہاں کمار دیوی کا نشانہ بھی بے خطا ہے اور آج ہم دونوں میاں بیوی فصیل کے اوپر کسی برج میں بیٹھ کر اپنا فرض ادا کریں گے۔"

اس موقع پر جب سلطان نے سوالیہ انداز میں کمار دیوی کی طرف دیکھا تو وہ سکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"سلطان محترم! ایبہ ٹھیک کہتے ہیں ہم دونوں میاں بیوی فصیل کے اوپر برج میں بیٹھیں گے اور پھر دیکھیں گے کہ ہمارے دائیں بائیں اور سامنے سے کون فصیل کے نزدیک آتا ہے۔"

کمار دیوی کے ان الفاظ پر سلطان خوش ہو گیا تھا دوبارہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بیٹی! حالات کی ستم ظریفی دیکھو میں تم دونوں کی شادی شان وشوکت سے کرنا پاہتا تھا لیکن تمہاری شادی ہوئی بھی تو انتہائی بے بسی اور بے کسی کی حالت میں فصیل ی ان سیڑھیوں کے اوپر......"

کمار دیوی مسکرائی اور کہنے لگی۔

"سلطان محترم! ہم دونوں کے لئے کیا یہ کم سعادت ہے کہ آپ کی موجودگی میں م دونوں کا نکاح ہو گیا۔"

جواب میں سلطان مسکرایا پھر ایبہ اور کمار دیوی دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامتے وئے سیڑھیاں چڑھنے لگے تھے اس موقع پر ایبہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کمار دیوی نے سے سہارا دینے کی کوشش کی پر ایبہ کہنے لگا۔

"کمار دیوی! میں بالکل ٹھیک ہوں تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ڑھیاں چڑھنا تو بہت دور کی بات میں بھاگ بھی سکتا ہوں۔"

ایبہ کے ان الفاظ پر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کمار دیوی مسکرا رہی تھی دوسری رف سلطان بھی اپنے سالاروں اور دیگر لوگوں کے ساتھ فصیل کی سیڑھیاں چڑھنے

لگے تھے۔

ایبہ اور کمار دیوی ایک برج کے اندر ہو بیٹھے تھے سلطان نے دوسرے برجوں کے اندر اپنے لشکری بٹھا دیئے دوسری طرف تینوں لشکر یعنی قرہ بیگ وعثان خان اور محمد خوارزم شاہ شہر کے قریب آ کر پڑاؤ کر گئے تھے۔ اس موقع پر قرہ بیگ اور خوارزم شاہ دونوں شہر پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے لیکن سمر قند کا حکمران عثان خان آڑے سے آیا وہ محمد خوارزم شاہ کو علیحدہ لے گیا اور مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر آپ دونوں نے فصیل پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو میں تم دونوں کا ساتھ نہیں دوں گا واپس چلا جاؤں گا تم یہ خیال کر رہے ہو کہ فصیل پر حملہ آور ہو کر تم شہاب الدین غوری کو زندہ گرفتار کر لو گے اور قابو پا لو گے ایسا ناممکن ہے یاد رکھنا! اس وقت وہ ہم تینوں کے سامنے بے بس ہے تم لوگ یہ نہیں سوچتے کہ وہ غزنی کا شہنشاہ ہے وسیع علاقہ اس کے تحت ہے اور پورے ہندوستان کی حکمرانی اس کے پاس ہے قطب الدین ایبک ہندوستان میں اس کا نائب ہے جب ہندوستان میں قطب الدین ایبک، غزنی اور غور میں شہاب الدین کے نائبوں کو خبر ہوگی کہ شہاب الدین نے اندخود کے قلعے میں محصور ہو کر اپنی جان بچائی ہے تو یاد رکھنا! ہندوستان اور غزنی اور غور سے ایسے لشکر آئیں گے جو ہم تینوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیں گے کیا تم اپنی بربادی چاہتے ہو......؟''

یہاں تک کہنے کے بعد عثان خاں جب خاموش ہوا تب محمد خوارزم شاہ نے اسے مخاطب کیا۔

''تم چاہتے کیا ہو بیٹے......؟''

''میں چاہتا ہوں کہ شہاب الدین غوری کو اس کے حال پر چھوڑ کر ہمیں اپنے اپنے علاقوں کی طرف واپس چلے جانا چاہئے۔ آج وہ ہمارے سامنے بے بس ہو گیا ہے تو یاد رکھیے کہ کل وہ ہم تینوں کو اپنے سامنے بے بس کر سکتا ہے اور پھر میں آپ کو علیحدگی میں اس لئے لایا ہوں کہ غیر مسلم ترک تو چاہیں گے کہ ہم آپس میں لڑ کر ایک دوسرے کو فنا کر دیں اور انہیں فوائد حاصل ہوں وہ تو چاہیں گے کہ انہیں مال غنیمت میں سے زیادہ حصے ملے اس لئے میں آپ کو سمجھاتا ہوں جنگ ترک کر دی جائے شہاب الدین کو اس کے حال پر چھوڑ کر ہم اپنے لشکر واپس لے جائیں پھر زیادتی بھی آپ کی ہے اس لئے کہ نہ آپ مرو شہر پر حملہ آور ہو کر وہاں کے حاکم کو قتل کرتے اور

شہاب الدین غوری غزنی سے ان علاقوں کا رخ کرتا۔''

عثان خاں کے ان الفاظ سے محمد خوارزم شاہ کچھ فکر مند ہو گیا تھا کہنے لگا۔

''تمہاری بات تو ٹھیک ہے لیکن اگر ہم یہاں سے ہٹ جائیں اپنے لشکر لے کر ہں چلے جائیں اور شہاب الدین غوری یہاں سے نکل کر واپس جائے اور پھر تیاری ۔کے ہم پر حملہ آور ہو نقصان پہنچائے تو پھر کون ذمہ دار ہوگا۔''

اس پر عثان خاں کہنے لگا۔

''میں خود سلطان سے جا کر قلعے میں ملتا ہوں اور بات کو ختم کراتا ہوں۔''

محمد خوارزم شاہ نے اس سے اتفاق کیا اس کے بعد عثان خان اپنے چند محافظوں ، ساتھ اندخود کے قلعہ میں داخل ہوا سلطان بڑے پرتپاک انداز سے ملا عثان خاں نے محمد خوارزم شاہ کی طرف سے سلطان سے معذرت طلب کی غلطی سے مرو کا حاکم ختم ۔ دیا گیا عثان خاں نے سلطان شہاب الدین غوری سے صلح کر لی معاملہ رفع دفع لیا۔ عثان خاں وقرہ بیگ اور محمد خوارزم شاہ اپنے اپنے لشکریوں کو لے کر اپنے اپنے قوں کی طرف چلے گئے یہ جنگ اپنے انجام کو پہنچی۔ سلطان نے بچے کھچے لشکر کے تھ چند یوم تک اندخود میں قیام کیا اس کے بعد وہ وہاں سے نکل کر غزنی کی طرف ا گیا تھا۔

○❖○

خوارزم کے حکمران محمد خوارزم شاہ کو فکر لاحق تھی کہ غزنی پہنچ کر سلطان شہاب الدین اپنی طاقت و قوت کو مجتمع کرے گا ہندوستان تک پھیلے ہوئے لشکریوں کو یکجا کر کے ایک بار پھر اس پر حملہ آور ہوگا اور اپنی گزشتہ پسپائی کا انتقام ضرور لینے کی کوشش کرے گا۔

انہی خیالات کے تحت اس نے تحائف دے کر قاصد سلطان شہاب الدین غوری کی طرف روانہ کئے یہ قاصد غزنی پہنچے اور محمد خوارزم شاہ کی طرف سے سلطان شہاب الدین کی خدمت میں صلح کی درخواست پیش کی جو سلطان شہاب الدین غوری نے منظور کرلی اس طرح دونوں مسلمان حکمرانوں کے درمیان صلح ہوگئی اور آئندہ کے لئے سلطان نے خوارزم پر حملہ آور ہونے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

اسی دوران ہندوستان میں غیر مسلم کھکروں نے جگہ جگہ حملہ آور ہو کر تباہی و بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا لوٹ مار اور راہزنی کو انہوں نے ایک طرح سے اپنا پیشہ بنا لیا تھا آتے جاتے قافلوں کو لوٹ لیتے تھے۔ قطب الدین ایبک چونکہ دہلی میں تھا اور سلطان شہاب الدین کے خوارزمیوں کی طرف جانے کے بعد کھکروں کو کھلی چھٹی مل گئی تھی لہٰذا انہوں نے چاروں طرف تباہی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔ راستوں اور شاہراؤں کو انہوں نے پرخطر اور ویران بنا کر رکھ دیا تھا۔

آخر ان کھکروں کی شکست و ریخت ان کی ترک تاز اور تباہی و بربادی کے کھیل کی خبریں سلطان شہاب الدین تک غزنی پہنچنا شروع ہوئیں تب ان کی سرکوبی کرنے کا فیصلہ کرلیا اور ایبہ اور کمار دیوی نے اس وقت تک سلطان کے پاس غزنی ہی میں قیام کیا ہوا تھا۔ سلطان نے اپنے لشکر کو پہلے استوار کیا پھر اس کے بعد تیز رفتار قاصد قطب الدین ایبک کے پاس دہلی روانہ کئے قطب الدین ایبک کو حکم دیا کہ سلطان خود ایک لشکر کے ساتھ غزنی سے روانہ ہونے لگا ہے قطب الدین ایبک بھی ایک لشکر لے کر

مغرب کا رخ کرے تا کہ کھکروں پر حملہ آور ہو کر انہیں راہ راست پر لایا جا سکے اور لوگوں کی جان و مال کو محفوظ کیا جائے۔

اس پیغام کے ساتھ سلطان شہاب الدین غوری اور ایبہ اپنے لشکر کو ساتھ لے کر غزنی سے روانہ ہوئے دوسری طرف قطب الدین ایبک بھی لشکر کو لے کر دہلی سے روانہ ہو گیا تھا۔ اس طرح سلطان نے قطب الدین ایبک کو ساتھ ملا کر کھکروں کے خلاف حرکت میں آنے کا تہیہ کرلیا تھا۔

قطب الدین ایبک جس وقت اپنے لشکر کے ساتھ لاہور پہنچا تو سلطان شہاب الدین پہلے ہی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں خیمہ زن ہو چکا تھا۔ سلطان و ایبہ اور دوسرے سالاروں نے بہترین انداز میں قطب الدین ایبک کا استقبال کیا۔ قطب الدین ایبک کا لشکر بھی سلطان کے لشکر کے پہلو میں خیمہ زن ہوا اس موقع پر بڑی ہمدردی اور ارادت مندی میں قطب الدین ایبک سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطان محترم! مجھے خوارزم کے حالات سن کر بڑا دکھ ہوا جب حسین خرمیل اپنے آدمیوں کو لے کر علیحدہ ہو گیا تھا تو اپنے دشمن سے جنگ کی ابتداء نہیں کرنا تھی۔ میری طرف قاصد بھجواتے یا غزنی قاصد روانہ کرتے مزید لشکری طلب کرتے اگر ایسا ہو جاتا تو یقیناً ہم ان تینوں قوتوں کو اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔''

قطب الدین ایبک کے ان الفاظ پر سلطان نے اپنی خوشی کا اظہار کیا اور اس کی پیٹھ تھپتھپائی اور کہنے لگا۔

''قطب الدین! جو بات گزر گئی اس پر پچھتاوا نہیں کرنا چاہئے۔ یوں جانو وہ پسپائی ہمارے مقدر میں لکھی تھی تو خداوند قدوس نے ہمیں وہ دن دکھایا۔ تم نے ایبہ کو مبارکباد نہیں دی۔''

قطب الدین ایبک نے پہلے غور سے ایبہ کی طرف دیکھا پھر استفہامیہ سے انداز میں سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطان محترم! کیسی مبارک؟''

سلطان کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کہنے لگا۔

''اس کی اور کمار دیوی کی شادی ہو چکی ہے یہ دونوں میاں بیوی ہیں''

یہ خبر سن کر قطب الدین ایبک ایسا خوش ہوا کہ کچھ دیر تک مسکراتے ہوئے ایبہ کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر آگے بڑھ کر اس نے ایبہ کو گلے لگا کر اسکے کان میں مبارکباد دی

ساتھ ہی قطب الدین ایبک نے ایبہ سے کچھ کہنا چاہا تھا کہ سلطان پھر بول اٹھا۔

"اب تم دونوں اپنے سالاروں کو ساتھ لے کر لشکر کے قیام اور کھانے کا اہتمام کرو۔"

جواب میں قطب الدین سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! آپ اپنے خیمے میں جائیں اب میں اور ایبہ دونوں مل کر سارا انتظام سنبھال لیتے ہیں۔"

اس جواب پر سلطان نے اپنی خوشنودی کا اظہار کیا اور وہاں سے ہٹ گیا تھا سلطان کے جانے کے بعد قطب الدین ایبک نے ایبہ کو مخاطب کیا۔

"چلو پہلے مجھے کمار دیوی کے پاس لے کر چلو میں اسے مبارکباد دینا چاہتا ہوں اس کے بعد لشکر کے قیام اور کھانے کا اہتمام کرتے ہیں۔"

ایبہ خوش ہوگیا تھا قطب الدین کو لے کر اپنے خیمے کی طرف گیا خیمے میں اس وقت کمار دیوی بیٹھی خیمے کا سامان درست کر رہی تھی جونہی اس نے خیمے کے دروازے پر ایبہ کے ساتھ قطب الدین ایبک کو دیکھا ہاتھ میں پکڑے ہوئے کپڑے اس نے ایک طرف رکھ دیئے خیمے کے دروازے کے قریب آئی اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے قطب الدین ایبک کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بھائی میں آپ کو اپنے خیمے کے دروازے پر خوش آمدید کہتی ہوں۔"

کمار دیوی کے ان الفاظ پر قطب الدین ایبک کے چہرے پر خوشی کی لہریں بکھر گئیں آگے بڑھا کمار دیوی کے سر پر ہاتھ رکھا پھر بڑی ہمدردی میں کہنے لگا۔

"میری بہن میں تیری کامیابی پر تجھے مبارکباد پیش کرتا ہوں، تو نے اپنا گوہر مقصود حاصل کرنے کا مصمم ارادہ کیا ہوا تھا اور دیکھیں تیری کوششیں کامیاب ہوئیں۔ تو نے جو نہر والا سے خوارزم تک سفر کیا آخر تجھے اس سفر کا پھل مل کر رہا یہ کہو کہ تم دونوں کی شادی کہاں ہوئی؟"

اس پر ایبہ نے مختصر الفاظ میں اندخود قلعے کی سیڑھیوں پر انتہائی بے بسی کی حالت میں جو نکاح ہوا تھا اس کی تفصیل بتا دی تھی۔

یہ تفصیل جان کر قطب الدین ایبک تھوڑی دیر تک خاموش رہا دونوں کی طرف بڑی ہمدردی سے دیکھتا رہا۔ پھر کمار دیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کمار دیوی میری بہن! تم دونوں کا نکاح انتہائی کسمپرسی کی حالت میں ہوا جس

کا مجھے دکھ اور افسوس ہے۔ کاش! حالات ایسے ہوتے میں دہلی میں تمہاری شادی کا شایان شان طریقے سے اہتمام کرتا یا سلطان غزنی میں ہوتا تو تمہاری شادی کا اہتمام پورے تزک و احتشام سے کراتا۔ بہرحال تم دونوں ایک دوسرے کی زندگی کے ساتھی بن گئے ہو۔ تمہارے لئے یہی کافی ہے" اس کے ساتھ ہی اپنے لباس کے اندر سے قطب الدین ایبک نے نقدی کی ایک تھیلی نکالی وہ تھیلی اس نے کمار دیوی کی طرف بڑھائی پھر کہنے لگا۔

"میری بہن! اگر تمہاری شادی میرے پاس میری نگرانی میں ہوتی تو میں تمہیں بہت کچھ دیتا۔ اب بھی تم دونوں کی شادی کے بعد میری ملاقات تم دونوں سے اس وقت ہو رہی ہے جب ہم کھکروں کے خلاف مہم کی ابتداء کرنے والے ہیں۔ نقدی کی یہ تھیلی رکھو اس میں سنہری سکے ہیں یہ میں تمہیں تمہاری شادی کی خوشی میں پیش کرتا ہوں۔"

کمار دیوی نے بڑی ممنونیت سے قطب الدین ایبک کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"بھائی! ہمارے پاس نقدی بہت ہے میں نہر والا سے خالی ہاتھ نہیں چلی تھی میرے پاس نقدی کے علاوہ زیورات اور قیمتی جواہرات بھی تھے جو اس وقت ہمارے پاس ہیں۔"

کمار دیوی خاموش ہوئی تو بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے قطب الدین ایبک کہنے لگا۔

"میری بہن! وہ تمہارا اثاثہ ہے تمہارے کام آئے گا یہ میں تمہیں تمہاری شادی کی خوشی کے موقع پر دے رہا ہوں۔"

قطب الدین ایبک کے ان الفاظ پر کمار دیوی استفہامیہ اور کسی قدر بڑے غور سے انداز میں ایبہ کی طرف دیکھنے لگی تھی اسکے اس طرح دیکھنے کے انداز کو قطب الدین ایبک سمجھ گیا تھا لہٰذا قطب الدین ایبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ایبہ! جب تک تم اجازت نہیں دو گے لگتا ہے کمار دیوی یہ نقدی نہیں لے گی۔"

ایبہ نے جب مسکراتے ہوئے سر کے اشارے سے نقدی لینے کے لئے کہا تب کمار دیوی مسکرائی ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے نقدی کی تھیلی لے لی اس موقع پر کمار دیوی کو مخاطب کر کے ایبہ کہنے لگا۔

"کمار دیوی! تم آرام کرو میں اور امیر دونوں ذرا ان کے لشکریوں کے قیام کے

علاوہ سارے لشکر کے کھانے کا اہتمام کرتے ہیں اور تھوڑی دیر تک لوٹتا ہوں۔''

کمار دیوی سر ہلاتے ہوئے پیچھے ہٹ گئی تھی جبکہ قطب الدین ایبک اور ایبہ دونوں وہاں سے ہٹ کر لشکر کے قیام اور کھانے کے انتظامات میں لگ گئے تھے۔

سلطان شہاب الدین اور قطب الدین ایبک دونوں اپنے لشکروں کو لے کر کھکروں پر حملہ آور ہوئے اور ان کی خوب سرکوبی کی۔ ان میں جو سرکش تھے ان کا خاتمہ کر دیا گیا اور جنہوں نے اطاعت فرمانبرداری قبول کرلی انہیں معاف کر دیا گیا۔ اس طرح کھکروں کو ان کے کیئے کی خوب سزا ملی۔ اسی دور میں کھکروں کے اندر جو مسلمان مبلغ اسلام کی تبلیغ کے لئے کام کررہا تھا اس کی تبلیغ کی وجہ سے کھکروں میں سے کچھ نے اسلام قبول کرلیا کھکروں کا سردار بھی حلقہ بگوش اسلام ہوگیا اور اس نے اس مسلمان مبلغ سے پوچھا:

''اگر میں مذہب اسلام قبول کرنے کے لئے سلطان شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوں تو وہ میرے ساتھ کیا برتاؤ کرے گا؟''

اس پر اس مبلغ نے کھکروں کے سردار کو یقین دلایا کہ مسلمانوں کا سلطان تجھے اس حالت میں دیکھ کر بے حد خوش ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن علاقوں میں تم لوگ آباد ہو یہاں کی حکومت تمہارے سپرد کردے۔

اس مبلغ کے ساتھ اس گفتگو کے بعد کھکروں کا سردار مطمئن ہوگیا اس مبلغ نے اس ساری کیفیت کو ایک خط کے ذریعہ سلطان شہاب الدین کے سامنے پیش کیا۔

کہتے ہیں کہ اس مبلغ کا یہ خط ملتے ہی سلطان شہاب الدین نے ایک مرصع کمر بند اور گراں بہا خلعت کھکروں کے سردار کے لئے بھجوائی اور اسے اپنے دربار میں طلب کیا۔

کھکروں کا سردار سلطان شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوا اور سلطان شہاب الدین نے اس کے نام کوہستانی علاقوں کی فرمانروائی کا حکم بھی جاری کر دیا اس طرح سلطان شہاب الدین سے مل کر وہ سردار لوٹا اور اپنی قوم کے ایک بڑے حصے کو اس نے اسلام کی طرف راغب کرلیا لیکن تھوڑے بہت کھکر اب بھی غیر مسلم اور غیر مذہب ہی رہے۔

کھکروں کا معاملہ طے کرنے کے بعد سلطان شہاب الدین نے تو اپنے لشکر کے ساتھ لاہور ہی میں قیام کیا جبکہ قطب الدین ایبک جو لشکر لے کر آیا تھا اسے دہلی کی

طرف روانہ کردیا گیا۔ ایبہ کا معاملہ سلطان کے سامنے پیش کیا گیا جب ایبہ نے کہا کہ وہ دہلی کا رخ کرنا چاہتا ہے تب سلطان نے ایبہ اور کمار دیوی کو قطب الدین ایبک کے ساتھ دہلی جانے کی اجازت دے دی تھی۔

سلطان شہاب الدین نے چند روز لاہور میں قیام کرنے کے بعد وہاں سے کوچ کیا اور غزنی کا رخ کیا۔ 2 شعبان 602ھ کو سلطان شہاب الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے پڑاؤ کیا جس مقام پر اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا اس مقام کو برمہیک کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

یہاں قیام کے دوسرے روز جس وقت سلطان شہاب الدین کے خیمے اکھاڑے جا رہے تھے کیونکہ سلطان وہاں سے غزنی کی طرف کوچ کرنا چاہتا تھا تو کچھ غیر مسلم کھکر جن کی تعداد لگ بھگ بیس تھی وہ سلطان کے لشکریوں کے بھیس میں سلطان کی خیمہ گاہ میں داخل ہو چکے تھے چونکہ سلطان کے کھکروں کی خوب سرکوبی کی تھی اور ان میں سے اکثر کو حلقہ بگوش اسلام عو دیا تھا۔ لہٰذا یہ غیر مسلم کھکر سلطان سے نالاں اور خفا تھے اور صورت میں سلطان کا خاتمہ کرنے کے درپے تھے۔

انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ سلطان کا خاتمہ کرنے کے لئے اپنی جانیں وقف کر دیں گے جس وقت سلطان کے لشکر کے خیمے اکھاڑے جا رہے تھے وہ کھکر شاہی خیمے کے قریب پہنچ گئے اور ان میں سے ایک کھکر آگے بڑھا شاہی خیمے کے قریب گیا اور دربان کو خنجر مار کر اس نے زخمی کر دیا۔ دربان کے زخمی ہونے پر کھکر ادھر ادھر ہٹ گئے جبکہ سلطان شہاب الدین کے جس قدر محافظ تھے وہ اس زخمی دربان کو سنبھالنے میں لگ گئے اس موقع سے ان کھکروں نے فائدہ اٹھایا اور سلطان کے خیمے میں داخل ہوگئے۔

اس وقت محافظ چونکہ سارے دربان کو سنبھالے ہوئے تھے سلطان کے پاس اس وقت صرف دو ترک غلام تھے جو سلطان کے پاس کھڑے باتیں کر رہے تھے کھکر جو تعداد میں بیس تھے ایک دم خیمے میں داخل ہوئے دونوں ترک غلام اور خود شہاب الدین ان کھکروں کے خلاف حرکت میں آنا چاہتے تھے کہ ان سفاک کھکروں نے حملہ آور ہو کر ترک غلاموں کے علاوہ سلطان شہاب الدین کا بھی خاتمہ کردیا۔ اس حملے میں کہتے ہیں کہ سلطان کے جسم پر 22 زخم آئے تھے اس طرح یہ عظیم فرمانروا اس عالم فانی سے کوچ کرگیا۔ سلطان شہاب الدین نے لگ بھگ 35 برس تک حکومت کی اس کی کوئی

نرینہ اولاد نہیں تھی۔ صرف ایک لڑکی اس کی یادگار رہی گئی تھی۔

جس وقت سلطان کو قتل کر دیا گیا لشکر کی عجیب حالت تھی تاہم اس وقت سلطان شہاب الدین غوری کا ترک وزیر معید الملک بجستانی لشکر میں موجود تھا اس نے لشکر کو سنبھالا اور سلطان کی لاش لے کر غزنی کی طرف روانہ ہوا۔

سلطان شہاب الدین غوری نے اپنی بیٹی کو دفن کرنے کے لئے جو ابھی زندہ تھی ایک عمارت بنوا دی تھی چنانچہ سلطان شہاب الدین غوری کی لاش غزنی لے جا کر بیٹی کے لئے بنوائی جانے والی عمارت میں ہی دفن کر دی گئی سلطان جب اس عالم فانی سے کوچ کر گیا تو اس کے خزانے، جواہرات اور نقدی سے بھرے ہوئے تھے اس کی دولت کا اندازہ مورخین اس سے لگاتے ہیں کہ اس وقت سلطان کے خزانے میں صرف 500 الماس موجود تھے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ سلطان شہاب الدین ہمیشہ شریعت کا پابند رہا اور عدل و انصاف ہمیشہ شریعت کے مطابق کرتا رہا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان شہاب الدین حضور ﷺ کی ایک حدیث کا مصداق ہی بنتا ہے اس لئے کہ حضور ﷺ سے جب قیامت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میرے بعد چھ سو سے کچھ اوپر سال گزر جانے پر ایک مسلمان بادشاہ کی شہادت ہوگی اسی سال قیامت کا پہلا نشان ظاہر ہوگا۔

سلطان شہاب الدین 602ھ میں شہید ہوا اور اسی سال چنگیز خاں نے خروج کیا اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے مورخین سلطان شہاب الدین کو اسلام کا ایک مضبوط بند خیال کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کی شہادت پر قیامت کا ایک در کھل گیا۔

بہر حال سلطان شہاب الدین کا خاتمہ ہوگیا اس نے پوری زندگی جدوجہد میں گزاری اس کا گرمائی مرکز حکومت غزنی اور خراسان تھے جب کہ سرمائی مرکز حکومت ہندوستان میں لاہور شہر تھا۔

ختم شد